خلافت الٰہیہ

حصہ سوم

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ

خلافت آلہیہ

حصہ سوم

مؤلفہ

عالیجناب مستطاب محقق الحقائق و مستخرج الدقائق جامع المعقول والمنقول واقف الفروع والاصول فخر المتالہین والمتکلمین ومفحم المجادلین والملحدین سلالۃ المصطفین مولینا مولوی السید محمد سبطین نقاہ اللہ من الدرن والشین پروفیسر گورنمنٹ کالج لودیانہ

حسب فرمائش

مینجر امامیہ کتب خانہ لاہور ریلوے روڈ

بار اول

قیمت فی جلد ۲؎

مختصر فہرست کتب موجودہ امامیہ کتب خانہ لاہور

صدائے حقانی در حقیقت شیخ جیلانی المعروف بہ **خروس جیلانی** } مولفہ مولوی حاجی مرزا احمد علی صاحب امرتسری۔ اس رسالہ میں مولف ممدوح نے اہل سنت کی نہایت ہی معتبر کتابوں سے کمال محنت وجانفشانی سے حضرت شیخ جیلانی کے حالات جمع فرمائے ہیں اور اس خوش اسلوبی سے لکھے ہیں کہ موافق ومخالف بڑے ذوق وشوق سے ان کا مطالعہ کرکے حظ اٹھاتے ہیں اور حضرت شیخ کے حسب ونسب اور مذہب کے متعلق واقفیت بہم پہنچا کر نتیجہ پر پہنچتے ہیں لکھائی چھپائی کاغذ نہایت ہی عمدہ ایکدفعہ شروع کرو تو ختم کئے بغیر نہ چھوڑو۔ قیمت صرف ... ۶/

فلسفۂ شہادت میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سید الشہدا نے کیوں شہادت اختیار کی اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچا اسکے عوام انصار نے کیا کیا کام کئے قیمت ۴/

دلچسپ مکالمہ میں مولانا سید الطاف حسین صاحب حالی اور سید سجاد حسین صاحب نے مناظرہ کی اہمیت فریقین کے اختلافات اور شیعوں کا برسر حق ہونا ثابت کرکے مولانا ممدوح کو اپنا ہم خیال بنایا۔ قیمت صرف چار آنہ ... ۴/

دافع وہم از تصنیف میر سجاد حسین صاحب جسمیں مسئلہ تقیہ کی ہر پہلو کی نسبت بحث کرکے یہ دکھایا گیا ہے کہ تقیہ شعار اسلام ہے اور کن مواقع پر شریعت نے اسکی اجازت دی ہے قیمت ۷/

خلفائے ثلثہ کا ایمان ایک محقق فاضل سابق سنی المذہب کی تحقیق کا نتیجہ قیمت ۱/

رسالہ عید غدیر } پیغمبر خدا کا خم غدیر پر حضرت علیؑ کو خلیفہ مقرر کرنا صحابہ سے بیعت لینا وغیرہ تمامی حالات حضرات اہلسنت کی معتبر کتب سے مفصل درج ہوئے ہیں نیز اس میں خطبۂ غدیر اور اعمال عید غدیر بھی شامل ہیں جو ہر شیعہ کے لئے ازبس ضروری ہیں قیمت صرف چار آنے ... ۴/

التطہیر جسمیں نہایت شرح اور بسط کیساتھ عقلی اور نقلی دلائل سے اس امر کو ثابت کیا گیا ہے کہ آیہ تطہیر کے مصداق سوائے خمسہ نجبا آل عبا اور کوئی نہیں مصنف نے بڑی محنت سے علاوہ فریقین کی کتب کے دیگر مشاہیر انگریزوں کی تصنیفات سے حوالجات دیئے ہیں قیمت ... ۴/

ریویو الفاروق جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے علی گڑھ کالج کے مشہور پروفیسر مولوی شبلی نعمانی کی کتاب الفاروق پر محققانہ ریمارکس قیمت ... ۲/

فہرست مضامین خلافت الٰہیہ حصہ سوم

خلافت الٰہیہ

حصّہ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ الذی دل علےٰ ذاتہ بذاتہ و تنزہ عن مجالسۃ مخلوقاتہ وجل عن ملائمۃ کیفیاتہ ابدع کلما خلق بلا فکر و رویۃ من محدثات العالم و مکوناتہ و اخترع کلما برء و ذرء بلا شبیہ و مثال من مولدات الکون و متوالداتہ زوج اٰباء العالم العلوی فے عالم الناسوت بسفلیاتہ و اخرج عبادہ الذین اٰمنوا الی النور من الکفر و ظلماتہ و من الشرک و مضلاتہ ظہر بمرأۃ صفاتہ و بطن بھویۃ ذاتہ اوضح لنا مسالک الحق باٰیاتہ و نور لنا مناھج الصدق بحجۃ و بینأتہ تشعشع بنور الجلال من ساحۃ القدم فی ارضہ و سمواتہ فالعقل قطرۃ من قطراتہ والنفس شعلۃ من

شعائره وتجلى فى خلفائه وانبيائه باشرف اوصافه وافضل
كمالاته وتلألأ بلمعات الجمال من سقع الازل فى هياكل التوحيد
ومراته فاودع فيهم اسرار ملكه وملكوته وسلم اليهم اماناته
وجعلهم امناء فى ارضه وسمواته ووسائط انعامه واحسانه
بينه وبين مخلوقاته وخزان وحيه والهاماته ومحال مشية
اراداته واختصهم من بين عباده بمزيد رحمته وبركاته
واصطفهم على بريته بالكمال فيوضه ونعماته فصلى الله عليهم و
سلم بافضل صلواته واكمل تحياته ۰

تمہیدی مقدمات

تمر تصنیف حصہ سوم

(۱) حصہ اوّل میں ہم معیار خلافت الٰہیہ بدرجہ اتم ثابت کر کے حصہ دوم میں اس کی معتدبہ تفصیل وتشریح کے ساتھ اسرار خلافت الٰہیہ کو اچھی طرح واضح کر چکے ہیں۔ بحمد اللہ ان دو حصوں کے مطالعہ سے ناظرین نے بہت کچھ استفادہ کیا۔ اور ان کے شوق نے مجھے مجبور کیا۔ کہ میں اس کے اور حصص کی تکمیل کروں۔ نیز اگرچہ معیار خلافت ہی کا سمجھ لینا اس مسئلہ کے حل ہو جانے کے لئے کافی ہے۔ اور اہل انصاف اس سے صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ خلافت الٰہیہ مختلف حیثیات رکھتی ہے۔ اس لئے بعض احباب کی خواہش اور بعض رسایل مبحث "خلافت محمدیہ" کے مطالعہ نے آمادہ کیا۔ کہ ابھی اس میں کچھ اور لکھا جائے۔ موضوع یہ ایسا ہے۔ کہ اگر ہم چاہیں۔ اور زمانہ مہلت اور فرصت دے۔ اور اسباب جمع و مہیا ہوں۔ تو اس کے دس حصے لکھ دیں۔ اور اس صورت میں اسکے اصول کلیہ

کے ساتھ بہت سی جزئیات کا احصاء ہو جائے۔ لیکن بالفعل ہم اس تیسرے حصہ میں اس کے بعض اہم پہلوؤں پر نظر ڈال کر چاہتے ہیں۔ کہ حصہ چہارم میں بعض دوسری حیثیات کے ساتھ اس کی تمدنی اور تاریخی حیثیت پر تفصیلی بحث کر کے اس مبحث کو ختم کر دیں۔ واللہ نعم المرفیق الشفیق و بیدہ ازمۃ التوفیق +

وجوہ تحقیق مسایل دینیہ یقینیہ

(۲) ہمارے رسایل و کتب کا تعلق جملہ فرق مسلمہ اہل اسلام سے ہے۔ کسی ایک خاص فرقہ کے افادہ کے لئے نہیں لکھے گئے ہیں۔ تاکہ فیض خلافت الٰہیہ عام ہو۔ جیسا کہ ہمیشہ عام رہا ہے۔ کیونکہ یہ بھی جو کچھ لکھا جاتا ہے۔ اور ناظرین استفادہ کرتے ہیں۔ سب خلفاء اللہ ہی کا فیض ہے۔ اس لئے ہم جملہ ناظرین سے مستدعی ہیں۔ کہ ہمارے ان رسایل کے مطالعہ کے وقت صرف یہ نہ دیکھیں۔ کہ ہم نے کیا لکھا ہے۔ بلکہ وہ یہ دیکھیں۔ کہ وہ کیا کر رہے ہیں کیوں یہ دیکھ رہے ہیں۔ اور کس مقصد پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ کوئی اس مطالعہ کی غرض و غایت ہے۔ یا نہیں؟۔ اگر ہے۔ تو کیا وہ ان اسباب کو لئے ہوئے ہیں جن سے وہ اس غرض و غایت پر پہنچ سکتے ہیں؟ کیا انہوں نے تقلید و بیجا تعصب کی کدورتوں سے آئینہ دل کو صاف کر لیا ہے؟ کیا انکی لوح نفس ہر ایک نقش صحیح کو بلا دقت و زحمت قبول کرنے کے لئے تیار رہے؟ کیونکہ مقام تفریح اور ہے۔ اور مقام نکتہ چینی اور اور مقام تحقیق دیگر۔ یہاں خالی الذہن ہونے کی اشد ضرورت ہے۔ یہاں جج اور منصف بننے کی ضرورت ہے۔ اور جج اور منصف کے لئے اپنی خواہشات نفس کے مارنے اور ذہن کو خالی بنانے کی سخت احتیاج بلکہ یہ خدائی معاملہ الٰہی کام اور اس کی راہ کا سودا ہے۔ اگر ہدایت منظور ہے۔ تو دل میں سچی طلب ہونی چاہئے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ط (سورہ عنکبوت ع ۷) جب تک فیض الٰہی نہو۔ راہ ہدایت دکھلائی نہیں

مطالعہ کا مقصد

آئینۂ دل کی صفائی

ہدایت توفیقی

دیسکتی۔ اور فیض الہی کے لئے قابلیت و استعداد کی ضرورت ہے۔ اور مقام تحقیق معارف حقۂ دینیہ میں اخلاص اور دل میں سچی طلب ذریعۂ فیض الہی ہے۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ وَرَحْمَتُہٗ لَکَانُوْا مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ✦

نقطۂ خیال و مطمح نظر

(۳) اختلاف کبھی مطمح نظر اور نقطۂ خیال کے اختلاف پر بھی مبنی اور موقوف ہوتا ہے۔ ایک عطر فروش سے جب دریافت کیا جائے۔ کہ سب پھولوں میں پھول کونسا اچھا ہے۔ تو ممکن ہے۔ کیوڑہ کے پھول کو ترجیح دے۔ کہ جس وقت کھلتا ہے۔ تو اطراف وجوانب دور دور تک مہک اُٹھتے ہیں۔ لیکن اگر کسی مصوّر اور نقاش سے پوچھا جائے۔ تو وہ ان معروف پھولوں میں سے گلاب کو ترجیح دے سکتا ہے۔ کہ اس کا رنگ و روپ کچھ عجیب ہی کیفیت رکھتا ہے۔ اور ہزاروں قسم کا ہوتا ہے۔ اگر کسی دوافروش سے دریافت کریں۔ تو وجہ ترجیح میں ضرور اس کا خیال نہ رنگ و روپ کی طرف جاسکیگا۔ نہ خوشبو اور مہک پر جس کو فوراً اس کے نقطۂ خیال سے اس کا تصوّر گلقند کے مربیان کی طرف منتقل ہوگا اور گل سیوتی یا موسمی گلاب کو پسند کریگا۔ اگر ایک بھوکے دیہاتی سے پوچھیں تو اس کو سب سے اچھا پھول گوبھی کا معلوم ہوگا۔ دنیا کی تمام چیزوں میں انسانی اختلاف کا یہی حال ہے۔ اور یہ سب اپنے اپنے مقام پر صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ اگر رنگ و بو دونوں کے مجموعہ فضیلت کو ملحوظ رکھا جائے۔ تو بہت سے عقلا اتفاق کرینگے۔ کہ ہندوستان میں سب سے بہتر پھول گلاب ہے۔ اور فضیلت جمعیت اوصاف ہی کا نام ہے۔ ہاں اگر محبت کی نگاہ سے دیکھنا ہے۔ تو کہا جائیگا۔ کہ گل کی قدر بلبل سے پوچھنی چاہیئے۔ اور اچھا وہی ہے۔ جس کو وہ پسند کرتی اور جس پر مرتی ہے "لیلیٰ را بنظر مجنوں باید دید" یہاں ایک اہم امر نقطۂ خیال کے لحاظ سے ملحوظ رہے۔ وہ یہ کہ وسعت نظر اور کوتاہ نظری بہت کچھ اختلاف کا باعث ہوجاتی ہے۔ جس گاؤں کے

رہنے والے نے بغیر ببول۔ جامن۔ آم کے درخت اور کپاس وتل۔ السی وغیرہا کے پھول کے سوا کوئی نفیس ولطیف وخوشرنگ خوشبو پھول دیکھا ہی نہیں۔ اس کے ذہن میں ان سے بہتر کوئی پھول ہو ہی نہیں سکتا۔ اور دل کو بھا ہی نہیں سکتا۔ اس کا تصوّر دوسری طرف جانے ہی نہیں پاتا۔ جس نے کبھی ہیرا دیکھا ہی نہیں۔ اور اس کے جوہر ذاتی سے آگاہ ہی نہیں۔ وہ بلور سے بہتر کب کسی چیز کو تصور کر سکتا ہے جس نے ہمیشہ پوتھ کے دانوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور انہی پر فریفتہ رہا ہے۔ وہ کیا جانے کہ موتی کیا چیز ہے۔ اور پھر جس کی نظر محض ظاہری خوبیوں اور رنگ وروپ تک محدود ہے۔ وہ باطنی خوبیوں اور کمالات تک کب پہنچ سکتا ہے "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" یہی حال خود انسانی فضیلت وشرافت کا ہے۔ کوئی طاقت وشجاعت کو پسند کرتا ہے۔ کوئی رفتار وگفتار کو۔ کوئی حسن وجمال کو۔ اور کوئی عادات واخلاق کو۔ تو کوئی کرم وسخاوت کو۔ کوئی حمیّت وغیرت کو۔ اور کوئی احسان ومروّت کو۔ ہر ایک اپنے نقطۂ خیال میں سچا ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے۔ کہ اصل جوہر انسانیت کیا ہے۔ اور اس میں کون کامل۔ اور یہ کہ وہ شخص جس میں یہ کل اوصاف وکمالات مع اصل جوہر انسانیت یعنی کمال روحانیت وعلم ومعرفت جمع ہوں وہ اس سے ہر حال میں افضل ہونا چاہیئے۔ جس میں ان میں سے صرف بعض کمالات موجود ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اگر مطمح نظر اور نقطۂ خیال ایک ہو جائے۔ اور اس میں اختلاف نہ ہو۔ تو اختلاف بہت ہی مختصر اور محدود حد میں آجاتا ہے۔ اور بحث کا دائرہ کوتاہ لیکن جہاں مطمح نظر ہی اپنے خیال کی تائید ہے۔ وہاں نہ نقطۂ خیال ایک ہو سکتا ہے۔ اور نہ راہ صواب معلوم ہو سکتی ہے۔ خصوصاً امور دینیہ میں درد دین کے ساتھ وسعت خیال کی بھی ضرورت ہے۔ اور دین میں ہمیشہ ہمارا مطمح نظر اور نقطۂ خیال دین ہی ہونا چاہیئے۔ کسی امر کی تحقیق میں دونو تحقیق کنندگان کا مطمح نظر اور نقطۂ خیال متحد ہونا ضروری ہے۔ ورنہ تحقیق محال ہو جائیگی۔

انسانی کمالات جمعیت اوصاف اور فضیلت نقطۂ خیال کا اتحاد اور رفع اختلاف کثیر

وجوہ اختلاف اہل عقل

(۴) اہل عقل کا اختلاف دنیا میں مسلّم ہے کہ شب وروز

ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ سوچنے کا مقام اور غور کرنے کی جگہ ہے۔ کہ عقل والوں میں اختلاف کیوں ہے؟ عقل ایک جوہر روحانی ہے۔ جس سے اس انسان کو مختص کیا گیا ہے۔ اور انسان وحیوان میں مابہ الامتیاز والافتراق بنایا ہے۔ یہ انسانی وجود کیساتھ عطا ہوئی ہے۔ اور ہر ایک انسان کو دی گئی۔ اور یہی پہلا ہادی ہے۔ جو اس کی راہ نمائی کرتا ہے اگر یہ نہ ہوتی۔ تو انسان میں ہدایت یابی کی استعداد نہ ہوتی۔ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (طٰہٰ ع ۲) "ہمارا پروردگار وہی ہے۔ جس نے ہر شئے کو اس کے مناسب خلقت عطا کی ہے۔ اور پھر اس کو ہدایت کی ہے" کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی انسان اس

پہلا ہادی

اوّل جوہر ہدایت سے خالی ہو سکے؟ اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ اصل جوہریت میں عقل ہر ایک انسان میں یکساں ہونی چاہیئے۔ ورنہ اصل عقل کی کمی بیشی کے ہوتے ہوئے کل انسان ایک جیسے مکلّف نہ ہونگے۔ کیونکہ ناقص العقل لوگوں پر وہ تکالیف بار کرنا جو کامل العقل پر کی گئی ہیں۔ تکلیف مافوق طاقت ہے۔ جو ذات عدل کے لئے عند العقل محال ہے۔ اور اسی واسطے کل مذاہب وادیان میں مجنون فاتر العقل مرفوع القلم سمجھا جاتا ہے وہ مکلّف باحکام شریعہ نہیں ہوتا اور اس پر کسی قسم کی گرفت نہیں کی جاتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اوّل مابہ التکلیف عقل ہی ہے اور ہدایات شش گانہ مسلسلہ میں سے اوّل ہدایت اسی سے ہوتی ہے کہ یہ انسان کیساتھ ساتھ پہلا بشیر ونذیر ہادی ہے اور جب اس کو اپنی طبیعت وفطرت جوہری پر چھوڑ دیا جائے۔ تو ضرور ہر ایک برائی کے موقع پر یہ انسان کو متنبہ کرتا ہے۔ دھمکاتا ہے۔ ڈراتا ہے۔ اور ہر وہ شخص جس کا کانشنس یا ضمیر بالکل مر نہیں گیا یعنی نفس امّارہ سے دب نہیں گیا ہے۔ وہ ضرور اپنے اندر اس عقل یعنی ہادی اوّل کے آثار محسوس کریگا۔ اور ہر ایسے انسان میں ہر نیکی کے کرنے پر مسرت محسوس ہوگی۔ اور ہر بدی کے ارتکاب پر دل میں ملامت پائی جائیگی۔ ایک کھٹکا محسوس کریگا۔ اور اسی کی طرف کلام پاک میں اشارہ ہے۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ

جوہریت عقل میں تساوی

بے عقل مرفوع القلم

تزکیہ نفس اور فلاح دارین

مَنْ زَکّٰہَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰہَا قسم ہے۔ نفس انسانی کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بنایا ہے۔ اور پھر اسکو اس کی اچھائی اور بُرائی کا الہام کیا ہے۔ بیشک رستگار وہی ہے۔ جس نے اس نفس کا تزکیہ کر کے اسے پاک بنا لیا۔ اور رحمت خداوندی سے محروم و خائب ہا اور بدنصیب وہی ہے۔ جس نے اس کو تباہ کر دیا۔ اور دھوکا دیا" پس ضروری اور لازمی ہُوا۔ کہ یہ جوہر عقل کل مکلفین کے اندر بحیثیت اوّل خلقت و بشریت یکساں ہونا چاہیئے۔ تاکہ سب یکساں مکلّف قرار پائیں۔ اور یکساں احکام کے ماتحت آئیں۔ ورنہ ما بہ التکلیف کے اختلاف کے باوجود اتحاد تکلیف غیر معقول ہوگا۔ اور خدا کی معرفت جیسی کسی ایک کامل العقل سے مطلوب ہے ناقص العقل سے نہ ہوگی۔ اور جن احکام کی پابندی ایک کامل العقل انسان سے چاہی گئی ہے ناقص العقل سے نہ چاہی جائیگی۔ ورنہ عدل قائم نہ رہیگا۔ ہاں ہر ایک انسان اس جوہر کو تحصیل علم و اثر تربیت کامل سے مجلّٰی اور روشن بنا سکتا ہے۔ اور جہالت میں پڑے رہنے اور جوہر عقل سے کام نہ لینے اور بُروں کی صحبت میں تربیت پانے سے اس کو اور تاریک بنا سکتا ہے۔ بلکہ بالکلیہ تاریک کر کے اُس کے اثرات مٹا سکتا ہے۔ اور خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ" کا مصداق بن سکتا ہے

تربیت وصفائی عقل

خلاصہ یہ کہ بہ نص آیۂ قرآنی و بہ دلایل و براہین عقلی اصل جوہر عقل من حیث الخلقت و الفطرت عامۃ الناس میں یکساں ہے۔ اور اختلاف تحصیل و تعلیم و تربیت کے اختلاف سے ہے! اور چونکہ جوہر عقل کل مکلفین میں ایک ہے۔ دین تمام انسانوں کے لئے ایک ہی ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ بتحقیق کہ دین خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کریگا۔ تو وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائیگا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ والوں میں سے ہوگا۔ صراط الٰہی ایک ہی ہے۔ اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ بیشک یہ ایک ہی ہم تک پہنچنے کی صراط مستقیم ہے۔ اس کی پیروی کرو سب اسی پر چلو اور جو دوسرے

جوہر عقل دین خدا و رہِ خدا

راستے پیدا ہو گئے اور شاخیں نکل آئی ہیں۔ ان پر نہ چلو۔ اگر ان پر چلو گے۔ تو راہ خداوندی سے
جُدا ہو کر گمراہ ہو جاؤ گے سبیل الٰہی و راہِ خداوندی ایک ہے"۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ
اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ کہدو۔ کہ اے پیغمبرؐ یہی ایک میری راہ ہے جس
پر بصیرت کے ساتھ لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں میں بھی۔ اور وہ جو میرے پیچھے میرے
ساتھ ساتھ اور میرے قدم بقدم ہے۔ وہ بھی اسی راہ پر دعوت دیگا۔ اور میری
جانشینی کا حق ادا کریگا۔ دینِ الٰہی۔ صراطِ الٰہی۔ اور سبیل الٰہی کا ایک ہی ہونا یہ ایک دلیل
ہے۔ جوہر عقل کی وحدت کی۔ کیونکہ جوہر عقل اصل فطرت کے لحاظ سے لوگوں میں مختلف
ہوتا تو خدا کی معرفت کی راہیں۔ اور اس تک پہنچنے کے راستے بھی جدا جدا اور مختلف ہوتے
ان امور کی وحدت جوہر عقل کی وحدت پر دال ہے۔ یعنی عام مکلفین میں مساوی یکساں
ہے۔ ہاں خاص خاصان خدا ایک خصوصیت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ہادی قرار پائے (مخلصین کی عقل)
ہیں۔ اور عامۃ الناس سے مستثنےٰ ہیں۔ اور اسی وجہ سے اغواء شیطانی اور مبدء ضلال
کے اضلال سے بری و پاک ہیں"۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ اس کی
تصریحی سند ہے۔ لہٰذا ضروری اور لازمی ہوا۔ کہ ان عقلاء میں ازروئے اصل جوہر عقلانی مطلق
معارف دین اور اجمالی معرفت باریتعالیٰ میں اختلاف نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر جوہر
عقل جو اول ہادی قرار دیا گیا ہے! ور اول انسان اسی کی خلقت سے آراستہ کیا گیا
ہے۔ انسان اپنے مبدء فیاض و صانع برحق اور اس کے دین کی (جس پر اس کی اصل
فطرت مبنی ہے) اجمالی معرفت صحیح حاصل نہ کر سکے۔ اور یہ استعداد و قابلیت اس میں
نہ ہو۔ تو یہ عطیۂ الٰہیہ محض بیکار سمجھا جائیگا۔ اور کوئی فایدہ اس کا نہ ہوگا۔ اور نفس وجود اس
کالغو قرار پائیگا۔ اور ذات علیم حکیم ازلی ایسے نقایص سے بری ہے۔ جل و تعالیٰ
عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ پس چاہیئے۔ کہ عقل جس وقت اپنی طبیعت و فطرت پر
چھوڑ دی جائے۔ تو وہ صحیح حکم کرے۔ اور جہاں تک اس کی استطاعت ہے۔ اور
جو اس کا عالم ہے۔ اس میں سیر کر سکے۔ اور معلومات صحیحہ حاصل کر سکے۔ البتہ جو اسکے

دائرہ تصرف سے بالا ہے۔ وہاں رُک جائے۔ اور اس رُکنے میں بھی صحیح حکم لگائے
چنانچہ عقول سالم صحیحہ ہمیشہ جب مقام ذات احدی پر پہنچتی ہیں ٹھیر جاتی ہیں۔ اور آگے
قدم نہیں بڑھاتی ہیں۔ البتہ اس ذات بسیط بحث وغیب الغیوب کے آثار وجودیہ
سے اس کی اجمالی معرفت حاصل کرتی ہیں۔ اور اس مقام پر اپنے عجز وقصور کا ہمیشہ
اعتراف واقرار کرتی رہی ہیں۔ اسی وجہ سے کہ عقول صحیحہ سالم جب اپنی طبیعت وفطرت
پر چھوڑ دی جائیں۔ اور کوئی عارض ومانع نہ ہو۔ ہمیشہ ایک ہی حکم کرتی ہیں۔ اور علماء وحکماء
میں یہ مقولہ مشہور ومعروف بلکہ مدلل مبرہن ہے۔ "اَلْعَقْلُ تَجْرِیْ عَلٰی طَرِیْقَةٍ وَاحِدَةٍ"
عقل کی ایک ہی راہ ہے صحیح ہمیشہ ایک ہی راہ پر چلتی ہے۔ اسی بنا پر باوجود خواہشات
نفسانیہ وتقلیدات وتعصبات مذہبیہ کے بھی بعض احکام میں جملہ عقول متحد ومتفق ہیں
چنانچہ ہر ذی عقل کے نزدیک خواہ وہ کسی مذہب ملت سے تعلق رکھتا ہو۔ اور خواہ کسی
ملک وقوم کا ہو۔ سچ بولنا اچھی چیز ہے اور جھوٹ بُرا۔ رحم پسندیدہ ہے اور ظلم ناپسندیدہ
امانت مطلوب ہے خیانت نامرغوب۔ عدل محبوب ہے اور جور مکروہ۔ وغیر ذالک
اور ہر ایک ذی فہم جانتا اور مانتا ہے کہ ہر ایک بُرے کام کا انجام بُرا ہے۔ اور اچھے
کام کا نتیجہ اچھا۔ اور اسی واسطے کہ ہادی اوّل فطرت وخلقت انسانی کے ساتھ موجود
ہے۔ اور صانع وخالق وہی معبود ہے جس کی معرفت اس کا فرض ہے۔ اور جس کے
دین پر یہ مکلف۔ دین کو انسان کے لئے فطری کہا گیا ہے۔ "فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ
حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ

دین فطرت انسان ہے

الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ" اے ہمارے حبیبؐ اپنی توجہ اس دین حنیف
الٰہی کی طرف مائل کر۔ جو فطرت الٰہی ہے جس پر لوگوں کو خلق کیا ہے۔ اور خلقت الٰہی کو
کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور یہی دین مستقیم ومحکم ہے لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے

عقل ایک اور عقلاء مختلف

اور نہیں سمجھتے ہیں۔ اس بیان سے بکمال وضاحت ثابت ہو گیا۔ کہ اصل فطرت
انسانی وجوہر عقلانی انسانوں کے اندر ان امور تکلیف میں اختلاف ہرگز نہیں ہو سکتا۔

لیکن اختلاف موجود ہے۔ اور منتہائی درجہ پر موجود ہے۔ حتیٰ کہ نفس وجود مبدء برحق وصانع مطلق میں اختلاف ہے۔ اس کی صفات میں اختلاف ہے۔ اس کے معارف دینیہ میں اختلاف ہے۔ اس کے خاص بندوں کی معرفت میں اختلاف ہے۔ اس کی عبادت کے طرق میں اختلاف ہے۔ والعقل یجری علی طریقۃ واحدۃ۔ حالانکہ عقل ایک ہی طریق پر چلتی ہے +

اس اختلاف کا باعث اور موجب نفس عقل نہیں ہے۔ بلکہ کوئی اور شے ہے۔ جو غالب ہو کر عقل کو مضمحل کر دیتی ہے۔ اور جب ہم اہل عالم کے کارناموں پر نظر ڈالیں۔ تو ہمیں اس کی حقیقت بخوبی معلوم ہو جائیگی۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کل انسان اس پر اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ سچ بولنا اچھا ہے اور جھوٹ سب سے بُری صفت ہے۔ اگر پھر وہی انسان رات دن جھوٹ کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں عقل ان سے جھوٹ نہیں بلوا رہی عقل یہ حکم نہیں کر رہی ہے۔ کہ جھوٹ بولو۔ کہ یہ اچھی چیز ہے۔ بلکہ باوجود عقل کے اس حکم کے کہ جھوٹ بولنا بُری صفت ہے کوئی اور چیز ہے۔ جو اس سے جھوٹ بلوا رہی ہے۔ ہر ایک شخص یہ جانتا ہے۔ کہ عدل و انصاف اچھی چیز ہے۔ اصل بقاء دین و دنیا اور بقاء عام اسی عدل پر ہے۔ ایک حاکم جس وقت حکومت کی کرسی یا ایک مفتی افتاء کی مسند پر بیٹھا ہوتا ہے۔ اس وقت بھی جانتا ہے۔ کہ عدل و انصاف پسندیدہ اوصاف ہے۔ اور یہ اس جگہ اسی لئے بٹھایا گیا ہے۔ کہ انصاف کرے مگر پھر وہ خلاف عدل و انصاف کر دیتا ہے۔ یہ بے انصافی اس سے عقل نہیں کرا رہی ہے۔ اس کی فطرت ایسا نہیں چاہ رہی ہے وہ اس وقت بھول نہیں گیا ہے۔ کہ عدل بہترین صفت ہے۔ بلکہ رشوت کی زریں تصویر اس کو اپنے سنہری و روپہلی رنگوں میں لبھا رہی ہے۔ یا کسی کی محبت اس سے ایک طرفہ فیصلہ بے انصافی سے کرا رہی ہے۔ یا کسی کی عداوت میں نفس امارہ اپنے ضمیر و کانشنس کے خلاف حکم لکھوا رہا ہے۔ اور یہ اپنی نفسانی تشفی چاہ رہا ہے۔

اہل عقل میں اختلاف کیوں ہے

مال و دولت یا کسی محبوب یا اپنے نفس امارہ کی محبت اس کو اندھا بنا رہی ہے۔ آنکھیں ہیں مگر نہیں دیکھتا۔ کان ہیں مگر نہیں سنتا۔ عقل ہے مگر اس سے کام نہیں لیتا۔ کیونکہ محبت مال یا نفس امارہ نے دل کی آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ "آنکھیں تو اندھی نہیں ہوئیں۔ بلکہ وہ دل اندھے ہو گئے ہیں۔ جو سینوں میں ہیں"۔ اور مظہر حکمت الٰہیہ و مالک خلعت رسالت ختمیہ و علیٰ آلہ الف الف تسلیمات و تحیۃ ارشاد فرماتے ہیں۔ حب الشی یعمی و یصم "کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا و بہرہ بنا دیتی ہے"۔ پھر نہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے۔ اور نہ نصیحت پکڑتا ہے +

خواہشات نفسانیہ تقلیدات و تعصبات مذہبیہ

پس معلوم ہوا۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ انسان ذی عقل و ذی فہم سے خلاف حق کرانے اور بے راہ چلانے والی چیزیں یہی تین ہو سکتی ہیں یعنی خواہشات نفسانیہ۔ تقلیدات اور تعصبات مذہبیہ۔ تقلید و تعصب کی پٹی آنکھ کو حق کے دیکھنے سے باز رکھتی ہے خواہشات نفسانیہ کا حجاب نور عقل کو چھپا لیتا ہے۔ نفس امارہ زینت ہائے دنیویہ کا مجسمہ رنگ برنگ کے لباس میں پیش کر دیتا ہے۔ اور جب تک انسان ان ظلمات ثلثہ میں گرفتار ہے کبھی نور عقل کی روشنی سے فیض نہیں پا سکتا۔ ظلمات بعضها فوق بعض۔ و من لم يجعل الله له نورا فما له من نور۔ جس کے دل میں فطرت کے اثرات باقی ہونگے۔ اور دین الٰہی کی جھلک موجود ہوگی۔ وہی ان ظلمات سے نجات پائیگا۔ اور صراط الٰہی دیکھ لیگا۔ سبیل الٰہی پر چل سکیگا۔ دین الٰہی کو دریافت کر سکیگا۔
اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ "اللہ ولی ہے اُن لوگوں کا جو ازل میں نورِ ایمان رکھتے ہیں۔ اور جوہر فطری عقلی سلب نہیں کر چکے ہیں۔ وہ انہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور انوار حقانیت و صداقت کا شاہد کراتا

ہے۔ اور جو لوگ کافر اور اس کی نعمتوں کے ناشکرے اور جوہر عقل سے کام نہ لینے والے ہیں۔ ان کے ولی اور ان پر تصرف رکھنے والے طاغوت ہیں۔ جو ان کو نور سے نکال کر ظلمتوں میں لے جاتے ہیں۔ راہ عقل سے موڑتے ہیں۔ اور سب سے بڑا طاغوت نفس امارہ ہے۔ یہی لوگ اہل جہنم ہیں۔ اور یہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہینگے۔ نور نور کی طرف مائل ہوگا۔ اور ظلمت ظلمت کی طرف۔ "والجنس یمیل الی الجنس۔ ولکل وجھۃ ھو مولیھا" کسی فرد بشر کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ وہ نفسانیات اور تقلیدات و تعصبات کی تاریکیوں میں بیٹھ کر نور حق کو دیکھ سکے کسی انسان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ کہ وہ جوہر عقل کو اس کی اصلی طبیعت و فطرت پر چھوڑے بغیر راہ صواب پاسکے۔ ہر ایک عالم اور عابد کے لئے بغیر تزکیہ نفس عن الشوائب و اخلاص نیت و اخلاء قلب عن التقلید والتعصب تحقیق دین و مذہب کی منازل کو طے کرنا محال ہے۔ دنیا میں جو کچھ اختلاف نظر آرہا ہے۔ یہ عقل کی بدولت نہیں ہے۔ بلکہ انہی شیاطین ثلاثہ کی بدولت ہے۔ اور جب تک یہ سلسلہ باقی ہے۔ ناممکن ہے کہ یہ اختلاف مٹ جائے۔ اور ان لوگوں سے توافق کی امید طمع خام ہے۔ جو اختلاف کو رحمت جانتے ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کشاکش سے اپنے کو پاک کر لیتے ہیں۔ وہ فوراً چند نکتوں کو سمجھ کر راہِ حق پر پہنچ جاتے ہیں۔ صراط الٰہی کو پہچان لیتے ہیں۔ ان سے تصفیہ بغیر مذہبی تحقیقات میں قدم رکھنا اور بحث و مباحثہ میں وقت گذارنا محض فضول ہے۔ بلکہ گمراہی بڑھیگی۔ اور اختلاف روز بروز زیادہ ہوگا۔ جیسا کہ خود مشاہدے میں آرہا ہے۔ اور آج کل بحث و مباحثہ کرنے والے لوگ محض دین کو دنیا کمانے کا جال بنائے ہوئے ہیں۔ اس سے بہتر وہ کوئی ذریعہ معاش نہیں پاتے ہیں۔ اس سے بڑھکر ان کے لئے کوئی تجارت نہیں ہے۔ ورنہ حق اور تحقیق میں مخاصمت کیسی؟ نزاع کیا معنی؟ کبھی دو طالب حق آپس میں خصوصیت نہیں رکھ سکتے۔ ضرور جہاں خصوصیت پائی جاتی ہے۔ کچھ نفسانیت ضرور ہوگی۔ جو اپنا پردہ ان کی عقلوں پر ڈالے ہوئے ہوگی۔ ہم ایسی بہت سی مثالیں پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور آئندہ

جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے

تزکیہ نفس و اخلاص نیت

دینی تجارت اور اختلاف مذہبی

حصۂ چہارم میں لکھیں گے۔ کہ بہت نفوس دنیا میں ایسے گذرے ہیں جو محض نفسانیت سے حق کا انکار کرتے بلکہ حق کو مٹانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ درآنحالیکہ وہ یہ اقرار واعتراف رکھتے تھے۔ کہ وہ ناحق پر ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نفسانیت انسان پر کس طرح غالب آجایا کرتی ہے۔ اور علماء میں بھی بہت کچھ بلکہ بعض میں سب سے بڑھ کر نفس پرستی ہوتی ہے۔ وَاَخَذَتْهُمُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ۔ جو عزت انہوں نے مرجعیت پیدا کر کے بنائی ہوئی ہے۔ وہی ان سے بہت سے گناہ کراتی اور ناحق فتوے دلواتی ہے۔ بہت کم نفوس ایسے ملیں گے۔ جو تحقیق حق کے لئے بحث ومباحثہ کرتے ہوں۔ زیادہ تر نفس پرستی ہی کے لئے ہوتے ہیں۔ اور اسی واسطے نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔ کیا فائدہ ہے اس وقت کے ضایع کرنے سے۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ عَنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ

بہت سے علماء جو بعض رسائل مناظرہ تصنیف کرتے ہیں۔ یا مناظرہ بازی کے دنگل میں کودتے ہیں۔ ان کی مثال عام طور پر اس پنڈت کی ہوتی ہے۔ جو کتابوں کا بقچہ اٹھائے دوسرے پنڈت سے مناظرہ کے لئے جا رہا تھا کسی نے دریافت کیا۔ پنڈت جی یہ کتابوں کا بار اٹھائے کہاں جا رہے ہو۔ کہا۔ ایک پنڈت سے بحث ہے۔ اس میں جا رہے ہیں۔ کہا۔ اچھا جب واپس آؤ۔ تو ہمیں بھی خبر دینا۔ کہ بحث کا کیا نتیجہ ہوا۔ پنڈت جی نے فوراً پیشگی جواب عطا کیا۔ کہ ہم ہی جیتینگے۔ کہا۔ یہ آپ کو پہلے ہی کیسے معلوم ہو گیا۔ کہ آپ ہی جیت میں رہینگے۔ فرمایا۔ کیونکہ ہم ان کی بات نہیں مانینگے۔ لہٰذا ہم ہی جیتیں گے۔ اسی طرح آج کل ہر ایک مناظر اپنی ہی جیت کے لئے جاتا ہے۔ اور یہ قصد کر کے جاتا ہے۔ اور اسی ارادہ سے کتاب لکھتا اور کتاب کا مطالعہ کرتا ہے۔ کہ وہ دوسرے کی نہ مانے۔ لہٰذا ہم نے اس مقدمہ کو اسی وجہ سے زیادہ طول دیا ہے۔ کہ اہل علم اور طالبان حق کے لئے اب وقت نہیں ہے۔ کہ جاہلانہ اور عامیانہ طرز مناظرہ میں وقت گذاریں۔ اور عمر عزیز کو ضایع کریں۔

جو کام ہو۔ للہ ہو۔ اور ہر طالب حق کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔ کہ وہ اس مقام میں نہایت اخلاص نیت سے کام لے۔ ذہن کو خالی کرے۔ حق کے قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ خواہ اس کا نفس امارہ انکار کر رہا ہو۔ عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (بقرع ۲۶) "نفسانیات اور تقلیدات و تعصبات سے نفس و ذہن صاف ہو۔ اور سچی طلب کے ساتھ توفیق الٰہی کی امید ہو" وَالَّذِیْنَ اھْتَدَوْا زَادَھُمْ ھُدًی۔ (محمد ع ۲) "جو لوگ اس راہ الٰہی پر چلتے ہیں۔ اور اس طریق فطری پر عمل کرتے ہیں۔ ان کی توفیقات خدا زیادہ کر دیتا ہے۔ اور انہیں اس راہ کی اور منزلیں روشن ہو جاتی ہیں"۔ یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ (حدید ع ۲) "نور ہدایت ان کے آگے آگے ہوتا ہے۔ جتنے وہ بڑھتے ہیں۔ اتنا ہی ان کے لئے راستہ حقانیت و صداقت کا اور صاف ہوتا جاتا ہے"۔ وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ (انعام ع ۱۴) "خدا جب ایسے لوگوں کی راہ نمائی کا ارادہ کرتا ہے۔ ان کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے"۔ مگر اس کی شرط یہی ہے۔ کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" جو ہماری راہ میں سعی اور کوشش کرتے ہیں۔ ہم ضرور اپنے راستے انہیں دکھائینگے"۔ وان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ "رحمت رحیمیہ خاص کر نکوکاروں ہی کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ فتامل فیہ +

ہر مرغوب شے خیر نہیں ہے نہ ہر مکروہ شر ہے

جو راہ خدا میں سعی کرے خدا اسکو اپنی راہ دکھا دیتا ہے

قوتِ تمیز اور انسانی کمال

(۵) انسان کا بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت بھی وہ "الانسان حیوان ناطق" کی تعریف کے تحت میں ہوتا ہے اس وقت بھی اشرف المخلوقات کہلاتا ہے اس حالت میں بھی افضل مکونات ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ تمام قویٰ جو ایک کامل انسان میں ہوتے ہیں۔ اس میں بھی موجود ہیں۔ اس حالتِ طفولیت و رضاعت میں وہ پانچوں حواس ظاہری اور پانچوں قوائے باطنی رکھتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ سنتا ہے۔

انسانی بچہ اور اس کے قویٰ

قوت لامعہ رکھتا ہے۔ ذائقہ رکھتا ہے۔ اور زبان بھی موجود ہے۔ جس کو ہلاتا رہتا ہے مگر اس میں ایک کمی اس حالت میں محسوس ہوئی ہے۔ دیکھتا ہے۔ مگر دیکھی ہوئی چیزوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ یہ نہیں جانتا۔ کہ میرے سامنے جو صورت ہے۔ ماں کی ہے یا بہن کی۔ دایہ کی یا کسی غیر کی۔ بھائی کی یا باپ کی۔ سنتا ہے مگر تمیز نہیں کر سکتا۔ کہ دوست کی آواز ہے یا دشمن کی۔ اچھی ہے یا بُری۔ ماں کی ہے یا بہن کی۔ وعلیٰ ہٰذالقیاس۔ جوں جوں بڑھتا جاتا ہے۔ توں توں اس میں قوت تمیز بڑھتی جاتی ہے رفتہ رفتہ ماں اور غیر ماں میں تمیز کرنے لگتا ہے۔ اور پھر ان سب کو پہچاننے لگتا ہے۔ جو اس کو محبّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور پیار کرتے ہیں۔ اور اسی طرح تھوڑے عرصے میں محبّت وغیر محبّت کی آواز کو پہچاننے لگتا ہے۔ ماں اور غیر ماں کی آواز میں تمیز کر لیتا ہے۔ اور پھر جو کچھ سنتا ہے۔ اس کو یاد کر کے بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ایک روز اس پر کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور پہلے سب سے عزیز دوستوں کے نام بولتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ بہن بھائی۔ ماں باپ اور غیروں میں تمیز کرنے لگتا ہے۔ اور یہ قوتِ تمیز اس کی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ جستہ جستہ وہ ہر ایک تصویر کو جداگانہ دیکھتا ہے۔ اور زید عمر۔ بکر ہر ایک کی صورت کو پہچانتا ہے۔ اور اسی طرح لفظوں میں تمیز اور ان کے مطالب معانی میں فرق کرتا ہے۔ جب سن رشد کو پہنچ جاتا ہے۔ قوائے تمیز اس کی کامل ہو جاتی ہیں۔ قانوناً اس وقت سے قابل گرفت ہو جاتا ہے۔ اور جہاں کوئی بے تمیزی یا بدتمیزی کا کام کرتا ہے ماخوذ ہوتا ہے سزا پاتا ہے۔ اسی وقت قانون الٰہی کی تکلیف میں آجاتا ہے۔ اور بات بات پر ٹوکا جاتا ہے۔ لفظ لفظ پر گرفت ہوتی ہے۔ وَمَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔ اور جہاں کوئی بات اس تمیز کے خلاف ہوتی ہے۔ فوراً اخلاقی حیثیت سے بدتمیز کہلاتا ہے۔ رفتار۔ گفتار۔ تحریر۔ تقریر۔ نشست برخاست۔ خورد و نوش۔ خواب و بیداری۔ معاشرات و معاملات۔ لین دین میں اس کی گرفت ہوتی ہے۔ اور یہیں سے

انسان کی قوتِ تمیز

یہ بھی معلوم ہے۔ کہ اس کی قوت تمیز کا کمال یہی نہیں ہو سکتا۔ کہ دیکھی ہوئی چیزوں کو
تمیز کی نگاہ سے دیکھے۔ اور خوش رنگ اور بدرنگ کو پہچانے۔ آوازوں کو سُنے
اور سُریلی اور بے سُری کو معلوم کرے۔ سُونگھنے کی چیزوں کو سُونگھے۔ اور اس میں
خوشبو اور بدبو کو ممتاز کرے۔ ہزاروں پھولوں میں سب سے بہتر پھول اور ہزار خوشبوؤں
میں سے سب سے لطیف خوشبو پہچان لے۔ اور انتخاب کرے۔ یا چکھنے کی چیزوں میں
سے سب سے لذیذ اور خوش ذائقہ شے کو چُن لے۔ اور مزہ دار اور بدمزہ میں فرق
کرے۔ چھونے کی اشیاء میں سخت و نرم۔ سرد و گرم میں تفریق کر سکے۔ یہ سب باتیں
حواس ظاہریہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور عام حیوانات میں پائی جاتی ہیں۔ اور انمیں
بھی شدت و تاکد وجود اور استعداد و قابلیت کے موافق تمیز ہے۔ بلکہ خیال۔ واہمہ و
حافظہ وغیرہ قوے میں بھی حیوانات شریک انسان ہیں۔ اگر تمیز انسانی بھی انہی حواس و
قویٰ کی حدود تک محدود رہی۔ تو انسان کامل اور حیوان کامل میں کوئی فرق نہ ہوگا۔
اور انسان ایک بندر سے زیادہ رتبہ نہ پائیگا۔ اور اس سے ممتاز نہ ہو سکیگا۔ اشرف
مخلوقات کا خطاب اس کے لئے شایاں نہ ہوگا۔ افضل موجودات کی خلعت زریں سے
بالاستحقاق آراستہ نہ ہو سکیگا۔ اس کا کمال دراصل وہیں سے ظاہر ہوگا۔ جہاں اور
جس بات میں یہ کل موجودات سے امتیاز اور جنس حیوان سے افتراق رکھتا ہے۔ انسانی
اس کی قوت تمیز ہرگز محسوسات میں منحصر ہوگی۔ بلکہ انسان وہ ہے۔ جو اِن باتوں کو قوتِ تمیز
سوچ سکے۔ اور وہاں تک رسائی رکھتا ہو۔ ان امور اور ان اشیاء میں تمیز کرے۔ کا کمال
جو نہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ نہ چکھنے میں۔ نہ چھونے میں اور نہ سُونگھنے میں۔ ہاں اگر آتی
ہیں۔ تصرف سننے میں۔ بلکہ بعض اوقات یہ وہاں تک پہنچیگا۔ جہاں سننے کا بھی مقام
نہیں ہے۔ اور وہ باتیں معلوم اور دریافت کریگا۔ جو اس نے کبھی نہیں سُنی ہیں۔ ان کو
پہچان لیگا۔ جو لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ کَثِیْرٍ ہیں۔ اسی
میں کمال انسانی ہے۔ کہ یہ اس ہستی کو پہچان لیتا ہے۔ جو حواس و قوائے کی حدود سے کہیں

بالا ہے۔ اور جس کو کبھی کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اور نہ وہ جسم ہے نہ جسمانی۔ نہ مکانی ہے نہ زمانی۔ اسی پر انسان کی شرافت و فضیلت ہے۔ اسی سے مکلف معارف و احکام الٰہیہ قرار پایا ہے۔ خصوصاً اس کا کمال یہ ہے کہ الفاظ و نقوش کے لباس میں معانی و مطالب کی حقیقت کا مشاہدہ کرے۔ اور ہر ایک معنی کو جدا اور ہر ایک مطلب کو علیحدہ علیحدہ دیکھے اور دکھائے۔ سمجھے اور سمجھائے۔ کان انسان کے تحصیل علوم کا سب سے پہلا آلہ اور سب سے زبردست ذریعہ ہے۔ اور سماعت اور تکلم میں انسان کا بہت بڑا جوہر ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ اپنی قوت عقلی اور فواد سے کام لیتا ہے۔ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ۔ اللہ نے تمہیں جاہل پیدا کیا۔ اور تحصیل علم کے لئے کان۔ آنکھیں اور دل بنائے۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا۔ یہی تینوں ماخوذ ہونگے۔ اور ہر ایک پر گرفت اور ان سب میں کان مقدم ہے۔ اور سُنی ہوئی بات کا فیصلہ دل پر ہے۔ نہ وہ دل جس کو اطباء قطعہ صنوبری کہتے ہیں۔ بلکہ وہ دل جس کو عارفین "لطیفہ ربانیہ فی صورۃ ناسوتیہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ دل جو نہ مقام محض قلب ہے۔ بلکہ وہ دل جس کو فواد کہا جاتا ہے۔ اور آخری مقام اُس کا لُب ہے۔ وَاِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ۔ "بیشک اہل عقل اور اہل لُب کے لئے اس میں بڑی نصیحت ہے"۔ کہیں بہر انسان کا بہت بڑا کمال اسی میں ہے کہ یہ کلام سُن کر کلام کے مجسمہ میں معانی و مطالب کو جلوہ نما دیکھے۔ اور جملہ حقائق کو اس لباس میں ظاہر کر سکے۔ کل حقائق و معارف کی تصویر لفظوں میں کھینچ دے۔ اور یہ انسان کے لئے آخری درجہ ہے۔ اور انسان محسوسات سے ترقی کر کے معقولات تک پہنچتا ہے۔ اسی واسطے خداوند عالم نے جب سے سلسلہ ہدایت خلق جاری کیا ہے۔ اور انبیاء مرسلین و غیر مرسلین کو بھیجا ہے۔ تاریخ دیانت اٹھا کر دیکھو۔ ہر ایک پیغمبر کی آیت اور نشانی جس کو معجزہ کہا جاتا ہے ایسی ہی ہوتی ہے۔ جو محسوس ہو سکے۔ خواہ طوفان آب ہو یا طوفان باد۔ اخراج ناقہ یا آگ میں سے

لباس الفاظ میں حقائق و معانی کا مشاہدہ

انبیاء کے معجزات پر ورقوت حسّی

سانپ نکل آنا۔ یا ہاتھ ید بیضا ہونا۔ یا عصا کا اژدہا ہو جانا۔ یا مُردوں کا زندہ ہو جانا وغیرہ ذالک سب ایسے معجزات تھے۔ جو حواس ظاہرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ سب کے سب قوتِ بصر سے پہچانے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے کوئی معجزہ بھی ایسا نہیں ہے۔ جہاں خاص قوتِ رُوحانی اور ادراک باطنی کی ضرورت پڑتی ہو لیکن جب وقت نوع انسانی اپنی نوعی ترقی میں درجہ ششم پر پہنچ جاتی ہے۔ اور افضل المرسلین مبعوث ہوتا ہے۔ اس وقت اس کا معجزہ وہی کلام قرار دیا جاتا ہے۔ جو انسان کا منتہائی کمال ظاہر کرتا ہے۔ اور جس میں ہر وقت اور ہر آن قوت ادراک و عقل و فہم کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔

خاتم الانبیاء کا اعجاز اور قوت ادراک

اور وہ اس منتہائی درجہ کمال پر ہے۔ جہاں عقول بشری عاجز ہیں۔ کلام خدا ہے۔ اور زبان محمدی سے ادا ہوا ہے۔ اور یہ وہ معجزہ ہے کہ جس قدر علوم انسانی بڑھتے جائینگے۔ اور نوع انسانی ترقی کرتی جائیگی۔ اسی قدر اس میں غور و خوض اور تفکر و تعقل و تفقہ سے حقائق منکشف ہوتے جائینگے اور ہو رہے ہیں۔ اور اسی میں غور و خوض کرنے اور حقائق و معارف و علوم معلوم کرنے پر انسانی ترقی کا دار و مدار اور ایمان و ایقان کا کمال ہے۔ اور یہی وہ صفت ہے۔ جو مکونات ارضیہ میں سے خاص انسان سے مخصوص ہے۔ اور یہاں ہی انسان و حیوان میں حقیقی فصل ممیز ہے۔ اور یہی اس کے ذی عقل ہونے کی نشانی ہے۔

انسان اور حیوان کا فرق

اور اسی کو خدا نے معیار عقل و نشان ہدایت قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ وَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ بشارت اور خوش خبری دو میرے ان بندوں کو جو کلام کو غور سے سنتے ہیں۔ اور ہر ایک بات پر توجہ کرتے ہیں۔ اور پھر اس میں سے جو سب سے بہتر ہوتی ہے۔ اس پر عمل کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت کی ہے۔ اور راہ حق دکھلائی ہے۔ اور یہی اہل عقل ہیں۔ عقلاء کی یہی نشانی ہے۔ کہ کلام سن کر اس میں قوت ادراک و تمیز سے کام لیں۔ اور اس کلام سے حق و ناحق کو پہچانیں۔ ان الفاظ کے آئینہ میں حقائق و معارف کا جمال دیکھیں۔ اور اس ذات کی معرفت حاصل کریں۔

جو نہ دیکھنے کی ہے اور نہ چھونے کی۔ نہ سونگھنے کی نہ چکھنے کی۔ اور بس یہ غیب پر ایمان لائیں۔ قرآن کی ہدایات سے ایسے ہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی نفوس فیض پا سکتے ہیں۔ جو بات سن کر اس کے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے کوشاں رہتے ہیں۔ اور اندھی تقلید کی زنجیروں کو توڑ دیتے ہیں۔ وہ الفاظ کے غلاف تک مقید نہیں رہتے۔ بلکہ مغز کلام تک پہنچتے ہیں۔ وہ تعصبات مذہبی میں آکر اگر مگر کے بہانوں سے کام نہیں لیتے ہیں۔ بلکہ جو کچھ سنتے ہیں۔ اس میں حق بات کو ضرور قبول کر لیتے ہیں۔ اور پھر چون وچرا نہیں کرتے۔ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ الآیہ۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایسے ہی مومنین کی زیادہ تعریف کی ہے۔ جو محض قوت ادراک وشعور اور عقل وفہم کے ذریعہ حق تک پہنچتے ہیں۔ اور محض سفیدی پر سیاہی (سفید کاغذ پر سیاہ نقوش وحروف) دیکھ کر خدا اور اس کے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ اور نیز ان کے اوصیاءؑ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آنکھ سے انہوں نے نہ رسولؐ کو دیکھا ہے نہ امامؑ کو۔ اور نہ مبدء ومعاد کو۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو حقیقت وحقانیت منکشف ہونے پر اپنی نفسانیت اور تقلیدات وتعصبات سے شکوک وشبہات کے پتھر نہیں لڑھکاتے اور ہر ایک معقول بات کو توجہ سے سنتے ہیں۔ خواہ کہنے والا کوئی ہو۔ جس میں یہ وصف نہیں۔ وہ کبھی بھی راہ راست پر نہیں آسکتے۔ اور ایک قرآن کیا کل صحف انبیاء جن کا مجموعہ قرآن ہے پڑھ کر سنادو۔ تو نہیں مانتے۔ اور وہ ورد کے قرآن میں الحمد للہ کے نیچے نقطہ لکھا دیکھ کر "الجمد" ہی پڑھتے رہتے ہیں۔ خواہ ہزار دلیلوں سے واضح کر دو کہ "الحمد" ہے "الجمد" یہاں کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اس جمود وخمود کی وجہ سے آج تک یہ سلسلہ چلا آتا ہے۔ اور پڑھا جاتا ہے۔ جو طالبان حق ہیں۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ رب العالمین واحکم الحاکمین جبار وقہار ہستی کے دربار جبروت آثار میں سرخرو ہو کر جائیں۔ اور جواب وسوال میں شرمندہ نہ ہوں۔ اور ندامت سے اس وقت ہاتھوں کو نہ کاٹیں۔ اور

ایمان بالغیب

افضل المومنین

مقلدین اندھی تقلید کے فقیر

حسرت واندوہ سے اس دن "یالیتنی کنت ترابا" (اے کاش میں آج خاک ہوتا۔ اور
یہ وقت نہ دیکھتا) نہ کہیں۔ اور جو جانتے ہیں۔ کہ روز حساب و کتاب ضرور آنے والا
ہے۔ وان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور۔ اور اس سے
کسی کو مفر نہیں۔ ہر ایک پیشانی کو دست قدرت پکڑے ہوئے گھسیٹ رہا ہے۔ اور
انسان جہاں سے آیا تھا۔ اُدھر جا رہا ہے۔ اور عود کر رہا ہے۔ وما من دآبۃ الا ھو
اٰخذ بناصیتہا ان ربی علی صراط مستقیم۔ دنیا اور عیش دنیا۔ عزت و ناموس
دنیا اور زیب و زینت دنیا فانی اور چندروزہ ہے وَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا اِلَّا غُرُوْر۔
جو کچھ یہاں نظر آ رہا ہے۔ اور جو رنگ لیاں یہاں دکھلائی دے رہی ہیں جنہوں نے ایک
کثیر مخلوقات کی آنکھوں کو خیرہ کیا ہوا ہے۔ وہ سب دھوکا ہی دھوکا ہے۔ واللہ عندہٗ
حسن ماٰب۔ اور اچھی جگہ وہی ہے۔ جہاں کا اہل ایمان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور
دوام و خلود اسی زندگی کے لئے ہیں۔ جو عذاب و عقاب الٰہی اور علیم ازلی کے انتقام سے
ڈرتے ہیں۔ اور خوب سمجھتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہاں نہ مال کام آئیگا۔ اور نہ
اولاد ساتھ دیگی۔ اور نہ کنبہ و قبیلہ مدد کریگا۔ نہ وہاں یہ مُلّا اور مولوی نصرت و یاری کر سکینگے۔
ہر ایک نفسی نفسی میں مبتلا ہوگا۔ اور ان میں سے کوئی کسی کی خبر نہ لے سکیگا۔ ان کے اعمال اور
اعتقاد کی نسبت خود ان سے سوال ہوگا۔ نہ ان کے مُلّا اور مولویوں یا پیروں سے۔ ہر ایک
اپنا اپنا جواب دہ ہوگا۔ اور کوئی کسی کی خاطر جہنم میں نہ جائیگا۔ اور کوئی کسی کا بار نہ اٹھا
سکیگا۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ اس دن کسی کی حکومت و ریاست و سیاست
نہ ہوگی۔ وہاں کسی حاکم و امیر کا خزانہ نہ ہوگا۔ اس دن نہ قیصر ہونگے نہ فغفور۔ نہ کسرے
ہونگے نہ فرعون نہ ہرقل روم ہونگے۔ اور نہ امیر شام۔ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ۔ اس دن کس
کی بادشاہت ہوگی؟ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ۔ پس خدائے واحد قہار کے سوا کس کی حکومت
ہو سکتی ہے اذن کو چاہئے۔ کہ اپنی عقل اپنے فہم اپنے ادراک و شعور سے کام لیں۔ "اِنَّا
وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِہِمْ مُّھْتَدُوْنَ" کو چھوڑ دیں۔

خدا کی بادشاہت

ہر ایک اپنی قبر میں جائیگا

ماں باپ اپنی قبر میں جائینگے اور یہ اپنی قبر میں۔ وہ دن ہوگا۔ کہ ایک دوسرے سے بھاگیگا۔ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَبِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَخِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ وَلِکُلِّ امْرِئٍ یَّوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ۔ جس دن آدمی اپنے باپ۔ ماں۔ بھائی۔ بہنوں اور بچوں سے بھاگیگا۔

قیامت کا منظر

اور ہر ایک اپنی اپنی حالت میں مبتلا ہوگا۔ وَاِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا۔

جھوٹے پیشواؤں کی بیزاری

جس دن کہ وہ لوگ جن کی دنیا میں پیروی کی جاتی رہی ہے۔ اور وہ درحقیقت اس کے اہل نہ تھے۔ اور قدرت نے ان کو اس کام کے لئے نہ بنایا تھا۔ وہ خود اپنے پیروؤں اور معتقدوں سے بھاگینگے۔ اور بیزاری ظاہر کرینگے حتیٰ کہ خود شیطان کہہ اٹھیگا۔ کہ مجھے تم لوگوں پر کوئی قدرت جبریہ حاصل نہ تھی۔ صرف یہ کہ میں نے تمہیں اپنی طرف بلایا اور بہکایا۔ تم نے میری دعوت قبول کی۔ اور میرا کہنا مان لیا۔ پس اب تم مجھے ملامت نہ کرو۔ اپنے آپ پر لعنت ملامت کرو۔ کہ تم کیوں دھوکے میں آگئے۔

شیطان کا وعدہ

وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔ شیطانی وعدے دھوکے ہی ہوتے ہیں۔ اور لوگ ایسے دھوکوں میں آجاتے ہیں۔ اور شیاطین الانس کا اثر انسان پر بوجہ ہم جنس و ہم شبیہ ہونے کے زیادہ ہوتا ہے۔ اور شیاطین جنی کی نسبت وہ لوگوں کو زیادہ گمراہ کرتے ہیں۔ اور راہ حق و صواب سے موڑتے رہتے ہیں۔

انسی شیاطین

اور یہ سلسلہ شب و روز جاری رہتا ہے۔ اور انسی شیاطین بیچارے عوام کالانعام کو اپنے دام تزویر میں پھنساتے رہتے ہیں۔ اور انہیں خوب سبز باغ دکھلاتے ہیں۔ سیدھے سادے اور اندھے مقلد انکی باتوں میں پھنس جاتے ہیں۔ اور ان کے رسائل و کتب اور ان کے وعظ و پند سے فریب کھا جاتے ہیں۔ ہاں وہ اہل عقل جن کی اوپر تعریف ہو چکی ہے ان کے پھندے سے نکل سکتے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ قوت تمیز سے کام لے۔ اور اچھے و برے کو خود پہچانے۔ دوست و دشمن کی تمیز حاصل کرے۔ اور جو بات سنے اس میں خوب غور کرے۔ اور یہ یاد رکھے۔ کہ مار آستین ہی زیادہ مضر ہوتے ہیں۔ اور گھر کے ہی لوگوں سے اکثر گھر تباہ ہو جایا کرتا ہے۔

خدا کا کسی سے رشتہ نہیں

دین میں اپنا پرایا نہیں ہوتا۔ خدا کی کسی کے ساتھ رشتہ داری نہیں ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ۔ جو لوگ

خدا سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔ وہی خدا کے نزدیک زیادہ مکرم و معزز و معظم ہیں۔
وَاِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ۔ سب سے
اچھے لوگ وہی ہیں۔ جو خدا پر اعتقاد صحیح رکھتے ہیں۔ اور جملہ اعمال صالحہ کو بجالاتے
ہیں۔ نہ وہ لوگ جو دنیا میں جاہ و حشمت و مال و دولت بہت زیادہ رکھتے ہیں۔ دُور
دُور تک ان کا سکہ چلتا ہے۔ اور ڈنکا بجتا ہے۔ خدا کے مقرب بندوں اور دنیا پرستوں
کی شان و حالت میں فرق بیّن ہوتا ہے۔ خدا پرست و زرپرست صاف پہچانا جاتا
ہے۔ نکوکار و بدکار میں ضرور امتیاز ہوتا ہے۔ خاصان خدا کی شان اور ہوتی ہے۔
اور شاہان دنیا کا جاہ و حشم اور۔ تاج کیانی کچھ اور چیز ہے عمامہ نبوی کوئی اور شے
تخت طاؤس اور ہے اور حصیر مسجد اور۔ جام جم اور ہے اور طاق حرم اور بت خانہ
اور کعبہ میں صورۃً چنداں فرق نہیں ہوتا۔ مسجد اور کلیسیا تقریباً یکساں و یک صورت ہوتے
ہیں۔ مندر و خانقاہ صورت میں مساوی ہی ہوتے ہیں۔ مگر ہر عارف تمیز کرتا ہے۔ اور
ہر ایک خیال کا آدمی اپنے خیال کی طرف مائل ہوتا ہے۔ بت پرست بت خانہ میں چلے
جاتے ہیں۔ اور خدا پرست کعبہ میں۔ اور پہچاننے والے فوراً کعبہ پہچان کر بتوں سے صاف
کر دیتے ہیں۔ دیر سے حرم بنا دیتے ہیں۔ اہل عقل اور اہل معرفت کی یہی شناخت ہے۔
جس میں یہ تمیز نہیں۔ جو دیر و حرم میں فرق نہیں کر سکتا۔ جو سلیمانؑ و جمشید کو نہیں پہچان
سکتا۔ جو آدمؑ اور ابلیس میں امتیاز نہیں رکھتا۔ جو آزر و ابراہیمؑ میں تفریق نہیں کر سکتا۔ جو
ابولہب و ابوطالبؓ میں تمایز قائم نہیں کر سکتا۔ جو ابوجہل اور ابوالقاسم محمد مصطفٰے امیں
مابہ الامتیاز نہیں رکھتا۔ وہ انسانوں کے زمرہ میں شامل ہونے کا حق نہیں رکھتا۔
چہ جائیکہ وہ اہل عقل میں داخل ہوسکے۔ اس کے نزدیک حق و باطل۔ صدق و کذب۔ کفر و
اسلام اور نور و نار ایک ہے۔ پھر اسے بہشت کی کیا قدر ہوگی۔ دوزخ ہی اس کیلئے
سزاوار ہے۔ اور وہی اس کی بازگشت ہے۔ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ
فَاَوْلٰی۔ وَاِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔ بیشک اہل بصیرت کے لئے

اولوا الالباب

اس میں عبرت ونصیحت ہے۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ اس سے تو اہل عقل
ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ ہم نے
قرآن کو تذکر اور نصیحت و عبرت کے لئے آسان بنا دیا ہے پس کوئی ہے جو نصیحت لے
اور عبرت پکڑے۔ وَمَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا الْعَاقِلُوْنَ۔ قرآن میں عبرت ونصیحت کے لئے
سب کچھ موجود ہے۔ مگر اس بات کو تو صرف اہل عقل ہی جانتے ہیں۔ وَمَا يَعْقِلُهَآ
اِلَّا الْعَالِمُوْنَ۔ اس کو تو اہل علم وبصیرت ہی سمجھتے ہیں ÷

اصلاح کا وقت ہے

جب تک قوتِ سماعت باقی ہے۔ انسان سن سکتا ہے۔ غور کر سکتا ہے۔ اور
ابھی اصلاح کا وقت باقی ہے۔ جب وقتِ مقرر آ جائیگا۔ اس وقت کچھ بھی نہ ہو سکیگا۔
اور جس وقت دم گلے میں رُکیگا اُس وقت گھبرائیگا۔ اور کچھ بن نہ آئیگا۔ اِذِ الْقُلُوْبُ
لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِيْنَ۔ جب دم گھٹیگا۔ اور سانس گلے میں اٹکیگا۔ اُس وقت
حقیقت کا بہت کچھ انکشاف ہو جائیگا بہت شرمندگی ہوگی سخت ندامت کا سامنا
ہوگا۔ اور سب سے زیادہ اندوہ وغم اور رنج والم اور حسرت و یاس
میں وہ لوگ ہونگے جنہوں نے اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کی خاطر
بیچا ہے۔ اور ان سے بڑھ کر بدنصیب کوئی ہو نہیں سکتا۔ "وھو فی الاخرۃ من
الخاسرین" انہی کے لئے ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جو اس دن "يَا وَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ
لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا" (اے کاش میں فلاں فلاں کو دوست نہ بناتا) پکارینگے۔
اور کہینگے۔ کاش میں رسول کی راہ اختیار کرتا۔ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ
سَبِيْلًا (فرقان ع ۳)۔ وہ زمانہ بھی بہت قریب ہے۔ جبکہ نور محمدی کا ظہور قائم ہو۔
اور کل روئے زمین اس نور سے مامور اور منور ہو جائے۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا
روئے زمین نور خدائی سے چمک اُٹھے۔ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
طَوْعًا وَّكَرْهًا۔ ہر ایک موجود طوعاً وکرہاً دائرہ اسلامی میں داخل ہو۔ اور ہر
قطعہ زمین سے صدائے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" بلند ہو۔ اور کل

سب سے بڑھ کر بدنصیب

دین اسلام کا ظہور

انسان ایک سلسلہ اتحاد میں متحد و منسلک ہوں۔ رسول اپنی آنکھوں سے وہ دن دیکھیں۔ جس کی بابت ان کے لئے لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور جس کے لئے وہ فرماتے تھے۔ رَبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ۔ اور پروردگار عالمین نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَاِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَکَ مَا نَعِدُھُمْ لَقٰدِرُوْنَ (مومنون ع ۵)۔ اور بیشک ہم اس بات پر قادر ہیں۔ کہ جو وعدہ تیرے حق میں ان لوگوں سے کیا ہے۔ اس کو تجھے پورا کر کے دکھادیں یعنی وہ وقت جس کے کل اہل دیانت خصوصاً اہل اسلام و ایمان منتظر ہیں۔ قریب آرہا ہے۔ وہ وجود جس کے کل عارفین مشتاق ہیں عنقریب ظاہر ہونے والا ہے وہ آیت عظمیٰ آشکار ہونے والی ہے جس کے آنے پر کسی کو ایمان لانا فائدہ نہ دیگا۔ وَیَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِھَا خَیْرًا۔ جس دن بعض آیات پروردگار نمایاں و آشکار ہونگی تو اس دن کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دیگا۔ جو پہلے سے اس پر ایمان لایا ہوا نہیں ہے۔ یا جس نے اپنے ایمان میں کسب خیر نہیں کیا ہے۔ اور اعمال صالحہ بجا نہیں لایا ہے۔ اس مظہر منعم حقیقی اس آیت کبریٰ اس مصدر قہاریت جبروتی اور عذاب الٰہی کو دیکھ کر اور حیران و متحیر ہو کر اقرار اسلام و ایمان کرنا مفید نہیں۔ اس وقت رب قدرت سے یہ صدا سنائی دیگی۔ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ مِنْ قَبْلُ۔ اب ایمان لانے لگا ہے۔ اور پہلے جب وقت تھا معصیت کاری اور نافرمانی میں مبتلا رہا۔ وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ۔ اب تو چھٹکارا نہیں ہو سکتا ہے۔ بَشِّرْ عِبَادِیْ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللّٰہُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ ٭

وعدہ خداوندی

عذاب دیکھ کر ایمان لانا مفید نہیں ہوتا

ضرورت اقامۂ خلیفۃ اللہ

(۶) جملہ اہل دیانت سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ اور ہم حصص سابقہ میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ اختلاف خلافت قدیم ہے یعنی

خلافت میں اختلاف کی ابتداء

انسانی خلقت کی ابتداء کے ساتھ ہی اس اختلاف کی ابتدا ہے۔ اور ساتھ ساتھ یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہا ہے۔ اوّل اعلان خلافت ہی پر اختلاف اور شکوک و شبہات شروع ہو گئے ہیں اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ اعلان خلافت مشہور و معروف ہے۔ اور دوسری جگہ یوں ذکر کیا گیا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔ ملائکہ کو علیحدہ رشک پیدا ہوا۔ مگر وہ نفوس نورانیہ معنوی امتحان اور اشارہ سے سمجھ گئے۔ کہ بیشک اس عہدہ کے لائق اور سزاوار یہی بشر ہے جس کو قدرت نے اس منصب کے لئے خلق کیا اور چنا ہے۔ اور وہی بہتر جاننے والا ہے۔ جو وہ جانتا ہے ہم نہیں جان سکتے۔ مگر ناری وجود اپنے استکبار میں آگیا۔ نہ پہچانا اور نہ مانا حقیقت بین نگاہ نہ رکھتا تھا۔ اور تکبر و غرور نے اور اندھا بنا دیا تھا۔ اپنی عبادت پر ناز تھا۔ باطن کو نہ دیکھا۔ ظاہر پر قیاس کیا۔ حکم کو نہ مانا۔ قیاس اور رائے سے کام لیا۔ خطائے اجتہادی میں گرفتار ہو کر راندۂ درگاہ ہوا۔ خلعتِ نبوت و خلافت کو صورتِ بشری خیال کیا۔ اور "نفخت فیہ من روحی" کی حقیقت پر غور نہ کیا۔ قیاس دوڑائے۔ اور خاک سے آگ کو بالا سمجھا۔ اور "اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ" کی منطق پیش کر دی۔ فرمان صاف تھا۔ مگر نفس قابلہ نہ رکھتا تھا۔ خدا نے صورت بشری کو سجدہ کا حکم نہیں دیا تھا۔ جو اس کا قیاس تھا۔ کہ خاک سے آگ بہتر ہے۔ اور ناری وجود خاکی پتلے کو کیوں تعظیم دے تعظیم افضل کی دی جاتی ہے نہ مفضول کی۔ بلکہ فرمان الٰہی میں سجدہ کا حکم نفخت فیہ من روحی کے بعد تھا۔ اور جو کچھ کمال تھا۔ وہ اسی روح میں تھا یہی حامل خلافت تھی۔ یہی مابہ النبوۃ۔ عارف ہوتا۔ تو سمجھتا۔ کہ "من روحی" میں "نسبت قدسیہ" کیا ثابت کر رہی ہے۔ اور آدم کو کس مقام و مرتبہ پر پہنچا رہی ہے غرض قیاس اور خطاے اجتہادی نے ابلیس کو راندۂ درگاہ اور کافر بلکہ مشرک بنا یا۔ اَرَاَیْتَ الَّذِی اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ۔ کیا تم نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا۔ حکم خدا چھوڑ کر اپنی رائے پر چلا۔ جو اس کے نفس نے چاہا۔ اور جو اس کی خواہش

شیطانی قیاس

قیاس کی غلطی

شیطانی غلطی
خطائے اجتہادی

ہوئی۔ اس پر عمل پیرا ہوا۔ غرض خطائے اجتہادی اور رائے اور قیاس ہی شرک ہے۔
اور اسی سے انسان گمراہ ہوتا ہے۔ وَاِنَّ دِیْنَ اللّٰہِ لَا یُصَابُ بِالْقِیَاس۔ عارفین کاملین
اولیاء اللہ کا مقولہ ہے۔ کہ دینِ خدا قیاس سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ ایسے ہی قیاس سے
ہمیشہ امم انبیاء گمراہ ہوتی رہی ہیں۔ اور "بشر مثلکم" سے استدلال کرتی رہی ہیں۔ انبیاء
اللہ کی نبوت کا انکار اسی قیاس پر ہوتا تھا۔ کہ یہ ہم جیسے بشر ہیں۔ ہم ان کی اطاعت کیوں
کریں۔ اور ان کی بات کیوں مانیں۔ انؤمن بشرین مثلنا۔ کیا اپنے جیسے انسانوں پر
ایمان لے آئیں۔ ظہور اسلام کے زمانہ میں بھی بہت سے لوگ اسی قیاس سے گمراہ ہوتے رہے
ہیں۔ اور ہوتے رہتے ہیں۔ اور اب بھی یہی کہ دیتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ہم جیسے ایک بشر
ہی تھے۔ وہ نہ بشر کے معنی جانتے ہیں۔ اور نہ انسان ھو حل اور مرء کے۔ اور نہ تمثیل کی
حقیقت سے آگاہ ہیں (اس کی تفصیل اور حقیقت کشف الاسرار میں ملاحظہ ہو)۔ اور
اسی بنا پر ذات اقدس کے کلام کے مقابلہ میں بھی اپنی رائے اور قیاس سے کام لیتے ہیں
جس کی نسبت خدائے لم یزل نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ما ینطق عن الھوی ان ھو
الا وحی یوحیٰ۔ اور جو اس حقیقت سے آگاہ ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اصل غرض و غایت
کے لحاظ سے کلامِ خدا اور کلامِ رسول میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف اجمال و تفصیل کا
فرق ہوتا ہے۔ اور بعض جگہ یہ بھی نہیں۔ بلکہ قول رسولؐ بیان قرآن ہوتا ہے۔ بنا بریں
صادق الاسلام لوگ بحکم "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" (اے
ایمان والو! اس پیغمبر پر صلوات بھیجو۔ جو حق تسلیم کرنے کا ہے۔ اس کو تسلیم کرو) جو وہ کہے
اُسے مانو۔ جس سے وہ روکے۔ باز رہو۔ اپنی چون و چرا اور لما و بما کو دخل نہ دو۔ ما اتٰکم
الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوہ۔ جو کچھ رسولؐ تمہیں دے۔ لے لو۔ اور
جو کہے۔ مان لو۔ جس سے روکے اور منع کرے۔ اس سے باز آجاؤ۔ قول رسولؐ کو مثل آیت
قرآن ہی جانتے ہیں۔ مگر شکوک و شبہات والے وجود قول رسولؐ بلکہ فعل رسولؐ میں بھی
اپنی رائے اور اجتہاد سے تاویلیں شروع کردیں۔ انہیں اپنی خواہشات کے موافق موڑ لیا۔

رسولؐ کی اطاعت اور اس کی شان

اختلاف و علت اختلاف دونو قدیم ہیں

اور اختلافِ عظیم پیدا ہو گیا۔ اور روز بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور جو کچھ اختلاف ہے۔ وہ رائے اور قیاس ہی کی بنا پر ہے۔ اور یہ اختلاف بھی قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ اور اس کی یہ علت بھی اسی طرح قدیم سے ساتھ ساتھ چلی آ رہی ہے۔ واوّل من قاس ابلیس۔ اب کبھی اگر اسی قیاس سے کام لیا جائے۔ تو ناممکن ہے۔ کہ حق منکشف ہو۔ اب کبھی اگر خلافت الٰہیہ کو صورت بشری سے قیاس کیا جائے۔ اور خلیفہ خدا کو سونے چاندی کے تاروں اور موتیوں اور جواہرات سے مرصع گندہ اور بوسیدہ گدڑی میں دیکھا جائے۔ تو محال ہے کہ خلافت الٰہیہ کی حقیقت سے آگاہی حاصل ہو۔ یا راہ صوب ہاتھ لگے۔ ہم تخت

خلافت کا مجسمہ نسبت مقدس

خلافت الٰہیہ و مسند نبویہ پر مرصع مجسمہ کو نہیں دیکھینگے۔ بلکہ ہم وہی صورت قدوسی کی تلاش کرینگے۔ جو قالب خاکی میں "من روحی" کی قدوسی نسبت سے مزین تھی۔ ہم بشر ملکوتی کے طالب ہونگے۔ نہ الناس باللباس کے فریفتہ۔ اور ہر طالب حق کا یہی فرض ہے۔ کہ وہ تاج و تخت فرعونی کو نہ دیکھے۔ بلکہ ید بیضائے موسوی کی تلاش کرے۔ کہ وہ کہاں ہے اور کس کے پاس ہے۔ وہ نمرود کے جاہ و حشم پر نگاہ نہ کرے۔ بلکہ نار نمرود میں اعجاز ابراہیمی پر غور کرے۔ اور نار میں ابراہیمی گلزار کو مشاہدہ کرے۔ وہ بخت النصر اور سکندر کے ملک کی وسعت کو نہ دیکھے۔ بلکہ وسعت علم آدم پر خیال کرے۔ کہ ملائکہ بھی وہاں طفل دبستان ثابت ہوتے ہیں۔ وعلم ادم الاسماء کلھا کی کلیت اور جامعیت پر جائے۔ نہ حضرت جبرئیل و میکائیل کی قوت پرواز پر۔ یہاں نقطۂ خیال اور مطمح نظر کا انتخاب ضروری ہے۔ ورنہ عیسٰے بدین خود و موسٰے بدین خود۔ ولکم دینکم ولی دین ٭

(۷) کل کتب آسمانی اس پر اتفاق رکھتی ہیں۔ کہ دست قدرت نے خلقت

مسئلہ خلافت اور اس کی اہمیت

مصلحت خلافت و اعلان جانشین خلافت

انسانی کی ابتداء خلافت سے کی ہے۔ اور سب سے پہلا انسان خلیفہ بنایا ہے۔ اور کل عقلاء و حکماء کے نزدیک حکیم کا فعل کبھی حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ پس ضرور ہے۔ کہ حکیم و علیم ازلی کے نزدیک

نصب خلیفہ

حکمت و مصلحت خلافت میں بہ نسبت خلقت کے زیادہ ملحوظ ہے۔ اور اصل غرض و غایت خلقت خلیفہ خدا ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بہر صورت غرض خلافت غرض خلقت پر مقدم ہے۔ جو صاف دلیل ہے اس امر کی۔ کہ تا بقاء خلقت تربیت و تعلیم خلقت اور نظام مخلوق اسی خلیفہ خدا پر موقوف ہے۔ جس کا وجود مصلحت الٰہی سے خلقت پر مقدم ہے۔ اور سلسلہ خلافت و وجود خلفاء اللہ کو مخلوقین مکلفین سے ایک فطری اور خلقی ارتباط و اتحاد ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ سلسلہ جب تک سلسلہ خلقت قائم ہے منقطع نہیں ہو سکتا۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ اس سلسلہ کے قائم کرنے کی ضرورت خود ذات خالق کو منظور و مطلوب ہے۔ اور دست قدرت ہی اس کو قائم کر سکتا تھا۔ اور کر سکتا ہے۔ اور کسی کو اس میں دخل نہیں۔ اس سلسلہ کو اس نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اور سب سے مقدم لیا ہے۔ دوسروں کے ہاتھ میں نہیں دیا ہے۔ اور جبکہ فطرت و خلقت انسانی کے ساتھ سلسلہ خلافت الٰہیہ وابستہ اور مرتبط و مربوط ہے۔ تو کوئی امر خارجی اس کو منقطع نہیں کر سکتا۔ ہمارا فرض ہوگا۔ کہ ہم اس سلسلہ عظیمہ اور منصب عالیہ کو جس پر ملائکہ مقربین بھی رشک کرتے تھے اسی نظر سے دیکھیں جس سے چشم قدرت دیکھتی ہے اور ویسا ہی اہم سمجھیں جیسا کہ قدرت سمجھتی اور سمجھاتی ہے۔ اور اس کی عظمت و جلالت شان کو یہاں سے معلوم کریں کہ قدرت معصوم مقرب ذوات قدسیہ سے اس کو تعظیم دلواتی اور سجدہ کراتی ہے۔ اور اس کے سامنے ان کے عجز و قصور کا اعتراف کراتی ہے۔ ہمیں ہمیشہ خلافت الٰہیہ میں اس عظمت و جلالت کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ اور جب ہم خلافت الٰہیہ کا ذکر کرینگے۔ ہمارا خیال آدمؑ۔ داؤدؑ۔ ہارونؑ نفوس قدسیہ کی طرف جائیگا۔ اور اگر کوئی اس عظمت و جلالت الٰہیہ سے انکار کرے۔ یا اُس کا گرداں ہو۔ اور یہ اہمیت اس کو نہ دے۔

سلسلہ خلافت الٰہیہ کا دوام و بقاء

تو سوال پیدا ہوگا۔ کہ کیوں؟ کیونکر وہ سلسلہ مبارکہ عظیمہ جلیلہ منقطع ہوا؟ کیوں خدا نے اس باب کو مسدود کیا؟ کیوں اس کی عظمت و شان کو گھٹایا؟ کیا وہ ضرورت رفع ہو گئی جو ابتداء خلقت انسانی میں تھی؟ کیا وہ ضرورت جو قبل خلقت انسانی تھی سلسلہ وجود انسانی

کے ساتھ مرتفع ہوگئی یا اس سے اہم تر ہوگئی؟ کیا وہ خلافت الٰہیہ جس کے لئے ملائکہ مقربین معصومین عالمین عارفین مصلحت و حکمت الٰہیہ میں موزوں نہ سمجھے گئے۔ بلکہ امتحاناً غیر مستحق ثابت کئے گئے۔ اب اس کے لئے اخس الناس یا افسق الفساق تجویز کئے جاسکتے ہیں؟ یا وہ خلافت الٰہیہ جس کے لئے آدمؑ جیسے صاحبان روح قدسی اور "نفخت فیہ من روحی" کے مصداق اور خاص نسبت قدسیہ رکھنے والے منتخب ہوئے تھے۔ اب اس کے لئے قیصر و کسریٰ۔ ہرقل و فغفور و فرعون و ہامان و نمرود منتخب ہوسکتے ہیں؟ اور اگر اس سلسلہ کی عظمت و جلالت شان سلطنت و حکومت دنیویہ ظاہریہ کی عظمت و جبروت ہے۔ تو آدمؑ و داؤدؑ و ہارونؑ جیسے اس کے مصداق ہونگے۔ یا سکندر و بخت النصر اور فرعون و نمرود جیسے؟ اور اگر کوئی شخص خلفاء رب العالمین اور جانشینان رسول العالمین و نذیر العالمین کیلئے اس سلطنت و حکومت ہی کو ثابت کرنا چاہے۔ جو ان شاہان دنیا میں تھی۔ اور انکی عظمت جلالت اور خلافت کی اہمیت و مصلحت اسی میں دیکھے۔ جو ان شاہان دنیویہ میں تھی۔ تو ہمارے نقطۂ خیال اور مطمح نظر اور اس کے نقطۂ خیال اور مطلوب نظر میں بعد المشرقین ہوگا۔ اور اس صورت میں اس منصب جلیل و عظیم کی تخصیص و تشخیص میں اتفاق رائے اور اتحاد نظر محال ہوجائیگا۔ اور ایسے محقق کی مثال اس مسافر کی ہوگی۔ جو کعبہ کا قصد کرکے یہاں سے چلے۔ اور سیدھا مشرق کو جائے۔ اور جاپان و چین ہوتا ہوا انگلینڈ کا راستہ لے۔ وہ جتنا سفر زیادہ طے کریگا۔ اسی قدر منزل مقصود سے بعید تر ہوتا جائیگا پس جب تک ہم اصل ضرورت اقامہ سلسلہ خلافت الٰہیہ کو پیش نظر نہ رکھینگے کبھی اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکینگے۔ اور شاخوں میں اٹک کر اصل سے مربوط و مرتبط نہ ہونگے۔ کُلَّمَا خِیْطَتْ مِنْ جَانِبٍ تَهَتَّكَتْ مِنْ جَانِبٍ آخَرَ۔ ایک طرف سے اس سلسلہ کو سینگے اور درست کرینگے۔ دوسری طرف سے پھٹتا جائیگا۔ ایکطرف کا زخم بھریگا۔ دوسری طرف کا تازہ ہوجائیگا۔ بلکہ اپنے شکوک و شبہات کے ناخنوں سے ہمیشہ اس کو تازہ بناتے رہینگے۔ اور چشم اسلام ہمیشہ اس پر گریاں رہیگی اور اشک خون بہائیگی۔

ملائکہ میں شان خلافت نہ تھی۔

خلافت کا مصداق کون ہے؟

نقطۂ خیال کا اختلاف

تشکیک و شبہات تحقیق حق میں مانع ہیں۔

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائینگے کیا!

زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائینگے کیا

اسلام کی حالت زار

ارض اسلام اولاد اسلام کے خون سے لالہ رنگ رہیگی۔ اسلام ہماری حالت پر اور ہم اسلام کی حالت پر روئینگے۔ اور کہنے والا کہیگا۔ لِیَبْکِ عَلَی الْاِسْلَامِ مَنْ کَانَ بَاکِیًا۔ اگر کوئی رونے والا ہے۔ تو اس کو چاہیئے۔ کہ اسلام کی حالت زار پر روئے۔ جو خود اپنے اطفال و اولاد کے بے رحم ہاتھوں سے تباہ و برباد اور ان کی زبر آزمائیوں اور میدان بازیوں سے پائمال ہو رہا ہے۔ اس اہم سلسلہ اقامہ خلافت النبیہ میں غور و خوض کرو۔ دست قدرت کو دیکھو۔ اور "اذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی" کو لب قدرت کو دیکھو۔ اور "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" کو "انی خالق بشرًا من طین" کی ابتدا پر غور کرو۔ اور "وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ" کی انتہاء کو۔ وہاں اس کے اقامت میں اس اہتمام کو دیکھو۔ اور یہاں اس کی تشخیص کی بدعنوانی کو۔

تشخیص کی بدعنوانی اور اس کا نتیجہ

سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(۸) جس وقت ہم خلافت کو بصورت حکومت و سلطنت دیکھیں۔ اور اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے خیال کریں۔ جو حقیقی خلافت روحانیہ النبیہ کے تحت میں ہے۔ تو اسکی

اقسام ثلثہ ملک و مملکت

ملک طبعی ملک سیاسی اور ملک شرعی

تین صورتیں ہیں۔ کیونکہ کل عقلاء و اہل بصیرت کے نزدیک ملک (بادشاہت) کی تین قسمیں ہیں۔ ایک **ملک طبعی**۔ دوم **ملک عقلی یا ملک سیاسی**۔ سوم **ملک شرعی**۔ اور تفصیل اس کی عند المحققین یہ ہے۔ حَقِیْقَۃُ الْمُلْکِ اَنَّہُ الْاِجْتِمَاعُ الضَّرُوْرِیُّ لِبَشَرٍ وَمُقْتَضَاہُ التَّغَلُّبُ وَالْقَھْرُ اللَّذَانِ ھُمَا مِنْ اٰثَارِ الْغَضَبِ وَالْحَیْوَانِیَّۃِ فَاَحْکَامُ صَاحِبِہٖ فِی الْغَالِبِ جَائِزَۃٌ عَنِ الْحَقِّ مُجْحِفَۃٌ بِمَنْ تَحْتَ یَدِہٖ مِنَ

اَلْخَلْقِ فِیْ اَحْوَالِ دُنْیَاهُمْ لِحِمْلِہٖ اِیَّاهُمْ فِی الْغَالِبِ عَلٰی مَالَیْسَ فِیْ طَوْقِهِمْ مِنْ اَغْرَاضِهٖ وَشَهَوَاتِهٖ الخ ۔ انسان چونکہ مدنی بالطبع پیدا ہوا ہے یعنی اس کی فطرت و سرشت ایسی ہی رکھی گئی ہے کہ مل کر اور شہر آباد کر کے زندگی بسر کر سکتا ہے تنہا حیوانات کی طرح زندگی بسر نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ امور ضروریہ میں ایک دوسرے کا محتاج ہے ۔ اور اس اجتماع کے لئے ایک حاکم و بادشاہ کی ضرورت پڑتی ہے ۔ اور عام طور پر حاکم و بادشاہ ایسے ہوتے ہیں ۔ کہ جن کے حکم حد اعتدال سے گذرے ہوتے اور حق سے تجاوز کئے ہوتے ہیں ۔ اور ماتحت رعیت پر ظلم ۔ کیونکہ وہ یہ چاہتے ہیں ۔ جو کچھ ان کی اغراض نفسانیہ اور ان کی خواہشات ہیں ۔ وہ سب پوری ہوں ۔ اور رعیت ان سب کو پورا کرے ۔ اس لئے اکثر وہ رعیت پر ایسا بار ڈالتے ہیں جس کی وہ طاقت نہیں رکھتی ۔ ایسی صورت میں جب تک ان کا قہر و غلبہ رہتا ہے ۔ یہ صورت اجتماع ضروری اور یہ ملک و بادشاہت قائم رہتی ہے ۔ جہاں ان کا غلبہ گیا ۔ بادشاہت بھی ساتھ ہی رخصت ہوئی ۔ اور وہ بادشاہ تباہ ہوا ۔ لیکن قیام بادشاہت اس اجتماع اور تمدن کے لئے فطرۃً اس واسطے اس بات کی ضرورت ہے ۔ کہ کچھ قوانین و اصول مقرر کئے جائیں ۔ جن کو کل اہل ملک قبول کر لیں ۔ اور اس کے مطابق عمل کریں ۔ اور ان کے موافق فیصلے ہوں ۔ اور ہر ایک اپنے حق کو لے اور حق سے تجاوز نہ کرے ۔ بادشاہ بھی انہی قوانین و اصول کے اندر حکم کرے ۔ اور رعیت سے وہ چاہے ۔ جس کا[۵] وہ اس حیثیت سے مستحق ہے ۔ یہ قوانین و اصول دو ہی قسم کے ہوتے ہیں ۔ یا تو وہ قوانین و اصول ہوتے ہیں ۔ جن کو عقلاء و اہل بصیرت و ارکان دولت نے مرتب و مدوّن کیا ہے اور ان کے ذریعہ انتظام ملک ہوتا ہے ۔ اس کا نام "سیاست عقلیہ" ہے ۔ دوم وہ قوانین و اصول جن کو شارع حقیقی (خداوند عالم اور اس کی طرف سے اس کے انبیاءؑ) نے مقرر کیا ہے ۔ اس کو "سیاست شرعیہ" یا "سیاست دینیہ" کہتے ہیں ۔ پہلے

سیاست عقلیہ

سیاست شرعیہ

سے ۵ اس کی پوری حقیقت ہم البرہان میں بحث نمبر درباب نبوت میں لکھ چکے ہیں ۔ اور کچھ کشف الاسرار میں +

قوانین کا منشاء صرف دنیاوی فوائد و تمدنی منافع حاصل کرنا اور کرانا ہوتا ہے۔ اور دوسرے قوانین (قوانین شرعیہ) کا منشاء دنیا و آخرت دونو قسم کے منافع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ وذٰلک ان الخلق لیس المقصود بھم دنیاھم فقط فانھا عبث وباطل اذ غایتھا الموت والفناء واللّٰہ یقول افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا فالمقصود بھم انما ھو دینھم المفضی بھم الی السعادۃ فی اٰخرتھم صراط اللّٰہ الذی لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض۔ کیونکہ انسانوں کو خلق کرنے سے قدرت کا مقصود اصلی یہ نہیں ہے۔ کہ وہ صرف دنیا کے لئے خلق کئے ہیں۔ اور وہی ان کی غرض و غایت ہے۔ اس لئے کہ دنیا عبث اور باطل ہے۔ اور خدا فرماتا ہے۔ کہ "کیا تم یہ گمان کرتے ہو۔ کہ ہم نے تمکو عبث پیدا کیا ہے"؟ پس مقصود الٰہی خلقت انسانی سے دین ہے۔ جو اُن کو سعادت اُخرویہ تک پہنچاتا ہے۔ جو اس خدائے بزرگ و برتر کی صراط ہے۔ جو کُل زمین و آسمانوں کا مالک ہے۔ اور سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اس لئے شرائع دینیہ لوگوں کو آخرت کی تعلیم دیتی ہیں۔ اور ساتھ ہی مفاد دنیویہ اور حکومت و سلطنت کو بھی پیش نظر رکھتی ہیں۔ تاکہ جملہ امور معاد و معاش شارع کی نگرانی میں انجام پائیں۔ اور دین اور دُنیا دونو کی بہبودی انسان کو حاصل ہو +

سیاست طبعیہ

ان ملک عقلی اور ملک شرعی کے علاوہ تیسری صورت ملک و بادشاہت کی ملک طبعی ہے۔ جس میں اپنے قہر و غلبہ سے بادشاہ رعیت پر حکومت کرنا اور اپنی خواہشات نفسانیہ پوری کرتا ہے۔ اور یہ سب سے مذموم صورت بادشاہت کی ہے۔ اور اس کو حیوانی حکومت اور درندگی سلطنت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور دنیا میں اکثر حکومتوں اور بادشاہتوں کی بنا اسی طرح پر رکھی ہے۔ کہ تلوار کے زور سے قبضہ کر لیا گیا۔ گو بعد ازاں کچھ قوانین پر بھی عمل کیا گیا۔ مگر دل بخواہانہ خواہشات نفسانیہ کے ساتھ۔ شارع اور شریعت کی نظر میں صرف یہی ملک طبعی اور حیوانی حکومت ہی مذموم نہیں جس کی بنا محض ظلم و جور ہوتی ہے۔ اور وہ سراسر حکمت سیاسی کے خلاف ہے۔ بلکہ سیاست عقلی اور ملک عقلی

بھی مذموم ہے۔ کیونکہ اول تو یہ قوانین و اصول ان لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ جو خود غیظ و غضب و قوائے حیوانیہ و شہوانیہ میں مبتلا اور ناقص العقل ہوتے ہیں۔ اور مجموعہ ناقصین ہمیشہ ناقص ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ان کے بنائے ہوئے قوانین و اصول حق و درق اور مبنی بر عدل حقیقی قطعی نہیں ہو سکتے۔ اور ہر ایک کے حقوق کی یکساں رعایت و حفاظت نہیں ہو سکتی۔ اور شارع کی نظر عام حقوق کی حفاظت اور عدل حقیقی پر ہوتی ہے دوسرے ایسی سیاست کا منشاء صرف مفاد دنیا اور حیات دنیا ہے۔ جو فانی اور زوال پذیر بلکہ عبث و باطل ہے پس یہ سیاست بھی عبث و باطل ہی ہوگی۔ اور اس سیاست کی مثال اس کالج یا مدرسہ کی ہوگی جس میں انسانی بچوں کو خوب موٹا تازہ ہونا اور خوب عمدہ عمدہ لباس پہننا اور خوب خواہشات نفسانیہ کو پورا کرنا سکھایا جائے۔ اور ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا قطعاً لحاظ نہ کیا جاوے۔ اور ان کو انسانی کمالات نہ سکھائے جائیں اور ظاہر ہے کہ ایسا کالج اہل عقل و اہل بصیرت کی نظر میں نوع انسانی کی حقیقی ترقی کیلئے مفید نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سخت مضر ہوگا۔ اور اس کے تعلیم یافتہ انسان محض حیوان ہونگے۔ اور حیوانی زندگی بسر کرینگے۔ بالکل ایسا ہی اُن ملکوں کا حال ہے۔ جہاں قانون شرعی ملحوظ نہیں ہے۔ اور معاش کے ساتھ لوگوں کی امور معاد و آخرت اور ان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ صرف دنیاوی مفاد اور خواہشات نفسانیہ کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ وہ ملک محض حیوانی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بلکہ اکثر افعال میں حیوانات سے بھی بدتر نظر آتے ہیں۔ اور وہ کسی وصف اور کمال انسانی سے آراستہ نہیں ہوتے۔ وہ ایک نہایت خوش رنگ اور خوش نما مکان کی مثال ہوتے ہیں۔ جس میں فضلہ بھرا ہوا ہو۔ پس ملک و بادشاہت بھی عند العقل و عند الشرع وہی درست ہے۔ جو اصول دیانتی پر مبنی ہو۔ اور جس میں اصل غرض انسان یعنی روحانی حالت کی بھی ترقی ہو۔ اور جس کے اصول میں دنیا و آخرت کی بہبودی کو مدنظر رکھا گیا ہو۔ اور یہ صرف سیاست شرعیہ دینیہ ہی ہوتی ہے۔ اور یہی اصل مقصود ہے اور اس کے حکم جاری کرنے والے اہل الشریعۃ ہی ہوتے ہیں۔ وہم الانبیاء و من

قَامَ فِیۡہِ مَقَامَھُمۡ وَھُمُ الۡخُلَفَاءُ یعنی انبیاءؑ اور ان کے قائم مقام اور جانشین

وَقَدۡ تَبَیَّنَ لَکَ مِنۡ ذَالِکَ مَعۡنَی الۡخِلَافَۃِ ۔ وَاِنَّ الۡمُلۡکَ الطَّبۡعِیَّ ھُوَ حَمۡلُ الۡکَافَّۃِ عَلٰی مُقۡتَضَی الۡغَرَضِ وَالشَّھۡوَۃِ وَالسِّیَاسِیَّ ھُوَ حَمۡلُ الۡکَافَّۃِ عَلٰی مُقۡتَضَی النَّظَرِ الۡعَقۡلِیِّ فِیۡ جَلۡبِ الۡمَصَالِحِ الدُّنۡیَوِیَّۃِ وَدَفۡعِ الۡمَضَارِّ وَالۡخِلَافَۃُ ھِیَ حَمۡلُ الۡکَافَّۃِ عَلٰی مُقۡتَضَی النَّظَرِ الشَّرۡعِیِّ فِیۡ مَصَالِحِھِمُ الۡاُخۡرَوِیَّۃِ وَالدُّنۡیَوِیَّۃِ۔

نفسی خلافت کی حیثیت سیاسی

یعنی ملک طبعی اور حیوانی یا محض مادی بادشاہت بیچارے عوام اور رعایا کو اپنی خواہشات اغراض پر چلاتا ہے ۔ اور ان کو اپنے مقاصد و مطالب نفسانیہ کے پورا کرنے کا ذریعہ و وسیلہ جانتا ہے جس طرح کہ چوپایوں سے انسان اپنے کام انجام دلاتا ہے ۔ اور جدھر چاہتا ہے ان کو ہنکاتا ہے ۔ اور ملک سیاسی و ملک عقلی وہ قانون عقلی و مقتضائے عقل پر امور دنیویہ کے اندر لوگوں کو چلاتا ہے اور ان پر حکم کرتا ہے ۔ اور خلافت یعنی خلافت نبویہ وہ لوگوں کو مصالح معاد و معاش میں قوانین شرعیہ و مقتضیات دینیہ پر چلاتا ہے ۔ اور یہی اس بحث میں اہل اسلام کا مقصود ہے ۔ اسی کو علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں ثابت کیا ہے ۔ اور خلافت محمدیہ سے ان محققین کا یہی مطلب و مدعا ہے لیکن جملہ بیانات سابقہ سے یہ معلوم ہو چکا ہے ۔ کہ ان محققین نے اس خلافت کی حقیقت دکھلانے میں صرف خلافت نبویہ کو ملحوظ خاطر رکھا ہے ۔ اور ایسے صاحبان خلافت سے مراد ان کی خلفاء الرسولؐ ہی ہیں اور یہ لوگ ان کو خلفاء اللہ کا لقب نہیں دیتے ہیں ۔ اور ان صاحبان خلافت میں سے بھی کل کے کل اس لفظ کے استعمال سے محترز رہے ہیں ۔ اور اپنے کو خلیفۃ اللہ کہنا جائز نہ جانتے تھے یعنی وہ شاہان اسلام جو پبلک کے اجماع یا مشورہ یا قہر و غلبہ و ظلم اور تغلب سے بادشاہ اسلام بنے تھے لیکن ہم اس کو ثابت کرینگے ۔ اور حصص سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں ۔ کہ خلافت نبویہ خلافت الٰہیہ سے جدا نہیں ہے ۔ اور اگر خلافت نبویہ محمدیہ ہو تو بعد رسول رب العالمین و خاتم النبیین خلافت کے وجود پر کوئی دلیل عقلی اور قرآنی قائم نہ ہو سکیگی ۔ قرآن خلافت محمدیہ کو خلافت الٰہیہ ہی دکھلا رہا ہے ۔ اگر یہ نہیں تو خلافت محمدیہ کا وجود ہی محال ہے۔

خلافت الٰہیہ و خلافت محمدیہ

تاہم اس بیان اور اس تقسیم ملک مملکت و سیاست طبعی و سیاست عقلی و سیاست شرعی سے یہ بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ اس خلافت محمدیہ کا مقتضا بھی نوع انسان کی روحانی تربیت ہے اور یہاں بھی دین دنیا سے مقدم ہے۔ اور آخرت اولیٰ اگر اس خلافت میں مطلقاً یا اغلباً شان ملک طبعی اور ملک سیاسی ہی پائی جاتے۔ تو اس کو خلافت نہ کہہ سکینگے۔ چہ جائیکہ اس کو خلافت الٰہیہ کے تحت میں لا سکیں۔ اور اس خلافت کی بحث اور خلفاء کی تشخیص میں دینی پہلو غالب رہیگا۔ اور خلیفہ میں ہم یہ شان ضرور دیکھیں گے۔ کہ اس میں نوع انسانی کو آخرت میں نجات دلانے۔ اور اس کو روحانی ترقی کے اصل معراج پر پہنچانے کی کہاں تک قابلیت ہے۔ اور وہ خود ان میں کیا پایہ اور مرتبہ رکھتا ہے۔ اور علوم دینیہ شرعیہ میں کس رتبہ کا شخص ہے۔ یہ نہ دیکھیں گے۔ کہ اس میں ملک فتح کرنے اور لوگوں کو جس طرح بھی ہو مغلوب و مقہور رکھنے اور اپنی جملہ خواہشات و اغراض کو پورا کرنے کی کہاں تک قابلیت ہے۔ ہم یہ غور کریں۔ کہ کون دین کی شاہراہ پر دنیا اور حکومت دنیا کو چلا سکتا ہے۔ نہ یہ کہ دنیا کی زیب و زینت اور سیاست طبعی کی خلعت سے کون آراستہ ہے۔ جو دین کو اپنی اغراض ذاتیہ و خواہشات نفسانیہ کے لئے بالکل ہی خیرباد کردے۔ اور شعائر دین کی ہتک حرمت پر کمر باندھ لے۔ اور حرمات کی توہین بلکہ ان کے اعدام اور اس نور کے اطفاء میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ اور جو اپنے مقابل فناء فی اللہ اور تارک دنیا حامی دین و ایمان سے فخریہ بزبان حال و مقال کہہ اٹھے۔ ع

زاہد بریں مناز کہ دنیا گذاشتی
ایں ہمتِ من است کہ عقبےٰ گذاشتم

دنیا کو آخرت پر مقدم رکھے۔ بلکہ دین کو دنیا پر قربان کردے۔ اور پھر دل میں ذرہ برابر خوف خدا نہ لائے۔ بیشک اس کی ہمت قابل داد ہے۔ اور یہ ایک درندہ صفت بادشاہ ہے۔ نہ خلیفہ رسول یا خلیفۃ اللہ۔

مشہور خلفاء سیاسی بادشاہ تھے

یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا۔ کہ جس طرح ملک تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح بادشاہ

تین قسم کے ہوتے ہیں۔ وہاں لوگ اور اہل ملک بھی تین ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ اور ان کے حالات اور خیالات انہی اوصاف سے متصف ہوتے ہیں۔ اور چونکہ جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ ہر ایک صنف اپنے ہی جیسے بادشاہ اور حاکم کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور اسی کو پسند کرتی ہے۔ ہم اس بحث میں خلافت محمدیہ کے ذکر میں ملک طبعی اور ملک سیاسی کے اوصاف کو مقدم نہ رکھینگے۔ بلکہ اوصاف خلافت کو ملحوظ رکھینگے۔ کیونکہ ہمیں ملک شرعی اور سیاست شرعیہ سے بحث ہے۔ نہ حکومت جائرہ وجابرہ وقاہرہ وظالمہ سے۔ ہمارے نزدیک اگر خلیفۃ اللہ وخلیفۃ الرسول سیاست طبعی اور ملک سیاسی نہ عام لوگوں کی نظروں میں بلکہ فی الحقیقت بھی کامل نہ ہو۔ تو یہ اس کی حقانیت وصداقت کی دلیل اور اس کی خلافت کا برہان ہوگا۔ نہ اس کا عیب یا نقص ایمان۔ اور ہمارے ناظرین اسی کو پیش نظر رکھینگے۔ اور اس پر خوب غور کرینگے۔ کہ ملک شرعی اور سیاست شرعیہ کس کو کہتے ہیں۔ اور اس میں اور ملک طبعی اور سیاسی میں کتنا فرق وبعد ہے۔ اور سا تھ ہی یہ کہ خلفاء اللہ کو عوام الناس کو سیاست شرعیہ اور قوانین دینیہ پر چلانا کس قدر دشوار ہے۔ نہ سیاست طبعی وسیاست عقلی پر چلانا۔ اور دیندار کے لئے رستہ کیسا محدود ہوتا ہے۔ اور بیدین کے لئے کتنا وسیع وفراخ۔ اور اس لئے خلفاء اللہ کا مقابلہ حکومت وسیاست کی حیثیت سے کیا پایہ رکھتا ہے۔ اور کیونکر ہونا چاہئے۔ اور ان میں کس طرح امتیاز قائم کیا جائے +

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ملک شرعی کو جو تقسیم میں ملک عقلی کے مقابل رکھا ہے تو مطلب یہ ہے۔ کہ سیاست شرعیہ عقل سے عاری وخالی ہوتی ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے جیسا کہ ثابت ہوچکا ہے۔ کہ جس کو ملک عقلی کہا جاتا ہے اور جس کو سیاست عقلیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وہ درصل ملک عقلی اور سیاست عقلیہ نہیں ہے۔ وہ ناقص العقول لوگوں کے بنائے ہوئے قواعد وضوابط واصول وقوانین ہیں۔ جن میں غلطی۔ خطا۔ ناسمجھی ذاتیات اور خواہشات نفسانیہ کا شائبہ موجود ہے۔ اور بہت کچھ وہ ملک طبعی اور حیوانی

سیاست اور مادی حکومت ہی سے مشابہ ہے۔ اصل عقلی سیاست سیاست شرعیہ ہی ہے جس کے اصول و قواعد کو اُس ذات پاک نے مقرر کیا ہے۔ جو کُل عقول کی خالق اور ہر ایک کی حقیقت کی عالم اور عادل محض ہے۔ اور اس لئے دراصل کوئی قانون شرعی عقل صحیح کے خلاف نہیں ہوتا۔ گو ہماری عقول اس کی حقیقت و مصلحت کو کبھی ادراک نہ کر سکی ہوں۔ یا ہماری عقلوں پر تقلید و تعصب یا جہالت و سفاہت کے بڑے بڑے ہوئے ہوں۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ کیا یہ لوگ قرآن میں تفکر و تدبر ہی نہیں کرتے اور عقل سے کام نہیں لیتے۔ یا دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ جو سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ اور یہ حقائق ان میں اترتی ہی نہیں۔ اور ان رازوں پر مطلع ہی نہیں ہوتے۔ بہر حال ضروری ہے۔ کہ خلافت محمدیہ یعنی سیاست و حکومت شرعی اکثر امور میں شاہان دنیویہ کے اصول کے خلاف ہو۔ کیونکہ نظر الٰہی تک نظر انسانی نہیں پہنچ سکتی۔ اور مصالح الٰہیہ کو بادشاہ نہیں جان سکتے۔ بلکہ خلیفۃ اللہ ہی پہچانتے ہیں۔ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ تمہیں تو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ لوگ علم خدائی پر احاطہ پیدا نہیں کر سکتے۔ اور انسان اتنا ہی اس میں سے جان سکتے ہیں۔ جو وہ چاہے اور بتلائے۔ فتدبر فیہ۔ ولا تکن من الغافلین ❊

(۹) نتیجہ مقدمات سابقہ۔ ان بیانات و تشریحات و مقدمات سے بالصراحت

نتائج ضروریہ

ثابت اور معلوم ہو گیا۔ کہ تشخیص خلفاء و صاحبان خلافت الٰہیہ میں کیوں اختلاف ہے یعنی اس بحث میں اول تو ہر ایک کا مطمح نظر یکساں نہیں ہوتا۔ اور ہر ایک کا نقطہ خیال جدا جدا ہے۔ اور مقام تحقیق میں ان شرائط ضروریہ کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ جو معارف دینی میں ضروری ہیں۔ ہوا و ہوس اور خواہشات نفسانیہ و تقلیدات و تعصبات مذہبیہ حق تک پہنچنے سے حاجب و مانع رہتی ہیں۔ اور ہر ایک نے غرض خلافت اور معیار خلافت کو مختلف قرار دیا ہوا ہے۔

اور جہاں تک غور کیا جائے۔ تو باوجود اس تقسیم ملک و مملکت و سیاست و خلافت کے بھی خود اہل علم
بلکہ محققین اس مسلک سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور محل بحث میں آکر خلافت سے گذر کر ملک طبعی اور سیاست
عقلی میں جا پڑتے ہیں مقصود بیان خلافت محمدیہؐ کا ہوتا ہے۔ اور بحث ان اوصاف کی جاتی
ہے۔ جو ملک طبعی اور سیاست عقلی میں ہونے چاہئیں۔ اور شاہان اسلام میں انہی اوصاف کو دیکھا
جاتا ہے۔ جو شاہان دنیا میں ہوتے ہیں۔ ورنہ ممکن ہی نہیں۔ کہ اس میں اتنا اختلاف ہو۔ اگر
سیاست دنیویہ اور سیاست دینیہ شرعیہ کو علیحدہ علیحدہ دکھایا جائے۔ اور اس بحث میں سیاست
شرعیہ سے بحث کی جائے۔ اس وقت میں معیار بھی تنقیح متفق ہو جائیگا۔ اور غرض بھی متحد
ہو گی۔ کوئی مورخ اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ کہ شاہان اسلام میں خلافت کے اصول کو نہیں ملحوظ
رکھا گیا۔ بلکہ مطلق حکومت و بادشاہت کو معتبر رکھا ہے۔ اور ہمیشہ انہی سے کام لیا ہے۔
اور صریح طور پر موجود ہے حتیٰ کہ کتب کلامیہ میں پایا جاتا ہے۔ کہ منجملہ دلائل خلافت و تشخیص
خلفاء غلبہ و سلطنت بھی ہے۔ کہ جو شخص مسلمانوں پر غالب آجائے۔ اور تسلط پیدا کرے
وہی خلیفہ ہے۔ حالانکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اور حکماء و علماء کا اتفاق ہے۔ اور علامہ
ابن خلدون نے اس کی پوری تصریح کی ہے۔ کہ جہاں حکومت و قہر و تغلب اور جبر و تسلط و
تشدد سے ہوتی ہے۔ وہ ملک طبعی محض حیوانی یا مادی حکومت کہلاتی ہے۔ اور عند العقل و
عند الشرع وہ مذموم ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا۔ دعوے کچھ ہے اور دلیل کچھ۔ دعوے
خلافت شرعیہ کا ہے۔ اور دلیل ملک طبعی کی۔ حتیٰ کہ انہی علامہ نے یہ بھی لکھ دیا ہے
کہ خلیفہ کو زیادہ عقلمند نہ ہونا چاہئے۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اگر اس میں بدعات
اعتقادی پیدا ہو جائیں۔ تو ضروری نہیں۔ کہ وہ منصب خلافت و امامت سے معزول
سمجھا جائے۔ بد اعتقاد ہو کر بھی وہ امام رہ سکتا ہے۔ پھر معیار خلافت راست
رہے۔ تو کیونکر۔ اور اختلاف رفع ہو۔ تو کیونکر۔ ہاں اگر کوئی خلافت سے مراد ملک
طبعی اور حکومت و سیاست حیوانی لیتا ہے۔ اور اس کا اثبات اُسے منظور ہے
تو ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔ ہم جس خلافت کو چاہتے ہیں۔ اور جس کے

ذکر و اثبات کے درپے ہیں۔ وہ نہ صرف ریاست شرعیہ دینیہ و خلافت نبویہ محمدیہ ہے بلکہ وہ اصل خلافت الٰہیہ ہے +

اس اختلاف کی ایک اور وجہ اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ خلافت محمدیہ فرع نبوت و رسالت ہے۔ کیونکہ نبوت و رسالت محمد عربی پر ختم ہو چکی ہے۔ اور ضروری ہے کہ تحقیق فرع مبنی بر تحقیق اصل ہوگی۔ اور اصل کے معین و مقرر و معلوم ہوئے بغیر فرع کبھی معین و معلوم نہ ہو سکیگی۔ بنابریں ہر ایک عقلمند اس کو سمجھ لیگا۔ کہ یہ اختلاف خلافت اختلاف خلافت محمدیہ نہیں ہے۔ بلکہ اصل اختلاف اس کی اصل یعنی نبوت میں ہے۔ اگر مرتبہ نبوت و رسالت معین ہو۔ اور متحد و متفق۔ تو اس کی فرع میں کبھی اختلاف نہ پیدا ہوتا اور یہ بالکل واضح مقدمہ ہے۔ اور کتب و اعتقادات اہل اسلام اس کا حسی ثبوت دے رہے ہیں۔ مرتبہ و مقام نبوت و نبوت ختمیہ و شخصیت جناب خاتم الانبیاءؑ میں اختلاف اہل اسلام میں موجود ہے۔ اور کس کس نظر سے جناب محمد مصطفٰے کو دیکھا جاتا ہے۔ کوئی انا بشر مثلکم سے اپنا جیسا ایک وجود خیال کرتا ہے۔ اور کوئی اس کو صرف چٹھی رساں کا درجہ عنایت فرماتا ہے۔ کوئی آنجناب کو خلعت عصمت سے بالکلیہ عاری و خالی دکھاتا ہے۔ کوئی قبل نبوت و بعد نبوت کی قید لگاتا ہے۔ کوئی امور دین میں معصوم بتاتا ہے اور امور دنیوی میں ہم جیسا خاطی۔ کوئی چالیس سال تک معاذاللہ کافر و بیدین فرض کرتا ہے۔ اور کوئی تا روز بعثت جاہل محض بتلاتا ہے۔ اور اُمّی کے معنی جاہل مطلق لیتا ہے۔ اور بعض محققین اس کو افضل المرسلین و اکمل النبیین و اوّل المخلوقین و اوّل النبیین و منبع جمیع اسرار علوم رب العالمین جانتے ہیں۔ اور اس وقت سے آنحضرتؐ کو عالم و عارف و متصف بوصف نبوت و رسالت فرض کرتے ہیں۔ بلکہ بدلائل و براہین ثابت کرتے ہیں۔ جبکہ آدمؑ کا پتلا بھی نہ بنا تھا۔ اور اوّل عمر سے آخر عمر تک کُل عیوب و نقائص اور جملہ معاصی و ذنوب سے پاک و طاہر و عالم جملہ احکام اسلام و ایمان و اخلاق و آداب تسلیم کرتے ہیں پس اصل اختلاف اسی اصل میں ہے۔ اور اس کی تحقیق کے بغیر تشخیص عہدہ خلافت محمدیہ اور رفع اختلاف قطعاً محال ہے۔ اور ہم ہمیشہ ہر ایک کتاب و رسالہ میں اسی کو مقدم رکھنے

ہیں۔ اور شان محمدی دکھا کر خلافت محمدیہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور پھر خلافت کے آئینہ میں محمدی اوصاف کو مشاہدہ کرتے اور کراتے ہیں۔ اور اس طرح جو طالب حق ہمارے مقدمہ مقررہ و مبرہنہ و حصص سابقہ کو پیش نظر رکھ کر ان مباحث و براہین و دلائل میں غور و خوض کریگا۔ وہ ضرور بہترین نتیجہ پر پہنچیگا۔ اور ضرور یہاں سے کچھ لے کر جائیگا۔ کبھی خالی ہاتھ نہ اٹھیگا۔ کبھی محروم و خائب نہ جائیگا۔ مگر اس شرط سے جو پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہ خالی الذہن ہو کر دیکھے۔ گروہ عقلاء میں شامل ہو کر غور کرے۔ اخلاص نیت سے مطالعہ کرے۔ اور ہمیشہ اُنْظُرْ اِلٰی مَاقِیْلَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ پر نظر رکھے۔ یہ نہ دیکھے کہ کون بول رہا ہے۔ بلکہ یہ دیکھے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ وَقَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا۔ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا۔ كُلًّا نُمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا (بنی اسرائیل ع ۲)۔ جو شخص دنیا ہی چاہتا ہے۔ تو ہم جس کو جو چاہتے ہیں۔ اس دنیا میں ہی دیدیتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کے لئے جہنم بنا ہی دیا ہے۔ جس میں ذلت و خواری کے ساتھ مقید رہیگا۔ اور جس نے آخرت چاہی۔ اور دین کا طالب ہوا۔ اور اس کے لئے سعی کی۔ اور وہ ہو بھی مومن۔ اور اعتقاد صحیح کامل رکھنے والا۔ تو بس یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کی سعی ہمارے نزدیک مشکور ہے۔ ہم ان کو اور ان کو دونوں ہی کو امداد پہنچاتے ہیں۔ اور رب العالمین کی عطاء تو کسی کے لئے ممنوع نہیں۔

فکر ہر کس بقدر ہمتِ اوست

جو چاہے۔ اپنی سعی اور کوشش سے حاصل کرے۔ انا ھدینا ہ النجدین فاما شاکرًا واما کفورًا۔ وللہ الحمد فی الاٰخرۃ والاولیٰ ✣

باب اوّل

الخلافت والامامت

اشرفِ مخلوقات وافضل مکونات واکمل مولدات انسان اور دیگر حیوانات میں بہت سے امتیازات اور مفارقات کے ساتھ ایک

خلافتِ الٰہیہ کی حقیقت و ماہیت

نہایت اہم اور نہایت بیّن فرق یہ بھی ہے۔ کہ ہر موجود موجوداتِ عالم میں سے اپنے کمالات کے لئے ایک خاص حد رکھتا ہے اور اس سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اور جن موجودات میں ترقی بھی ہے۔ وہ بھی ایک خاص حدِ معیّن تک ہے۔

انسان و حیوان کی ترقی اور اس کا فرق

اس کی تعیین معلوم بھی ہے جمادات عجیب عجیب اثرات اور غریب و نادر اوصاف و خاصیات رکھتے ہیں۔ نباتات کی نشوونما میں دستِ قدرت کی عجیب و غریب صنعت نگاریاں اور گُل کاریاں نظر آتی ہیں۔ ع

"ہر یکے را رنگ و بوئے دیگر است"

حیوانات طرح طرح کے اوصاف و کمالات رکھتے ہیں کسی میں کچھ اور کسی میں کچھ۔ کوئی کسی صفت میں کمال رکھتا ہے اور کوئی کسی میں۔ کوئی بنا ہے اور کوئی صناع بہت سی باتیں انسانوں نے حیوانات سے سیکھی ہیں اور اب بھی سیکھتے رہتے ہیں۔ حتّٰی کہ ان کے کمالات

ارتقاء کو دیکھ کر جو تنوع انواع عالم مادی میں نظر آ رہے ہیں بعض سطحی نظر کے محقق دھوکہ کھا گئے ہیں۔ کہ انسان حیوان ہی سے ترقی کر کے انسان بنا ہے۔ غرض ہر ایک کا کمال محدود ہے۔ ہر ایک کا کام معیّن ہے جس میں کچھ ترقی بھی ہے اور کچھ کسب بھی کرتے ہیں۔ وہ نہایت محدود حد تک۔ اور وہیں تک جہاں تک یہ انسان انہیں لیجائے۔ اور جو کچھ یہ بتائے۔ لیکن انسانی کمالات کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ جہاں تک بھی خیال کیجئے۔ اس سے بالاتر ہی نظر آئیگا جس بلندی پر بھی پہنچ جائے اس سے اُوپر ہی دیکھیگا۔ اور ایک قدم آگے ہی رکھیگا۔ کہاں کہاں پہنچ چکا ہے۔ اور ابھی بہت ارادے رکھتا ہے۔ راہ بھٹکا ہوا ہے۔ مگر خدا سے ملنا چاہتا ہے صورت بدلی ہوئی ہے۔ اور اصل غرض فطری کی جھلک پھر بھی موجود ہے۔ جب پیدا ہوا تھا۔ کیا تھا۔ اور اب کیا ہے۔ جب دنیا میں قدم رکھتا ہے کس حیثیت کا ہوتا ہے۔ جب عالم ترقی میں جولانی دکھلاتا ہے۔ تو کیا مرتبہ پیدا کرتا ہے۔ بے راہ چلنے پر بھی بہت دور نکل جاتا ہے۔ خلاف کرنے پر بھی انقیاد فطری کا رنگ دکھاتا ہے۔ اور اپنی حرکات و سکنات ہی میں اپنے صانع اور اپنے مصوّر کا پتہ دے جاتا ہے۔ خود نہیں سمجھتا۔ مگر سمجھنے والوں کو بہت کچھ سمجھا جاتا ہے۔ کہ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا ہوں۔ کیا کر رہا ہوں اور بنانے والے سے کیا نسبت رکھتا ہوں؟ اپنی تصویر کے تاریک رنگ میں بھی مصور کی جھلک دکھلا رہا ہوں۔ فانی ہونے پر بھی باقی رہنے والی ہستی کا پتہ دے رہا ہوں۔ ناقص ہونے پر بھی کامل کا نشان بتا رہا ہوں مٹی ہوئی تحریر میں بھی مصوّر کے قلم کی شوخی دکھلا رہا ہوں۔ میرے فانی خلعت جسمانی میں باقی ہستی کا جلوہ نظر آتا ہے ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

یہی وجہ ہے۔ کہ بنا کر بنانے والا خود ہی فریفتہ ہو گیا۔ اپنے کمال کو اس آئینہ میں دیکھ کر وجد آ گیا۔ کون تھا جو داد آفرینش دیتا۔ جان آفرین خود ہی لب قدرت سے

انسانی کمالات عالم انسانی میں غیر محدود ہیں

بول اُٹھا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین "کیا بزرگ و برتر ذات ہے اللہ جو بہترین نمونہ لے خلقت پیدا کرنے والا ہے" اور اسی لب کے لئے اپنی ثنا زیبا ہے۔ بحمدہ کما حمد لنفسہ۔ جب پیدا ہوتا ہے۔ ایک مٹی کا پتلا ہوتا ہے یا گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ دو چھوٹی چھوٹی مگر جلد جلد پھرنے اور حرکت کرنے والی آنکھیں مُنہ پر نظر آتی ہیں۔ جو رازہائے قدرت کی طرف راہ نمائی کرنے کے لئے دو نورانی شمعیں ہیں۔ حیرت و تعجّب سے اِدھر اُدھر پھرتی ہیں۔ اور کچھ اشارہ کرنا چاہتی ہیں اور رہ جاتی ہیں۔ اس وقت ایک نہایت محتاج وجود دُوسرے ہاتھوں کا کھلونا ہوتا ہے۔ مگر زبان قدرت گویا اس وقت بھی پکار رہی ہوتی ہے۔ اور پتلی یا کٹ پتلی یا اس مٹی کے کھلونے کو آگاہ کرتی ہوئی کہتی ہے۔

"تزعم انک جرم صغیر" "وفیک انطوی العالم الاکبر"

کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ننھا سا کھلونا ہے؟ حالانکہ تیرے اندر عالم اکبر اور کل نشانات ایجاد کا نقشہ موجود ہے۔ تو ایک آئینہ ہے جس میں عالم کون نشا کا ہر ایک نمونہ پایا جاتا ہے۔ اور عالم ایجاد کے ہر نقش کا عکس اس میں نظر آتا ہے۔ تو ایک موتی ہے جس میں کل دریائے قدرت کا مد و جزر نمایاں ہے۔

گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگیٔ جا کا
گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

اس گوہر نایاب کو دیکھیں۔ اور دریائے قدرت کے اضطراب و تلاطم کو اس میں مشاہدہ کریں۔ اہل بصیرت کو معلوم ہوگا۔ کہ کس طرح دستِ قدرت نے اپنی آیات کبریٰ کو اس دُرِ یتیم میں ودیعت کر دیا ہے۔ اور جو کچھ دکھانا تھا سب کچھ دکھا دیا ہے تب ہی تو کہا ہے۔ اور ناز کے ساتھ کہا ہے۔ وعدے کے ساتھ کہا ہے۔ دلیل و بُرہان سے کہا ہے۔ سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسھم۔ ہم ہمیشہ اپنی نشانیاں اور آیات بیّنات آفاق و اطراف و اقطار عالم میں دکھلاتے رہتے ہیں۔ اور خود

وجود اصغر نمونہ عالم اکبر

انسان ہیں وسیلہ قدرت کا مد و جزر

ان کے وجودوں اور نفسوں میں اپنی نشانیاں دکھلاتے ہیں۔ خود متعلم بنیں اور خود ہی معلم بھی بن جائیں۔ اندر ہی اندر تعلیم پائیں۔ اپنے کو پہچانیں اور ہمیں دیکھیں۔ دل کی آنکھ سے دل کے آئینہ میں مشاہدہ کریں۔ کوہ طور پر نہ جائیں۔ اس کو قرب شہ رگ میں پائیں ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ۔ ساری زمین میں اہل ایمان اہل عرفان وایقان کے لئے ہماری نشانیاں موجود ہیں۔ اور خود تمہارے نفسوں میں عیاں اور آشکار ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ چشم بصیرت وا نہیں کرتے؟ دل کی آنکھوں سے کام نہیں لیتے؟ اس کتاب وجودی اور اس بیان فعلی میں تدبر و تامل نہیں کرتے؟ اس صحیفۂ قدرت کو مطالعہ نہیں کرتے؟ اس کتاب حکمت سے سبق نہیں لیتے؟ اور "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ" کے راز کا معائنہ نہیں کرتے؟ یہ قرآن ناطق کا کلام ہے۔ لسان اللہ کا بیان ہے سمجھو اور غور کرو۔ پڑھو اور مطالعہ کرو۔ اگر تمہارا نفس آئینہ قدرت نہیں ہے۔ تو قادر مطلق کا عکس اس میں کیونکر نظر آسکتا ہے؟ اگر اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ تو خلافت الٰہیہ کے سر کو کیونکر ادراک کر سکو گے؟ "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا" یہ کوئی معمولی جملہ نہیں ہے یہ معمولی انسانی تشبیہ یا شاعرانہ استعارہ یا سری کنایہ نہیں ہے حقیقت ہے اور اصل حقیقت ہے۔ اور اسی میں خلافت الٰہیہ کا راز ہے یہ نفس انسانی اور یہ وجود باقی و فانی اگر نمونہ کامل صنعت صانع کا نہ ہو۔ تو کیونکر معرفت صانع و خالق کا حقیقی اور صحیح ذریعہ اور وسیلہ قرار پا سکتا ہے؟

یہ نمونہ قدرت و حکمت صانع برحق (انسان) کچھ نہ ہونے پر بھی سب کچھ ہوتا ہے اور باوجود کچھ نہ دیکھ سکنے اور تمیز نہ کر سکنے کے بھی سب کچھ دکھاتا ہے۔ اور نہ بولنے اور نہ بول سکنے پر بھی بہت کچھ بولتا ہے۔ خود چشم حیرت و عبرت وا کئے ہوئے اگر یہ

انسان معرفت
خالق کا
آئینہ ہے

انسان میں ترقی کی غیر محدود قابلیت

قدرت کا تماشا دیکھا کرتا ہے۔ اور سب کو دکھاتا ہے۔ کچھ نہ کرنے پر بھی اس میں سب کچھ کرنے کی قابلیت موجود ہے۔ اور جتنا یہ ابتداءِ طفولیت میں فعلی کمالات سے خالی نظر آتا ہے۔ اسی قدر اس میں کمالات کی استعداد زیادہ ہے۔ قدرت نے اس میں کمالات کو بالقوۃ رکھ کر ثابت کیا ہے۔ کہ ان ہستیوں سے بھی یہ فضیلت رکھتا ہے۔ جو جملہ کمالات سے وقتِ خلقت ہی آراستہ ہوتی ہیں۔ اور قرب خدا کا شرف انہیں حاصل ہے۔ یہ قدوسی اور کرّوبی (ملائکہ) کہا کرتے ہیں۔ مَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ ہم نے تو ہر ایک کے لئے ایک حد کمال مقرر ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ مگر یہ انسان کبھی نہیں کہ سکتا۔ کہ ما منا الا له مقام معلوم۔ یہ لا معلوم حد تک ترقی رکھتا ہے۔ وہاں پہنچتا ہے۔ جہاں ملائکہ مقربین قدم نہیں رکھتے۔ بلکہ جاتے ہوئے پر جلتے ہیں *

انسان میں صفات متضادہ

یہی انسان صفات متضادہ کا مظہر ہے۔ اسی میں حلم کے ساتھ انتقام اور عدل کے ساتھ رحم پایا جاتا ہے۔ یہ موجد اور خالق و صانع کا بہترین کمال ہے۔ احسن خلقت کا خلعت اسی کو عطا ہوا ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل) کی کرامت و شرافت اسی کو ملی ہے۔ اور عالم مادی میں بھی سب سے اشرف ہے۔ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (بنی اسرائیل ع ۷) کی فضیلت اسی کو دستِ قدرت سے عنایت ہوئی ہے۔ ملائکہ اگر نورانی ہیں تو ہوا کریں۔ جامعیت اوصاف کی خلقت اسی میں ہے۔ یہ وہ سب کچھ رکھتا ہے جو اس کے ماتحت انواع میں ہے۔ اور وہ روحانیت بھی اس میں ہے۔ جو فرشتے رکھتے ہیں۔ اسی کا نام فضیلت ہے۔ اسی وجہ سے جب یہ پستی اور تحت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ تو حیوانات سے بدتر نظر آتا ہے۔ اور اگر بالا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو فرشتوں سے مقدم اور معظم اور مکرم ہوتا ہے۔ ملائکہ اس کے خادم نظر آتے ہیں خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ سب اللہ نے تم انسانوں کے

انسانی فضیلت و کرامت و شرافت

ہی کیواسطے خلق کیا ہے) کے انعام واکرام سے کبھی متنعّم ہوتا ہے۔ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ (اللہ نے آفتاب و ماہتاب کو انسان کے لئے مسخر بنا دیا ہے۔ نجوم بھی بحکم خدا انسانوں ہی کے لئے مسخر ہیں) کا اشارہ بھی اسی جنس نفیس کی طرف ہے۔ جب اس عالم امکان و ایجاد میں اس کے کمالات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ خود حیران ہوتا ہے عقول متحیر رہ جاتی ہیں۔ ملائکہ تعجب کرتے ہیں۔ اور غیر متناہی ترقی کے علاوہ جو دیگر حیوانات سے اس کو ممتاز کرتی ہے۔ روز افزوں ایجادات و صنائع و حرف ہیں یہ عجیب جوہر دکھلاتا ہے۔ اور بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور ہر مقام پر حکمت و صنعت و قدرت پروردگار کا عکس دکھاتا ہے۔ اسی سے خلافت کی حقیقت و ماہیت ظاہر اور واضح ہو جاتی ہے۔ خدا نے جمادات میں مٹی۔ پتھر۔ جواہرات وغیرہ پیدا کئے ہیں۔ یہ مٹی لیکر لاکھوں نہیں کروڑوں چیزیں ایجاد کر کے بنا ڈالتا ہے اور اس میں طرح طرح کے کمالات دکھاتا ہے۔ رنگ برنگ کے نمونے تیار کرتا ہے۔ سنگ تراشی میں اپنی صنعت و حرفت دکھلاتا ہے۔ عجیب غریب اشیاء اور طرح طرح کے مکانات و قلعہ و قصر و محل تیار کرتا ہے۔ جواہرات میں اپنے ذاتی جوہر دکھلاتا ہے۔ اور ان میں رنگین پتھروں کو اپنی صنعت کاری سے چار چاند لگا دیتا ہے۔ مٹی اور گرد و غبار اور آب و گل میں سے نکال کر صاف کر کے اپنی تراش خراش کے ساتھ حسینان جہاں کی مجالس کی زینت و خوبصورتی ہزار گنی کر دیتا ہے۔ خدا نے یہ رنگین پتھر خلق کیا ہے۔ مگر انسان نے اس کو حسینوں کے نازنین اور نازک ہاتھوں کا نگین بنایا ہے۔ خدا نے قسم قسم کے نباتات خلق فرمائے ہیں۔ طرح طرح کے درخت۔ بوٹے اگائے۔ دانے اور پھل لگائے ہیں۔ انسان ایک غلہ کو ہزار رنگ میں بدلتا ہے۔ اور اپنی صفت اور قوت ایجاد سے ہزاروں قسم کی لذیذ ترین غذائیں درست کر لیتا ہے۔ ایک معمولی گھاس (گنے) کی مٹھائیاں بنا بنا کر کتنی لذتوں میں دکھاتا ہے۔ ایک درخت لیتا ہے۔ اور اس سے لاکھوں چیزیں

انسان میں خالق کا عکس اور اس کی قوت ایجاد

پتھروں میں انسانی تصرفات

نباتات میں انسانی تصرف

درست کر دیتا ہے۔ ہمارے اشارات کو تفصیل دیتے جاؤ۔ اور غور کرتے جاؤ۔ تو انسانی صنعت و ایجاد کا جادو تمہیں مبہوت بنا دے۔ اپنے گھروں اور اس کے اسباب۔ فرنیچر اور اثاث البیت کو دیکھو۔ اور انسانی "فائن آرٹس" کو ملاحظہ کرو۔

انسانی فائن آرٹس

جس طرف نظر اٹھاؤ گے۔ انسانی صنعت کاری کے کرشمے ملاحظہ کرو گے۔ ہم اگر تفصیلاً لکھیں۔ تو اسی مضمون میں کتاب تمام ہو جائے۔ ع

"سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کیلئے"

حیوانات میں انسانی تصرفات

خدا نے حیوانات پیدا کئے ہیں۔ انسان اس سے عجیب و غریب کام لیتا ہے۔ اور پھر ان کے ہر ایک جزو کو کام میں لاتا ہے۔ اور ان سے طرح طرح کی چیزیں ایجاد کرتا ہے۔ اور کسی ایک جزو کو بھی بیکار نہیں جانے دیتا۔ اور یہی دراصل قدرت کے راز کو سمجھتا ہے گوشت۔ پوست۔ بال۔ اون۔ ہڈی۔ دانت سم سینگ کونسی چیز ہے جس کی بیشمار صورتیں انسان نے اپنی صنعت کاری اور ایجاد سے نہیں بنا دی ہیں؟

لوہا پتھر کا کوئلہ اور انسانی کمال تصرف

خدا نے لوہا ایک دھات پیدا کی ہے۔ اور اس کے متعلق لب قدرت سے ارشاد ہوا ہے۔ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَأْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (ہم نے اوپر سے لوہا نازل کیا ہے۔ کہ اس میں بہت ہی خوف ہے۔ اور لوگوں کے لئے بیشمار منافع ہیں)۔ مگر دنیا میں جو کچھ آہنی ایجادات نظر آ رہی ہیں۔ جن سے خود انسانی عقول حیران ہیں۔ یہ کس کی صنعت گری اور گلکاری ہے؟ اسی انسان کی نہ کسی اور کی۔

سبز درخت سے آگ پیدا کرنے کی صنعت

خدا فرماتا ہے۔ اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ (کیا تم دیکھتے ہو۔ کہ یہ آگ جو تم روشن کرتے ہو! اور جس پر تمہاری زندگی اور تمہاری ہر قسم کی ترقی کا دارومدار ہے۔ اس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے؟ یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی اس کو لوگوں کے لئے عبرت بنایا ہے۔ کہ سبز درخت کی شاخوں کی رگڑ سے آگ پیدا کی اور ہم نے ہی اس کو قوت بہم پہنچانے اور قوت دینے والوں کے لئے بہت بڑی پونجی اور سرمایہ بنا دیا ہے۔

یہی درخت تطورات زمانہ سے فنا ہو کر خاک میں مل گئے اور گل سڑ گئے - اور ان کے مادے اور ان کی رسوبات سے کانی کوئلہ بنا - **انسان** نے اس کو نکالا - اور اس سے وہ قوت بہم پہنچائی - کہ آج دنیا کی بہترین ترقی اس پر موقوف ہے - اور ہر طرف اس کے کرشمے نظر آتے ہیں - اور خشکی و تری میں اس کا جلوہ ہے - کوئلہ ہے - مگر حقیقت میں جواہرات[1] سے کم نہیں ہے - نظر دقیقہ رس ہونی چاہئے - اور طبیعت میں مادۂ غور - غرض ایک ادنے ذرہ سے لیکر اعلٰے وجود مادی تک کوئی چیز اور کوئی مخلوق و مصنوع باری تعالےٰ ایسی نہ نکلیگی - جہاں انسان نے اپنا دستِ تصرف دراز نہ کیا ہو - اور اپنی کارگذاریاں نہ دکھلائی ہوں - اس سے صاف معلوم ہوتا ہے - کہ خالقِ عالم و صانع عالم و قادر مطلق کے تحت یہ جنس نفیس (نوع انسانی) قائم مقامی کا حق ادا کر رہی ہے - اور ایک نمونہ خلقت و صنعت کے ہزاروں نمونے تیار کر دیتی ہے - یہ شاگرد رشید ہے - جو اُستاد کے اشارہ کو سمجھتا ہے - اور اُستاد کے ہاتھ کو پہچانتا ہے - یہ وہ صفت ہے - جس میں کوئی موجود اس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا - یہ وہ وصف ہے - جس سے یہ جملہ کائنات سے ممتاز ہوتا ہے - خداوند عالم جامع جمیع صفات کمالیہ ہے - مگر سب سے پہلے اس کی قدرت اس کے علم اس کے ارادے کا ظہور صورت خلق میں ہوا ہے - اور وصف خالقیت ہی اس کا پہلا وصف ہے - جو عالمِ ایجاد میں ظاہر ہوا - اور کل کمالات کا اظہار بھی اسی پر موقوف ہے - اگر کوئی مخلوق ہی نہ ہو - تو خالق اپنے جملہ کمالات کہاں ظاہر کرے - ضرورت تھی - کہ پہلے صفت خلق کا اظہار فرمائے - اور پھر مخلوق میں سارے کمالات تکویناً و تکلیفاً - تشریعاً و تعریفاً - تعلیماً و تربیۃً دکھلائے - جب عالمِ ایجاد میں کسی مخلوق کا وجود نہ تھا - خزانہ کمالات الٰہی اسی طرح محفوظ تھا - اور اسی کی طرف خود اشارہ کیا ہے -

---

[1] تحقیق ہو چکا ہے - کہ ہیرے اور اس کوئلہ کی اصل حقیقت ایک ہی ہے - جس مادے سے پتھر کا کوئلہ بنتا ہے - اسی سے ہیرا - (اللہ اکبر) ✣

لب قدرت سے فرماتا ہے حدیث قدسی میں ذکر آیا ہے۔ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِکَیْ اُعْرَفَ ــــــ میں کمالات و علوم و اسرار کا ایک خزانہ مخفی تھا۔ پس مجھے یہ بات پسند آئی مجھے محبوب و مرغوب معلوم ہوا۔ کہ میں پہچانا جاؤں (پہچاننے والا کوئی موجود نہ تھا۔ پہچان کے لئے پہچاننے والا بنایا) پس میں نے مخلوق کو خلق کیا۔ تاکہ پہچانا جاؤں۔ لہذا اس مبدء فیاض سے سب سے پہلے صفات خلق کا ظہور ہوا ہے۔ اور سب سے پہلے اس نے اپنے صانع اور خالق ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔ اور پہلا مخلوق دراصل انسان ہی ہے۔ جسم نہیں۔ روح انسان جو حقیقت انسان ہے پس اوصاف خالق کا سب سے پہلا اور سب سے مقدم اور سب سے افضل واکمل نمونہ بھی انسان ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہی ہے۔ اور جس طرح مقام ظہور میں صفت خلق مقدم ہوئی ہے۔ اور پہلے خالقیت ہی ظاہر ہوئی ہے۔ اسی طرح انسان یعنی قدرت اور صفت کے پہلے اور کمل نمونے میں صفت خلق اور ایجاد و صنعت ہی بدرجہ اتم ہے۔ اور اسی صفت میں انسان کل مخلوقات سے ممتاز ہے۔ اور یہ صفت اس میں بھی ایک خاص حد میں محدود و منحصر مثل حیوان نہیں ہے۔ بلکہ بے انتہائی درجات ترقی رکھتی ہے۔ اور موجودات بھی مثل بعض حیوانات صفت ایجاد رکھتے ہیں۔ مگر ایک خاص محدود حد میں اور ایک خاص چیز میں۔ حیوان کے لئے وہ فطری اور طبعی ہے۔ نہ کسبی و اکتسابی پس خالقیت کا ظہور اسی جنس نفیس (انسان) ہی میں ہوا ہے۔ اور یہی جنس اس قابل ہے۔ جو خلافت الٰہیہ کا مورد و مصداق بن سکے۔ اور یہی خلافت الٰہیہ کی حقیقت و ماہیت ہے۔ اگر انسان میں خلافت نہ ہوتی تو اس میں یہ قوت ایجاد نہ پائی جاتی وقال عزمن قائلہ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلَائِفَ فِی الْاَرْضِ ـ ہم نے ہی تمہیں خلیفہ فی الارض

مظہر خالقیت انسان ہی ہے

انسان کو سب کمالات کا مظہر بنانا مقصود تھا اسی لئے انسان کو خلیفہ بنایا گیا

انسان خلیفہ فی الارض ہے

بنایا ہے۔ اور خالقیت کی ایک شان اور خالق کی صفت ایجاد کا ایک درجہ ظہور اسی خلیقہ میں ہوتا ہے۔ یہ تحت خالق ہے۔ اور باقی موجودات اس کے تحت یہ خدا کا خلیفہ ہے۔ اور سب کا حاکم اور آقا۔ سب کو اس سے تعلق ہے۔ اور اس کو خدا سے سب اس کے لئے بنے ہیں۔ اور یہ خدا کے لئے خلق لکم ما فی الارض جمیعا و سخر لکم الشمس والقمر لآیۃ کا ذکر آچکا ہے۔ کہ سب کچھ اسی مورد خلافت کے لئے۔ اور یہ خدا کے لئے کما قال عزوجل۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ عبادت میں جن شریک ہوئے لیکن خلافت میں نہ ہو سکے۔ اور اسی واسطے "خلق لکم" کا خطاب انہی کے لئے ہوا۔ بلکہ جنوں پر بھی یہی حاکم قرار پایا *

اِنسان کا تعلق صرف ذات خُداوندی ہی سے ہے

اس امر کا مزید ثبوت علاوہ بیان سابق خود مشاہدہ عالم اور اس ارتقاء ترقی سے ملتا ہے۔ مادے کی ترقی کے چھ درجے ہیں۔ اور ہر ایک درجہ ایک سے بالاتر۔ اور انواع مکونہ کے چار درجے ہیں جماد۔ نبات۔ حیوان۔ انسان۔ جماد سے بالا نبات ہے۔ نبات سے اوپر حیوان۔ حیوان سے فوق انسان۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کے سوا باقی ماتحت انواع کے لئے دائرہ ترقی محدود و منحصر ہے۔ جماد کی منتہائی ترقی نباتات تک ہے۔ اس سے بالا اس کی ترقی کے لئے کوئی درجہ نہیں ہے۔ نبات کی ترقی حیوان تک ہے اور اس سے بالا کوئی مرتبہ نہیں۔ اور حیوان کی ترقی انسان اور اس کی مشابہت تک ہے۔ اس سے بالا نہیں۔ اور اس طرح سے ہر ایک کی ترقی کا درجہ معیّن و محدود ہے۔ مگر انسان سے بالا کوئی نوع انواع مکونات ارضیہ سے نہیں ہے پس اس کی ترقی کے لئے کوئی حد مقرر نہیں

موجودات ارضی کی ترقی کی حدود

ہو سکتی۔ اور چونکہ آخر درجہ مکنونات ارضیہ میں اور افضل مولدات و متولدات و اکمل موجودات و اشرف مخلوقات ہے۔ اس سے بالا سوائے خالق و صانع عالم کے اور کوئی ہستی نہیں ہے۔ اور بلا واسطہ غیر تحت خالق ہے۔ اس کی ترقی کی منتہا بس حد خالق ہی ہے۔ اور یا اس کے قرب تک پہنچ سکتا ہے۔ اور دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ۔ اس کی ترقی کا انتہائی مقام ہے۔ اور ہماری تصانیف سے اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ کر سکتے ہو۔ اور جس طرح اس بیان سے یہ ثابت ہوا۔ کہ انسان تحت خالق ہے۔ اور اس کی ترقی کی حد منتہائے امکان ذاتی تک ہے تو یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ انسان ترقی اس وقت کر سکتا ہے۔ اور اپنے حقیقی کمالات پر اسی وقت فائز ہو سکتا ہے۔ جب کہ یہ خالق ہی کی طرف متوجہ رہے۔ اور اسی طرف قدم بڑھائے۔ اسی راہ پر چلے۔ اگر اپنے سے ماتحت انواع میں سے کسی وجود کی طرف توجہ کریگا۔ اور لکڑی۔ پتھر۔ گائے۔ بیل یا کیڑے مکوڑوں کو پوجیگا۔ تو ہرگز اصلی ترقی کی منزل پر نہ پہنچ سکیگا۔ بلکہ پست تر ہوتا جائیگا۔ اور اپنے درجہ سے گر جائیگا۔ اور اور آخر کار جہنم اس کی بازگشت ہوگی۔ اور اسفل السافلین یعنی سب سے پست مقام میں پہنچے گا۔ اور اسی کا ایندھن بنے گا۔ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ انسان اور پتھر جنہیں یہ پوجتا رہا ہے۔ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ فتدبر فیہ فانہ دقیق۔

جنس نفیس یعنی نوع انسانی اور اطلاق خلیفۃ اللہ کا مقام

اس سلسلہ بیان اور اس مسئلہ ارتقائے انواع عالم امکان سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ افراد نوع انسانی میں ان کمالات و ان علوم و ان حرف و صنائع اور ایجادات کا ظہور حسب سعی و موافق کسب و اکتساب ہے۔ اور یہ سلسلہ اوپر سے چلا آرہا ہے۔ اور بہت کچھ ایک دوسرے سے

لینا اور سیکھنا آیا ہے یہ سلسلۂ تعلیم و تعلم جاری ہے ۔ اور ہر ایک اعلیٰ طبقہ اپنے سے ادنےٰ طبقہ کا استاد ہے ۔ اور جب اس سلسلہ کو لوٹا کر اوپر کی طرف لے جائیں اور اس کی ابتداء کو دیکھیں ۔ تو صاف معلوم ہو جائیگا ۔ کہ کُل انسان ایک ہی وجود بشری (آدمؑ) کی طرف منتھی اور منسوب ہوتے ہیں ! اور یہ سلسلہ تعلیم و تعلّم بھی اسی پر جا کر ختم ہو جاتا ہے ۔ اور وہاں جا کر کسب و اکتساب و تعلیم و تعلم کا سلسلہ بند اور منقطع ہو جاتا ہے ۔ اور اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے ۔ کہ افراد نوع انسانی کے اندر یہ کمالات صنعت و ایجادات سب اسی ذات کا کرشمہ ہیں ۔ جو اس کی اولاد میں دکھائی دیتا ہے ۔ اور یہ وہی ذات ہے ۔ اور وہی وجود ہے جسکو خالق عالم اس ارشاد سے ظاہر فرماتا ہے ۔ "اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ" ۔ "وَ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" ۔ "وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" ۔ ان سے ثابت ہوا ۔ کہ اصل خلافت الہیہ کا مصداق و مورد یہ وجود ہے ۔ اور خلیفہ اللہ کے لفظ کا حقیقی اطلاق اسی پر ہو سکتا ہے ۔ اس کی اولاد میں اس کی خلافت کا کرشمہ ہے ۔ اور اس کو خود لب قدرت سے سکھایا ہے ! اور یہ کمالات اس میں خود ودیعت کئے ہیں بلا واسطہ غیر کے ہیں ۔ یہ تعلیم موہبتی الہی ہے ۔ یہاں تعلیم و تعلم رواجی اور کتب و اکتساب کو دخل نہیں ہے ۔ خدا اور خلیفہ خدا میں کوئی واسطہ ظاہری نہیں ہے ۔ پس اولاد آدم میں خلافت کا ظہور ہے ۔ مگر خلیفۃ اللہ کا اطلاق آدم ہی پر اور ان پر جو ان اوصاف و خصوصیات سے متصف پیدا کئے گئے ہوں ہو سکتا ہے ۔ نہ ہر انسان پر اور اس خصوصیت کو خود "من روحی" کی نسبت قدسیہ سے ظاہر فرما دیا ہے ۔ کہ جو خصوصیت خالق و صانع عالم کو آدمؑ کے ساتھ ہے ۔ وہ اولاد آدمؑ اور دیگر مامورین کے ساتھ نہیں ہے ۔ اور مقربین سے سجدہ کرا کر اس خلافت کے منصب اور

اس کی جلالت شان کو خوب واضح کر دیا۔ کہ اس سجدۂ تعظیمی کا مستحق وہی ہو سکتا ہے۔ جو خالق و موجد معبود حقیقی کا قائم مقام ہو۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

عام انسانوں کی خلقت عالم خلق سے ہے۔ اور تدریجی ہے۔ اوّل انسان نطفہ ہے۔ پھر علقہ ہے۔ پھر مضغہ ہے۔ پھر ہڈیاں۔ پھر گوشت۔ و پوست وصورت حیوانی اور بعد ازاں ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ سے مقام خلقت انسانی چھ منزلیں طے کر کے درجہ انسانیت پر پہنچتا ہے۔ اور اس سے کُل کونات سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ بہر حال یہ ترقی تدریجی و خلقت تدریجی ہے۔ اور چونکہ خلقت تدریجی تحصیل کمالات وعلوم وفنون وصنائع وحرف اور اسی طرح ظہوران کمالات کا سب تدریجی ہیں لیکن خلقت حضرت آدمؑ وخلیفہ خدا آنی ہے۔ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ۔ بنایا۔ درست کیا۔ اور فوراً روح پھونک دی۔ یہ نہیں کہ آدمؑ پہلے صورت طینی میں رہے۔ پھر نطفہ ہوئے۔ پھر علقہ پھر مضغہ وعلیٰ ہذا القیاس چونکہ خلقت آنی ہے۔ تدریجی نہیں ہے علوم بھی آنی ہیں۔ تدریجی نہیں ہیں۔ نفخت فیہ من رُّوحی اور "عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا" ۔ سب ایک آن واحد میں ہے خلقت کے بعد تعلیم نہیں۔ بلکہ خلقت کے ساتھ تعلیم ہے۔ اور یہ اس سلسلہ خلافت میں کلیہ قاعدہ ہے۔ جہاں تعلیم آنی وموہبتی ہے۔ وہاں خلقت بھی آنی ہی ہو گی۔ (کشف الاسرار ملاحظہ ہو) اور اس تعلیم آنی ونسبت نفخت فیہ من روحی۔ (میں نے اپنی خاص روح اس میں پھونکی ہے) خالق سے خلیفۃ اللہ کا تعلق بلا واسطہ صاف ظاہر ہے۔ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں صورت بشری میں ہم خلافت الٰہیہ کی حقیقت کا ظہور اوّلی دکھلا رہے ہیں۔ ورنہ مقام روحانی میں حقیقی خلیفۃ اللہ وہ وجود ہے۔ جو اول مخلوق ومصنوع ہے۔ اور اوّل ہو کر سب سے آخر میں صورت بشری

علوم بھی تدریجی ہے جہاں خلقت

جہاں خلقت آنی ہے علوم بھی آنی ہیں۔

میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور خاتم النبیینؐ کا خطاب پاتا ہے۔ وھو الاول وھو الاٰخر۔ بہ فتح اللہ و بہ یختم۔ وہی اول ہے۔ اور وہی آخر اور اس سے خدا نے ابتدا کی ہے۔ اور اس پر خاتمہ ہو گیا۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صورت بشری میں اس حقیقت خلافت الٰہیہ کا ظہور حضرت آدمؑ ابو البشر و اوّل البشر سے ہوا ہے۔ سوائے نفوس عالیہ و اوّل المخلوقین کے باقی کل مکلفین کو مامور بسجدۂ آدمؑ کر کے خدا نے آدمؑ کے مرتبہ و مقام نبوّت کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور "یٰاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ"۔ سے ان کے منصب نبوت کی اور تشریح فرما دی ہے کہ صریح لفظوں میں حضرت آدمؑ ان کل مامورین و ملائکہ مقرّبین پر حجّتِ خدا اور ان کے معلّم اور استاد قرار دیئے گئے ہیں۔ اور یہ سلسلہ کبھی تا ظہور خاتم النبیّینؐ منقطع نہیں ہوا۔ بعد آ جانے خاتم النبیّین یہ سلسلہ نبوّت منقطع ہوا۔ اور اس نَصّ نے قطع کیا۔ اور اس تصریح خاتم النبیّین نے بتلایا۔ اور ہم حصّۂ اوّل میں تفصیلاً ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ہر نبی خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ اور خلافت الٰہیہ کی حقیقت و ماہیّت یہ ہے۔ جو ثابت کی گئی۔ اسی واسطے حکماء علماء محققین نبی کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ کہ "نبی وہ ہے۔ جو عالم کون و فساد میں تصرف رکھتا ہو"۔ اور عالم کون و فساد یعنی عالم مادی و دنیادی میں تصرف کے یہی معنی ہیں۔ جو ہم نے افراد نوع انسانی میں ثابت کئے۔ اور دکھائے ہیں۔ کہ ہر شئے مادی پر انسان حکومت رکھتا ہے۔ یہ ادنےٰ کرشمہ اس تصرف کا ہے۔ جو خلیفہ خدا یعنی نبی اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کا ظہور حضرت آدمؑ سے ہوا ہے۔ عام اولاد آدمؑ میں اس کی جھلک پائی جاتی ہے۔

اور خلفاء اللہ اس کا درجہ کمال حسب مرتبہ و مقام خلافت اور اسی اعلےٰ تصرفِ عالم کون و فساد کا نام اعجاز ہے۔ جہاں دوسرے انسان عاجز ہوتے ہیں۔ ہر نبی صاحب اعجاز ہوتا ہے۔ اور یہ آیات بیّنات ساتھ لے کر

خلیفۂ خدا فرشتوں پر بھی حجت خدا ہے

محققین کے نزدیک نبی کی تعریف

کر آتا ہے۔ جس میں یہ تصرّف نہ ہو۔ اور یہ آیات نہ رکھتا ہو۔ اور یہ نشانات خلافت الٰہیّہ نہ دکھلا سکے۔ وہ ہرگز نبی نہیں ہو سکتا۔ جو یہ کمالات نہ رکھتا ہو۔ اور ان تصرفات سے خالی اور عاری ہو اور دعوائے نبوت کرے۔ وہ بالکل جھوٹا نبی ہے۔ اور جو شخص انبیاء اللہ سے ان تصرفات کی نفی کرے۔ وہ حقیقت خلافت الٰہیّہ سے بالکل بے خبر ہے۔ اور عالم کی حقیقت سے ناآشنا ہے۔ وہ صرف ظاہر پرست قشری ہے۔ اس کو مغز کی خبر نہیں ہے۔ وہ الفاظ دیکھتا ہے۔ معانی تک اس کی رسائی نہیں ہے۔ وہ قالب میں گرفتار ہے۔ روحانیت سے اطلاع نہیں رکھتا۔ اور اسی واسطے وہ مستفرد مقام خلافت اللہ کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور اس کی تشخیص نہیں کر سکتا ۔:

خلافت الٰہیہ کی حقیقت

یہ ظاہر اور بالکل بدیہی ہے۔ کہ ہر کمال کا ظہور علم پر مبنی ہے۔ اور خود خلقت پر بھی علم مقدم ہے۔ اور خالق اور صانع اور موجد کے لئے پہلے عالم ہونا ضروری ہے۔ عَلِمَ وَشَاءَ وَأَرَادَ وَقَدَّرَ وَقَضَا وَ امضٰی۔ امضاء قضاء پر مبنی ہے۔ اور قضاء قدر پر۔ اور قضاء و قدر ارادہ باری پر اور ارادہ باری سے مقدم مشیت باری ہے۔ اور علم ان سب مراتب سے مقدم ہے۔ اسی واسطے ہم نے حصہ اوّل میں معیار خلافت علم کو ثابت کیا ہے۔ اور وہ نص الٰہی ہی سے ثابت ہے۔ خدا نے خود امتحان میں ملائکہ سے علم ہی میں مقابلہ کرایا ہے۔ پس اس علم فطری موہبتی لدنی سے خلیفہ خدا کی شناخت ہوتی ہے۔ کہ یہ ہے۔ وہ صاحب خلافت۔ جس میں خلافت اللہ کی حقیقت و ماہیت ثابت ہے۔ اور حقیقت اور شے معیار اور علامت اور فلا تکونن من الجاہلین حضرت آدمؑ کے خلیفہ ہونے اور کہلانے کی ایک مفصّل بحث ایک منکر کے جواب میں ہم البرہان جلد

معیار خلافت وعلامت خلیفۃ اللہ

میں بھی لکھ چکے ہیں ✤

مقدمہ میں ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ خداوند عالم نے خلقت سے پہلے خلافت

عہدۂ خلافت اور اس کا اعلان

کا اعلان کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ مصلحت خداوندی خلیفہ میں بہ نسبت خلقت کے اہم اور اقدم ہے۔ حکیم ہمیشہ اسی کو مقدم رکھتا ہے۔ جس میں مصلحت زیادہ ہو۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ اعلان خلافت قبل خلقت خلیفہ اہم اور ضروری ہے۔ اور اسی واسطے حکیم مطلق نے ہزاروں برس خلقت خلیفہ سے پہلے اس کے آنے اور اس کی خلافت کا اعلان کیا ہے۔ اور خبر دی ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں۔ اور اس خلیفہ کو عہدہ نبوت سے ممتاز کیا ہے اور اس خلافت کو صورت نبوتی میں ظاہر کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا بعد ازاں اسی سلسلہ کو رسالت و اولوالعزمی و ختم نبوت و امامت میں یعنی خلفاء اللہ رسول۔ رسول اولوالعزم۔ خاتم النّبیین اور امام خلق ہوئے ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیْزَانَ بے شک ہم نے اپنے رسول بھیجے۔ اور ہر ایک کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزانِ صدق وعدل اتاری وَ یَادَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ حضرت داؤد پیغمبر بالصراحت خلیفۃ اللہ کے لفظ سے یاد کئے گئے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ارشاد ہوا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا الاٰیہ میں تجھے تمام لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ اور ان کی اولاد اور ذرّیت کے کُل انبیاء کو امام کے لقب سے ملقب فرمایا۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَا اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِیْنَ یعنی سلسلہ خلافت الٰہیہ ہی میں نبی۔ رسول۔ اولوالعزم رسول خاتم اور امام خلق گذرے۔ نبوت و رسالت و ولایت و امامت کا اس

خلافت سے پہلے اعلان خلافت کی مصلحت

خلافت الٰہیہ کا ظہور بصورت نبوت و رسالت اور امامت میں

خلافت الٰہیہ سے علیحدہ کوئی دوسرا سلسلہ قائم نہیں کیا۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰے اٰدَمَ وَنُوحًا وَّاٰلَ اِبْرَاهِيمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ بیشک ہم نے آدمؑ۔ نوحؑ۔ آل ابراہیمؑ و آل عمران کو تمام مخلوقات سے چُنا اور برگزیدہ و ممتاز بنایا۔ اور ان مراتب و مناصب الٰہیہ کے لئے انتخاب کیا۔ یہ سب ایک ہی سلسلہ اور ایک دوسرے کی اولاد و ذریت ہیں۔ اور اللہ سب کی سنتا ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔

نسبت لفظ خلافت سے اعلان کیوں کیا گیا

سب کچھ اسی سلسلہ خلافت الٰہیہ میں ہے۔ لیکن اعلان اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةً کے جملہ سے ہے "اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ نَبِيًّا" "اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ رَسُولًا" اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ اِمَامًا کے الفاظ اور جملوں سے نہیں ہے جس سے یہ امر کالشمس فی رابعۃ النہار آشکارا ہے۔ کہ اصل خلافت الٰہیہ ہی ہے۔ اور وہی مقدم ہے۔ اور نبوت۔ رسالت۔ اولوالعزمی۔ امامت۔ ولایت اور خاتمیت سب اس کے مراتب و درجات ہیں کبھی یہ خلافت الٰہیہ صورت نبوتی میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور خلیفہ خدا نبی کہلاتا ہے۔ اور کبھی نبوت کے ساتھ رسالت کی جامع ہوتی ہے۔ اور خلیفہ خدا نبی کے ساتھ رسول بھی کہلاتا ہے۔ اور مسلم ہے۔ کہ ہر رسول نبی ہے۔ اور ہر نبی رسول نہیں ہے۔ اور دونوں میں اعم و اخص مطلق کی نسبت ہے۔ اَلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الآیہ الخ۔ کبھی یہ خلافت صورت نبوت و رسالت کے ساتھ عہدۂ اولوالعزمی کو شامل ہوتی ہے۔ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ صبر کرو۔ جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے۔ اور اولوالعزم پانچ کہلاتے ہیں۔ نوحؑ ابراہیمؑ۔ موسےٰ۔ عیسےٰ۔ حضرت محمد مصطفےٰ۔ اور یہی صاحبان شریعت ہیں۔ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهِ نُوحًا وَّالَّذِي اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَمَا

وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰہِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا الآیہ - باقی کل انبیائے مرسلین انہی شرائع کی تبلیغ کرنے والے تھے - اور کبھی یہ خلافت الٰہیہ صورت نبوت و رسالت و اولوالعزمی کے ساتھ امامت کو شامل ہوتی ہے اور صورت امامتی میں ظہور کرتی ہے - اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا - وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ - پس خلافت الٰہیہ خلقت کے ساتھ ایک دائمی علاقہ و واسطہ رکھتی ہے - اور کبھی اس کا انقطاع نہیں ہے - کوئی نہ کوئی خلیفہ خدا ہمیشہ موجود رہا ہے - اور یہ سلسلہ تاظہور حضرت خاتم النبیین برابر متصل ہے - اور کلام و پیغام خدا بندگان خدا کو پہنچتا رہا ہے - وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَھُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ - ہم نے متصل اپنا کلام انہیں پہنچایا ہے - کہ یہ نصیحت و عبرت حاصل کریں - مگر لفظ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" نے یہ نص و تصریح کردی ہے - کہ سلسلہ انبیاء منقطع ہوگیا - اور نبیین ختم ہو چکے - مگر سلسلہ خلافت الٰہیہ کے انقطاع پر کوئی نص نہیں ہے - بلکہ بقاء خلافت پر نص ہے - وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الآیہ - اللہ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور کل اعمال صالحہ بجالاتے ہیں - کہ وہ ان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنائے جیسا کہ اس نے ان سے پہلے خلیفہ بنائے ہیں - چنانچہ آدمؑ و داؤدؑ کا ذکر بالصراحت کیا ہے - اور سلسلہ خلفاء اللہ کا ہم ذکر کر چکے ہیں - پس بعد خاتم النبیینؐ بھی سلسلہ خلافت جاری ہے - نبوت ختم ہوئی - اور نبوت کے ساتھ رسالت بھی - کیونکہ رسالت فرع نبوت ہے - اور نبی ہی رسول کہلاتا ہے - لہٰذا خلافت الٰہیہ تاقیام قیامت باقی ہے - اور کبھی زمانہ خلیفہ خدا کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتا - اور کوئی دلیل سلسلہ خلافت الٰہیہ کے

خلافت الٰہیہ خلقت کے ساتھ دائمی علاقہ رکھتی ہے

سلسلہ خلافت بعد ختم نبوت بھی قیامت تک جاری ہے

انقطاع پر قائم نہیں ہے۔ بلکہ نص صریح اس کے بقاء وجود پر ہے۔ اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے۔ کہ بعد حضرت ختمی مرتبت سلسلہ خلافت الٰہیہ منقطع ہو گیا۔ اور بعد رسول خلفاء اللہ نہیں ہوں گے۔ یا نہیں ہوئے۔ اور جانشینان رسول خلفاء اللہ نہیں کہلا سکتے۔ تو اس کا فرض ہو گا۔ کہ وہ اوّل دلیل عقلی اس پر قائم کرے۔ اور بعد ازاں مثل ہمارے نص قرآنی اس پر پیش کرے۔ کہ کونسی آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ نبوت کے ساتھ خلافت الٰہیہ بھی ختم ہو گئی +

کوئی دلیل نہیں ہے کہ بعد رسول سلسلہ خلافت الٰہیہ منقطع ہو گیا

نیز یہ بھی روشن و آشکارا ہو گیا ہے۔ کہ جہاں خلافت الٰہیہ کے انقطاع پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ وہاں سلسلہ امامت کے انقطاع پر بھی کوئی دلیل قائم نہیں ہے حضرت ابراہیمؑ سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ اور ان کی ذریت میں تا قیام قیامت قائم ہے۔ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ۔ انہوں نے اسکو اپنی اولاد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کلمہ باقیہ قرار دیدیا۔ اور "وَمِن ذُرِّيَّتِي" "لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ" نے تصریح کر دی۔ کہ ذریت ابراہیمؑ کے صالحین میں عہد امامت برابر جاری رہے گا۔ اور یہ جعل الٰہی ہے۔ اور جعل الٰہی یا فعل الٰہی کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ اور باطل نہیں بنا سکتا۔ جو ایسا خیال کرے۔ وہ اپنے ایمان کی طرف دیکھے۔ اور اپنے اسلام کو تلاش کرے۔ وجعلنا هم ائمة وجعلنا منهم ائمة بھی اسی کی تصریح ہے۔ کہ ذریت ابراہیمؑ میں یہ سلسلہ امامت برابر جاری ہے۔ اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ خلافت الٰہیہ کبھی صورت نبوتی میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور کبھی صورت رسالتی میں اور کبھی صورت امامتی میں۔ اور جب نبوت و رسالت ختم ہو گئی۔ تو اب کوئی صورت سوائے امامت کے باقی نہیں ہے۔ اور بقاء خلافت الٰہیہ اور عہدہ امامت کا صریح اور صاف مطلب یہی ہے۔ کہ بعد خاتم النبیین خلفاء اللہ ہوں گے۔

بعد رسول اللہ خلافت الٰہیہ بصورت امامت قیامت تک باقی ہے

اور ضرور ہوں گے۔ اور وہ امام کہلائیں گے۔ اور پیشوائے خلق ہونگے۔ اور لیستخلفنھم کے وعدے کا صاف رعا یہی ہے۔ کہ ہم تم مسلمانوں میں سے کچھ امام بنائیں گے۔ اور ان کو اپنا خلیفہ فی الارض قرار دیں گے۔ جیسا کہ ہم پہلے لوگوں کو خلیفہ بناتے رہے ہیں۔ اور اس سے ضروری ولازمی طور پر ثابت ہؤا۔ کہ امامت تاقیامِ قیامت مسلمانوں میں ضروری ہے۔ اور ہمیشہ کسی نہ کسی امام خلق کا وجود ضروری اور لازمی ہے۔ کبھی زمین امام سے خالی نہیں ہوسکتی ہے۔ اور اسی خلیفۃ الارض اور امام خلق کو حجۃ اللہ کہتے ہیں۔ اور احادیث فریقین میں بکثرت وارد ہؤا ہے۔ کہ زمین کبھی حجۃ اللہ کے وجود سے خالی نہیں رہتی ہے۔ جس سے خدا اپنے بندوں پر احتجاج کرتا اور اپنی حجت تمام کرتا ہے۔ اگر ایسے حجت اللہ کا وجود دنیا میں نہ ہو۔ تو اس زمانے کے بندوں پر حجت[1] خداوندی تمام نہ ہوگی۔ "لئلا یکون حجۃ بعد الرسل"۔

اس سے یہ ثابت ہؤا۔ کہ نبوت و رسالت ختم ہو چکی۔ اور یہ منصب اور عہدے گویا تخفیف ہو چکے۔ اور عام اہل اسلام کے نزدیک خلافت محمدیؐ باقی رہی۔ اور حضورؐ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے۔ اور ان احادیث کا ذکر آئندہ آئیگا۔ اور حصص سابقہ میں بعض ذکر کر چکے ہیں۔ اور قاعدہ کلیہ بلکہ امر بدیہی ہے کہ قائم مقام و جانشینی اور ایسی خلافت کسی عہدہ و منصب میں ہؤا کرتی ہے۔ اور جب عہدہ و منصب ہی تخفیف ہو گیا۔ تو خلافت و قائم مقامی و جانشینی کے کیا معنی؟ کیا اگر سشن جج کا عہدہ تخفیف کر دیا جائے۔ اور یہ چیز ہی نہ رکھی جائے۔ تو پھر اس کی جگہ پر کسی قائم مقام و جانشین کی ضرورت ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ وہ جگہ ہی باقی نہیں۔ تو جانشین کیسا اور جانشینی کیسی؟ اور یہ مسلم ہے۔ کہ خلافت بعد رسولؐ باقی ہے۔ اور کل اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ لہذا ضروری تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ بعد ختم نبوت و رسالت بھی کوئی

بعد ختم نبوت امت محمدیہ میں خلفاء ہمیشہ رہیں گے

امام حجت اللہ ہیں

حجت کی ضرورت

تخفیف عہدہ امامت اور قائم مقامی

[1] حجت اللہ کی مکمل بحث ہماری کتاب الصراط السوی فی احوال المہدی میں ملاحظہ ہو۔

کل ائمہ اور خلفاء الرسول ولی اللہ ہیں

عہدہ از عہدہا سے خاتم النبیینؐ باقی تھا۔ اور وہ نہیں ہے مگر امامت اور ولایت۔
کیونکہ رسولؐ عربی جس طرح نبی ورسولؐ وخلیفہ خدا ہیں۔ اسی طرح وہ امام خلق بھی ہیں۔
اور عہدۂ امامت پر بھی فائز ہیں۔ اور ذریتِ ابراہیمیؑ کی امامت نسل اسمٰعیلی میں اوّل
آپ ہی کو پہنچی ہے۔ اور اس سلسلہ میں امام اوّل آپ ہی ہیں۔ اور نیز عہدہ ولایت
مطلقہ کی نسبت نص قرآنی ہے۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ۔ بس تمہارا ولی خدا
ہے۔ اور اس کا رسولؐ الخ۔ گویا آں حضرتؐ حسب ذیل مناصب اور عہدے رکھتے
ہیں۔ اور کل مراتب خلافت اللہ کو جامع اور حاوی ہیں۔ نبوت۔ رسالت۔ امامت
اور ولایت۔ نبوت ورسالت آپ پر ختم ہوئی۔ اور آپ کے بعد کے لئے سلسلۂ
نبوت ورسالت منقطع ہوگیا۔ خلافت الٰہیہ اور امامت کا عہدہ جاری رہا۔ اور
اسی طرح ولایت مطلقہ۔ جس کے لئے انقطاع محال عقلی ہے۔ پس ضروری
ہے۔ کہ آپ کے بعد کے خلفاء اللہ اور آپ کے جانشین منصب امامت میں
آپ کے جانشین اور قائم مقام ہوں۔ لہٰذا خلافت محمدیہ بھی **صورت
امامت** ہی میں **متحقق ہوگی**۔ اور اس سے کسی کو مفر نہیں ہو سکتا۔ اور
آئندہ ثابت کریں گے۔ اور کر چکے ہیں۔ کہ ضروری ہے۔ کہ آپ کے جانشین
ولی مطلق بھی ہوں۔ اور اس لئے امام خلق۔ خلیفۃ الرسول وہی ہونگے۔ جو ولی اللہ
ہوں تفصیل آئندہ آتی ہے +

تفصیل عنقریب دیکھا جائیگا

مناصب خاتم النبیینؐ

نتائج اربعہ

ماحصل یہ کہ ناظرین کو اس بیان سے حسب ذیل نتائج اخذ کر کے یاد رکھنے
ضروری ہیں۔ **اوّل** خلافت الٰہیہ من حیث الظہور حضرت آدمؑ سے شروع ہوئی ہے
اور خلقت کے ساتھ مربوط و وابستہ تا یوم قیامت باقی ہے۔ اور نبوت ورسالت
وامامت اسی خلافت الٰہیہ کے مراتب ہیں۔ **دوم** جانشینان رسولؐ ضرور خلیفہ خدا
اور امام خلق ہوں گے۔ اور یہ خلافت صورت امامت ہی میں ظاہر ہوگی۔ عہدہ ہائے
رسولؐ میں سے امامت وولایت مناصب خلافت الٰہیہ باقی ہیں۔ **سوم** آپ کے

بعد کوئی خلیفہ نبی و رسول نہ ہوگا۔ جو دعوے کرے۔ وہ مجنون ہے۔ اگر نبوت ہوتی۔ اور نبی ہو سکتے۔ تو وہ خلفاء رسولؐ جو آپ کے بعد آپ کے جانشین ہوئے۔ وہی نبی ہوتے۔ اور وہی دعوے نبوت کے مستحق قرار پا سکتے تھے۔ جب وہ نہ ہوئے۔ تو اوروں کا دعوے جھوٹا ہے۔ چہارم یہ کہ اعلان خلافت وجود خلیفۃ اللہ اور اس کے ظہور سے اہم اور اقدم ہے۔ اور اعلان میں مصلحت بہ نسبت نفس وجود خلافت کے بھی زیادہ ہے۔ یہ مصلحت بھی ہمیشہ ملحوظ رہیگی۔ اور ہمیشہ ضروری ہے کہ خلیفۃ اللہ کا اعلان پہلے سے ہو۔ زبان قدرت سے ہو۔ اور پہلے خلیفۃ اللہ سے ہو۔ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ ہر سابق رسول لاحق کی خبر دیتا رہا ہے۔ اور سارے کے سارے رسول مطلق کی بشارت اپنی اپنی امتوں کو دیتے آئے ہیں۔ یہی حکمت رسول اللہؐ کے بعد کی خلافت میں بھی اہم و اقوم و ضروری ہے۔ کہ ظہور خلافت محمدیؐ سے پہلے خلیفہ کا اعلان ہو۔ کہ کون ہے؟ کیسا ہے؟ اس کے مخصوص اوصاف کیا ہیں؟ اور اس کی علامت و شناخت کیا ہے؟ اگر کوئی کہے۔ کہ رسولؐ کے بعد والے سلسلہ میں اس مصلحت خداوندی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ نہ خدا نے خبر دی نہ رسولؐ نے بتلایا اور پہچنوایا۔ تو وہ نبوت رسول اللہؐ میں طعن کرنے والا ہے۔ اور اعتقاد فی النبوت کا علاج اس کے لئے ضروری ہے۔ ورنہ ایمان معرض خطر میں ہے۔ اگر کسی کو اس اعلان کا علم نہ ہو۔ یا تقلید و تعصب و خود غرضیوں کے پردوں میں نہاں کر دیا گیا ہو۔ اور عصبیت کی پٹی کی وجہ سے کوئی آنکھ نہ دیکھ سکی ہو۔ یا اپنی بصیرت کی روشنی کی کمی کی وجہ سے مثل شپرہ اس آفتاب کو دیکھ نہ سکا ہو۔ تو یہ اصل وجود اور اہل فیصلے میں قادح نہیں ہو سکتا۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اعلان خلافت خلافت پر مقدم ہے

ضروری ہے کہ رسولؐ اللہ باذن خدا خلافت کا اعلان اپنے انتقال سے پہلے فرماویں

حکماء و علماء کا مسلمہ ہے۔ عدم الوجدان لیس بدلیل العدم۔ کسی چیز کا نہ پانا اور اس سے آگاہ و باخبر نہ ہونا یا اس تک نہ پہنچ سکنا اس کے موجود نہ ہونیکی دلیل نہیں ہے۔ بہت سی چیزیں ہیں۔ اور لوگ نہیں جانتے۔ بہت سی باتیں ہیں۔ اور لوگ نہیں سمجھتے۔ بہت سی اشیاء ایسی ہیں جن کی حقیقت سے لوگ آگاہ نہیں ہیں۔ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ فَاحْفَظْ وَلَا تَکُنْ مِنَ السَّاهِیْنَ ۞

عہدۂ رسالت اور اُس کے مراتب

جملہ علماء اسلام کا اتفاق ہے۔ کہ انبیاء بعض مرسلین ہیں اور بعض غیر مرسلین ہیں۔ اور آیات قرآنی نص صریح رکھتی ہیں۔ کما قال عز و جل "ما من نبی و لا رسول و لا محدث" "الذین یتبعون الرسول النبی الامی" تصریح ہے۔ کہ نبوت اور رسالت دو عہدے ہیں۔ اور کل انبیاء رسول نہیں گذرے۔ بلکہ کچھ نبی گذرے اور کچھ رسالت پر فائز ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ رسالت نبی کو ملتی ہے۔ اور نبی ہی رسول کہلاتا ہے۔ اس لئے نبوت و رسالت میں اعم و اخص مطلق کی نسبت ہوتی ہے۔ ہر ایک رسول نبی ضرور ہے۔ مگر ہر نبی رسول نہیں ہے۔ ہر ایک انسان حیوان ہے۔ مگر ہر ایک حیوان انسان نہیں ہے۔ علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وَاصْطَفٰی سُبْحَانَہٗ مِنْ وُلْدِہٖ اَنْبِیَآءَ اَخَذَ عَلَی الْوَحْیِ مِیْثَاقَهُمْ وَعَلٰی تَبْلِیْغِ الرِّسَالَةِ اَمَانَتَهُمْ لَمَّا بَدَّلَ اَکْثَرُ خَلْقِهٖ عَهْدَ اللّٰهِ اِلَیْهِمْ فَجَهِلُوْا حَقَّهٗ وَاتَّخَذُوا الْاَنْدَادَ مَعَهٗ وَاجْتَالَتْهُمُ الشَّیَاطِیْنُ عَنْ مَعْرِفَتِهٖ وَاقْتَطَعَتْهُمْ عَنْ عِبَادَتِهٖ فَبَعَثَ فِیْهِمْ رُسُلَهٗ وَوَاتَرَ اِلَیْهِمْ اَنْبِیَآءَهٗ لِیَسْتَاْدُوْهُمْ مِیْثَاقَ فِطْرَتِهٖ وَیُذَکِّرُوْهُمْ مَنْسِیَّ نِعْمَتِهٖ وَیَحْتَجُّوْا عَلَیْهِمْ بِالتَّبْلِیْغِ

عہدۂ رسالت نبی کو ملتا ہے۔

وَيُثِيرُوا لَهُمْ دَفَائِنَ الْعُقُولِ وَيُرُوهُمُ الْآيَاتِ الْمُقَدَّرَةَ مِنْ سَقْفٍ فَوْقَهُمْ مَرْفُوعٍ وَمِنْ مِهَادٍ تَحْتَهُمْ مَوْضُوعٍ۔ اور اللہ تعالٰے نے اولاد آدمؑ سے انبیاءؑ انتخاب کئے۔ اور اپنی وحی پر ان سے عہد لیا۔ اور تبلیغ رسالت پر ان کو امین بنایا۔ جب کہ اکثر خلق خدا نے عہدِ الستؔ کو بدل دیا۔ اور حق خداوندی سے جاہل ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ شریک بنا بیٹھے۔ اور شیاطین نے ان کو معرفت خدا سے پھیر دیا۔ اور عبادت سے علیحدہ کر دیا۔ پس ان میں خدا نے اپنے رسول کو بھیجا۔ اور اپنے انبیاءؑ کو متصل بھیجا۔ تاکہ وہ لوگوں سے اس عہد و میثاق اوّلی (الستؔ) کو ادا کرائیں۔ اور خدا کی بھولی ہوئی نعمت کو یاد دلائیں۔ اور تبلیغ احکام خدائی سے ان پر حجت تمام کریں۔ اور معقولات کے خزانے ان کے لئے نکالیں۔ اور زمین و آسمان کی آیات مقدرہ انہیں دکھلائیں۔ لَمْ يُخْلِ سُبْحَانَهُ خَلْقَهُ مِنْ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ أَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ أَوْ حُجَّةٍ لَازِمَةٍ أَوْ مَحَجَّةٍ قَائِمَةٍ۔ کبھی حق سبحانہ و تعالٰے نے اپنے خلق میں مرسل یا کتاب منزل (اور اس کے مبین) یا حجت لازمہ خداوندی یا محجہ واضحہ صراط مستقیم الٰہی سے خالی نہیں رکھا۔ إِلَى أَنْ بَعَثَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللّٰهِ لِإِنْجَازِ عِدَتِهِ وَتَمَامِ نُبُوَّتِهِ مَاخُوذًا عَلَى النَّبِيِّينَ مِيثَاقُهُ مَشْهُورَةً سِمَاتُهُ الخ۔ یہاں تک کہ خاتم النبیینؐ کی نوبت آئی۔ اور اللہ تعالٰے نے اپنے حبیب محمد مصطفٰے رسول عربیؐ کو اپنا وعدہ پورا کرنے اور اپنی نبوت تمام کرنے کے لئے بھیجا جب کہ جملہ انبیاءؑ سے اس کا عہد لیا جا چکا تھا۔ اور تمام عالم میں اس کی نشانیاں اور علامتیں مشہور ہو چکی تھیں۔ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ الآیہ۔ یاد کرو اس وقت کو جب کہ خدائے تعالٰے نے جملہ انبیاءؑ سے عہد لیا۔ کہ البتہ جو کتاب و

انبیاءؑ اللہ بھی امت محمدیؐ میں

حکمت تمہیں دوں۔ اور اس کے ساتھ تمہیں بھیجوں۔ اور پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تم سب کی کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ تو تم سب کے سب ضرور اس پر ایمان لانا۔ اور اس کی نصرت کرنا۔ الآیہ ؞

تین سو تیرہ رسولؑ

بہر حال نبی بعض مرسل ہیں۔ اور بعض غیر مرسل۔ اور بعض احادیث صحیحہ سے مرسلین تین سو تیرہ ہیں۔ اور باقی کُل نبی ہیں۔ وہ کسی قوم خاص پر مامور بالتبلیغ نہیں ہوئے۔ اور اس سے نبی اور رسول کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ جب کہ خداوند عالم کسی نبی کو جو اس کے علم و حکمت کا حامل ہوتا ہے۔ اور صاحب علم لدنی و موہبتی جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے۔ کسی خاص قوم پر بھیجتا ہے۔ اور مامور کرتا ہے۔ کہ جاؤ۔ اور ان کو میرا یہ پیغام پہنچاؤ۔ وہ رسول کہلاتے ہیں۔ ورنہ انبیاء اللہ۔ اپنے علم و حکمت و اخلاق و آداب سے عملی طور پر نمونہ بن کر تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ خواہ انہیں کوئی یہ سمجھے یا نہ سمجھے کہ یہ نبی اللہ ہیں۔ اور رسول کے لئے یہ اظہار ضروری ہے۔ کہ وہ کہے۔ کہ تمہارے پاس میں خدا کا فرستادہ آیا ہوں۔ جیسا کہ موسےٰؑ و ہارونؑ سے خطاب کر کے فرماتا ہے۔ اِذۡهَبَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚ وَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّيِّنًا ۔ تم دونو فرعون کے پاس جاؤ۔ کہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ دوسری جگہ ہے۔ فَاۡتِيٰهُ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّكَ ۔ کہو۔ کہ ہم تیرے پالنے والے کی طرف سے رسول ہو کر آئے ہیں۔ ولخبرا اللہ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰى ۔ وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِىٍّ اور کتنے ہی نبیوں کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا ۔ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ (اعراف ع ۱۱) " وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا " اور ہم نے بہت سے رسول بھیجے ہیں۔ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا ۔ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا وَّاِبۡرٰهِيۡمَ ۔ ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ۔ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ رَسُوۡلًا كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ۔ ہم نے نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسےٰؑ۔ و ہارونؑ۔ کو بھیجا۔ اور تمہارے پاس بھی رسول

معجزات و رسالات جزو نبوت

بھیجا جیسا کہ فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ۔ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اس کی قوم کی زبان میں۔ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اور موسیٰؑ نے فرعون سے کہا۔ اے فرعون! میں پروردگار عالمین کا فرستادہ رسول ہوں۔ اور آیات اسی باب میں بہت زیادہ ہیں۔ یہ بنص قرآنی ثابت ہے۔ کہ کچھ انبیاء مرسلین و غیر مرسلین کا خدا نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ اور کچھ کا ذکر نہیں فرمایا ہے۔ اور خود اس کی خبر دی ہے۔ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ اور کچھ رسولوں کا ہم نے تجھ سے پہلے ہی ذکر کر دیا ہے۔ اور بعض کا ہم نے تجھ سے قصہ بیان ہی نہیں کیا۔ اور ذکر ہی نہیں کیا۔ (وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ رسول صرف وہی ہیں۔ جن کا قرآن میں ذکر ہے) اور تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سے ثابت ہے۔ کہ انبیاء مرسلین میں درجات کا تفاوت ہے۔ اور بعض بعض سے افضل ہیں۔ اور بظاہر آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سلسلہ تفاضل نیچے کی طرف چلا آیا ہے۔ اور ہر ایک مفضول کے بعد فاضل آتے ہیں۔ اور نوع انبیاء میں ارتقائی ترقی حسب ضرورت زمان و مکان رکھی گئی ہے۔ جس زمانہ اور جس ملک میں جیسے رسول کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کو بھیجتا ہے۔ اور جن علوم و فنون کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے۔ وہی دئے ہیں۔ اور جوں جوں نوع انسانی ترقی کرتی آئی ہے۔ اور عقول انسانی کامل تر ہوتی گئی ہیں۔ تعلیم علوم و معارف و حقائق بھی من جانب اللہ رسولوں کو زیادہ تر ہوتی گئی ہے۔ اور یہ فطری قانون ہے۔ اور اس قانون کی بنا پر ضروری ہے۔ کہ ہر نبی کے بعد امت لاحق نبی پر اعتقاد رکھے۔ اور ایمان لائے۔ ورنہ کافر کہلائے گی۔ اسی بنا پر حضرت عیسیٰؑ کے بعد جناب محمد مصطفیٰ کے لئے ہر امت اور قوم کا فرض ہو گیا۔ کہ

اس پیغمبر برحق کی تصدیق کرے۔ ورنہ منکر حکم خدا کہلائے گی۔ اور اس خلیفۃ اللہ
کے انکار سے کافر ہوگی۔ لہٰذا جو اس پر ایمان نہ لائے۔ ضرور کافر کہلائے! احادیث
مراتب رسالت کی زیادہ تشریح کرتی ہیں۔ اور یہ بھی بتلاتی ہیں۔ کہ صاحبان
شرایع و مرسلین کی شرایع میں کیا اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اور حسب ضرورت
زمانی کن کن باتوں کی تبلیغ کن کن اصول پر کی گئی۔ مگر ان کی تفصیل طول کو چاہتی
ہے۔ قرآن پاک یہ تشریح کرتا ہے۔ کہ بعض پیغمبر ایک ملک پر مبعوث ہوئے اور
بعض ایک قوم پر اور بعض ایک معدود جماعت پر کما قال عز وجل وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی
مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ (صٰفّٰت) حضرت یونس ع کا ذکر ہے۔ کہ ہم نے اس کو
ایک لاکھ سے کچھ زاید تعداد پر رسول بنایا تھا۔ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا حضرت
ہود علیہ السلام قوم عاد پر مبعوث ہوئے۔ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا۔ قوم ثمود
کی طرف حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے۔ بنی اسرائیل کے انبیا مثل حضرت
موسےٰ علیہ السلام و حضرت عیسےٰ علیہ السلام بنی اسرائیل پر مبعوث ہوئے۔ وَ
اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ
(صف ع) اور جب حضرت موسےٰ ع نے اپنی قوم سے کہا۔ اے لوگو! مجھے کیوں
اذیت پہنچاتے ہو۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔ کہ میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہو کر آیا
ہوں۔ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ اور جب
حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا
پیغمبر ہو کر آیا ہوں۔ لیکن جہاں مقام ختم نبوت و رسالت پہنچتا ہے۔ وہاں
قوم و دون قوم و ملک و دون ملک کی قید نہیں ہے۔ بلکہ وہاں عموم و اطلاق ہے
یعنی عامۃ الناس بلکہ عامہ مخلوقات تحت نبوت خیمہ داخل و شامل ہیں۔ اور
آپ کی نبوت کسی زمانہ سے مقید و مشروط نہیں ہے۔ اور کسی مکان اور ملک
سے مقید نہیں ہے۔ اور کوئی شرط خاص نہیں رکھتی ہے بلکہ مطلق ہے۔ فقال

عزوجل وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (سبا) ہم نے تجھے نہیں بھیجا ہے مگر کافۃ الناس اور کل انسانوں کے واسطے وقال وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ ہم نے تجھے نہیں بھیجا۔ مگر کل عوالم کے واسطے رحمت بنا کر وقال تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۔ بزرگ و برتر ہے۔ وہ ذات پاک جس نے اپنے بندۂ خاص اور اپنے محبوب پیغمبرؐ پر قرآن نازل کیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے جملہ عالمین پر وہ بشیر و نذیر ہو۔ اور سب کو قہر و غضب خدا اور عذاب آخرت سے ڈرائے اور جو اس کو تسلیم کریں۔ ان کو بہشت کی بشارت دے۔ اور حدیث كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ " مزید تصریح اس امر کی ہے۔ کہ نبوت و رسالت خاتم النبیینؐ و افضل المرسلین جملہ عوالم کو شامل ہے۔ اور کوئی عالم اور کوئی نشاء اس سے خارج نہیں ہے۔ اور آیہ میثاق نبیین سے یہ بھی ثابت ہے کہ کل انبیاء تحت نبوت خاتم النبیینؐ داخل ہیں۔ اور سب کا فرض ہے۔ کہ اس پر ایمان لائیں۔ اور اس کی تصدیق کریں۔ اور اسی واسطے تعلیم انبیاء اسلف محدود و معین تھی" كَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ "۔ بیشک ہم نے ان اپنے خاص اور برگزیدہ بندوں کو اپنے ایک علم خاص اور عطیہ مخصوصہ سے تمام عالمین پر شرف دیا تھا۔ اور ہر پیغمبر اپنے زمانہ میں کل مبعوث الیہم سے افضل اور اعلم ہوتا ہے۔ اور یہی وہ علم ہے۔ جس کو علم موہبتی لدنی عطیہ الہی کہا جاتا ہے۔ جو ان خاصان خدا سے مخصوص ہے۔ اور کل عوالم میں سے اس علم کے لئے ان کو چنا اور انتخاب کیا ہے۔ اور انہی کو اس کا اہل سمجھا ہے۔ اور عہد الست سے آزمالیا ہے۔" وَاللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ "۔ اور اللہ ہی جانتا ہے۔ جہاں اپنی رسالت قرار دے۔ اور جس کو نبی بنائے۔ مقام ختم نبوت میں ۲

انتشار رسالت محمدی

انبیاء اللہ خاص علم الہی سے حامل ہوتے ہیں

۲ مثل نبوت و رسالت علم بھی عام ہوتا ہے۔ اور "عَلٰى عِلْمٍ" کی قید نہیں رہتی۔

بلکہ "عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ"۔ اے پیغمبرؐ عربی تجھے خدا نے وہ علم سکھا دیا۔ جس کو تو نہیں جانتا تھا۔ جہاں تک دائرہ جہل وسیع ہو سکتا ہے۔ وہاں تک علم عطا کر دیا گیا ہے۔ اور جو کچھ نہیں جانتا تھا۔ سب بتلا دیا گیا ہے۔ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ" اور رحمان نے تجھے وہ قرآن تعلیم دیا ہے۔ جس کی شان اسی میں مذکور ہے کہ اس میں ہر شئے کا بیان موجود ہے۔ "وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ" اور ہم نے ہر شئے امام مبین میں ودیعت اور ذخیرہ کر دی ہے۔ یہ افضل پیشوایان دین اور نبی اسمٰعیل پہلا امام مبین جملہ علوم ضروریہ نوع انسانی بلکہ کُل علوم ضروریہ عالم امکان کو حاوی اور جامع ہے۔ اور یہی معنی عموم اطلاق نبوّت کے ہیں۔ اور اسی واسطے آپ کی نبوت نبوت مطلقہ کہلاتی ہے۔ اور آپ نبی مطلق۔ اور اول المخلوقین و اول المسلمین و اول المؤمنین اور یہ عہد الست میں سب سے اوّل "بلیٰ" سے جواب دینے والے کا درجہ اور مرتبہ ہے۔ وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ۔ خدا بھی اسی پر اپنا خاص فضل و انعام کرتا ہے جس میں کوئی فضیلت ہو۔ وَتَمَّ الْمَعْرُوْفُ بِقَدْرِ الْمَعْرِفَةِ۔ صاحبان علم و حکمت کا انعام و احسان بھی مستحقین کے درجات علم و معرفت کے موافق و مطابق ہوتا ہے۔ [1]

"رحمت حق بہانہ مے جوید"

وَاِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ بیشک خدا کی رحمت خاصہ نکوکاروں سے مخصوص ہوتی ہے۔ ورنہ رحمتِ رحمانیہ میں تو کل مخلوقات شامل ہیں۔ اور ہر کافر و مشرک و ملحد کو بھی پہنچی ہے۔ اور خدا ان سب کی پرورش کرتا ہے۔ کہ ربّ العالمین ہے۔ نہ صرف رب المسلمین۔ ورحمتی وسعت کل شئی

---

[1] پوری تفصیل خلافت الٰہیہ حصہ دوئم میں ملاحظہ ہو۔

اس کی یہ رحمت ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ افضل المرسلین میں کوئی خاص وصف تھا۔ جس سے سب پر ترجیح دی گئی۔ اور خاتم النبیین بنایا گیا۔ ترجیح بلا مرجح محال ہے +

درجات ستہ رسالت

مقدمہ میں ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ انسان اشرف مخلوقات و افضل مکنونات ہے۔ اور سلسلہ خلافت الٰہیہ سلسلہ خلقت سے تا روز قیامت وابستہ ہے اور کل حکماء کا اتفاق ہے۔ کہ انسان مکنونات ارضیہ میں چھ درجہ پر ہے۔ اور موجودات ارضیہ مادیہ میں اس سے بالا کوئی درجہ نہیں ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس سلسلہ خلقت مادی کے کل درجات کو انسان جامع ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ...... (الی ان قال) ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ اس ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۔ پر خلقت انسانی کی تکمیل ہوئی ہے۔ اور یہیں سے یہ ماتحت انواع سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور مادی سلسلہ ارتقاء سے علیحدہ یہی انسان کی خلقتِ روحانی کا مقام ہے۔ اسی روحانیت پر انسانیت کا دارومدار ہے اور انسان اپنی روح ہی کی وجہ سے انسان کہلاتا اور انسان بنتا ہے۔ نہ صورت مادی کی وجہ سے جو جملہ موجودات مادی میں مشترک ہے۔ اس انسان میں کل درجات ماتحت موجود ہیں۔ اس میں جمادیت بھی ہے۔ اور اس میں نباتیت بھی ہے۔ اس میں حیوانیت بھی ہے۔ اور انسانیت سب سے بالا۔ جو اوروں میں نہیں ہے۔ سلسلہ نبوت کو غور کرتے ہوئے ہر ذی فہم اس نکتہ پر پہنچے گا۔ کہ انواع عالم کی اس ارتقائی ترقی کے ساتھ ساتھ نبوات کی ترقی درجات ہے۔ جس طرح فطرت انسانی چھ درجوں پر کامل ہوتی ہے اور اسی طرح خاص سلسلہ نبوات چھ درجوں پر مکمل ہوتا ہے۔ اور درجہ تمام

اوّل درجہ نبوت
دوئم درجہ نبوت
سوئم درجہ نبوت
چہارم درجہ نبوت
پنجم درجہ نبوت
ششم درجہ نبوت

وختم کو پہنچتا ہے۔ نبوت کی ابتدا حضرت آدم ابو البشرؑ سے ہوئی ہے۔ جو درجہ انسانیت کے پہلے درجہ کے مقابل ہیں۔ دوئم درجہ صاحبان شریعت کا حضرت نوحؑ سے شروع ہوتا ہے۔ اور حضرت نوحؑ مرتبہ دوم ترقی درجات نبوت میں ہیں۔ اور پھر حضرت ابراہیمؑ۔ پھر حضرت موسےٰؑ۔ پھر حضرت عیسےٰؑ۔ پھر آخر میں حضرت محمد مصطفےٰؐ۔ اور ان پر آکر ان درجات کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اور وجود انسانی کی طرح نبوت تکمیل ہوجاتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہے۔ کہ بچہ جب سن طفولیت اولیہ میں ہوتا ہے۔ اس کو کتابی اور درسی تعلیم نہیں دی جاتی۔ کیونکہ اس میں اس کی قابلیت نہیں ہوتی ہے۔ اس وقت کچھ عملی تعلیم اسے دی جاتی ہے۔ اور وہ کچھ ماں باپ۔ بہن۔ بھائی۔ کو دیکھ کر اور کچھ ان سے سُن کر طبعی طور پر ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور اس شش سالگی تعلیم لفوظی کے قابل ہوتا ہے۔ تو درسی۔ کتابی تعلیم دینی شروع ہوتی ہے۔ اور پڑھنے بٹھایا جاتا ہے۔ حضرت آدم سے لے کر تا حضرت نوحؑ نوع انسانی کا سن طفولیت اور عملی تعلیم کا زمانہ تھا۔ اور اس لئے وہاں تعلیم درسی اور کتابی نہ تھی۔ حضرت نوحؑ کے زمانہ سے درسی اور کتابی تعلیم کا زمانہ شروع ہوا اور مختصر شریعت انہیں عطا کی گئی۔ اور قانون مدوّن بخشا گیا۔ اور جوں جوں نوعِ انسانی ترقی کرتی گئی۔ اس قانون میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور درجات تعلیم بڑھتے گئے۔ اور ہر ہر درجہ کے موافق نوعِ انسان کو علوم تعلیم ہوتے رہے اور ہر درجہ کا کورس اور نصاب اس وقت کے لحاظ سے تکمیل تھا۔ مگر مابعد کے لحاظ سے ناقص۔ مقام ختم نبوت پر تکمیل ہوئی۔ اور عام تعلیم کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور ایسا استاد آگیا۔ جو کل علوم ماسبق کے علاوہ باقی دیگر علوم ضروریہ پر بھی احاطہ رکھتا ہو۔

نشوونمائے انسانی کا قاعدہ فطری ہے۔ کہ اول جسمانیات اور قوائے حسیہ میں ترقی ہوتی ہے۔ اور پھر حسیات کی معرفت وشناخت میں کامل ہو کر

روحانیت کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ اور محسوسات سے معقولات کی طرف رجوع
کرتا اور بڑھتا ہے۔ درجات نبوت اور تصرفات انبیاء اللہ یعنی ان کے آیات
اور معجزات میں غور کرنے سے اس کی حقیقت اور واضح ہو جاتی ہے۔
کہ خداوند عالم نے تعلیم نبوات و تبلیغ احکام میں کسی طرح نشو و نمائے
فطری انسانی پیش نظر رکھا ہے۔ اور کیوں ایسا نہ ہو۔ وہی فاطر السموات والارض
ہے۔ وہی فطرت کا جاننے والا ہے۔ اور تعلیم و تربیت وہی درست اور
مؤثر ہوا کرتی ہے۔ جو فطرت کے موافق ہو۔ جملہ انبیائے ماسلف کی آیات
اور ان کے معجزات حسیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہی ہیں۔ جن کو
حواس ظاہریہ سے۔ احساس اور معلوم کیا جا سکتا ہے۔ خواہ طوفان کا آنا
ہو۔ یا کشتی کا بنانا۔ ہوائے تند کا آنا۔ اور بستیوں کا تباہ ہونا۔ اونٹنی کا پہاڑ
سے پیدا ہونا۔ اور اس کا اتنا دودھ دینا کہ کل قوم حضرت صالحؑ
سیراب ہو جائے۔ یا آگ میں گر کر زندہ نکل آنا۔ اور آگ کا گلزار ہو
جانا۔ خواہ عصائے موسوئی ہو یا یدِ بیضا۔ یا مُردوں کا زندہ کر کے
دکھانا۔ کُل ایسے معجزات ہیں۔ جن کا تعلق حواس ظاہریہ سے ہے
خاص طور سے عقل کی ضرورت ان میں نہیں ہے۔ سب حسّی چیزیں
ہیں۔ مگر جب مقام ختم نبوت پہنچتا ہے۔ تو چونکہ عقول انسانی اور رُوحانیت
انسان اس قابل ہو چکی ہوتی ہے۔ کہ اس کو عقلی اور روحانی تعلیم کامل
دی جائے۔ حضرت کا سب سے اکمل و افضل معجزہ کلام کو قرار
دیا گیا ہے۔ اور قرآن ہی سے تحدی اور مقابلہ کیا گیا ہے۔ اور کلام ایسی
چیز ہے۔ کہ جس حقیقت و ماہیت اور اس کے کمال فصاحت و بلاغت
کو بغیر عقل کی پوری توجہ کے نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ یہ وہ شئے ہے۔ کہ جوں
جوں علوم انسانی بڑھتے جائیں گے۔ اسی قدر اس کے جوہر اور کھلتے جائینگے۔

افضلیت نبوت حضرت ختمی مرتبت

اور جتنا اس میں غور و خوض اور تعقل و تامل کیا جائیگا۔ اسی قدر اس کا کمال اور اعجاز اور ظاہر ہوگا۔ جو بالکل مشاہد و محسوس ہے۔ اور اس سے نبوت و رسالت حضرت ختمی مرتبت اور معنی ختمیت کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اور صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ دوسری نبوات کو آنحضرت کی نبوت سے کیا نسبت ہے۔ اور خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں۔ غرض ایک درجہ نبوت حضرت آدمؑ سے تا حضرت نوحؑ ہے۔ دوسرا حضرت نوحؑ سے تا حضرت ابراہیمؑ۔ تیسرا حضرت ابراہیمؑ سے تا حضرت موسےؑ۔ اور چوتھا حضرت موسےؑ سے تا حضرت عیسےؑ اور پانچواں حضرت عیسےؑ سے تا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور چھٹا درجہ حضرت محمد مصطفےٰؐ سے تا روز قیامت۔ کہ اس کے بعد کوئی درجہ نہیں ہے۔ اور یہ بالکل فطرت کے مطابق و موافق ہے۔ جس طرح کہ درجہ ششم میں ابتداءً خلقت انسان مکمل ہو جاتا ہے۔ اور سب کچھ وقتِ ولادت ہی بالقوۃ اس میں موجود ہوتا ہے۔ باقی عمر کے حصہ میں اس کے وہ کمالات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جو اس میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ پس یہ زمانہ نبوت ختمیہ کے ظہور کمالات کا زمانہ ہے۔ اور آخر ظہور پر پہنچ کر اس کے ظہور فعلی کی بھی تکمیل ہو جائیگی۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ خدا ضرور اس نور کو درجہ کمال پر پہنچانے والا ہے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار گزرے۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ نشو و نمائے وجود انسانی کے جو چھ درجے ہیں۔ نطفہ[۱] علقہ[۲] مضغہ[۳] عظام[۴] گوشت[۵] و پوست اور خلقت[۶] روحانی انسانی۔ ان کے درمیان میں بھی درجات جزئیہ ہیں۔ اور نطفہ تا علقہ ایک ہی حالت میں نہیں رہتا ہے۔ بلکہ ہر روز اس میں ترقی ہوتی ہے۔ تغیر ہوتا ہے اور نشو و نما ہوتی ہے۔ کہ علقہ بنتا ہے۔ اور آلات خوردبین سے خوب مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ اور علم التشریح میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اسی طرح ہر ایک طبقہ و درجہ سے دوسرے طبقے و درجے تک مراتب جزئیہ ہیں۔ جو انہی کے ماتحت

نبوت کا کمال ذاتی اور کمال فعلی

اولوالعزم مرسلین اور غیر اولوالعزم

ہیں۔ یہی حال نبوت کے درجات ششگانہ کے درمیان ہے۔ اور ہر ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک نبی گذرتے رہے ہیں۔ اور وہ اس درجہ کی شریعت کے مبلّغ رہے ہیں۔ جیسا کہ بیان ہُوا۔ اور سلسلہ نبوت فطرت انسانی کے موافق ومطابق ترقی کرتا رہا ہے۔ اور اس میں کسی ذی عقل وفہم کو اعتراض کا موقع نہیں مل سکتا۔ خصوصًا وہ لوگ جن کو علوم معارف سے کچھ حصہ ملا ہُوا ہے۔ اور محض قشری نہیں ہیں۔ اہل عقل پر یہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ جمادیت ونباتیت وحیوانیت اپنے اپنے مقام پر اثرات مستقلہ رکھتی ہے۔ اور ہر ایک کی شان جداگانہ ہوتی ہے۔ لیکن صورت ترکیب انسانی ومرتبہ انسانیت میں پہنچکر ان کے اثرات خاصہ مفردہ اور احکام مستقلہ مضمحل ومحو ہو جاتے ہیں۔ اور کل آثار واحکام وخواص تحت روح انسانی وانسانیت ظاہر ہوتے ہیں۔ یہاں جمادیت ونباتیت وحیوانیت وغیرہا اپنے علیحدہ اور مستقل آثار واحکام نہیں رکھتی ہیں۔ اب جو کچھ ہے۔ روح انسانی کی حکومت اور اثر ہے۔ اور سب درجات اس کے ماتحت ہیں۔ ان کے احکام مستقلہ منسوخ ہو جاتے ہیں۔ اور روح انسانی کا حکم جاری ہوتا ہے۔ حتےٰ کہ کل اثرات حیوانی انسان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر روح انسانی اور عقل انسانی کے ماتحت اس صورت میں اگر کسی سے ایسی حرکات صادر ہوں۔ جو عقل انسانی کے خلاف ہوں اور وہ حیوانی افعال ہوں۔ تو ہر ذی عقل اعتراض کریگا۔ اور اس کو احمق بتلائیگا۔ بلکہ حیوان سے بدتر کہیگا۔ نہیں خود خداوند عالم بھی ایسے لوگوں کو جو خاص انسانی آثار سے آراستہ نہ ہوں۔ اور حرکات حیوانی ان میں پائی جائیں۔ حیوان سے بدتر گنتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ لہٰذا دلائل سابقہ کے ساتھ اس کو ربط دینے اور صورت تقریب پیدا کرنے سے اہل عقل اس صحیح نتیجہ پر پہنچ جائینگے۔ کہ مقام ختم نبوّت سلسلہ نبوّت یا جسم نبوات میں مقام روحانیت ہے۔ اور حضرت خاتم النبیین کو

سلسلہ نبوات فطرت انسانی سے وابستہ ہے

نسخ شرائع اور ختم نبوات کی حقیقت

جسم نبوات کا سر وہ ذات ہے
جو جسم روحانیت
کا سر ہے

باقی انبیاء اللہ سے وہی نسبت ہے۔ جو روح کو جسم سے ہوتی ہے۔ اور یہاں آکر نبوت سابقہ کے احکام مستقلہ محو و مضمحل ہو جاتے ہیں۔ اور کل منسوخ قرار پاتے ہیں۔ صرف روح کا حکم باقی رہتا ہے۔ اور کل تحت حکومت و اثرات و تصرفات روح ہوتی ہیں۔ اور یہی معنی نسخ شرائع کے ہیں۔ شریعت محمدیہ جو بمنزلہ روح ہے باقی تمام ماتحت شرائع کی ناسخ ہے۔ یعنی ان کے احکام مستقلہ باقی نہیں رہتے ہیں۔ کیونکہ کل اصول شرائع کو بمثل مرتبہ انسانیت و روح انسانی عقلی حاوی اور محیط ہے۔ اور اس وجہ سے جو شخص اب ان شرائع پر عمل کرے۔ وہ سفیہ ہے۔ جو انسان کہلا کر حیوان بننا چاہتا ہے۔ باقی انبیاء اللہ کی نبوات کا جزئیہ اور ختم نبوت کا کلیہ ہونا ثابت ہو گیا۔ اور یہ بھی کہ یہ درجات نبوات سابقہ اس درجہ کی تکمیل کے لئے تھے۔ وہ مقدمہ تھے۔ اور یہ نتیجہ۔ وہ مبادی تھے اور یہ اصل غایت نبوات۔ بلکہ غایت عالم امکان و ایجاد۔ جیسا کہ لب قدرت سے ظاہر ہوا ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ اے حبیبؐ اگر میں تجھ کو پیدا نہ کرتا۔ تو اس عالم امکان ہی کو نہ بناتا۔ اور اسی وجہ سے کل ماسوے اللہ تحت نبوت ختمی داخل ہے۔ اور وہ وجود نذیر للعالمین ہے۔ جس طرح کہ رحمۃ للعالمین ہے۔ علم نبوت ختمی کل عوالم کو محیط (تصریح حصہ دوم میں دیکھو۔ اور حدیث علوی کو پڑھو۔ اور خلقت نور محمدی میں غور کرو)۔ اور اس سے واضح ہے۔ کہ بعد حضرت خاتم النبیینؐ کسی دوسرے نبی کا آنا بالکل غیر معقول ہے +

ختم نبوت کی عرضی ترقی

جس طرح خلقت اولے کے بعد تمام عمر میں انسانی کمالات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ تا قیامت رسالت محمدی کے کمالات ظاہر ہوتے رہینگے۔ اور یہ قیامت سے متصل ہو گی۔ اور جس طرح جسم انسانی کی نشو و نما کے واسطے ایک حد اور ایک وقت معین ہے۔ کہ اول بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ پھر بڑھتا جاتا ہے

اور جوں جوں بڑھتا ہے۔ ہر سن کے موافق ایک خاص لباس اس کے لئے قطع کیا جاتا ہے۔ اور بنایا جاتا ہے۔ جو اس زمانے کے قد کے لئے موزون ہو۔ جو لباس پانچ سال کے بچے کے لئے موزون ہوتا ہے۔ وہ دس سال کے لئے موزون نہیں ہوتا ہے۔ اس کے لئے اور بنانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح پچیس سال کے سن تک جسم انسانی کی طولاً نشو و نما ہوتی ہے۔ اور قد بڑھتا رہتا ہے۔ اس کے بعد طولانی نشو و نما بند ہو جاتی ہے۔ اور قد نہیں بڑھتا۔ **لیکن** جسم پھیلتا اور اس کے قوے قوی ہوتے جاتے ہیں۔ اور اس کے آثار اور کمالات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہر سن کے موافق آثار و کمالات جداگانہ ہوتے ہیں۔ جوانی میں کچھ اور اور کھولت میں کچھ اور اور سن شیب میں کچھ اور۔ اور شیخوخت میں کچھ اور۔ پس اسی طرح بعد انتقال ختم المرسلین و سید النبیین احکام نبوت ختمی قیامت تک باقی ہیں۔ نبوات کی طولی ترقی آنحضرت ؐ پر ختم ہو چکی ہے۔ اور مہر کردی گئی ہے۔ کہ اب خاتم النبیین آچکا۔ لیکن ظہور کمالات کا زمانہ باقی رہتا ہے۔ پس اس میں جو ترقی ہے۔ وہ اس نبوت ختمی کی عرضی ترقی ہے۔ اور **اس سے ثابت ہے۔ کہ خلافت محمدیؐ سلسلہ نبوات و ختم نبوت کی عرضی ترقی میں واقع ہے۔** اور ظاہر ہے۔ کہ جسم انسانی کی عرضی ترقی میں کسی خارجی وجود اور جسم کو تعلق نہیں ہوتا ہے۔ وہی جسم عرضاً ترقی کرتا ہے۔ اور ہر زمانے میں اس سے آثار و کمالات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ پس ختم نبوت کی عرضی ترقی کسی غیر جسم میں بالکل غلط اور قطعاً غیر معقول و غیر مقصود ہے۔ اور ختم نبوت سے انکار ہے۔ کیونکہ **اگر اس نبوت میں غیر کو دخل ہو۔ اور تا قیامت آثار و احکام و کمالات و اوصاف ختمی مرتبت کسی غیر وجود اور دوسرے جسم سے ظاہر ہوں۔ تو ذات ختمی مرتبت میں ختم نبوت کے کوئی معنی نہ ہوں گے آپ کی ذات پر ختم**

انسان کی طولی اور عرضی ترقی

خلافت نبوت ختمیہ کی عرضی ترقی کا نام ہے

ختم نبوت کی عرضی ترقی کسی منفصل وجود سے متصور نہیں خارج ختمی

نبوت کے یہی معنی ہیں۔ کہ یہ سلسلہ تاقیام قیامت اسی وجود اقدس
اور اسی ذات مقدس میں جاری رہے۔ اور اسی ذات اور اس وجود کی
عرضی ترقی اور نشو و نمو ہو۔ پس ضروری ہے۔ کہ سلسلہ خلافت محمدیؐ
جو ختم نبوت کی عرضی ترقی ہے ذات وجود محمدیؐ سے خارج نہ ہو۔
خانہ نبوت سے نہ نکلے۔ ان اشخاص میں ظاہر جو نفس وجود محمدیؐ
اور ذات محمدیؐ سے اتحاد تام رکھتے ہیں۔ جن کا جسم جسم محمدیؐ
اور جن کا نفس نفسِ محمدیؐ اور جن کی روح روح محمدی اور جن کا
خون خونِ محمدیؐ اور جن کا گوشت و پوست گوشت و پوستِ محمدیؐ
ہو۔ اور جن کو زبان ختمی کہے "لحمك لحمي و دمك دمي" الخ۔ تیرا
گوشت میرا گوشت ہے اور تیرا خون میرا خون۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ جس
میں بہت سے راز ہائے قدرت پوشیدہ ہیں۔ یہ ایک تحقیق ہے،
جس سے ہزاروں نکتے حل ہوتے ہیں۔ وھذا ما علمنی ربّی۔
والحمد للہ رب العالمین +

یہ وہ پیغمبر ہے۔ جس کے ماتحت کل انواع عالم امکان و ایجاد ہیں۔ اور

مبعوث الیہم

ملائکہ مقربین و کروبیین سے بلکہ کل ذوات عالم ارضی و سماوی
اس کی نبوّت کے تحت میں داخل ہیں۔ اور کل جنّ و
انس اس کے تابع فرمان۔ اور کُل عوالم کے احکام اس کی کتاب فرقان میں
موجود ہیں۔ اور ثقلین یعنی جن و انس جو بالخصوص مکلفین ہیں۔ اور جن کے لئے
خدا فرماتا ہے۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون "ہم نے جن و
انس کو صرف عبادت ہی کے لئے خلق کیا ہے"۔ اور کل جن و انس کا آخری
معلم محمد مصطفےؐ ہے۔ اور قرآن اس کی اور بہت سی آیات سے تصدیق فرماتا ہے،
کہ ثقلین آپ سے اپنے احکام سیکھتے تھے۔ اور جس طرح انس امت محمدیؐ میں

جنّ و انس کی خلافت اور ان کی نیابت

داخل ہیں۔ اسی طرح جن بھی۔ اور خدا ان کی بابت خبر دیتا ہے۔ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ۔ اور جان کو ہم نے انسان سے پہلے آتشی شعلہ سے خلق کیا ہے۔ وَخَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنَ النَّارِ۔ انسان کو کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔ اور جنوں کو مارج ناری سے۔ وَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ۔ اے گروہ جن و انس اگر تم استطاعت و قدرت رکھتے ہو۔ کہ اقطار و آفاق زمین و آسمان اور ہمارے ملک ارضی و سماوی سے باہر نکل جاؤ۔ تو نکل جاؤ۔ (لیکن) تم نہیں نکل سکتے ہو۔ مگر کسی کی قدرت و سلطنت سے جو تمہیں حاصل نہیں ہے۔ واخبر عن ایمانہم۔ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا الآیۃ۔ کہدو۔ کہ مجھے وحی کی گئی ہے۔ اور خبر دی گئی ہے۔ کہ جنوں کی ایک جماعت نے اس قرآن کو سنا۔ تو انہوں نے کہا۔ بتحقیق ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ جو ٹھیک راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اب کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہ گردانیں گے۔ الآیہ۔ فَإِنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا۔ پس بیشک ہم میں سے کچھ تو نیک اور صالح ہیں۔ اور کچھ ان کے سوا غیر صالح۔ اور ہم کئی طرح کے فرقے ہیں۔ وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ اور ہم میں سے بعض مسلمان ہیں۔ اور کچھ راہ حق سے گذرے ہوئے ہیں۔ یہ بالتصریح تحت تعلیم قرآن داخل ہیں۔ اور انسانوں کے ساتھ شامل۔ کیونکہ مکلفین میں ہیں۔ اور غرض و غایت خلقت یعنی معرفت و عبادت میں انسانوں کے شریک +

جنوں کا ایمان لانا

صالحین و طالحین جن

مومنین و فاسطین جن

اسی نبی اور اسی خاتم النبیین سید المرسلین نذیر للعالمین و رحمۃ للعالمین کی خلافت و جانشینی میں ہمیں گفتگو کرنی ہے۔
جس کے ماتحت کل عوالم امکانیہ ہیں۔ اور جس کا علم ان کل عوالم سے متعلق اور سب کو شامل ہے۔ اور وہ اسی کتاب کے اندر ودیعت کیا گیا ہے۔ جو کتاب لاریب فیہ ہے۔ اور یہ وہ حکومت و ریاست ہے۔ جس کے مقابلہ میں محض دنیاوی حکومت و ریاست کوئی درجہ نہیں رکھتی ہے۔ اور ان کی ادنے ترین اخس ترین درجات میں شامل ہے۔ ہمیں نذیر للعالمین و خاتم النبیین و افضل المرسلین و رحمۃ للعالمین اور کل جن و انس کے پیغمبر کے جانشین کی ضرورت ہے۔ اور وہی ہمارا مقصود ہے۔ ہمیں غیر اغیرا سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمیں قیصر و کسرے کی بادشاہیوں سے بحث نہیں۔ ہمیں فرعون و نمرود کے تسلط و تحکم اور قہر و جبر سے بحث نہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے۔ کہ بعد خاتم النبیینؐ کل مخلوقات پر حجت خدا اور کل جن و انس پر خلیفۂ رسول اور ان کا پیشوا اور امام کون ہے؟

مقام ختم نبوت اور جانشین خاتم النبیینؐ

حصۂ اول میں مفصل ذکر کر آئے ہیں۔ کہ خلیفۂ خدا آئینہ جمال و جلال خدا اور اس کے اوصاف و کمالات کا نمونہ ہوتا ہے۔ اور خلیفۂ رسول معرفت خدا کا بہترین ذریعہ و وسیلہ ہوتا ہے۔ اور نظام عالم و تربیت و تعلیم مکلفین اس کا فرض ہے۔

خلافت الٰہیہ کی حقیقی غرض و غایت

اور غرض ان کی حصول معرفت و عبادت خدا بہ بندگان خدا ہے۔ لیکن یہاں ہمیں یہ دیکھنا اور دکھانا ہے۔ کہ آخر اس معرفت و عبادت اور بندگان خدا کو خلیفۃ اللہ کی تعلیم و تربیت و بضرورت تعلیم و تربیت نوع انسانی نظم و نسق عالم تکلیف کیا ہے۔ اور اس کی آخری منزل کونسی ہے؟

خلقت انسانی کی غایت اور اسکی عبادت و معرفت سے خدا کی غرض

خدا اس سے اس انسان کی تعلیم و تربیت کرا کر کیا چاہتا ہے؟ بندہ کہاں پہنچنا چاہتا ہے؟

یہ ہم مقدمہ میں ذکر کر چکے ہیں۔ خدا نے دنیا کو اس انسان کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور انسان کو اپنے لئے اور اپنی اپنی عبادت کے لئے اور اپنے برگزیدہ نفوس کو اس غرض کی تکمیل کرانے کے لئے چنا اور انتخاب کیا ہے۔ اور وہی اس کے اہل تھے۔ اور حضرت موسٰی کے قصہ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اصطنعتک لنفسی۔ اے موسٰی میں نے تجھے اپنے لئے بنایا ہے۔ اور خدا کے انسان کو عبادت و معرفت کے لئے مخصوص کرنے کی غرض ذات خداوندی کی طرف عائد نہیں ہوتی۔ بلکہ چونکہ حکیم جب احسان کرتا ہے۔ کامل کرتا ہے۔ اور جواد مطلق کی یہی نشانی ہے۔ خدا نے اس عالم کی تمام نعمات کو انسان کے لئے مخصوص کیا۔ لیکن یہ دنیا دار فنا ہے۔ اور اس کی نعمات فانی اور زوال پذیر اور یہاں کا ہر ایک آرام اور چین زوال پذیر۔ پس یہ انعام کامل نہیں ہوتا۔ خداوند جواد کریم نے اپنی نعمات و رحمات و انعام و اکرام کی تکمیل کے لئے عالم آخرت کو بھی جو لازوال ہے۔ اسی انسان کے لئے مخصوص کیا ہے۔ جس میں اس عالم سے فیض اٹھانے کی قابلیت ہے۔

غرض عبادت انسانی خدا کی طرف عائد نہیں ہے

لیکن چونکہ وہ عالم روحانی مستقر ابدی ہے۔ اور انسان اس عالم میں بغیر روحانی تکمیل کے نہیں پہنچ سکتا۔ اور روحانی تکمیل بغیر معرفت و عبادت واجب الوجود محال ہے۔ لہذا اپنی معرفت و عبادت اس پر فرض کی۔ تاکہ وہ روحانی کمال پر پہنچکر اس تک پہنچے۔ اور ان دائمی اور ابدی تعلقات سے فائدہ اٹھانے کا مستحق ہو جائے۔ اور اپنے انعام و اکرام کو اس پر کامل کر دے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کو متنعم گردانے۔ پس غرض خلقت انسان و

معرفت و عبادت کی غرض تکمیل انسانی ہے

غرض فرض معرفت و عبادت سب اسی انسان کی طرف عائد ہے۔ نہ ذات خداوندی کی طرف۔ اور یہ اس کا عین انعام و اکرام اور دلیل جود و سخا کریم۔ اور اس کے بے نیاز ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ اور صاحب کمال اپنے کمال کا اظہار چاہتا ہے۔ تاکہ اس کا فیض عام ہو۔ اور جواد مطلق خود سخاوت کرتا ہے۔ اور خود اس کی ذات اس کی مقتضی ہوتی ہے۔ اسی غرض اور غایت کو انسانی فطرت میں رکھا ہے۔ اور ہر انسان جس کا دل بالکل مر نہیں گیا ہے اور روحانیت بالکل فنا نہیں ہو چکی ہے نفس قطعاً سیاہ نہیں ہو گیا ہے۔ قلب میں کچھ نور باقی ہے۔ خواہ وہ کسی مذہب و ملّت سے تعلق رکھتا ہے۔ خدا تک پہنچنے اور آخری زندگی کی بہبودی حاصل کرنے کا طالب ہے۔ خواہ اس زندگی کی حقیقت میں اختلاف رکھتا ہو۔ اور یہ طلب انسان کی فطرت میں طبعی ہے۔ بشرطیکہ عوارض خارجیہ غالب نہ آ گئے ہوں۔ پانی بالطبع بارد ہے۔ مگر آگ سے حارہ ہو جاتا ہے۔ اور خلاف اثر طبعی بدن کو جلا دیتا ہے۔ مگر پھر کبھی حرارت آتش رفع ہونیکے بعد اس کے بارد ہو جانے کی امید بلکہ یقین ہے۔ اور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بالکل بیدین اور ملحد کے بھی دیندار بن جانے کی امید ہے۔ کہ جیسا کہ باطل دین کے معتقد کی دین حق پر آ جانے کی امید ہوتی ہے۔ اور آتے رہتے ہیں۔ "یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ"۔ کافروں سے مسلمان بنتے ہیں۔ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا۔

نجات کی طلب انسان میں طبعی و فطری ہے

بنا بریں اقوام عالم میں اہل ملل و نحل پر نظر ڈالنے اور ان کے حالات و اعتقادات و خیالات معلوم کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ سب کے سب تین باتوں میں متفق ہیں۔

انسان کے تین فطری اعتقاد

اوّل ہر فرد بشر اہل مذاہب میں سے طالب نجات آخرت ہے۔ خواہ کسی صورت میں چاہتا ہو۔ دوم ہر فرد بشر خواہ کیسا ہی نکوکار کیوں نہ ہو۔ جب بارگاہ الٰہی کا خیال کرتا ہے۔ اور اپنے نفس اور اپنی ہستی کو دیکھتا ہے۔ خداوند قہار و جبار

ہر انسان طالب نجات ہے

ہر انسان اپنے کو گنہگار جانتا ہے

کی بازپرس اور حساب وکتاب کو تصور کرتا ہے۔ ہول محشر اور اس دن کی گرفت
اور نفسی نفسی کا خیال کرتا ہے۔ تو ضرور اپنے کو ناقص۔ گنہگار اور بازپرس وحساب
وکتاب میں گرفتار پاتا ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں کسی روک ٹوک کے بغیر
اور بغیر کسی بازپرس کے آخرت میں نجات پاؤنگا۔ اور بہشت میں داخل ہو جاؤنگا۔

ہر انسان شفیع کا طالب ہے

سوم اس وجہ سے ہر فرد اہل مذاہب بارگاہ الٰہی میں کوئی اپنا ناصرو
مددگار۔ شفیع وسفارشی چاہتا ہے۔ کہ جو اس کو نجات دلائے۔ اور
وہاں اس کے کام آئے۔ حتے کہ اکثر بت پرست بتوں کو اسی لئے پوچتے
تھے اور پوجتے ہیں۔ کہ یہ ان کے لئے وسیلہ ہیں۔ اور خدا کے سامنے ان کے
شفیع ہوں گے۔ خدا قرآن میں اس کا ذکر فرماتا ہے۔ کہ وہ کہا کرتے تھے۔
ھٰذِہٖ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللہِ۔ یہی بت خدا کے سامنے ہمارے شفیع ہیں۔
**پس ہر فرد بشر طالب نجات ہے۔ ہر فرد بشر گنہگار ہے۔ ہر فرد بشر
طالب شفیع روز جزا ہے** (بحث صرف ان لوگوں سے ہے۔ جو خدا کے
قائل ہیں۔ دہریوں سے یہاں بحث نہیں ہے)۔ اور ساتھ ہی بالفطرت

فطرت انسانی کسی معصوم ہستی کی متقضی ہے

انسان اپنے سے بعض نفوس کو مستغنے بھی قرار دیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ
ضرور کچھ نفوس ایسے ہیں۔ جو خدا کی بارگاہ میں ہمارا وسیلہ نجات ہو سکتے ہیں۔
اس کو بھی خود ان کی فطرت بتلا رہی ہے۔ اور اسی سے ہم نے ثابت کیا ہے۔
کہ ضرورت خلفاء اللہ المعصومین فطری ہے۔ اور انہی کی شناخت و
عدم شناخت سے اختلاف پڑا ہے۔ ضرورت ووجود میں اکثر متفق ہیں۔
اور تشخیص میں مختلف۔ اور اس کی وجوہات ہم مقدمہ میں ثابت کر آئے ہیں۔
کل انسان مبدء ضلالت یعنی شیطان کی گرفت میں ہیں۔ سوائے انہی خاصان
خدا کے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ۔ خود خداوند عالم تصدیق فرماتا ہے۔ کہ شیطان نے جو گمان کیا

اور کہا تھا۔ کہ کل بنی آدم کو بہکا لونگا۔ اور سب کی گردن میں رسّی ڈال دُونگا۔ اس نے سچ کر دکھایا۔ سب نے اسی کی پیروی کرلی۔ سوائے مومنین کی ایک جماعت کے۔ عام فطرت انسان خود کچھ نفوس کو اپنے سے مستثنےٰ کر رہی ہے۔ اور اسی واسطے شفیع کی طالب ہے۔ شیطان نے بھی اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ " (مگر تیرے مخلص بندے کہ وہ میری گرفت میں نہ آئینگے۔ اور ان کو نہ بہکا سکونگا) برگزیدگان خدا کو عام انسانوں سے مستثنےٰ کر دیا ہے۔ اور بیشک یہی برگزیدگان خدا ہیں۔ جو اغوائے شیطانی سے مستثنےٰ ہیں۔ اور یہی حقیقی شفیعان روز محشر ہیں۔ یہ خلفاء اللہ ہیں۔ نہ اور کوئی۔ ان کے سوا اگر کسی کو حق شفاعت مل سکتا ہے۔ تو انہی کی پیروی اور انہی کے طفیل سے (تفصیل آئندہ)۔ اس سے ناظرین اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں گے۔ کہ خلافت الٰہیہ کے قائم کرنے کی آخری اور حقیقی غرض وغایت "نجات اخروی" ہے۔ اور اسی کی فطرت انسانی مقتضی اور طالب ہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ دُنیاوی تربیت انسانی بطور مقدمہ ہوگی۔ کیونکہ عالم دنیا میں انسانی بغیر بقاء جسم وصحت جسمانی وحصول اطمینان تن کچھ حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ اور معرفت وعبادت سب بقاء وصحت واطمینان پر موقوف ہے پس تربیت جسمانی مقدمہ ہے تکمیل روحانی کا۔ نہ اصل غرض وغایت۔ اسی وجہ سے حکومت دنیویہ وسیاست مدن خلفاء اللہ کے فرائض میں من حیث المقدمہ داخل ہے نہ بطور اصل۔ دنیا کا نتیجہ آخرت ہے۔ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں کاشت وزراعت ہے۔ اور وہاں نتیجہ اور پھل۔ زندگی دنیا کا نتیجہ تکمیل روحانی ہے۔ اور حقیقی حکومت دنیا کا نتیجہ اصل سیاست روحانی۔ نہ جمع مال وعیش وعشرت ورنگ رلیاں۔ روح کو

پرورش جسم وروح کیلئے غذائے جسمانی و غذائے روحانی کی ضرورت

جسم سے ایسی ہی نسبت ہے جیسی کہ مکین کو مکان سے۔ اور بادشاہ کو ملک سے۔ جو شخص ہمیشہ مکان کی مرمت میں لگا ہے۔ اور اسی کی تکمیل کرتا ہے۔ اور خود مکین کی خبر نہ لی۔ اور اس کی تربیت نہ کرے۔ اور اس کو آسائش نہ پہنچائے۔ اور اس کو کمال ترقی پر نہ پہنچائے۔ "تو سب اس کو احمق کہینگے"۔ جو شخص ہمیشہ پرورش جسم میں لگا ہے۔ اور روح کی خبر نہ لے۔ غذائے رُوحانی (معرفت وعبادت خالق) بہم نہ پہنچائے۔ اس کی ترتیب وتکمیل نہ کرے۔ وہ سفیہ واحمق ہے۔ جو شخص خلافت الٰہیہ کا مدعا حکومت دنیویہ اور جسمانی ومادی ترقی اور صرف فتوحات ملکی سمجھے۔ اور اسی کو تکمیل دیانت خیال کرے۔ وہ سب سے بڑھ کر نادان ہے۔ وہ مرکز دیانت اسلامی سے بہت دور ہے۔ حدود الٰہی سے باہر گفتگو کر رہا ہے۔ اور ان سے تجاوز کئے ہوئے ہے۔ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا۔ جو شخص حدود الٰہی سے تجاوز کرے۔ وہ سخت گمراہ ہے۔ الحاصل خلفاء اللہ شفیع روز محشر اور وسیلہ نجات یوم الآخر۔ گناہوں سے پاک۔ گرفت شیطانی سے بری۔ اغواء اضلال شیطانی سے بالکلیہ منزّہ اور مخلص وبرگزیدہ بندگان خدا ہوتے ہیں۔ اور اس غرض کی تکمیل کے لئے ان کی معرفت وشناخت اور ان کی اطاعت ومتابعت نوع انسانی پر فرض ولازم ہوئی ہے۔ اگر وہ ایسے نہ ہوں۔ تو ان سے انسان کی فطری ضروریات پُوری نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور غرض الٰہی باطل ہوتی ہے۔

اس غرض وغایت کی مزید توضیح

دین فطرت انسان میں داخل ہے۔ اور جس طرح مجاورت آتش سے پانی جو بالطبع بارد ہے حار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض عوارض خارجیہ سے بہت سے نفوس راہ صواب سے ہٹ گئے

انسان پہلے کیسا تھا؟ زیان کی حالت انقلابی

ہیں۔ فطرۃ انسان خیر پر پیدا کیا گیا۔ فطرۃ انسان عالم تھا یعنی عالم روحانی میں۔ اور اسی ابتداء خلقت میں اس سے عہد لیا گیا تھا۔ اور واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علی انفسھم الست بربکم قالوا بلی (اعراف ع ۲۱)۔ اس عہد کی خبر دے رہا ہے۔ اور انسان یہ عہد کر چکا تھا کہ وہ سوائے اس اپنے خالق وصانع کے کسی کو اپنا پرورش کنندہ اور رب نہ مانیگا۔ عوارض خارجیہ میں مبتلا اور رفتہ رفتہ عہد الست کو بھولتا گیا۔ حدِ اطاعت واقعی سے تجاوز کیا۔ اپنی رائے اور قیاس کو دخل دینے لگا۔ اور سب سے پہلے قیاس کرنے والے کے پھندے میں پھنسا۔ اور فطری راہ سے دور ہو گیا۔ رحمت الٰہی پھر بھی اس کے شامل حال رہی۔ آدم بہشت سے نکلے ہی تھے۔ اور ابھی اولاد آدم پھیلی بھی نہ تھی۔ کہ اعلان ہو گیا۔ فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اب تم زمین میں جاکر رہو۔ اور دشمن شیطان بھی ساتھ ہے۔ پس اگر تمہارے پاس میری ہدایت آئی۔ تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کریگا۔ تو اس پر روز محشر کا کوئی خوف نہ رہیگا۔ اور وہ پھر غمگین نہ ہوگا۔ وقال عز وجل کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات بغیا بینھم الایہ (سورہ بقرہ ع ۲۷)۔

تمام بنی آدم ایک ہی امت تھے۔ ایک ہی آدمؑ و حواؑ کی اولاد تھے۔ اور فطرۃ ایک ہی سرشت اور خلقت رکھتے تھے۔ اور سب مبدء خیر سے صادر ہوئے تھے اور وہی ان کا خالق وصانع ہے۔ "عہد الست" کو بھولے راہ فطری سے دور ہوئے نفس امارہ نے غلبہ کیا۔ ہدایت بھیجی۔ کہ انہیں راہ صواب اور حق کی طرف لوٹائے۔ بھولا ہوا عہد یاد دلائے۔ لقد علمتم النشاۃ الاولی فلولا

ہدایت خدائی

وَ تَذَکَّرُوْنَ ۔ تم تو نشاء اولٰے کے عالم تھے ۔ اور سب کچھ جانتے تھے ۔ اب اس کو یاد کیوں نہیں کرتے ۔ ”ذَکِّرْهُمْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ“ انہیں یاد دہانی کراؤ ۔ کہ یہ مومنین کے لئے نافع ہو گی ۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ پس تو ان کو یاد دلانے والا ہے ۔ ان پر داروغہ و مسلّط نہیں ہے ۔ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے نبی بھیجے ۔ اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی ۔ تاکہ یہ لوگوں کا فیصلہ کریں ۔ اور اختلاف مٹائیں ۔ اور راہ حق دکھائیں ۔ طریق صواب سمجھائیں ۔ اور اس کے بعد اختلاف انہی لوگوں نے ڈالا ۔ جو اس کے جاننے والے تھے ۔ جس کی وجہ صرف ان کی سرکشی تھی ۔ ان میں سرکشی آئی ۔ عنایت پر مغرور ہو گئے ۔ اپنے کو کچھ سمجھنے لگے ۔ بعض نے ہماری اس ہدایت کو مانا ۔ نبیوں کی پیروی کی بعض نے نہ مانا اور نہ کی ۔ اور جان بوجھ کے یہ اختلاف ڈال دیا ۔ اور یہی سلسلہ چلا جا رہا ہے ۔ اور نفسانیات اختلاف کا موجب ہو رہی ہیں ۔ اور انسان اس ظلمتکدہ عالم میں تین قسم کی تاریکیوں میں گرفتار ہے ۔ اوّل ہوا جس طبیعہ مادی اثرات نے غلبہ پالیا ہے ۔ مادیت روحانیت پر تاریک اثر ڈال رہی ہے ۔ دوم راہ صواب سے بہت گر جانے سے اسی وجود کے مجاورت سے وساوس العادات نے تسلّط کیا ہوا ہے ۔ اخلاق بد اخلاق حسنہ پر غالب آ گئے ہیں ۔ رحمانی اخلاق شیطانی عادات سے دبے ہوئے معلوم ہو رہے ہیں ۔ ادھر برحق خلفاء اللہ اور ہداۃ اللہ جن کو خدا نے مجسم ہدایت ارشاد فرمایا ہے ”اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی“ کی عزّت و توقیر و ریاست روحانی کو دیکھ کر حسد پیدا ہوا ۔ جھوٹے مدعی ہدایت بنے مصنوعی پیشوا ہے ۔ اور ان جھوٹے پیشواؤں کے جال میں پھنس کر بہت سے گمراہ ہو گئے ۔ اور صراط الٰہی سے علیحدہ ہو گئے ۔ اور ان بُری مثالوں کی تقلید اور پیروی سے بہت نے بندگان خدا کو گمراہ بنا دیا ۔ اگر انسانی خلقت و سرشت اس کے حالات اور ابتدائی واقعات پر غور کیا جائے ۔

ذکر و تذکیر انبیاء کا کام ہے

ظلمت ثلٰثہ مادی اثرات بری عادات

بُری مثالوں کی تقلید

تو معلوم ہوگا۔ کہ نفوس انسانی پر تین قسم کی تاریکیوں نے پردہ ڈالا ہوا ہے۔ اور حق کو پوشیدہ کیا ہوا ہے۔ اور یہ اندھیرے میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ اوّل مادی اثرات دوم بُری عادات۔ سوم بروں کی تقلیدات۔ اور سب سے بڑھ کر یہی تقلید گمراہ کنندہ ہے۔ یہ مصنوعی ہادی لیڈر اور ریفارمر ہیں۔ جو ان کو غلط راستے پر چلا رہے ہیں۔ اور نور سے ظلمت کی طرف لئے جا رہے ہیں۔ بظاہر مذہب کا رنگ جما رہے ہیں۔ اور در اصل جہنم میں لئے جا رہے ہیں۔ "وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ"۔ یہ پیشوا بنائے گئے ہیں۔ جو لوگوں کو آتش جہنم کی دعوت دے رہے ہیں۔ "وَيَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ" روز قیامت ہر فرد بشر میدان حشر میں اپنے امام اور پیشوا کے ساتھ بلایا جائیگا۔ اور اسی کے ساتھ اس کا حشر و نشر ہوگا۔ وان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم۔ نکوکار بہشت میں ہونگے۔ اور بدکار جہنم میں جھونکے جائینگے۔ اور بدکار و جہنمی پیشواؤں اور مقتداؤں کے ساتھ ان کے مقلد اور پیرو بھی جہنم ہی میں جائینگے۔ اور ابرار پیشواؤں کے مقتدی ان کے ساتھ بہشت میں۔ وحسن اولٰئك رفيقا۔ یہ کیا اچھے ساتھی اور کیسے اچھے رفیق ہیں۔ اللھم ارزقنا رفاقتھم تحت الجنة۔ خداوند رحیم و کریم اپنے لطف و کرم سے اس پر اعتقاد رکھنے والوں اس کے روز حساب و کتاب کو یاد کرنیوالوں اور اس کے عہد الست نہ بھول جانے والوں کو ان ظلمت ثلثہ سے جو "ظلمات بعضھا فوق بعض" ہیں۔ اپنے برگزیدہ بندوں کے وسیلہ سے نجات دیتا اور نکالتا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (آیہ کرسی)۔ اللہ ولی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ہیں۔ ان کو ظلمات سے

ناری پیشوا

فجار پیشوا

نور اور ابرار پیشوا

نور کی طرف نکالتا اور ہدایت کرتا ہے۔ اپنے تک پہنچنے کا راستہ بتاتا ہے
راہ نجات اور اپنی صراط دکھلاتا ہے۔ اور جو کافر ہیں۔ اور اس کے منکر ہو گئے
ہیں۔ اس کی نعمتوں کے ناشکر گذار ہیں۔ اس کے عہد کو بھول گئے ہیں۔ اور خدا کو
چھوڑ کر انہوں نے دوسروں کو اپنا رب فرض کر لیا ہے۔ اور انہی کے قدم بقدم
چلتے ہیں۔ ان کے ولی ان کے وہ طاغوت بت ہیں۔ جو انہیں اپنے ساتھ
بے راہ چلا رہے ہیں۔ اور صراط مستقیم سے بھٹکا رہے ہیں۔ یہ ان کو نور خدا سے
نکال کر اور راہ خدا سے پھیر کر ظلمات کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی اہل جہنم ہیں
جو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے +

خداوند عالم کا ان بندوں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالنا اپنے برگزیدہ
بندوں کے ذریعہ سے ہے۔ وہی ہدایت مجسم ہیں۔ اور انہیں اس لئے بھیجا ہے
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰی بِاٰیٰتِنَا اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ
اور بیشک ہم نے موسےٰؑ کو اپنی آیات اور نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ اور کہا کہ
اب تو اپنی قوم کو ظلمات سے نور کی طرف نکال۔ اور انہیں ہماری راہ نورانی کی
ہدایت کر۔ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ۔ اور ان کو ایام الٰہی کی یاد دلا۔ کہ ان کو
سمجھیں۔ اور غور کریں۔ اور ان کی معرفت حاصل کریں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔ بیشک اس میں ہر بڑے صابر اور شکر گذار
بندے کے لئے ہماری نشانیاں موجود ہیں۔ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا
الظّٰلِمُوْنَ۔ خدا کی آیات سے ظالم ہی دیدہ دانستہ انکار کرتے ہیں۔
هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ
وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (حدید ۱) وہی پروردگار عالمین ہے جو
اپنے بندۂ خاص اور اپنے حبیب خاص پر اپنی آیات بینات نازل کرتا اور اپنی
روشن نشانیاں دکھلاتا ہے۔ تاکہ وہ تمکو ظلمات سے نور کی طرف نکالے۔

ایام اللہ کی یاد

آیات اللہ کے منکر ظالم ہیں

اور بیشک اللہ تم پر بڑا مہربان ہے اور رحم فرماتا ہے۔ قَدْ اَنْزَلَ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ الآیہ (طلاق ۱) ۔ بیشک اللہ نے تمہارے پاس وہ رسول بھیجا ہے۔ جو مجسم ذکر خدا و یاد الٰہی ہے۔ وہ تم پر اس کی آیات صاف صاف تلاوت کرتا ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔ اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں۔ ظلمات سے نکال کر نور میں لے جائے۔ اور خدا کی سیدھی اور روشن راہ دکھلائے۔ بھولی ہوئی باتیں یاد دلائے۔ کیوں نہ یاد دلائے۔ کہ وہ مجسم ذکر خدا ہے۔ اور کیوں نہ قلوب کو نورانی بنا کر نورانی راہ دکھلائے۔ کہ وہ مجسم نور خدا ہے۔ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (مائدہ ۳) بیشک تمہارے پاس خدا کا نور اور ایک کتاب روشن آئی ہے۔ جس کے ذریعہ خدا ان لوگوں کو۔ جو اس کی خوشنودی پر چلتے ہیں سلامتی کے راستے دکھلاتا ہے۔ اور انکی ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ انہیں باذن خدا ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور صراط مستقیم دکھاتا ہے۔ الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّھِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ (ابراھیم ع ۱) ۔ الٓرٰ۔ یہ کتاب ہے۔ جو ہم نے اے حبیب تیری طرف اتاری ہے۔ تاکہ تو لوگوں کو باذن اللہ ظلمات سے نور کی طرف نکالے۔ یعنی اس عزیز حمید خدا کی صراط مستقیم کی طرف دعوت دے۔ اور راہ نمائی کرے جو ملک زمین و آسمان کا مالک ہے۔ اور کافرین کے لئے عذاب شدید سے تباہی ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

ظلمات سے اہل ایمان وصالحین ہی نکل سکتے ہیں

رسول اللہ سلامتی کی راہیں دکھلاتے ہیں

مجسم نور خدا یعنی رسول اللہ ظلمات سے نکالتے ہیں

النُّوْرِ وَکَانَ اللّٰہُ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا (احزاب)۔ وہی پروردگار عالمین تم پر (اے برگزیدہ بندو اور اس کے جانشینو) اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے۔ وہ اور اس کے فرشتے تم پر صلوات بھیجتے ہیں۔ تاکہ وہ تمہارے ذریعہ ان لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالے۔ اور راہ حق دکھائے ❊

یہاں سے حسب ذیل نتائج اخذ کیجئے۔ **اوّل** انسان عہد الست کو بھول گیا۔ خدا کی طاعت وعبادت سے دور ہوا۔ **دوم** ہدایت خدا انبیاء اللہ وخلفاء اللہ کی صورت میں آئی۔ **سوم** جو ان انبیاء اللہ اور خلفاء اللہ کی پیروی کریں۔ انہی کے لئے نجات ہے۔ وہ روز قیامت غمگین نہ ہونگے۔ **چہارم** انسان ظلمات ثلٰث میں گرفتار ہے۔ اور سب سے زیادہ گمراہ کرنے والی شے بروں کی تقلید ہے۔ **پنجم** خداوند عالم مومنین کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا اور راہ حق دکھلاتا ہے۔ **ششم** طاغوت اور وہ بت جنہیں لوگ اپنا پیشوا بنا بیٹھے ہیں۔ اور وہ کوئی سلطان الٰہی نہیں رکھتے۔ اور آیات الٰہی سے آراستہ نہیں ہیں۔ وہ اپنے ماننے والوں کو نور حق سے نکال کر راہ خدا سے پھیر کر ظلمات کفر وفسق وفجور و راہ جہنم میں لے جاتے اور چلاتے ہیں۔ اور یہی اہل جہنم ہیں۔ **ہفتم** خداوند عالم اپنے برگزیدہ نفوس اور انبیا کے ذریعہ لوگوں کی ہدایت کرتا ہے۔ اور اس کام کو وہ باذن اللہ انجام دیتے ہیں۔ اور خلفاء اور جانشین خدا کہلاتے ہیں۔ ان کا کام خدا کا کام ہے۔ ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کی اطاعت خدا کی اطاعت۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کی اطاعت کی۔ گویا اس نے خدا کی اطاعت کی۔ **ہشتم** اس کی وجہ کہ ان کا کام خدا کا کام ہے۔ اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کی اطاعت خدا کی اطاعت بھی ہے۔ کہ وہ خدا کے فرستادہ ہیں۔ خدا کے فرستادہ ہونے پر آیات الٰہی کی سند رکھتے ہیں

ظلمات سے نکالنے والوں پر خدا اور ملائکہ صلوات بھیجتے ہیں

نتائج چہاردہ

انسان عہد اوّل کو بھول گیا۔

مطیع رسول کیلئے نجات ہے

ظلمت ثلٰث

خدا ظلمات سے نکالتا ہے

طاغوت ظلمات میں ڈالتے ہیں

خلفاء اللہ کا کام خدا کا کام ہے

وہ حکم خدا سے تجاوز اور تخطی نہیں کرتے اس کے حکم اور اذن سے سب کام
کرتے ہیں۔ اپنی رائے اور قیاس کو دخل نہیں دیتے۔ گویا جو کچھ کرتے ہیں بجائے
خدا اور خدا کی طرف سے کرتے ہیں۔ اور یہی منصب خلافت کی شان ہے۔
جو انہی کے لئے موزون اور شایاں ہے۔ **نہم** پیغمبر عربی نبی امی نور مجسم اور
ذکر مجسم ہو کر کل نوع انسان کو ان ظلمات سے نکالنے آیا۔ آیات بینات اور
کتاب مبین لیکر آیا ہے۔ اور اسی کو مجسم نور کہا گیا ہے۔ **دہم** نور سے مراد
نور خدا و صراط اللہ ہی ہے۔ اور ظلمت راہ طاغوت اور ان کی پیروی اور اس
کے اثرات جو مذکور ہوئے۔ **یازدہم** ظلمت سے نور کی طرف اہل ایمان
اور اعمال صالح سے نکل سکتے ہیں۔ **دوازدہم** پیغمبر کتاب مبین اور آیات
بینات کے ذریعہ ان کی ہدایت کرتا ہے۔ اور ان کو نورانی بناتا ہے۔ **سیزدہم**
ظلمات کثیر ہیں اور ہر زمانہ میں مبدر ظلمات طاغوت اور امثال سور بیشمار اور نور
ایک ہی ہے۔ اور ہر مظہر نور ایک ہی نور کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔ اور نور کے
مقابلہ میں ظلمت ہمیشہ موجود ہے۔ بلکہ مقام تکلیف اور عالم جسمانی میں ظلمت
مظہر نور سے پہلے ہے۔ **چہاردہم** خدا نور ہے۔ اس کی راہ مستقیم نور ہے۔
شیطان اور اس کے مظاہر ظلمت۔ ان کے کام ظلمت۔ ان کے آثار ظلمت۔
مظہر خدا نور۔ اس راہ نور وجود محمد مصطفےٰ نور مطلق و نور مجسم نور کسی نور کی طرف ہدایت
کر سکتا ہے۔ اور انوار خلفاء اللہ اور انوار اللہ کا ان تمام اوصاف سے پاک
اور صاف ہونا ضروری ہے۔ جس سے وہ لوگ ملوث اور مبتلا ہیں۔ جن کے
نجات دلانے یہ آئے ہیں۔ اور ان ظلمات سے ان کا منزہ ہونا واجب ہے
جن سے نکالنے کے لئے یہ بھیجے گئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن پر خدا اور
اور اس کے فرشتے صلوات بھیجتے ہیں۔ اور خدا ان کے فیضان اور صلوات کے
ذریعہ لوگوں کو ظلمت سے نکالتا ہے۔ ان کے سوا اور لوگ مستحق صلواۃ و درود

پیغمبر عربی اپنی نورانیت کی وجہ سے لوگوں کو ظلمات سے نکالنے والا ہے

پیغمبر آیات بینات کے ذریعہ ہدایت کرتا ہے

خدا اور مظاہر خدا نور ہیں

نہیں ہو سکتے مگر بالواسطہ اور یہ آیت صلوٰۃ بتلا رہی ہے کہ جملہ خلفاء اللہ جو لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف ہدایت کرنے آئے ہیں مستحق صلوات ہیں۔ اور اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس حکم میں اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا "بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوات بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اس پر صلوات بھیجو۔ اور اس کو تسلیم کرو۔ جو حق تسلیم کرنے کا ہے"۔ پس نبی کے ساتھ اور اس کے بعد کے خلفاء اللہ بھی مستحق صلوات ہیں۔ اور رسول کے شریک ہیں۔ اور اسی واسطے رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ اے مسلمانو! میرے اوپر دم بریدہ درود نہ بھیجا کرو۔ اور جب اصحاب نے دریافت کیا۔ دم بریدہ درود کیسا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم یہ کہو۔ کہ اللہ رسول پر درود و سلام بھیجے۔ اور خاموش ہو جاؤ۔ بلکہ یوں کہا کرو۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد دوبارہ کہا۔ محمد اور آل محمد پر صلوات بھیج۔ الخ (بخاری شریف)۔ فاللھم صل علی محمد و آل محمد وبارک علی محمد وآل محمد وارحم محمد وآل محمد کما صلیت وبارکت وترحمت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید وصل علی جمیع الانبیاء والمرسلین (دیکھو بخاری باب صلوات النبی)

ہم نے ظلمت مادی کا اشارہ کیا ہے۔ یہاں کچھ اور کہنا چاہتے ہیں۔

ظلمت کی مزید تشریح اور خلیفۃ اللہ کا مقام و مرتبہ

اور ایک آیت کو ذکر کرتے ہیں۔ قال عز من قائلہ۔ اَیَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ كَلَّا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ۔ (معارج ۴)۔ ان بنی آدم میں سے ہر شخص یہ طمع اور آرزو رکھتا ہے۔ کہ جنت النعیم بہشت عنبر سرشت میں داخل ہو جائے؟ ہرگز نہیں۔ ہم نے

خدائے قدوس اور اس کی ہمسائیگی

انہیں اس چیز سے خلق کیا ہے۔ جس کو وہ جانتے ہیں۔ وہ اپنی حقیقت پر غور کریں۔ کہ کس چیز سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہی انسان تو ہے۔ جو عالم جسمانی کی رُو سے اس کی ابتدا ایک نطفہ گندیدہ ہے۔ اور اس کی انتہا جیفۂ متعفنہ (بدبو مردار) اور بہشت عالم قدس و جوار قدس ہے۔ ذات خداوند عالمین قدوسیت محض ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ قدوس ذات کے جوار اور مقدس مکان میں یہ گندہ وجود یہ پلید جسم کب پہنچ سکتا ہے۔ وہاں داخلہ کی اس میں کہاں قابلیت ہے۔ جب تک کہ مزکّیٰ اور مطہّر نہ بنے۔

خدا پاک لوگوں کو دوست رکھتا ہے

یا اپنے کو داخل بہشت ہونے کی قابل نہ بنائے۔ اور اپنے نفس اور جسم کو پاک نہ کرے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ رستگار وہی ہے۔ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ اور خدا پاکیزہ لوگوں کو ہی دوست رکھتا ہے ✣

نجس مسلمان مسجد میں نہیں رہ سکتا

ہماری مساجد ہمارے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہیں۔ مگر قدوس ذات کی طرف منسوب ہونے اور عبادت خانہ کہلانے سے ان کی عظمت اتنی بڑھ جاتی ہے۔ کہ ایک وجود مسلمان اگر جنب و نجس ہو جائے۔ تو ان میں نہیں ٹھیر سکتا۔ اور کسی لغوبات کا کرنا ان میں منع ہے۔ ان میں پاک ہی داخل ہو سکتے ہیں۔ اور رہ سکتے ہیں۔ پھر بہشت میں ایسے گندے وجود بغیر پاکیزہ بنے کیسے داخل ہو سکینگے؟

خانہ خدا میں نجس انسان گزر نہیں سکتا

خانہ کعبہ بھی بندوں ہی کا بنایا ہوا ہے۔ مگر خاص اور پاک بندوں کا اس کی عظمت یہ ہے۔ کہ کوئی جنب اور نجس اس میں سے ہو کر گذر بھی نہیں سکتا۔ اور مشرک کو قطعاً ممانعت ہے۔ کہ مسجد الحرام میں داخل ہو۔ کیونکہ وہ نجس ہیں۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔ بس مشرک نجس ہیں۔ وہ اس سال کے بعد (آئندہ) سے مسجد الحرام میں داخل

ہونے پائیں۔ وَطَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔
یہ خانہ کعبہ خدا کے برگزیدہ بندوں کے پاک ہاتھوں سے طواف کرنیوالوں۔
اعتکاف کرنے والوں۔ رکوع وسجود بجالانے والوں اور دنیا میں عبادت
خدا قائم کرنے والوں ہی کے واسطے بنایا ہے۔ اور ابراہیم واسمٰعیل کو حکم
باری ہوا ہے۔ ان کے لئے ہمارے گھروں کو پاک بناؤ۔ جو لوگ خانہ کعبہ
اور مسجد الحرام میں بحالت نجاست ظاہری وباطنی گذر نہیں سکتے۔
اور داخل نہیں ہو سکتے۔ وہ دار القدس بہشت بریں میں
بغیر اپنے کو پاک وپاکیزہ بنائے کیسے داخل ہو سکیں گے؟
حضرت موسٰے جیسے پیغمبر ایک وادی قدس میں جاتے ہیں۔ جس کا تعلق اس عالم
دنیا سے ہے۔ ان کو حکم ہوتا ہے۔ فاخلع نعليك فانك بالواد المقدس
طوی۔ موسٰے اپنی نعلین اتار کے آؤ۔ کہ تم طوے کی وادی مقدس میں ہو
اور اس نعلین کے ساتھ یہاں قدم نہیں رکھ سکتے۔ عام لوگ کیونکر فردوس
بریں میں داخل ہو سکتے ہیں۔ درآنحالیکہ وہ بمقابلہ حضرت موسٰے سراسر
نجس ہیں۔ بلکہ بہت سے ایسے بھی ہیں۔ جو یقیناً حضرت موسٰے کی جوتی سے
بھی بدتر ہیں۔ حضرت کی نعلین نجس نہیں ہو سکتی۔ ہاں وادی المقدس کے
قابل نہ تھی۔ جو لوگ سراسر نجس ہیں۔ وہ دار القدس میں کیسے جائیں گے۔ ان کو
اپنی تطہیر اور تزکیہ واجب ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت آدم خلیفہ نبی معصوم
ہیں۔ ایک ترک اولےٰ ان سے صادر ہو گیا ہے۔ جس پر وہ نادم ہو چکے ہیں۔
اور خدا بھی درگذر فرما چکا ہے۔ "ثم اجتبٰہ" اور "ان اللہ اصطفٰے" کا خطاب
ان سے ہوا ہے۔ کہ اللہ نے پھر ان کو مجتبٰے اور مصطفٰے بنا لیا۔ مگر چونکہ اس
عالم دنیا کا اثر ہو چکا ہے۔ یہاں کی اصلیت کا کچھ پھل کھا چکے ہیں۔
حکم ہوتا ہے۔ کہ اب تم عالم دنیا اور عالم ارضی ہی میں جاؤ۔ اب یہاں اس

عالم میں اور اس بہشت میں نہیں رہ سکتے۔ زمین میں جاؤ۔ اور ایک مدت وہاں رہو۔ اور پھر یہاں کی قابلیت پیدا کر کے آؤ۔ جو کھایا ہے۔ اس سے تصفیہ و تزکیہ کرو۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ۔ اب تمہارے لئے زمین ہی میں ایک وقت معین تک جائے قیام و قرار اور جائے عیش و سامان دنیویہ ہے۔ دخول بہشت کی قابلیت اور انسان کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے یہ بہت کافی ہے۔ جب ایک نبی اللہ ایک معمولی شے کے کھا لینے سے بہشت میں نہیں رہ سکتا۔ اور ضرورت ہے۔ کہ اب اس سے تصفیہ و تزکیہ کر کے وہاں جائے۔ تو عام انسان جب اس نطفہ گندیدہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ کیونکر بہشت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ان میں اس کی قابلیت ہی نہیں۔ کہ اس گھر میں جا سکیں۔ وہاں کی نعمتوں سے متمتع اور مستفید ہونا اور اپنے اعمال کی جزا پانا تو دوسرا درجہ ہے۔ پہلے اس کے قابل تو ہوں۔ کہ وہاں اور جوار مقدس میں قدم رکھیں۔ بیشک وہاں تک تو مقدسین و مطہرین کی ہی رسائی ہو سکتی ہے +

اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اس بارگاہ میں ان گنہگاروں کا وسیلہ بھی وہ وجود نہیں ہو سکتا۔ جو ان ہی جیسا ہو۔ انہی جیسی خلقت رکھتا ہو۔ وہ تو کوئی نہایت درجہ مطہر و مقدس وجود ہی ہو سکتا ہے۔ جو بارگاہ الٰہی میں پہنچکر ان کی شفاعت کر سکے۔ اور انہیں نجات دلا سکے۔ اور انہیں وہاں لے جا سکے۔ اور اسی سے مثل آفتاب درخشاں و نمایاں ہے۔ کہ بارگاہ الٰہی اور قدوس کے دربار میں تقرب کی پہلی شرط تقدس اور طہارت ہی ہے۔ اور سب سے مطہر تر اور مقدس تر وجود ہی اس بارگاہ میں سب سے مقرب ہوگا۔ اور اس طرح بلحاظ طہارت و تقدس اقرب فالاقرب۔ اور سب سے مطہر تر و مقدس تر وجود وجود پیغمبر

حضرت آدمؑ ترک اولےٰ کی وجہ سے بہشت میں نہ رہ سکے

بہشت میں مطہرین ہی جا سکتے ہیں

خدائے قدوس کی بارگاہ میں گنہگاروں کا وسیلہ کوئی مقدس وجود ہی ہو سکتا ہے جو پاک ہیں۔ وہی خدا کے مقرب ہیں

وجود مقدس مطہر اور پاک ہے جو پہلا اس کا حبیب مقرب بندہ خدا کا ہے

خاتم النبیین ہے۔ کہ اس کو خدا بجسم طہارت فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی۔ طہ (طیب طاہر) اسی وجود مقدس نبی سے مراد اور اسی سے خطاب ہے۔ اور اسی وجہ سے مقام قرب نبوی دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ہے۔ وہاں قدم رکھا جہاں کسی ملک مقرب نے بھی قدم نہیں رکھا۔ اور اسی واسطے حضرت نے خود ارشاد فرمایا ہے۔ اقرب الخلق الی اللہ (خدا کا سب سے مقرب مخلوق میں ہوں۔ اور اسی کی امیر المومنینؑ نے تصریح کی ہے۔ اور اس کے بعد دیگر انبیاء اللہ و اولیاء اللہ مقربین ہیں۔ والسابقون السابقون اولٰئك المقربون۔ سبقت کرنے والے سابق ہی ہیں۔ اور یہی لوگ مقرب بارگاہ ہیں۔ جناب رسول اللہؐ سے کسی نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ آپ سب انبیاءؑ سے افضل کیسے ہوئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ خدا نے جب تمام ارواح انبیاء وغیر انبیاء سے عہد الست لیا۔ تو جواب میں سب سے پہلے "بلیٰ" کہنے والا میں ہی تھا۔ اور میرے بعد اوصیاء اور دیگر انبیاء۔ اور ہم حصہ دوم میں بالتفصیل ثابت کر چکے ہیں۔ کہ سب سے مقرب بندہ محمد مصطفیٰؐ ہے۔ اور ان کے اور ان کے خالق کے درمیان کوئی اور نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ افضل المرسلینؐ خاتم النبیین ہیں۔ اور اول شرط تقرب قدوسیت و طہارت ہے۔ اور انبیاء اللہ صاحبان روح قدس ہوتے ہیں "وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ"۔ "وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ"۔ (مجادلہ ۳ و ۴)۔ ہم نے ان سب کی روح قدس سے تائید کی ہے۔ اور روح قدس وہی روح ہے۔ جس کو خدائے قدوس خصوصیت سے اپنی طرف منسوب فرما کر "من روحی و روح منہ" فرماتا ہے۔ اور یہ وجہ اس کے روح قدس کہلانے کی ہے۔ اور اسی کی طرف ہم اشارہ کر آئے ہیں۔ کہ اس نسبت قدسیہ[۱] مقدسہ کی وجہ سے وہ مستحق خلافت الٰہیہ ہوتی ہے۔

سابقین مقربین ہیں۔

خاصان خدا اور نسبت مقدسہ

[۱] روح قدس کی مفصل حقیقت ہماری کتاب کشف الاسرار میں دیکھنی چاہیے۔

احادیث وروایات اس باب میں کثیر ہیں۔ مگر یہاں ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آیات قرآنی ثبوت کے لئے کافی ہیں +

بالجملہ بارگاہ الٰہی میں مقرب وہی بندہ ہو سکتا ہے۔ جو مطہر و مقدس ہو۔ اور وہ انبیاء و اولیاء اللہ ہیں۔ اور سب سے افضل افضل المرسلین۔ اور جو بارگاہ الٰہی میں دخل اور تقرب رکھتا ہو۔ وہی وہاں شفیع بن سکتا ہے۔ اور انہی شفعا کی تلاش فطرت انسان میں ہے۔ مگر ہوا جس طبیعہ۔ وساوس العادات اور تقلید نوامیس الامثال نے گمراہ کیا ہوا ہے +

اس جگہ سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ قدوس کی بارگاہ اور دارالقدس بہشت میں پہنچنے کے لئے ایک ایسے مقدس و مطہر وسیلہ کی ضرورت ہے۔ بغیر اس کے ناممکن ہے۔ آدمؑ نے بھی کچھ نفوس مقدسہ ہی وسیلہ گردانے تو "تاب علیہ" کا ارشاد ہوا۔ کہ پھر خدا نے اس کی طرف رجوع کی۔ اور نظر رحمت ڈالی۔ اور اس کی زاری سنی۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (بقر ۳۸) اے ایمان والو خدا سے ڈرو۔ تقوے اختیار کرو۔ اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے کا کوئی وسیلہ تلاش کرو۔ اور اس کی راہ میں سعی کرو۔ شائد فلاح پاؤ۔ اور بلاشبہ اوّل وسیلہ عظمےٰ وجود محمد مصطفےٰؐ ہے۔ مگر وہ خود مابہ الایمان میں داخل ہے۔ اور اس پر ایمان لانے والا ہی آمنوا کا مصداق ہے۔ پس بعد محمد مصطفےٰؐ مومنین کو کسی وسیلہ کی ضرورت ہے۔ اور وہی مراد ہے۔ حصہ دوم ملاحظہ ہو۔ کہ وسیلہ مطلقہ کون کون اشخاص ہیں۔ اور کن وسائل کے ذریعہ قدوس کے جوار میں پہنچ سکتے ہیں؟ طہارت و تقدس کی ضرورت ہے۔ اور طہارت انہی نفوس قدسیہ کے ذریعہ ممکن ہے۔ یہ انسانوں کو پاک بنا کر اپنی معیت میں دارالقدس بہشت میں لے جا سکتے ہیں۔ بغیر ان کے وسیلہ کے نجات آخرت اور دخول بہشت محال ہے۔ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

دربار خدا میں ہر فرد بشر غیر معصوم محتاج وسیلہ ہے

یَتلُوا عَلَیہِم اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیہِم وَیُعَلِّمُہُمُ الکِتٰبَ وَالحِکمَۃَ الآیہ (جمعہ ۱)۔
اللہ تعالےٰ نے امیین اور اُن لوگوں میں جن میں کوئی رسول مقدس نہ آیا تھا۔ اور جن پر کوئی کتاب نازل نہ ہوئی تھی اپنا رسول بھیجا ہے۔ جو ان پر آیات الٰہی کی تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کو پاک بناتا ہے۔ اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ انسان خبس کی اصل بنص آیت قرآنی یہ ہے جو مذکور ہوئی۔ بغیر ان طاہرین کے ساتھ ہوئے ان سے نسبت مقدمہ پیدا کئے اور ان کی پیروی کئے بغیر ہرگز دخول بہشت اور نجات آخرت کی امید نہیں رکھ سکتا۔ بغیر اس کے نجات قطعاً محال ہے۔ یہی مقدس وجود خدا کے جانشین تطہیر و تصفیہ و تزکیہ کا ذریعہ اور دخول بہشت عنبر سرشت اور نعمات ابدی کا وسیلہ ہیں۔ وَابتَغُوا اِلَیہِ الوَسِیلَۃَ۔ اور یہی خلفاء اللہ کی اصلی اور حقیقی غرض و غایت ہے کہ ان انسانوں کو اس ظلمت کدہ سے نکال کر نور میں لے جائیں۔ اور ان نجاست سے پاک کرکے مطہر و مقدس و مستحق نعیم جنت الارم بنائیں۔ اور نور ہی نور کی طرف ہدایت کر سکتا اور ظلمت سے نکال سکتا ہے۔ مطہر و مقدس ہی اجسام و نفوس کو پاک و مزکےٰ و مطہر بنا کر آخرت میں نجات دلا سکتا اور بارگاہ قدوس میں شفاعت کر سکتا ہے۔ اور اس لئے ہر خلیفہ خدا کا جملہ نجاسات مادیہ سے پاک و پاکیزہ و مطہر و مقدس ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔
ہم اوپر انسانی حقیقت پر کچھ لکھ آئے ہیں۔ اور حکماء نے کہا ہے۔

خلافت الٰہیہ اور تزکیہ نفس

اَلنَّاسُ مَفطُورُونَ عَلَے المَطَامِعُ وَدَابُہُمُ التَّخَاصُمُ وَالتَّنَازُعُ۔ انسان میں خواہشات بالفطرۃ موجود ہیں۔ اور ان کی زیادتی کا نام طمع و حرص ہے۔ اور جہاں حرص و طمع آئی۔ وہاں آپس میں تنازعت و مخاصمت

پیغمبر مومنین مخلصین کو پاک بنانے کا ہادی

باعث نجات کا وسیلہ

عام انسان حرص و طمع کے پتلے ہیں

ضروری ہے۔ اور اسی مخاصمت و منازعت کو رفع کرنے کے لئے ایک قانون کی ضرورت ہے۔ اور اجراء قانون کے لئے ایک مجری قانون کی ضرورت ہے۔ تاکہ حق کے موافق فیصلہ کر سکے۔ اور کسی کے حق میں طمع نہ کرے۔ اور قانون صحیح قانون شرع ہے۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور وہ حق خلیفہ خدا کا ہے۔ اور اس لئے ضروری و لازمی و واجب ہے۔ کہ یہ مجری قانون و خلیفہ خدا ان صفات سے بری ہو جس کی وجہ سے قانون بنانے اور اس کے بھیجنے کی ضرورت پڑی ہے۔ لہٰذا خلیفہ خدا میں ہوا و ہوس و حرص و طمع کا شائبہ بھی نہ ہونا چاہئے۔ ورنہ یہ خود محتاج دیگرے ہوگا۔ اور یہ بھی ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ انسان کی گمراہی غلبہ نفسانی پر ہے۔ دین و دنیا کا اختلاف نفسانیات پر ہے۔ ورنہ عقل ہادی اوّل ہے۔ خواہشات نفسانیہ نے نور عقل پر پردہ ڈالا ہوا ہے۔ پس اگر نفس خلیفہ خدا مثل ہمارے ہو۔ اور وہ ہماری طرح روحانیت پر غالب آ جائے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ وہ شیطانی اثرات اور اس کے نزغات سے متأثر اور مغلوب ہو جائے۔ تو وہ خود ضلالت سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ اور جس کا نفس ان اثرات سے مزکّٰی نہ ہو۔ وہ دوسروں کو ہرگز مزکّٰی و پاک نہ بنا سکیگا۔ ع

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

جو خود حرص و طمع میں مبتلا ہو۔ وہ دوسرے مریضوں کو طمع دنیا سے نہ بچا سکیگا۔ پس خلیفۃ اللہ کا ہوا و ہوس حرص و طمع و جملہ اثرات نفسانیہ شیطانیہ سے پاک و منزہ ہونا ضروری ہے۔ اور واجب ہے۔ کہ وہ نفس کبھی باغواء شیطانی سے متاثر نہ ہو سکے۔ بلکہ شیطان قطعاً وہاں دخل نہ پا سکے۔ اور نفس نبی بالفطرۃ اس کو دفع کرانے کی قدرت و طاقت و استطاعت رکھتا ہو۔ ورنہ اس میں ہرگز نبی اللہ و خلیفۃ اللہ بننے کی قابلیت و استعداد نہ ہوگی۔ بلکہ اس کی شان یہ ہو۔ کہ ایک بات بھی اپنی طرف اور اپنی خواہش نفس سے نہ کہے۔ اور ما ینطق عن

حرص و طمع عقل پر پردہ ڈالتی ہے

ہادی خلق کا حرص و طمع سے پاک ہونا ضروری ہے

عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ہو۔ اور یہی اصل کمال نبوت ہے ÷
یہ مسلم ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ خلیفہ صاحب علم لدنی و موہبتی و

اس جملہ کی مزید تصریح و تشریح

مورد وحی الٰہی ہوتا ہے۔ اور پہلے دونوں حصوں میں بھی اس کی کافی تشریح آچکی ہے۔ اور نبی اللہ و خلیفۃ اللہ کا صاحب وحی اور الہام ہونا اہل اسلام کا مسلم مسئلہ ہے۔ وَاَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحیٰ اِلَیَّ۔ اس کی تعریف توصیف۔ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالاً نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ۔ ہم نے تجھ سے پہلے نہیں مبعوث بہ رسالت کئے۔ مگر ایسے ہی لوگ جن کو ہم وحی کرتے ہیں (انبیاء ع انحل یوسف)۔ اور آیات اس باب میں بکثرت ہیں۔ "اِنْ یُّوْحیٰٓ اِلَیَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ" (سورہ ص ع ۷) "قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحیٰٓ اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ" (اعراف) "وَاُوْحِیَ اِلیٰ نُوْحٍ" "فَاَوْحَیْنَآ اِلیٰ مُوْسیٰٓ" "وَاَوْحَیْنَآ اِلیٰٓ اِبْرٰھِیْمَ" "وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْھِمْ" "وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلیٰ نُوْحٍ" وغیر ذالک۔ اور یہ امر بھی متفق علیہ اہل اسلام ہے۔ کہ شیطان انسان کی رگ و پے میں ساری ہے۔ اور اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔ شیطان کا نام ہی وسواس خناس ہے۔ اور بہت سی باتیں شیاطین القا کرتے ہیں۔ اور کانوں میں پھونکتے رہتے ہیں۔ یُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَکْثَرُھُمْ کٰذِبُوْنَ۔ یہ کانوں میں پھونکتے ہیں اور القاء کرتے ہیں۔ اور زیادہ تر جھوٹے ہوتے ہیں۔ کچھ باتیں سچی بھی ہوتی ہیں۔ ادھر ادھر کی باتیں القاء کرتے ہیں۔ بلکہ شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں "اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلیٰٓ اَوْلِیٰٓئِھِمْ" شیاطین اپنے دوستوں اور

وحی رحمانی و وحی شیطانی

شیطانی کام کرنے والوں کو وحی کرتے رہتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ وحی رحمانی (الٰہی) بھی ہوتی ہے۔ اور وحی شیطانی بھی۔ اور ضرور ہونی بھی چاہئے۔ کیونکہ شیطان کو مہلت دی ہوئی ہے۔ وہ ہادی دین اور خلیفہ خدا کے مقابلہ میں مظہر المضل ہے اگر برگزیدہ بندگان خدا کو تائید ربانی و وحی والہام رحمانی ہمیشہ شامل رہے اور پہنچتا رہے۔ اور گمراہ کنندہ ہستیوں کو کچھ بھی نہ ہو۔ اور اولیاء شیاطین اس سے محروم ہیں۔ تو ہدایت کا مقابلہ نہ ہو سکیگا۔ اور راہ حق اور راہ باطل اختیار کرنیوالوں کا امتحان کامل نہ ہوگا پس وحی رحمانی کے ساتھ وحی شیطانی بھی ضرور ہے۔ خدا اپنے خاص بندوں کو وحی کرتا ہے۔ اور شیطان بھی اپنے خاص مریدوں اور دوستوں کو وحی کرتا ہے۔ اور ان کے دلوں میں القاء کرتا ہے۔ اب لوگ کیونکر پہچانیں۔ کہ فلاں شخص جو دعوئے وحی کرتا ہے۔ آیا اس کی وحی وحی شیطانی ہے یا رحمانی؟ بہت ممکن ہے۔ کہ اس کی وحی شیطانی ہو۔ نہ رحمانی۔ چنانچہ دنیا میں بہت سے جھوٹے پیغمبر بھی بنتے ہیں۔ اور بنتے رہتے ہیں۔ اور اس زمانے کی نسبت تو آنحضرت صلعم کی پیشین گوئیاں ہی ہیں۔ کہ تا ظہور مہدی آخرالزمان علیہ السلام بہت سے دجال اور جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہونگے۔ جن کی تصدیق ہو رہی ہے۔ اور اہل بصیرت جانتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی سوال ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص جو یہ دعوے کرتا ہے۔ کہ اس کو وحی ہوتی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ ہوتی ہو۔ مگر وہ وحی رحمانی نہ ہو۔ بلکہ شیطانی ہو۔ پس نبی کس طرح تمیز کرتا ہے۔ کہ یہ جو کچھ مجھ کو القاء ہو رہا ہے۔ اور دل میں اتر رہا ہے۔ جو تعلیم دیا جا رہا ہے۔ جو الہام کیا جا رہا ہے۔ من جانب اللہ ہی ہے۔ جب کہ الہام شیطانی بھی ہوتا ہے۔ مدعیان نبوت جدیدہ اس کا جواب دیں۔ وہ کیا چیز ہے۔ وہ کیا قوت ہے۔ وہ کونسی دلیل و برہان ربانی ہے۔ جس سے

کیونکر نبی پہچانتا ہے کہ وحی رحمانی ہے

پیغمبر وسوسہ شیطانی۔ القاء شیطانی۔ وحی شیطانی سے محفوظ
رہتا ہے۔ اور جو کچھ اس پیغمبر برحق کو القاء و الہام ہوتا ہے
اس کو یقین کامل و حق الیقین حاصل ہوتا ہے۔ کہ خدا ہی
اس سے ہمکلام ہو رہا ہے؟ اور صاحب وحی و الہام ربانی میں ظاہری
امتیاز کیا ہونا چاہیئے۔ جس سے وہ پہچانا جا سکے۔ کہ وہ پیغمبر برحق ہے۔ اور
سچے اور جھوٹے مدعیان نبوت میں تمیز ہو۔ خلیفہ خدا خلیفۃ الناس سے جدا
دیکھا جا سکے۔ سچی اور جھوٹی وحی پہچانی جائے؟ جب اہل عقل و بصیرت
اس میں غور کریں گے۔ تو ضرور اس کو تسلیم کریں گے۔ کہ خلیفہ
خدا و نبی اللہ میں ضرور دوسرے عام انسانوں سے امتیاز
ہوتا ہے۔ اور نفس نبوتی غیر نفس عامۃ الناس ہوتا ہے۔

نفس نبوتی فوق نفوس ہے

اور روح نبوتی جو محل وحی ہے ضرور فوق ارواح ہوتی ہے۔ اور کل ارواح طیبہ
وخبیثہ اس کے ماتحت ہیں۔ روح شیطانی اس کے تحت ہے۔ اور وہ فوق بس
روح شیطانی استطاعت نہیں رکھتی۔ کہ وہ روح نبوتی پر غلبہ پیدا کر سکے۔ اور
اس پر غالب آ سکے۔ چہ جائیکہ اس کو الہام و القاء کر سکے۔ یا نفس نبوی میں
وسوسہ ڈال سکے۔ اسی روح پاک کے ذریعہ نبی پہچانا جاتا ہے۔ کہ جو کچھ اس کو
القاء ہو رہا ہے۔ جو کچھ اس سے کہا جا رہا ہے۔ یہ وحی خدا ہے۔ اور خدا ہی اس
سے کلام کر رہا ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو ہرگز نبی وسوسہ شیطانی اور القاء
شیطانی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور ہرگز القاء شیطانی اور
وحی رحمانی میں فرق نہیں کر سکتا۔ اور اگر ایسا ہو۔ کہ اس کو بھی وسوسہ
شیطانی ہو سکے۔ تو وہ نبی اللہ نہیں ہے۔ وہ لوگوں کو ہدایت نہیں کر سکتا۔
وہ لوگوں کے نفوس کا تزکیہ نہیں کر سکتا۔ وہ جھوٹا ہے۔ اور جو شخص خلیفۃ اللہ
اور نبی اللہ کی نسبت یہ خیال کرے۔ کہ وہ وسوسہ شیطانی رکھتا ہے۔ وہ خود

شیطان نبی پر غلبہ نہیں پا سکتا ہے

جس کو وسوسہ شیطانی ہو وہ نبی نہیں ہے

جھوٹا ہے۔ وہ اپنے اسلام وایمان کی خیر لے۔ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۔ کیا ہم تمہیں خبر دیں۔ کہ شیاطین کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں؟ کن کو القاء کرتے ہیں کن پر وحی بھیجتے ہیں؟ شیاطین ہر جھوٹے گنہگار پر نازل ہوتے ہیں۔ اور اپنے انہیں دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوا۔ کہ صاحبان وحی شیطانی ضرور جھوٹے اور گنہگار ہوتے ہیں۔ اور جب ہی ان پر شیاطین آتے ہیں۔ جیسا کہ وہ جھوٹ اور گناہ میں کامل ہو کر شیطان کے دوستوں اور اولیاء میں شامل ہو جاتے ہیں۔ وحی شیطانی کے مورد اور محل ہونے سے پہلے ان کا کاذب وافاک واثیم ہونا ضروری ہے۔ وحی شیطانی ان کے کذب و افترا اور اثم وگناہ پر فرع ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس صاحبان وحی الٰہی کا جملہ گناہان صغیرہ وکبیرہ وکذب وافترا سے قبل نزول وحی پاک و پاکیزہ ہونا ضروری ہے۔ اور روز ولادت سے یہ طہارت وتزکیہ ان کا ضروری ہے۔ اور اسی کا نام عصمت ہے۔ جو طہارت جسمانی فطری طبعی اور طہارت نفسانی وروح قدسانی کا نتیجہ ہے۔ یہاں سے حسب ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔ **اوّل** نفوس انسانی محل حرص وطمع وہوا وہوس ہیں۔ اور اسی واسطے انکی ہدایت اور ان کی اصلاح اور ان کی تزکیہ کی بذریعہ خلفاء اللہ ضرورت ہے۔ **دوم** اس اعتبار سے ہادی دین خلیفۃ اللہ نبی اللہ کا ان نقائص عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے۔ **سوم** وحی دو قسم کی ہے۔ ایک وحی رحمانی۔ دوم وحی شیطانی۔ اور جب تک نبی اللہ کوئی قدسی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس وحی شیطانی اور وسوسہ شیطانی سے پاک ومحفوظ نہیں رہ سکتا۔ **چہارم** خلیفہ ضرور ایک برہان ربانی رکھتا ہے۔ جس سے حق وباطل میں تمیز کرتا ہے۔ کلام رحمانی وشیطان میں تمیز کرتا ہے۔ اور وہ برہان سلطان الٰہی ہے۔ جس سے

جھوٹے اور گنہگار شیطان کے دوست ہیں

نزول وحی سے قبل ہی صاحب وحی کا پاک اور مقدس ہونا ضروری ہے

نو نتیجے

ضرور خلیفہ ایک برہان الٰہی رکھتا ہے

شیاطین پر غلبہ رکھتا ہے۔ لقد ھمّت بہ وھم بھا لولا ان رائ برھان ربہ۔ زلیخا نے یوسفؑ کا قصد کیا۔ اور اگر یوسفؑ برہان ربی نہ دیکھتے اور نہ رکھتے ہوتے۔ تو وہ بھی اس کا قصد کر بیٹھتے۔ **اسی برہان ربی نے انہیں محفوظ رکھا**۔ اور بہکانے والے دشمن کی زبان نے آپکی عصمت کی صریح لفظوں میں گواہی دی۔ "انا راذتہ عن نفسہ فاستعصم"۔ ہاں اب تو حق کھل ہی گیا۔ میں نے ہی یوسفؑ کو بہکایا تھا۔ پس اس نے اپنے کو بچائے رکھا۔ اور وہ **معصوم** رہا۔ اور اسی طرح چھ شہادتیں حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و عفت پر قرآن پاک میں موجود ہیں۔ خدا برا کرے ان لوگوں کا جو باوجود سات براہین قرآنی یوسفؑ کو مطعون قرار دیتے ہیں۔ یہ دشمنان انبیاء اللہ ہیں۔ اور ان کی معرفت نہیں رکھتے ہیں۔ **پنجم** نفس خلیفۃ اللہ فوق نفوس اور روح خلیفۃ اللہ فوق ارواح ہے۔ بغیر اس کے وہ قابل خلافت الٰہیہ نہیں ہوسکتا۔ اور روح خلافتی کی نسبت قدسیہ کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ **ششم** جھوٹے اور گنہگار لوگوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ اور ان کو وحی کرتے ہیں۔ اور جب تک وہ شیطانی چیلے نہ بن جائیں شیاطین ان پر یہ تسلط پیدا نہیں کرسکتے۔ ان عبادی لیس لک علیھم من سلطان۔ فرمان باری عز اسمہ ہے۔ کہ میرے بندوں پر تجھ شیطان کو کوئی تسلط حاصل نہیں ہے۔ جب تک یہ شیطان کے بندے نہ بن جائیں۔ مورد وحی شیطانی نہیں ہوسکتے۔ بلکہ عقلاً محال ہے۔ نسخہ کاملہ تامہ قدرت و صنعت پروردگار عالم جو انسان ہے۔ تحت تصرف دشمن خدا آسکے۔ جب تک وہ ولایت خداوندی سے نکل نہ جائے۔ اور تحت ولایت شیطانی داخل نہ ہو جائے۔ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور والذین کفروا اولیائھم الطاغوت یخرجونھم

من النور الی الظلمات - اہل ایمان کو خدا اپنے نور میں رکھتا ہے - اہل باطل کو طاغوت بہکاتے ہیں - اور نور سے ظلمت میں لے جاتے ہیں - اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ یُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَائِہِمْ - شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں - اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِیْ وَھُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا - مَآ اَشْھَدْتُّھُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِھِمْ وَمَا کُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا (فرقان) - کیا تم لوگ شیطان اور اس کی ذریت کو اپنا ولی متصرف بناتے ہو - اور مجھے چھوڑتے ہو - حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں - یہ تو ظالمین کے لئے بہت ہی بُرا عوض ہے - کہ ولی حق کو چھوڑ کر ولی باطل کو اختیار کیا ہے - اور ہم نے تو ان شیاطین کو نہ اپنی زمین کی خلقت کے وقت حاضر کیا - اور نہ آسمان کی خلقت کے وقت یہ موجود تھے - نہ خود اپنی خلقت جسمانی ونفسانی کے وقت ان کی ارواح شاہد تھیں - اور دیکھ رہی تھیں - اور ہم ایسے گمراہ کرنے والوں کو اپنا بازو بنانے والا نہ تھا - پھر کیونکر ولی متصرف فی العالم اور خلیفۃ اللہ بن سکتے ہیں - ہمارے بعد ولایت انہی کے لئے ہے - جو اس وقت پیدا ہوئے - جبکہ کچھ بھی نہ تھا - نہ زمین نہ آسمان اور نہ جن نہ انسان - وہی ہماری ولایت کے مظہر مطلق ہیں - انما ولیکم اللہ ورسولہ الآیہ - ہفتم جھوٹے مدعیان نبوت وخلافت کو وحی ضرور ہوا کرتی ہے - اور وہ دعوے وحی میں سچے ہوتے ہیں - اور یہی ان کی ایک سچی بات ہے - مگر وحی وحی شیطانی ہوتی ہے نہ وحی رحمانی - لوگ فرق نہیں کر سکتے - دھوکہ کھا جاتے ہیں - وہ انہیں بہت سی باتیں بھی وحی کی سنا دیتے ہیں - ایک آدھ کوئی سچی بھی نکل آتی ہے - باقی سب جھوٹی نکلتی ہیں - یُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَکْثَرُھُمْ کٰذِبُوْنَ - ان سچی پر کودتے اور اچھلتے ہیں جھوٹی کی تاویلیں کرتے ہیں - اور بعد تکذیب اس کے معنی گھڑ لیتے ہیں - اور پھر اس جھوٹ کے ثبوت کے لئے کل انبیاء اللہ کو

جھوٹا بتاتے ہیں۔ اور کہدیتے ہیں۔ کہ ہر ایک نبی کی کوئی نہ کوئی پیشین گوئی
غلط نکلتی ہے۔ یہی ان جھوٹے مدعیوں اور ان کے اصحاب کے جھوٹ کی ایک
سچی علامت ہے۔ کہ سچوں کو جھوٹا کہتے ہیں **ہشتم** ان جھوٹے مدعیان نبوت
کی ایک یہی شناخت ہے۔ کہ کچھ باتیں ان کی سچی ہوتی ہیں۔ اور زیادہ جھوٹی۔ اور
اس کے بالمقابل سچے انبیاء اللہ کی شناخت یہی ہوئی۔ کہ ان کی کل باتیں سچی ہوں
کل پیشین گوئیاں صادق نکلیں۔ اور یہ قطعاً محال ہے۔ کہ خداوند حکیم وعلیم ازلی کچھ
بتلائے۔ اور کچھ خبر دے۔ اور وہ غلط ثابت ہو۔ یا نبی اس کو اور اس کے معنی اور
مطلب کو نہ سمجھ سکے۔ اور کچھ کا کچھ سمجھ جائے۔ ایسا کہنے اور کرنے والا سچا نبی نہیں
ہے **نہم** اسی بیان سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خداوند عالم اپنے ان برگزیدہ بندوں
کو اس لئے اپنی وحی والہام سے مخصوص فرماتا ہے۔ کہ ان کو خود ہی تعلیم دے۔ اور
اسی کا دخل ہو۔ خلیفہ خدا سوائے خدا کے کسی سے تعلیم نہ پائے۔ چنانچہ جناب رسول خداؐ
نے ارشاد فرمایا ہے۔ عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِیْ اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ۔
خدا نے خود ہی مجھے تعلیم دی۔ اور خوب اعلےٰ تعلیم دی۔ اور اللہ نے مجھے ادب
سکھایا۔ اور خوب سکھایا۔ سب ان کی تعلیم کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور یہ خدا کی
تعلیم کے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ خلفاء اللہ کبھی کسی سے کوئی
علم نہ سیکھیں۔ اور کسی سے کچھ تعلیم نہ پائیں۔ جن کا خدا معلم
ہے۔ وہ کسی دوسرے معلم کے پاس کیونکر جا سکتے ہیں۔ اور
چونکہ الہام ووحی کا تعلق روح سے ہے نہ جسم سے۔ لہذا
وحی کے لئے عالم جسمانی وعالم روحانی یکساں ہے پس چاہئے
کہ یہ عالم روحانی سے تعلیم لے کر آئیں۔ جو عالم جسمانی سے فوق اور شیطانی
گرفت سے بالا ہے۔ ورنہ اگر ان کو عالم جسمانی اور جسمانی نشو ونما کے بعد وحی
ہو۔ عام لوگوں کے لئے وحی شیطانی سے شبہ پڑ جائیگا۔ کیونکہ وحی شیطانی

کا تعلق عالم جسمانی ہی سے ہے۔ نہ عالم روحانی سے۔ اس لئے ضروری ہوا۔ کہ خلیفۃ اللہ و نبی اللہ اوّل خلقت میں علم ساتھ لیکر آئے۔ اور شکم مادر سے عالم پیدا ہو۔ تاکہ جھوٹے مدعیوں سے اس کو امتیاز حاصل ہو جائے۔ اور در اصل ایسا ہی ہے۔ یہ خاصان خدا ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔ اور کسی سے تعلیم نہیں پاتے۔ جو شخص دوسروں سے تعلیم پاتا رہا ہو۔ اور دعوئے نبوت یا امامت و خلافت کرے۔ جھوٹا ہے۔ اور اس کو شیطان القا کرتا ہے۔ اور یہ ایک نہایت بیّن نشان صداقت پیغمبری کا ہے +

ہر خلیفہ صاحب علم لدنی، عصمت و طہارت ہوتا ہے

خلاصہ۔ جملہ خلفاء اللہ کے لئے یہ علم لدنی و عصمت و طہارت لازمی ہے اور کوئی اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ سلسلہ خلافت عالم از ابتدا تا انتہا ہے۔ اور یہ خلافت کبھی بصورت نبوت ظاہر ہوتی ہے۔ اور کبھی بصورت رسالت۔ اور کبھی بصورت امامت۔ اور کبھی بصورت جامعیت نبوت و رسالت و امامت۔ پس جس طرح یہ خصائص نبی اللہ و رسول اللہ کے لئے ضروری ہیں۔ اسی طرح امام خلق کے لئے بھی لازمی ہیں۔ اور یہی اوصاف امامت ہیں۔ وہ اس سے کسی طرح مستثنےٰ نہیں ہو سکتے۔ امامت کوئی علیحدہ رشتہ نہیں ہے۔ مزید تفصیل آئندہ آئیگی۔ طہارت جسم و تزکیہ نفس و قدوسیت روح کا اثر عصمت و عفت ہے۔ جس طرح نبی اللہ کے لئے بحیثیت نبوت ہے۔ اسی طرح امام کے لئے بحیثیت امامت ہے۔ اور اسی طرح وہ صاحب وحی و الہام ہے۔ جو اس کا منکر ہو۔ وہ حقیقت خلافت الٰہیہ سے بالکل بے خبر اور ماہیت امامت سے قطعاً جاہل ہے۔ اور چونکہ آنحضرتؐ ان جملہ مراتب میں درجہ ختم مراتب پر ہیں۔ جملہ اوصاف میں سب سے افضل و اکمل ہیں۔ اور سب سے اقرب الی اللہ ہیں۔ اور اس لئے

ان کی عصمت فوق جمیع انبیاء اللہ ہے۔ اور بہ ذات ترک اولےٰ سے بھی بری ہے اور ائمہ معصومینؑ شریک عصمت رسول اللہؐ۔ اور چونکہ اقرب الخلق الے اللہ ہیں یہاں وحی میں امین وحی حضرت جبرئیلؑ بھی واسطہ نہیں ہیں "الرحمن علم القراٰن"۔ وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ (نحل ع ۱)۔ اگر واسطہ ہیں۔ تو تنزیل میں نہ تعلیم میں۔ وبینہما بون بعید۔ کلام اللہ۔ کتاب اللہ۔ قرآن اور فرقان کی حقیقتوں اور ان کے معانی پر غور کرو۔ راز ہائے قدرت منکشف ہونگے۔ افلا یتدبرون القراٰن ام علی قلوب اقفالھا +

بارگاہ قدس میں دوسری حیثیت سے جب مسئلہ تقرب پر نظر ڈالیں۔ تو تقرب کی دو اصلیں نظر آئینگی۔ ایک من حیث

تقرب محمدیؐ کی ایک اور دلیل

الخلقت یعنی مقام خلقت میں خالق کی جانب سے مخلوق کا مرتبۂ تقرب۔ دوم مقام تکلیف میں عبد کا معبود کی طرف سے تقرب۔ تمہید خلقت کے لحاظ سے خالق کا اسی مخلوق کو سب سے زیادہ تقرب حاصل ہوگا۔ جو بلاواسطہ غیر مخلوق ہو۔ یعنی اوّل مخلوق خالق کی جناب میں سب سے اقرب ہوتا ہے۔ اور یہ ہم حصص سابقہ میں ثابت کر آئے ہیں۔ کہ وجود محمدی ہی سب سے پہلا مخلوق ہے۔ اور سب اس کے بعد ہیں پس اس حیثیت سے اقرب الخلق الے اللہ وجود محمدی ہوا۔ دوسری حیثیت یعنی عبد کی حیثیت سے مقام تکلیف میں معبود سے تقرب۔ تو اس کی علت عبادت ہے۔ اور اس حیثیت سے بھی اوّل تقرب اسی وجود کو حاصل ہے۔ کہ یہ اوّل المومنین والمسلمین ہے۔ اوّل السابقین ہے۔ اور اوّل العابدین ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ پس اوّل العابدین اقرب الخلق الے رب العابدین ہے۔ اور وہ وجود محمدی ہی ہے۔ اور احادیث و روایات تقدم خلقت نور اپنی تصانیف میں مفصل لکھ چکے ہیں۔ اور رسالہ "البرہان" میں ان پر شرح بحث

خالق اور مخلوق میں تقرب

عابد و معبود کا تقرب اوّل عابد

کی ہے۔ یہاں اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ نور محمدؐی اس وقت تھا جب کہ عالم ایجاد میں کچھ نہ تھا۔ اوپر ذات خداوندی نور سموات والارض تھی۔ اور نیچے یہ قندیل نور الٰہی۔ اور چونکہ عین تحت نور یہ ذات تھی۔ اور کوئی واسطہ درمیان نہ تھا۔ کوئی چیز اس کے لئے مقابلہ میں حائل و مانع و حاجب نہ تھی۔ اور اس لئے یہ وجود نورانی اقدس سایہ نہ رکھتا تھا۔ اور من حیث الخلقت عین خلقت عدل و وسط میں تھا۔ اور کل عالم ایجاد اس کے انوار کی شعاعوں کے عکس۔ عالم امکان میں جو کچھ ہے۔ اسی نور کا جلوہ ہے۔ انبیاء اللہ اس نور کی شعاعیں ہیں۔ جو عالم کو روشنی بخشتے رہتے ہیں۔ اور کل اس رحمۃ للعالمین کے فیض نور سے مستفیض ہوتے ہیں۔ دیکھو حصہ دوم اور احاطہ نور محمدی اور بیان علوی۔ "فتبارک الذی نزل القرآن علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا" ✣

مناسب ہے۔ کہ یہاں اس نور ازلی کی شعاعوں کی چمک ایک صحابی رسول اللہؐ کی زبان سے دکھلا دیں۔ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تو "کنتم خیر امۃ" کی تفسیر کرتے ہوئے رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اوّل جو چیز خدا نے خلق فرمائی۔ وہ میرا نور ہے۔ اس کو اپنے نور سے اوّل اوّل خلق کیا۔ اور اپنے جلال عظمت سے اشتقاق فرمایا۔ تو وہ نور مقام قدرت کا طواف کرنے لگا۔ اور اسی ہزار سال میں جلال عظمت الٰہی تک پہنچا۔ اور پھر خدا کو تعظیمی سجدہ کیا۔ (آپ ہی اوّل الساجدین ہیں)۔ پس اس نور سے خدا نے نور علیؑ کو مشتق کیا۔ پس میرے نور نے عظمت کا احاطہ کیا۔ اور نور علیؑ نے قدرت کا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے عرش۔ کرسی۔ آفتاب عقل۔ نور ابصار و نورِ بصیرت و معرفت و قلوب عباد کو میرے نور سے خلق فرمایا۔ اور میرا نور نورِ خدا سے مشتق ہے۔ پس ہم ہی اوّل ہیں۔ ہم ہی آخر ہیں۔ ہم ہی سابق ہیں۔ اور ہم ہی تسبیح کرنے والے ہیں۔ ہم ہی شافع ہیں۔ ہم ہی کلمۃ اللہ ہیں۔ ہم ہی

خاصان خدا ہیں۔ ہم ہی دوستان ربّ علےٰ ہیں۔ ہم ہی وجہ اللہ ہیں۔ ہم ہی جنب اللہ ہیں۔ ہم ہی دستِ خدا ہیں۔ ہم ہی زمین میں امین خدا ہیں۔ ہم خزانہ وحی الٰہی اور دربانِ باب غیب الٰہی ہیں۔ ہم معدن تنزیل و معنی تاویل ہیں۔ ہمارے ہی گھروں میں جبرئیل نازل ہوئے۔ ہم ہی محل قدس الٰہی ہیں۔ ہم مصابیح حکمت ومفاتیح رحمت وینابیع نعمت ہیں۔ ہم شرف امت ہیں۔ ہم سلاطین ملک الٰہی سرداران بندگان خدا ہیں۔ ہم کافی وضامن اور ہم ہی نگرانِ وحامی اور حاکم و والی ہیں۔ جو ہم پر ایمان لایا۔ وہ خدا پر ایمان لایا۔ جو ہمارا منکر ہوا۔ وہ خدا کا منکر ہوا۔ ہم سبیل وسلسبیل اور ہم نہج قویم وصراط مستقیم ہیں۔ ہم ہی وجہ وصال الٰہی و وسیلہ خدائی ہیں۔ ہمارے ہی لئے عصمت وخلافت وہدایت ہے۔ اور ہم میں ہی نبوت ورسالت وامامت ہے۔ ہم معدن حکمت وباب رحمت وشجرۂ عصمت ہیں۔ ہم کلمہ تقوےٰ ومثل اعلےٰ وحجّت عظمےٰ اور وہ عروۃ الوثقےٰ ہیں۔ کہ جس نے اس سے تمسک کرلیا۔ وہ نجات پاگیا۔ یہی صحابی رسولؐ یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔ یا نبی اللہ خدا نے جو چیز پہلے پہل خلق فرمائی۔ وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ اے جابر۔ وہ تیرے نبی کا نور ہے۔ اللہ نے اوّل اس کو خلق کیا۔ اور پھر اس سے ہر چیز کو خلق فرمایا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنے سامنے مقام قرب میں مدت تک کھڑا کیا۔ اور پھر اس کو چند قسمیں کیا۔ اور ایک قسم سے عرش۔ ایک سے کرسی۔ ایک سے حاملان عرش وخازنان کرسی کو خلق فرمایا۔ اور چوتھے حصہ اور قسم چہارم کو مقام خوف میں کھڑا کیا۔ اور پھر اس کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ سے قلم کو پیدا کیا۔ ایک سے لوح کو۔ ایک سے جنت کو اور قسم چہارم کو مقام رجا میں رکھا۔ اور پھر اس کے بھی اجزاء ہوئے۔ ایک

جزو سے عقل کو ایک سے علم و حلم کو اور ایک سے عصمت و توفیق کو خلق کیا۔ اور جزو چہارم کو مقام حیاء میں ایک مدت تک رکھا۔ اور پھر اس کی طرف نظر ہیبت سے دیکھا۔ تو اس نور کو پسینہ آیا۔ اور اس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے ٹپکے۔ پس ہر قطرۂ نور محمدی سے ایک نبی و رسول کی روح کو خلق فرمایا۔ اور جب ان ارواح نے سانس لیا۔ تو ان سے ارواح اولیاء و شہداء و صالحین پیدا ہوئیں۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ✦

جناب باقر العلومؑ سے جابر بن یزید جعفیؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ خدا تھا۔ اور کوئی معلوم و مجہول شے نہ تھی۔ تب اوّل اوّل اللہ نے نور محمدؐ کو خلق فرمایا۔ اور ہم اہل البیت کو اس کے ساتھ اپنے نور عظمت سے خلق کیا۔ اور ہمیں ظلال سبز کی صورت میں اپنے سامنے مقام قرب میں کھڑا کیا۔" الخ۔ ان سے بخوبی تصدیق ہو گئی۔ کہ کل انبیاءؑ و اولیاءؒ اسی نور محمدی کی شعاعیں اور اسی کے قطرات ہیں۔ اور کل مخلوقات تحت نور محمدیؐ۔ اور نور محمدیؐ عین تحت ظل الٰہی۔ پس وجود محمدیؐ فوق مخلوق و تحت خالق ہے۔ اور صراط محمدیؐ تحت صراط الٰہی۔ اور کوئی وجود خدا اور اس کے درمیان واسطہ اور حاجب و حائل نہیں ہے۔ بلکہ وہی خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کبرٰی ہے بلکہ حجاب اکبر الٰہی ہے۔

محمدؐ حجاب الٰہی

اور علیؑ ابن ابی طالبؑ نے ارشاد فرمایا ہے۔ محمدؐ حجاب اللہ۔ محمدؐ حجاب الٰہی ہے۔ اور خود آنحضرتؐ کی احادیث سے مستنبط ہے۔ اور احادیث و آیات مذکورہ اس ثبوت کیلئے کافی ہیں بعض آیات آگے چل کر اور ذکر کرینگے ✦

خلافت الٰہیہ کی حقیقت اور تصرف خلیفۂ مطلق

ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ خلافت الٰہیہ کی حقیقت تصرف ہے۔ اور نبی وہی ہوتا ہے۔ جو عالم کون و فساد میں تصرف رکھتا ہو۔ اور چونکہ درجات نبوت میں ارتقائی تفاضل ہے۔

یہ حقیقت تصرف بھی درجہ بدرجہ زیادہ ہوتی جاتی ہے - اور جس طرح مقام ختمیت
یں اگر تمام مراتب ماتحت بحیثیت علوم نبوت درجات نبوت درجہ تمام وکمال کو پہنچ
جاتے ہیں - ضروری ہے - کہ منتہائے نقط خلافت الٰہیہ اور درجہ خلیفۃ اللہ المطلق پر
پہنچکر تصرف خلافتی بھی درجۂ تمام وکمال پر ہو - اور کل عوالم امکان پر تصرف رکھتا ہو -
اور کوئی وجود اس میں اس سے بالا اور برتر نہ ہو - اور یہی مقام ولایت مطلقہ ہے -
انما ولیکم اللہ ورسولہ - اور کل مراتب اس ولایت کے تحت میں ہیں - اور
کل مظاہر متصرفہ سے خاتم النبیین صلعم فوقیت رکھتے ہیں - کہ آپ کی ذات مظہر جامع
ذات مستجمع جمیع صفات کمالیہ ہے - وہ ولی بالذات وبذاتہ ہے - واللہ ھو
الولی - وہ علیم ہے - حکیم ہے - حی ہے - قیوم ہے - قدیر ہے - عزیز ہے -
سمیع ہے - بصیر ہے - خالق ہے - رازق ہے - محیی ہے - ممیت ہے وغیر ذالک
من الاسماء - اور ہر اسم ایک مظہر رکھتا ہے - اور اسم ولولی جامع جمیع اسماء صفات
ہے پس مظہر اسم الولی جامع جمیع مظاہر وفوق کل مظاہر ملائکہ وغیر ملائکہ ہے -
افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی الآیہ کو تلاوت کرو - اور حصۂ اوّل و
دوم کو ملاحظہ کرو معلوم ہوگا - کہ یہ تصرف وجود اولے اور صادر اوّل ہی کو حاصل
ہوسکتا ہے - کل انبیاء اللہ حسب درجہ نبوت ورسالت تصرف فے العالم رکھتے
ہیں - مگر تصرف محمدی صلعم فوق تصرف جمیع انبیاء اللہ ہے - ہر نبی ورسول آیات بیّنات
لیکر آیا ہے - ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا - پھر ہم نے موسےٰ کو
اپنی آیات اور نشانیوں کے ساتھ بھیجا - فَقُلْنَا اذْهَبَا اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا - ہم نے موسےٰ وہارون ع سے کہا - کہ تم ان لوگوں کے پاس
جاؤ - جنہوں نے ہماری ان آیات کی تکذیب کی ہے جو ہم نے تم سے پہلے
ان کی طرف بھیجی تھیں - وَلَقَدْ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا - اور ہم نے اس کو اپنی بہت
سی آیات عطا کیں - وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ - ہم نے عصا ید بیضا

اوصاف خدائی

مظہر اوصاف خدائی

انبیاء اللہ کا تصرف

انبیاء اللہ اور آیات اللہ

وغیرہ نو آیتیں موسیٰ کو عطا کیں۔ وَاَدْخِلْ یَدَکَ فِیْ جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ
غَیْرِ سُوْٓءٍ (نمل ع ۲)۔ اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالو۔ کہ وہ بلا تکلیف کے تمہارے
لئے ایک اور معجزہ و نشانی ہو کر نکلیگا۔ ھٰذِہٖ نَاقَةُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَةً۔ یہ اونٹنی
جو صالحؑ نے پہاڑ سے نکالی ہے۔ ایک بڑا معجزہ اور تمہارے لئے اسکی صداقت
اور حقانیت کی ایک نشانی ہے۔ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰیَةً۔ ہم نے
عیسیٰؑ بن مریمؑ اور ان کی ماں کو اپنی نشانی بنایا۔ خلقت حضرت عیسیٰؑ ایک
معجزہ ہے۔ حضرت مریمؑ کا بغیر شوہر جننا ایک معجزہ ہے۔ وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ
اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ ہم نے مریمؑ اور اس کے بیٹے عیسیٰؑ بن مریمؑ کو تمام عالمین کیلئے
اپنی قدرت و حکمت کی نشانی بنایا ہے۔ وَکَلِمَتُهٗٓ اَلْقٰهَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَ
رُوْحٌ مِّنْهُ۔ یہ کلمۃ اللہ ہے۔ جو مریمؑ کو عطا کیا گیا ہے۔ اور ایک روح
قدسی ہے۔ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَکْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا۔ ہم جو جو آیت
انہیں دکھلاتے جاتے ہیں۔ وہ پہلی سے بڑھکر ہی ہوتی ہے۔ وَکَذٰلِکَ
نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ہم نے اسی طرح سے ابراہیم
کو باطن زمین و آسمان دکھلائے۔ ہر نبی کوئی نہ کوئی آیت لاتا ہے۔ اور دکھلاتا
ہے۔ حضرت ابراہیم مقام امامت پر فایز ہوئے۔ تو ان کو بواطن زمین و آسمان
آیات ارضی و سماوی دکھلائی گئیں۔ اور انہوں نے بہت سے معجزے ان کو
بتلائے۔ اور اس سے انکی امامت کا مرتبہ و مقام معلوم ہوا۔ اور مقام ختمی میں
فرمایا۔ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی
الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ اپنے پیارے بندے کو خدا رات کے
وقت مسجد الحرام سے مسجد الاقصےٰ تک لے گیا۔ تاکہ ہم اپنی آیات اسے دکھلا دیں
انہ ھو السمیع البصیر۔ بیشک وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ وَقَالَ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی
مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ذُوۡ مِرَّۃٍ فَاسۡتَوٰی وَھُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی۔ قسم ہے نجم
ہدایت کی تمہارا پیغمبر نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔ اور نہ وہ اپنی طرف سے کوئی بات
کہتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے۔ بوحی خدا کہتا ہے۔ اس کو سب سے قوی ذات نے
پڑھایا ہے۔ (اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ) وہ بڑی قوت والا ہے۔ اور سب پر
حاوی ہے۔ اور وہ "افق اعلیٰ" میں ہے۔ وَلَا شَیۡءَ فَوۡقَہٗ۔ ثُمَّ دَنٰی
فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی۔ پھر یہ قریب ہوا۔ اور وہ جھکا۔
پس قاب قوسین کے مقام بلکہ اس سے بھی بالاتر پہنچا۔ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ
مَاۤ اَوۡحٰی۔ اس نے اپنے بندے کو وحی کی۔ جو کچھ بھی کی۔ (لَا یَعۡلَمُہٗ اَحَدٌ)
مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ جو کچھ چشم قلب نے اس مقام وحی قرب میں
ادراک کیا۔ وہ ٹھیک ہی کیا۔ کیا تم شک کرتے ہو اس میں جو اس نے دیکھا؟
بیشک اس نے اپنے خادم جبرئیل کو دوبارہ سدرۃ المنتہے کے پاس مقام
نزولی میں دیکھا۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب کہ سدرۃ المنتہے کو انوار
الٰہی گھیرے ہوئے تھے۔ اور ان کی کوئی حد و انتہا نہ تھی۔ مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی
اس مقام پر جہاں ملائکہ بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور جہاں جبرئیل کے پر جلتے ہیں۔
انوار جمال و جلال الٰہی کا اس حبیب خدا نے بچشم بصری اور اس آنکھ سے مشاہدہ
و معائنہ کیا۔ نہ آنکھ جھپکی۔ اور نہ اس نے دیکھے ہیں غلطی کی جسمانی آنکھ (بصر)
سے جو کچھ دیکھا۔ اور ٹھیک دیکھا۔ لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی۔ بیشک
اس پیغمبر نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں "آیات کبرے" دیکھیں۔ جملہ آیات
کبرے کو اس نے مشاہدہ کیا۔ سب آیات سے اکبر آیت وجود محمدی ہے۔ اور
انبیاء کلمۃ اللہ ہیں۔ اور محمد کلمہ علیا۔ وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا السُّفۡلٰی وَ
کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الۡعُلۡیَا۔ سب نمونہ اوصاف جمال و جلال الٰہی ہیں۔ اور یہ
مثل اعلےٰ۔ وَلِلّٰہِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی۔ سب محدود آیات الٰہی رکھتے ہیں۔ اور یہ

جملہ آیات کو جامع وحاوی - جو انبیاء علیحدہ علیحدہ رکھتے تھے - یہ سب مجموعاً
رکھتا ہے - جملہ انبیاء کے تصرفات ومعجزات محسوسات سے تعلق رکھتے
تھے - اور اس کے معقولات سے جملہ انبیاء اللہ کے معجزات ملک ارضی تک
محدود تھے - اور اس کے ملک سمائی تک پہنچے ہوئے ہیں - اَقْتَرَبَتِ
السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ - اور یہ دلیل ہے - کہ احاطہ محمدی جمیع عوالم پر ہے؟
اور تصرف محمدی حدود بشری وحدود ارضی سے باہر - اور یہاں سے اس فضیلت
محمدی کے ساتھ یہ حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے - کہ **سحر (جادو) کی حد سے
اعجاز محمدیؐ کس قدر بالا ہے؟** حضرت موسٰےؑ کا عصا جب ساحروں
کی رسیوں کے مصنوعی سانپوں کو کھا گیا - تو موسٰےؑ کو بڑا ساحر کہکر فرعون نے اپنا
دل ٹھنڈا کر لیا - بعض جہال کو شبہ کا موقع مل گیا - حالانکہ "سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا
الْاُوْلٰی" (ہم اس عصا کو عنقریب اس کی پہلی اور اصلی سیرت کی طرف لوٹا دینگے)
صاف دلیل ہے - کہ عصائے موسٰےؑ جو اژدہا بنا تھا صرف اس کی صورت مثل
جادوگروں کی رسیوں کے نہ بدلی تھی - بلکہ سیرت بدل گئی تھی - کہ سب رسیاں
کھا کر غائب کر دیں - اور پتہ بھی نہ لگا - یہ سحر نہ تھا اعجاز تھا - مگر یہاں حضرتؐ کے
اعجاز شق القمر کو دیکھکر کفار ومنکرین کا "سحر مستمر" کہنا خود ان کی جہالت کی دلیل
ہے - کیونکہ **خود جادوگر بھی جانتے ہیں - کہ جادو کا اثر آسمان اور آسمانی
اشیاء پر نہیں ہوتا ہے - زمین اور زمینی اشیاء سے مخصوص
اور انھی میں محدود ہے** - یہ مرتبہ ومقام خلافت الٰہیہ کا آخری درجہ ہے - کہ
عالم کون وفساد (دنیا) میں تصرف بھی رکھتا ہے - یہ ولی مطلق وخلیفہ مطلق ہوتا
ہے - تو جماد (سنگریزوں) کو گویا کر کے دکھلا دیتا ہے - چاہتا ہے - تو درخت
باتیں کرتے ہیں - سوکھی لکڑیاں نوحہ کرتی ہیں - درندے نبوت کی شہادت دیتے
ہیں - انگشت مبارک سے چشمے جاری ہوتے ہیں - درخت اس کے آگے

جادو آسمانی چیزوں پر اثر نہیں کرسکتا

شق القمر کو جادو کہنا جہالت ہے

سجدۂ تعظیم دیتے ہیں۔ ہر شجر حجر سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کی صدا بلند ہوتی ہے۔ اندھے لعاب دہن سے اچھے ہوتے ہیں۔ مُردے بول اُٹھتے ہیں۔ اور ٹھوکر اور آواز کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور تصرفات آدمی سے لیکر تا عیسٰےؑ بن مریم سب تحت تصرفات محمدی نظر آتے ہیں۔ اور کل اوصاف انبیاء ذات محمدی میں جمع ہوتے ہیں۔ ~~ع~~

حسن یوسفؑ دم عیسٰےؑ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آدمؑ اور جملہ انبیاء تا عیسٰےؑ ابن مریمؑ "اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَہٗ تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا" روز قیامت ہر امت کا شہید آئیگا۔ اور اسی کے ساتھ وہ امت مبعوث ہوگی۔ اور رسول مطلق وولی مطلق وخلیفہ مطلق وامام مطلق نبی امی عربی کُل شہداء کُل انبیاء اللہ کُل ائمۂ ہدٰے اور کُل اولیاء پر شہید ہوگا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

فبای آیات اللہ تنکرون۔ خدا کی کون کونسی آیات کا انکار کرتے رہوگے۔ لا تتخذوا آیاتِ اللہ ھزوا۔ اپنی جہالت اور نافہمی کی وجہ سے آیات اللہ کی ہنسی نہ اڑاؤ۔ ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون۔ اہل عقل کے لئے اس میں خدا کی نشانیاں ہیں۔ اس میں اولے الالباب کے لئے خدا کی آیات ہیں۔ ان فی ذالک لآیات لقوم یتقون۔ بیشک اس میں تو اہل تقوے اور خدا سے ڈرنے والوں کے لئے خدا کی نشانیاں ہیں۔ اور وہی متقی اس کتاب اللہ سے جو خزانہ جمیع آیات اللہ ہے۔ ہدایت پاتے ہیں۔ الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الآیہ۔ وَلٰکِنَّ

الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ - لیکن گنہگار اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے آیات اللہ سے دیدہ و دانستہ انکار کرتے ہیں۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ - اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو آیات اللہ کی تکذیب کرے - اللھم انا لا نکذب بایٰتک بل نومن بھا و ما توفیقنا الا بک - آنحضرتؐ کا مرتبہ و مقام اور مراتب **فضیلت و افضلیت از انبیاء ما سلف کے معلوم کرنے کے لئے اسی قدر کافی ہے** ۔ حصہ اوّل و دوم کو مطالعہ کر کے اس میں غور فرمائیں - اور سچی معرفت محمدی حاصل کریں - وَذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ❖

فرائض رسالت و امامت

آیۂ "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا" اور "قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ" نے ان امور کی تشریح کر دی ہے - اولاً

حضرت ابراہیمؑ سے پہلے لفظ امام کا اطلاق نہ تھا

حضرت ابراہیمؑ سے پہلے زبان شرع میں لفظ امام کا استعمال نہ تھا حضرت سے پہلے انبیاء ما اللہ مرسلین و غیر مرسلین خلیفہ خدا نبی اللہ - رسول اللہ تھے۔ بعض ان میں سے صاحبان شریعت بھی تھے - مگر امام خلق نہیں کہلاتے تھے۔ ہدایت خلق کرتے تھے تبلیغ رسالت فرماتے تھے - بندگان خدا کو تعلیم دیتے تھے - ان کی روحانی تربیت کرتے تھے - اور امام نہ کہلاتے تھے؎ - تواریخ و بیانات سابقہ کو دیکھنے سے یہ یقینی طور پر محقق و مسلم معلوم ہوگا - اور اس پر گویا کہ کل محققین علماء اسلام کا اتفاق ہے - کہ یہ عہدہ حضرت ابراہیم سے ہی جاری ہوا ہے - اور یہ نام اسی وقت سے پکارا گیا ہے ❖ ثانیاً یہ عہدہ ہمیشہ جاری رہیگا - اور ذریت ابراہیم کے لئے یہ شرف دائمی عطا ہوا جل الٰہی کبھی بدل نہیں سکتا جب تک کہ خود خدا نہ بدلے - خدا کی بنائی ہوئی چیز نہیں مٹتی -

؎ اگرچہ معنی پیشوا تھے -

جب تک وہ خود نہ مٹائے۔ خدا ہی نے ذریت ابراہیمؑ کے صالحین غیر ظالمین کو امام بنایا۔ جس طرح ابراہیم کو بنایا۔ پس جب تک کہ سلسلہ "الناس" اور ان کا وجود دلبقا ہے۔ ذریت ابراہیمی میں امام کا وجود ضروری ہے۔ اس کے انقطاع پر کوئی دلیل ہونی چاہیئے۔ معمولی مصنوعی روایات وحکایات یا توہمات وقیاسات نص قرآنی اور جعل الٰہی کو باطل نہیں کر سکتے۔ مستبعدات سے عقلیہ اس کو مفقود نہیں کر سکتے۔ "جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ"۔ حضرت خلیل اللہ یہ عہدہ ومنصب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی ذریت واولاد میں باقی چھوڑ گئے۔ بلکہ اس کو ملت بنا گئے۔ اور یہ ملت ابراہیمی کبھی بدل نہیں سکتی۔ ثالثاً یہ کہ ظالمین کی قید نے یہ عہدہ معصومین وصالحین کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ اس عہدہ پر غیر معصوم کبھی فائز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ظلم کے معنیٰ "وضع الشی فی غیر موضعه" ہیں۔ ہر ایک امر اور ہر ایک شے اور ہر ایک فعل وعمل جو اپنی اصلی جگہ سے ہٹا ہوا ہو۔ اپنے مقام پر نہ ہو۔ اپنی حدود کے اندر نہ ہو۔ ہر عمل خیر جو حدود الٰہی کے اندر ہو۔ ہر خلق جو اپنی طبیعت پر نہ ہو جس پر خدا نے خلق کیا ہے۔ ظلم ہے۔ ہر چھوٹے سے چھوٹا اور ہر بڑے سے بڑا گناہ ظلم ہے۔ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك واستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما (النساء ع ۹) اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ اور گناہوں کے مرتکب ہوئے۔ تیرے پاس آتے۔ اور خدا سے مغفرت چاہتے۔ اور رسول بھی ان کے لئے طلب مغفرت کرتا اور سفارش فرماتا۔ تو ضرور خدا کو توبہ کا قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ "فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا"۔ پس ہم نے ان لوگوں پر جو گنہگار تھے عذاب آسمانی نازل کیا۔ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ۔ اور گنہگاروں پر صیحہ نازل ہوا (اور ہلاک ہو گئے)۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

ظالمین مستحق عذاب ہیں

لَمَّا ظَلَمُوْا۔ تم سے پہلے ہم نے بہت سی امتیں ان کی گناہوں کی وجہ سے ہلاک کردیں"۔ وَتِلْكَ الْقُرٰىٓ اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا"۔ اوران لبستیوں کو ہم نے تباہ کردیا جب انہوں نے اپنے نفوس پر ظلم کیا۔ اور گنہگار ہوگئیں۔ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا۔ سو ان کے گناہوں کی وجہ سے یہ ان کے گھر اجڑے پڑے ہیں۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ۔ پس ان کی گنہگاری کی وجہ سے ان پر بجلی گری۔ اور وہ تباہ ہوگئے۔ اور جل بھن کر خاک بن گئے۔ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ" اور اگر اللہ ان لوگوں کی کرتوتوں اور ان کے گناہوں کا مواخذہ کرتا اور فوری بدلہ لیتا۔ تو آج زمین پر ایک متحرک اور ایک متنفس کو باقی نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ تو انہیں میعاد معین تک کے لئے مہلت دیتا ہے۔ پس جب ان کی اجل آئیگی۔ اور میعاد مہلت ختم ہوگی۔ وہ ایک گھڑی آگے پیچھے نہ ہوسکینگے"۔

اگر خدا گنہگاروں کو ان کے گناہوں پر فوراً پکڑتا اور مہلت نہ دیتا تو دنیا تباہ ہوجاتی

جس کی میعاد ختم ہوتی گئی۔ وہ تباہ ہوتے گئے۔ اور جن کی ختم ہوتی جائیگی وہ بھی اپنے اپنے وقت پر ہلاک و تباہ ہوتے گئے۔ اور ہوتے ہیں۔ مہلت کو غنیمت سمجھیں۔ آیا ہوا وقت نہ ٹل سکیگا۔ مگر اس مہلت پر خوش نہ ہوں۔ کہ خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ چھوڑ نہیں دیا ہے۔ چھوڑ رکھا ہے۔ اور یہ ان کے اچھے اور نیک ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ ان کی پاپ کی کشتی پُر ہونے کا انتظار ہے۔ ہاں توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ۔ بیشک پروردگار لوگوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ توبہ نصوح کریں۔ اور اسکی توفیق انہیں نصیب

ظالمین و کافرین کے لئے مہلت غنیمت ہے

ہو۔ تو معاف کرسکتا ہے۔ وانی لھم التوبۃ۔ فقطع دابر القوم الذین ظلموا۔ ان ظالمین کی جڑ ہی کاٹ دی۔ اور بالکل برباد کردیا۔ فمنھم ظالم لنفسہ الایہ۔ بعض لوگ گنہگار اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور بعض نکوکار اور مقتصد میانہ رو۔ حد اعتدال پر رہنے والے۔ اور بعض سابقین بالخیرات فَاَخَذَ ھُمُ الطُّوْفَانُ وَ ھُمْ ظَالِمُوْنَ۔ قوم نوحؑ کو طوفان نے آگھیرا۔ درآنحالیکہ وہ گنہگار تھے۔ ولو تری اذ الظالمین فی غمرات الموت۔ کاش تم دیکھو۔ جس وقت کہ گنہگار موت کی جانکنی میں ہوتے ہیں۔ کہ کس طرح جان نکلتی ہے۔ وھل یھلک الا القوم الظالمون۔ گنہگاروں کے سوا اور کون ہلاک ہوسکتا ہے؟ ہاں ایک ظلم کسی کو ستانا بھی ہے۔ جس کو عام لوگ بھی ظلم کہتے ہیں۔ وہ بھی اسی ذیل میں ہے۔ گناہ ہے اور بڑا گناہ ہے۔ وَاُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا۔ اور اذن دیدیا گیا ہے۔ ان لوگوں کو جن سے قتال کیا گیا اور ان کو ستایا گیا ہے۔ کہ وہ مظلوم ہیں۔ فلا یخاف ظلما ولا ھضما۔ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا۔ جو شخص مظلوم شہید کردیا گیا۔ ہم نے اس کے ولی الدم اور وارث کو قدرت دیدی ہے۔ کہ وہ انتقام لے لے۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْآ اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ کفر چونکہ بڑا گناہ ہے۔ بڑا ظلم ہے شرک اس سے بڑا گناہ ہے۔ سب سے بڑا ظلم ہے۔ والکافرون ھم الظالمون کافر ہی ظالم ہیں۔ ان الشرک لظلم عظیم۔ اور بیشک شرک تو بہت ہی بڑا گناہ اور ظلم ہے۔ کل علماء علم تہذیب الاخلاق کا اتفاق ہے۔ کہ ہر گناہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو ظلم ہے۔ اور اس لئے اس کی اس سے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ ابھی سیکڑوں آیات اس کے ثبوت کے لئے موجود ہیں۔ آیہ امامت میں ظالمین کا لفظ مطلقاً استعمال

ظلم کے خاص معنی ازروئے دین
ظالم سے مظلوم کا انتقام ضرور لیا جائیگا
شرک سب سے بڑا گناہ ہے

ہوا ہے۔ کوئی قید کسی خاص علم کی نہیں ہے۔ اس لئے جہاں کوئی بھی ظلم صادق آئے۔ وہ ظالم کہلائیگا۔ خواہ اوّل عمر میں ہو یا آخر عمر میں۔ یا اوسط عمر میں یا تمامی عمر میں [ص]۔ اس لئے جو نفس کفر و شرک سے ملوث ہو کر ظالمین میں داخل ہو گئے۔ وہ قطعاً اس عہدے و منصب کے استحقاق سے خارج ہو گئے۔ اور جو کفر و شرک میں نہیں۔ مگر دوسرے گناہوں میں مبتلا ہوئے۔ وہ بھی نکل گئے۔ اور جو لوگ کفر و شرک اور ہر قسم کے گناہوں سے الودہ ہوئے ہوں۔ وہ سب سے پہلے اس شرف سے مستثنے ہیں پس "لاینال عہدی الظالمین" عام بھی ہے کہ کسی ظالم کو یہ عہدہ نہ پہنچیگا۔ اور مطلق بھی ہے۔ کہ کسی قسم کے گناہ کرنے والے کو کسی وقت یہ عہدہ نہ ملیگا۔ خواہ وہ گناہ کفر ہو۔ یا شرک ہو۔ یا ان کے گناہ اعضا و جوارح وغیرہا سے۔ اور جب ہر قسم کے گناہ سے عمومیت و اطلاق کے ساتھ پاک ہونا اس عہدہ کی شرط ہے۔ تو معلوم اور ثابت ہے۔ کہ ذریت ابراہیمؑ کے ان صالحین معصومین کے سوا جو ہر قسم کے چھوٹے و بڑے گناہ سے پاک اور پاکیزہ ہیں۔ اور ابتدائے عمر سے آخر عمر تک مبرا و منزہ ہیں۔ بلکہ اغوائے شیطانی و اثرات نفس امارہ سے مستثنے ہیں۔ اور کسی کو یہ منصب عطا نہیں ہو سکتا۔ اسحاقؑ۔ یعقوبؑ۔ موسےؑ و عیسےؑ ہی جیسے اسی عہدہ جلیلہ کے وارث و مالک ہو سکتے ہیں شیخ ناصر الدین عبد اللہ البیضاوی اپنی تفسیر انوار التنزیل میں زیر آیہ "ولا ینال عہدی الظالمین" لکھتے ہیں۔ "اِجَابَۃٌ اِلٰی مُلْتَمَسِہٖ وَتَنْبِیْہٌ عَلٰی اَنَّہٗ قَدْ یَکُوْنُ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ ظَلَمَۃٌ وَاَنَّھُمْ لَا یَنَالُوْنَ الْاِمَامَۃَ لِاَنَّھَا اَمَانَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَعَھْدُہٗ وَالظَّالِمُ لَا یُصْلِحُ لَھَا وَاِنَّمَا یَنَالُھَا الْبَرَرَۃُ الْاَتْقِیَاءُ مِنْھُمْ وَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی عِصْمَۃِ الْاَنْبِیَاءِ مِنَ الْکَبَائِرِ قَبْلَ الْبِعْثَۃِ وَاِنَّ الْفَاسِقَ لَا یَصْلَحُ لِلْاِمَامَۃِ" یعنی فرماتے ہیں۔ کہ یہ دعائے ابراہیمؑ کی قبولیت ہے۔ اور اس میں اس بات پر تنبیہ ہے۔ کہ دعا تمہاری قبول ہے۔ اور تمہاری ذریت

جس سے کبھی کوئی گناہ ہو چکا ہے وہ امامت کے لائق نہیں

معصوم کے سوا کوئی شخص خلیفہ رسول نہیں ہو سکتا ہے

عصمت انبیا و ائمہ پر علامہ بیضاوی کی تصریح

ص الا یہ کہ اطلاق گناہ کا فے الواقع اس پر صحیح نہ ہو۔

میں امامت رہیگی - لیکن تمہاری ذریت میں گنہگار بھی ہونگے اور نکوکار بھی۔ ظالم بھی ہونگے اور عادل بھی - طالح بھی ہونگے اور صالح بھی - اس لئے ساری ذریت امام نہیں ہوسکتی ہے - کیونکہ ظالمین امامت کی صلاحیت نہیں رکھتے - اور اس کو نہیں پاسکتے - اس واسطے کہ وہ خدا کی امانت اور اس کا عہد ہے - اور امانت خائن کو نہیں دی جاسکتی ہے - اور گنہگار ظالم خائن ہے - وہ ہرگز اس کی صلاحیت نہیں رکھتا - کہ امام بن سکے - اور اس امانت خدا کا مستحق ہوسکے - پس سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کو ابرار اتقیاء ہی پاسکتے ہیں - اور اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ تمام انبیاء بعثت سے پہلے ہی سے جملہ کبائر سے معصوم ہوتے ہیں - اور فاسق امامت کے شایاں نہیں ہے - اور اس میں اس کی صلاحیت نہیں ہوسکتی۔ انتہی - اس عبارت اور آیت سے حضرات ناظرین یہ بھی سمجھ گئے ہونگے کہ عصمتِ انبیاء میں کبائر کی تخصیص محض بے دلیل ہے - اور کوئی اشارہ بھی آیت میں ایسا نہیں ہے - جس سے یہ معلوم ہو - کہ صغائر (چھوٹے گناہ) سے قبل بعثت انبیاء کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے - یہ مفسر موصوف کا اجتہاد ہے - جس پر کوئی دلیل نہیں - بلکہ نص آیت کے خلاف ہے - اور ہم ظلم کے معنی قرآن ہی سے مفصل بیان کرچکے ہیں - پس کبائر و صغائر دونوں ہی قسم کے گناہوں اور ہر قسم کے عیب سے انبیاء کا مامور برسالت و نبوت ہونے سے پہلے ہی سے یعنی ابتداء ولادت ہی سے معصوم ہونا ضروری ہے - اور اس قبل بعثت کی قید سے یہ معلوم ہوگیا - کہ درجہ امامت پر فائز ہونے سے قبل ہی امام کو ان جملہ نقائص و عیوب کفر و شرک و فسق و فجور سے معصوم

عہد و امامت امانت خدا ہے

ہونا مثل انبیاء واجب ہے ۔ یعنی ابتداء ولادت ہی سے اور بغیر اس کے استحقاق امامت محال ہے ۔ یہ امانت الہٰی و عہد الہٰی ہے ۔ گنہگار جو خدا کے خائن اور عہد الست کو توڑنے اور " اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ " (اے بنی آدم) کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا ہے ۔ کہ تم شیطان کی پیروی نہ کرو اور اس کے قدم بقدم نہ چلو ۔ (شیطان کے قدم بقدم چلنا اور اس کی اطاعت کرنا اس کی عبادت کرنا ہے) کے خلاف عمل کرنے والے امین خدا نہیں بن سکتے ۔ اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو ۔ کہ امامت امانت خدا ہے ۔ اور ائمہ امناء اللہ ہیں ۔ اور امانت خدا معصومین کے سوا کسی کو نہیں مل سکتی ۔ اور یہی قول مجاہد اور بعض دیگر محدثین محققین کا بھی ہے ۔ اور ائمہ اہل البیتؑ کا یہ اعتقاد ہے ۔ کہ امام معصوم ہی ہوتا ہے اور غیر معصوم امام ہو ہی نہیں سکتا ۔ اور یہی حق ہے ۔ یہ آیت شان امامت ظاہر کرتی ہے ۔ اسکو صرف انبیاء پر محمول کرنا جہالت ہے ۔ امام کی عصمت کلی اس سے مثل آفتاب عالمتاب روشن ہے ۔

رابعاً

یہ معلوم ہے ۔ کہ ان درجات چہارگانہ میں ارتقائی تفاضل ہے ۔ اور ایک ایک سے بالاتر ۔ نبوت کے بعد رسالت کا درجہ ہے ۔ اور وہ نبوت سے بالا ہے ۔ رسالت کے بعد اولوالعزمی کا مرتبہ ہے ۔ اور انبیاء اولوالعزم ہی صاحبان شرائع ہیں ۔ اور وہ ان سب سے افضل ہیں ۔ جو ایسے نہیں ہیں ۔ اور عہدہ امامت حضرت ابراہیمؑ کے مراتب نبوت و رسالت و مقام خلت پر اضافہ ہے ۔ پس اس سلسلہ میں یہ منصب فوق رسالت و اولوالعزمی ہے ۔ اور یہ نص قرآنی ہے ۔ اس میں کسی کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا ۔ اور اس سے ثابت ہے ۔ کہ جو خلیفہ خدا بھی ہو ۔ رسول بھی ہو ۔ صاحب شریعت اور امام بھی ہو ۔ اس سے افضل ہے ۔ جو صرف نبی و رسول اور صاحب شریعت ہو ۔ اور نبی و رسول و صاحب شریعت غیر صاحب شریعت

امامت رسالت پر اضافہ ہے

سے افضل ہے۔ اور صاحب رسالت صاحب نبوت سے۔ اور اس لئے حضرت
ابراہیمؑ کل انبیاء ماسلف سے افضل ہیں۔ اور چونکہ نبوت کلی و مطلق محدود و جزئی سے
افضل ہے۔ اور اسی طرح رسالت و امامت مطلقہ رسالت و امامت جزئیہ سے۔
لہذا صاحب نبوت و رسالت و امامت مطلقہ کل انبیاء ماسلف
سے افضل ہے۔ اور وہ افضل المرسلین خاتم النبیین ہے پس مرتبۂ امامت
مرتبۂ رسالت پر ایک اضافہ ہے۔ قال الرضاؑ اِنَّ الْاِمَامَةَ خَصَّ اللّٰهُ عَزَّ
وَجَلَّ بِهَا اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلَ بَعْدَ النُّبُوَّةِ وَالْخُلَّةِ مَرْتَبَةً ثَالِثَةً وَفَضِيْلَةً
شَرَّفَهٗ بِهَا الخ۔ **بیشک امامت وہ چیز ہے جس سے خدائے**
عزّ وجل نے اپنے خلیل ابراہیمؑ کو بعد نبوت و رسالت اور
خلّت تیسرے مرتبہ پر مخصوص فرمایا۔ اور آپ سے پہلے
یہ منصب کسی کو عطا نہ کیا گیا تھا۔ اور یہ ایک فضیلت ہے
جس سے آپ ہی کو مشرف فرمایا ہے۔ اور اشارہ کیا ہے۔ کہ میں
تمہیں امام بنانے والا ہوں۔ اور خلیل اللہ نے خوش ہو کر کہا۔ کہ میری ذریت
سے بھی؟ تو جواب ملا۔ کہ ہاں۔ مگر ظالمین کو یہ عہدہ نہ پہنچیگا۔ وَاَبْطَلَتْ هٰذِهِ
الْاٰيَةُ اِمَامَةَ كُلِّ اِمَامٍ ظَالِمٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَصَارَتْ فِي
الصَّفْوَةِ۔ پس اس آیت سے روز قیامت تک کے لئے ہر ایک ظالم و
گنہگار کی امامت کو باطل قرار دیدیا۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے برگزیدہ و پاکیزہ
ہی لوگوں کے لئے مخصوص ہو گئی۔ پس بنص آیہ قرآنی و نص حدیث رضوی امامت
کا مرتبہ بعد نبوت و رسالت و خلّت ہے۔ **لیکن یہیں سے یہ بھی معلوم**
ہے۔ کہ یہ عہدہ رسول ہی کو عطا کیا گیا ہے۔ غیر رسول کو امام
نہیں بنایا گیا ہے۔ اور سلسلہ خلافت الٰہیہ سے نکال کر
کسی دوسرے سلسلہ میں قائم نہیں کیا ہے جس سے صاف

معلوم ہے۔ کہ جس طرح رسول نبی ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ثابت ہوا۔ کہ امام رسول ہی ہو سکتا ہے۔ اور ہر رسول نبی ہے۔ پس غیر نبی و رسول میں امام بننے کی قابلیت نہیں ہے۔ اور جب نبوت ختم ہو چکی ہے۔ تو وہ شخص امام ہونا چاہیئے۔ جس میں درجہ صلوح نبوت و رسالت موجود ہو۔ اور سلسلہ امامت و سلسلۂ نبوت ایک ہی ہے۔ رشتۂ امامت و رسالت ایک ہی ہے۔ امامت نبوت و رسالت اور خلافت الٰہیہ سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے۔ جو سلسلہ امامت کو نبوت و رسالت اور سلسلہ خلافت الٰہیہ سے علیحدہ قرار دے۔ اس کو قرآن و حدیث سے معقول اور مسلم دلیل پیش کرنی ہوگی۔ تو ہمات و قیاسات و اجتہادات سے نص قرآنی رد نہیں ہو سکتی ہے۔ عقل کے مقابلہ میں عقل آیت کے مقابلہ میں آیت اور حدیث کے مقابلہ میں حدیث ہی ہونی چاہیئے۔

خامسًا حضرت ابراہیمؑ کے حالات مذکورہ فی القرآن معلوم کرنے سے یہ بھی صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ اور خود درجۂ امامت کا بالائے درجۂ نبوت ہونا اس کی دلیل ہے۔ کہ علم امامت میں بھی کوئی خصوصیت علم انبیاء سے زیادہ ہونی چاہیئے وَكَذَٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" اس کی تصریح ہے۔ کہ زمین و آسمان کا علم باطنی حضرت ابراہیمؑ ہی کو عطا کیا گیا ہے اس سے پہلے خلفاء اللہ و انبیاء اللہ کو یہ علم نہ تھا۔ اور اس کا کوئی ثبوت قرآن میں نہیں ملتا۔ کہ سابقین بھی بواطن زمین و آسمان و ملکوت ارض و سماء کو جانتے تھے۔ اور ملکوت شے وہی ہے۔ جو مدار وجود شے[1] ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ امام کو علاوہ ان علوم ضروریہ کے جو اس زمانے میں ضروری ہوں۔ علم باطن بھی ضرور ہونا چاہیئے۔ خصوصًا امامت مطلقہ وہ لا نہایت مطلقہ ہیں۔ کیونکہ بغیر علم ملکوت ارض و سماء باطن زمین و آسمان

علم امامت فوق علم مطلق نبوت ہے

[1] کشف الاسرار ملاحظہ ہو۔

تصرف دشوار بلکہ محال ہوگا۔ اور تصرف ہی حقیقت خلافت الٰہیہ ہے۔ اور امامت چونکہ فوق نبوت ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ تصرف امام فوق نبی ہو۔ اور تصرف حضرت ابراہیمؑ کی سند خود قرآن میں موجود ہے۔ کلام پاک میں خدا فرماتا ہے۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ الٰخ۔ اے ابراہیمؑ لوگوں کو حج کے لئے پکارو۔ وہ دور دراز ملکوں سے پیادہ وسوار تمہارے پاس حج بیت اللہ کے لئے آئینگے۔ حضرت ابراہیمؑ مامور ہوئے ہیں۔ کہ لوگوں کو آواز دیں۔ پکاریں۔ حج کے لئے بلائیں۔ اور لفظ اذاں بتلا رہا ہے۔ کہ الفاظ میں پکاریں۔ نہ باطناً طلب کریں۔ اور اذاں کے معنی عام اہل اسلام جانتے ہیں۔ اور قرآن سے یہ ثابت ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ جس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کو لیکر مکہ میں پہنچے ہیں۔ وہاں آبادی نہ تھی۔ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ (ابراھیم)۔ بارالٰہا۔ میں نے اپنی بعض ذرّیت کو اس وادی بے زراعت میں تیرے خانہ محترم کے پاس سکونت پذیر بنایا ہے۔ خداوندا کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر۔ کہ وہ یہاں آئیں۔ اور ان سے انس پیدا ہو۔ اور انہیں اپنے پھل روزی دے۔ کہ وہ تیرا شکر بجالائیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اور تو یہاں آباد نہیں ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ بلائیں کیسے؟ اور آواز کیسے دیں؟ اور الناس سے ظاہر ہے۔ کہ عامۃ الناس کو دعوت حج کا حکم حضرت ابراہیمؑ کو دیا گیا ہے۔ پس اگر اس حال میں حضرت ابراہیمؑ ان لوگوں کو اپنی آواز سنانے پر قادر نہیں ہیں۔ جو دور دراز ملکوں میں آباد ہیں۔ تو تکلیف مالایطاق ہے۔ اور خدا کبھی طاقت سے زیادہ بار نہیں ڈالتا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑیگا۔ کہ ابراہیم خلیل اللہ وامام الناس قادر

ابراہیمی تصرف و حکم

تھے۔ کہ اپنی آواز امامتی کل مقتدین کو یہیں سے پہنچادیں۔ اور سُنادیں۔ بلکہ نہ صرف موجودین کو بلکہ عامۃ الناس کو سنانے پر مامور ہیں۔ ان کو بھی سنادیں۔ جو عالم وجود وشہود میں کبھی نہیں آئے ہیں۔ عالم ذہری میں ہیں۔ شکم مادر میں ہیں۔ یا پشت پدر میں ہیں۔ اور ایسا ہی ہُوا۔ ضرور ہُوا۔ تفاسیر و تواریخ و سیر کو اٹھائیے۔ اور دیکھئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے آواز دی اور پکارا "هلم الى الحج هلم الى الحج"۔ حج بیت اللہ کو آؤ۔ مخلوقات نے سُنی۔ ہر ایک کے کان میں پہنچی۔ جسمانی ہی کانوں نے نہیں روحانی کانوں نے بھی سُنی۔ ان کو بھی پہنچی۔ جو ماں کے پیٹ یا باپ کی پشت میں اور عالم ذہری میں تھے۔ اور اسی اذان ابراہیمی اور دعوت ابراہیمی کی وجہ ہے۔ کہ حاجی جب حج کا احرام باندھتے ہیں۔ تو "لبیک لبیک اللھم لبیک" کہتے جاتے ہیں۔ اور بیت اللہ کی طرف بڑھتے ہیں۔ یہ لبیک اسی دعوت ابراہیمی کی اجابت ہے۔ بلکہ احادیث معدن التنزیل تصریح کرتی ہیں۔ کہ حج کو وہی شخص جاتا ہے۔ جس نے اس وقت عالم ذہری میں آواز ابراہیمی پر لبیک کہا تھا۔ اور قبول کیا تھا۔ اور یہ عہد تھا۔ جو حضرت ابراہیمؑ امام الناس کے ہاتھ پر کیا تھا۔ اور یہ ہے اثر علم ملکوت زمین و آسمان کا۔ یہی ہے۔ تصرف امام الناس۔ مامورین میں سے کوئی باقی نہ رہے جس کو امام کی آواز نہ پہنچ سکے۔ اور اسی طرح اس کے بالمقابل کوئی نہ رہے جس کی آواز امام نہ سن سکے۔ جن پر بھی مامور ہو۔ سب کی آواز ہر حال میں سُن سکے حضرت سلیمان ذریت ابراہیم میں سے ایک امام خلق ہیں۔ سیکڑوں میل سے انسان نہیں حیوان کی آواز سُن لیتے ہیں۔ حیوان بھی بہت ہی چھوٹا حیوان یعنی چیونٹی کی آواز سنتے ہیں۔ اور مسکراتے ہیں۔ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (نمل ۱) ایک چیونٹی نے چیونٹیوں سے کہا اے چیونٹیو اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔

سلیمان کا لشکر آ رہا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ اور ان کا لشکر تمہیں پیس ڈالیں۔ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا۔ سلیمانؑ ان چیونٹیوں کا یہ کلام سُنکر مسکرائے۔ اگر امام میں یہ تصرف نہیں۔ تو وہ امام خلق نہیں ہو سکتا پیشوائے خلق چاہئے۔ کہ مشکلکشائے خلق ہو۔ اور مشکلکشا کے لئے ضروری ہے۔ کہ سب کی سُن سکے۔ اور سب کو سُنا سکے۔ اور سب کے کام آ سکے۔ اور یہ ہے ایک مقام مقامات امامت سے۔

فصول اربعہ امامت

ایسے ایک واقعہ سے امام کی ضرورت اور تصرف (حکم) بمقابلہ جملہ ماموریں و مکلفین واضح ہے۔ اور تقدم امام اور علم امام کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اور یہ کمالات و اوصاف اربعہ امامت کی فصول اربعہ ہیں۔ التقدمؔ والعلمؔ والقدرتؔ والحکمؔ (تصرف) جن کی طرف ہم حصہ دوم میں بھی اشارہ کر چکے ہیں۔ جو بنص قرآنی وبراہین عقلیہ واحادیث صحیحہ ثابت ہیں۔ اور جن کا ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے +

امامت فرائض خاص

سابعًا۔ عہدۂ امامت کا عہدۂ نبوت و رسالت پر اضافہ۔ اور ازدیاد علم مقتضی ہے۔ کہ فرائض امامت بھی رسالت سے کچھ بالا ہوں۔ اور ان فرائض کو خود الفاظ نبی۔ رسول اور امام بتلا دینگے۔ نبی اور رسول کے فرائض کا فرق فے الجملہ معلوم ہو چکا ہے۔ یہاں صرف امامت کے فرائض کی تشخیص ضروری ہے۔ قرآن پاک سے جہاں یہ منکشف ہوا ہے۔ کہ عہدۂ امامت حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوا ہے۔ ان سے پیشتر نہ یہ لفظ بولا جاتا تھا۔ اور نہ اس کا اطلاق ہوتا تھا۔ گو معنًی ہر نبی اللہ ورسول اللہ مقتدا اور پیشوا تھا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہے۔ کہ انبیاء مرسلین کا یہ فرض تھا۔ کہ وہ مقتدین و مامومین کو احکام خدا پہنچا دیں۔ اور ان کے کرنے اور

اقامۂ حدود وحفظ ثغور

نہ کرنے پر بشارت ونذارت فرمائیں۔ کہ اگر اس حکم کی پابندی کروگے۔ تو یہ جزا خدا کی جناب سے ملیگی (دنیاوی جزا ہو یا اخروی)۔ اور اگر خدا کے اس حکم کو نہ مانوگے۔ تو یہ سزا ملیگی۔ اور یہ حسب ضرورت ومقتضائے وقت اجرا وانفاذ احکام پر مامور ہوتے تھے۔ جہاد اصطلاحی اور حفظ ثغور وسرحدات اسلامی فرائض امامت سے مخصوص ہوتے ہیں۔ امام کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے پیروں اور اپنے ملک کو دشمنوں کے حملوں سے بچانے کی کوشش کرے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اقامۂ حدود وحفظ ثغور خاص فرائض امامت سے ہے۔ یعنی امام اس پر کلی طور پر مامور ہوتا ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ سے لے کر تا حضرت خاتمؐ کل انبیاء ومرسلین امام بھی تھے۔ اس لئے ان سب کے فرائض میں داخل تھا۔ یعنی اس پر من جانب اللہ مامور تھے۔ ورنہ یہ حق تو ہر حال میں اور ہر وقت انبیاء اللہ کو ہی ہے۔ اور تحت خلافت الٰہیہ داخل ہے۔ جیسا کہ ہم اس حصہ اور نیز حصص اوّلیہ میں ثابت کر چکے ہیں۔ مگر کسی خاص امر پر مامور ہونا یا نہ ہونا یہ دوسری مصالح الٰہیہ پر مبنی ہے۔ اور مقتضات زمان ومکان پر موقوف اور اس سے ان انبیاء کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ ماموری کسی امر پر ہمیشہ حسب ضرورت ومصلحت واقتضاء زمان ومکان ہوا کرتی ہے۔ اور انجام وہی حسب تمکین وقدرت۔ بلکہ اجرائے شریعت کا ہمیشہ یہی اسلوب رہا ہے۔ اور یہی سنت اللہ ہے۔ اور اسی میں نسخ شرائع کا راز ہے۔ کہ ہر شریعت میں وہی احکام شرعی ہوتے ہیں۔ جو مصلحت واقتضاء زمان ومکان کے لحاظ سے ضروری ہوں۔ جو اس زمانے میں عمل میں لائے جانے کے قابل ہوں۔ جن کو اس زمانے اور اس ملک کے لوگ کر سکتے ہوں۔ اور ان کی انہیں ضرورت ہو۔ اور اس کو خدا ہی جانتا ہے۔ جو عالم الغیب ہے۔ جوں جوں نوع انسانی ترقی کرتی جاتی ہے۔ احکام تکالیفہ وسیاسیہ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو نسخ شرائع کے کوئی معنی نہ تھے۔ بلکہ شریعت جامعہ مطلقہ محمدیہ میں بھی یہی حال

اجراء شریعت بالتدریج ہیں

ہے۔ اور اس کا اجرا بھی اسی اصل پر ہوا یعنی بالتدریج۔ پہلے صرف "قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا" دعوت پیغمبری تھی۔ پھر ان چار باتوں پر بیعت لی گئی۔ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانیں۔ زنا نہ کریں۔ چوری نہ کریں۔ اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ پھر نماز فرض ہوئی۔ اور بعد ہجرت مدینہ میں روزہ فرض ہوا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ یہی طریقہ تعلیم جو عین مطابق فطرت انسانی ہے۔ کہ انسان بالتدریج ورفتہ رفتہ تعلیمات حاصل کرتا ہے۔ اور اخلاق و آداب سیکھتا ہے۔ بعض انبیاء و مرسلین کا بعض اوقات جہاد اصطلاحی پر مامور نہ ہونا ان کے نقص کی دلیل نہیں ہے۔ خود پیغمبر عربی بعد ہجرت مامور بہ جہاد ہوتے ہیں پس مثل مرتبہ امامت فرائض

جہاد عمومی اور فرض امام

امامت بھی فوق فرائض مطلق رسالت ہیں۔ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ کفار و منافقین سے جہاد کرو۔ اور ان سے سختی سے پیش آؤ۔ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ۔ تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی کہ اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ "**سیاست دینی ہے**"۔ جو فرض امامت میں داخل ہے۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ ان سے لڑو۔ اور انہیں قتل کرو۔ جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ قَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ۔ پیشوایان کفر سے مقاتلہ اور جہاد کرو۔ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً۔ کل مشرکین سے جہاد کرو۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ۔ ان سے لڑو۔ اور قتل کرو۔ کہ فتنہ بالکل اٹھ جائے۔ **اور اس آیت میں علت جہاد کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ یعنی رفع فتنہ و فساد۔ اور ہمیشہ جہاد اسی غرض کے لئے ہوتا رہتا ہے۔** جس کی تفصیل کا یہاں مقام نہیں ہے۔ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ +

حضرت علامہ طبرسی رحمہ اللہ آیہ امامت (انی جاعلک للناس اماما الآیہ) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اَلْمُسْتَفَادُ مِنْ لَفْظِ الْإِمَامِ

فرائض امامت اور علامہ طبرسی کی تصریح و تشریح

أمران أحدهما أنه المقتدى به في أقواله وأفعاله والثاني أنه الذي يقوم
بتدبير الأمة وسياستها والقيام بأمورها وتاديب جناتها وتولية
ولاتها وإقامة الحدود على مستحقها ومحاربة من يكيدها و
يعاديها وعلى الوجه الأول لا يكون نبي من الأنبياء إلا وهو إمام و
على الوجه الثاني لا يجب في كل نبي أن يكون إماما إذ يجوز أن لا يكون
مأمورا بتاديب الجناة ومحاربة العداء والدفاع عن حوزة الدين
ومجاهدة الكافرين فلما ابتلى الله إبراهيم بالكلمات فأتمهن جعله
إماما للأنام جزاء له على ذلك والدليل عليه أن قوله جاعلك عمل في
قوله إماما والاسم الفاعل إذا كان بمعنى الماضي لا يعمل عمل الفعل
...... فوجب أن يكون المراد به أجعله إماما في الحال أو في الاستقبال
والنبوة كانت حاصلة له قبل ذلك۔ یعنی فرماتے ہیں۔ کہ لفظ امام سے
دو معنی لئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ امام وہ ہے۔ جس کے افعال اور اقوال
میں اقتداء کی جائے۔ اور دوسرے یہ کہ امام وہ ہے۔ جو تدبیر
و سیاست امت کو انجام دے۔ اس کے معاملات کو درست
کرے۔ مجرموں کو سزا دے۔ حکّام کو مقرر کرے۔ مجرمین
پر حدود (تعزیرات) کو جاری کرے۔ امت پر حملہ کرنے
والوں اور دشمنی رکھنے والوں سے جہاد کرے۔ اور حوزہ دین
سے مخالفین کا دفاع کرے۔" پس پہلے معنی کی رو سے تو ہر ایک نبی امام ہے
(کیونکہ ہر ایک نبی کے اقوال و افعال میں اس کی اقتداء کی جاتی ہے) اور دوسرے
معنی کی رو سے ضروری نہیں ہے۔ کہ ہر نبی امام ہو۔ کیونکہ جائز اور ممکن ہے۔ کہ
وہ تادیب و سیاست امت اور جہاد اور دفاع پر مامور نہ ہوا ہو۔ (اور ایسا ہی
ہے۔ کہ ہر نبی امام نہ تھا۔ اور نہ ان پر یہ لفظ بولا جاتا تھا) پس جب خدا نے

حضرت ابراہیمؑ کا بعض کلمات سے امتحان لیا۔ اور انہوں نے انہیں کامل کر دیا۔
تو خدا نے ان کو اس کی جزا میں امام انام بنا دیا۔ اور اس کی دلیل
کہ حضرت ابراہیمؑ اس وقت سے امام بنائے گئے۔ یہ ہے۔ کہ لفظ "اماماً"
آیت میں "جاعلک" کے جاعل (اسم فاعل) کا مفعول واقع ہوا ہے۔ اور
اسم فاعل جب ماضی کے معنی میں ہو۔ تو فعل کا عمل نہیں کیا کرتا۔ اور "اِنّی ضَارِبٌ
زَیْدًا اَمْسِ" غلط ہے۔ "اِنّی ضَارِبُ زَیْدٍ اَمْسِ" صحیح ہے پس معلوم ہوا کہ
خدا حضرت کی امامت کی خبر نہیں دے رہا ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں۔ کہ میں اب یا
آئندہ ابراہیمؑ کو امام بنانے والا ہوں۔ اور نبوت حضرت کو پہلے ہی سے
حاصل تھی۔ پس امامت۔ رسالت و نبوّت پر اضافہ ہوا۔
اور اب سے حضرت امام انام بھی بنائے گئے۔ انتہی) اور ظاہر
ہے۔ کہ حال کے صادق آتے ہوئے استقبال کے لینے کی کوئی ضرورت نہیں
ہے۔ اور یہی آیات سے مستفاد ہوتا ہے۔ فافہم ولا تکن من القشرین۔
ماحصل یہ ہے۔ کہ فرائض عہدہ امامت میں سیاست دین و امت بھی ہے
اور مقام امامت پر پہنچکر دیانت و سیاست عمومی جمع ہو جاتی
ہیں۔ روحانی اور جسمانی حکومتیں ایک نقطہ پر آجاتی ہیں مرسلین
تدبیر و سیاست امت اور اقامۂ حدود و حفظ الثغور پر کلیتہً
مامور ہوتے ہیں۔ بادشاہت اسلامی اور نبوت ایک ذات
میں بروز کرتی ہیں۔ لیکن یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ سیاست قیصر و کسریٰ
کی جابرانہ حکومت نہیں ہے۔ بلکہ سیاست دینی ہے۔ یہ نبوت و رسالت سے
علیحدہ سلسلہ نہیں۔ ایک ہی سلسلہ ہے۔ اور اس کے مستحق اور انجام دینے والے
وہی نفوس ہو سکتے ہیں۔ جو نبی اللہ ہوں یا نبی اللہ ہونے کی صلاحیت
رکھتے ہوں۔ اور آنحضرتؐ پر جس طرح نبوّت درجۂ تکمیل کو پہنچی ہے۔ اسی طرح

امامت بھی۔ جس طرح آپ نذیر کل ہیں۔ اسی طرح امام کل۔ جن پر آپ رسول ہیں۔ یعنی کل ماسوے اللہ پر۔ انہی پر آپ امام بھی ہیں۔ اور کل تحتِ سیاست محمدی میں داخل۔ اور سید الکونین شہنشاہ عالمین اور عمامہ رسالتی تاج بادشاہت دین و دنیا۔ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِى السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ۔ تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا۔

سیاست و امامت

بیان ماسبق سے امامت کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ کہ امام وہ شخص ہوتا ہے جس کے افعال و اقوال میں اس کی اقتدا کی جائے۔ اور اقامۂ حدود و حفظ ثغور بھی اس کے خاص فرائض میں داخل ہو۔ اور یہی سیاست دینی ہے۔ کیونکہ نبی اللہ کو امامت کا عہدہ ملا ہے۔ جو مقتدئے فے الاقوال والافعال ہے۔ اس لئے ائمہؑ سے کہیں بھی حدود دین اسلام سے اس میں تجاوز نہیں ہو سکتا۔ ان کے واسطے ایک ناموس الٰہی مقرر ہے۔ ایک شریعت عالم امری معین ہے۔ اس سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا۔ اے پیغمبرؐ اسی طرح ہم نے تجھے ایک شریعت امری پر قرار دیا ہے۔ اسی پر چلو۔ اور اس سے ذرہ برابر تجاوز نہ کرو۔ فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ۔ پس اسی پر مستقیم و ثابت قدم رہو۔ جس طرح کہ تمہیں مامور کیا گیا ہے۔ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا۔ جس نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا۔ وہ سخت گمراہی میں پڑ گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ بالتحقیق خدا عدل و احسان اور ذوی القربٰے کے حقوق ادا کرنے کا امر فرماتا ہے۔ اور فحش و منکر اور بغاوت اور سرکشی کے کاموں سے نہی فرماتا ہے۔ خدا تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ کہ شائد نصیحت پکڑو۔ اور عبرت حاصل کرو۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ

حدود الٰہی سے تجاوز گمراہی ہے

لَاتَعۡدِلُوۡا اِعۡدِلُوۡا هُوَاَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی (مائدہ ع ۲) - اور لوگوں کی عداوت و دشمنی تمہیں ظلم و بے انصافی کی طرف مائل نہ کرے (عدل کرو۔ عدل پرہیزگاری سے قریب تر ہے)۔ اسلامی بادشاہ (امام و خلیفہ و رسول) اپنے سخت ترین دشمن کے ساتھ بھی عدل اور حد شرع سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ وہ ملک میں انتظام قائم کرنے کے لئے جبر و تشدد سے اپنا رعب نہیں جما سکتا۔ بلکہ اس کی حقانیت و صداقت اور انصاف و عدالت اس کے رعب کا باعث ہوتی ہیں۔ وَنُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ "مجھے رعب سے منصور بنایا گیا ہے" جناب ختمی مرتبت کی خاص شان ہے۔ وہ رعب جبّاریت نہیں ہے۔ رعب حقانیت ہے۔ اور جو کچھ لسان حق و عدل کر سکتی ہے۔ وہ تیغ ظلم و تشدد نہیں کر سکتی۔ جو کچھ قلم صداقت برقم سے ہو سکتا ہے۔ وہ شمشیر ستم اور ظلم جور کے طبل و علم سے نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ موسویت دکھا سکتی ہے۔ وہ فرعونیت کبھی نہیں دکھا سکتی۔ شدتِ نمرودی خلت ابراہیمی کے مقابل نہیں ہو سکتی۔ نارِ نمرودی نور ابراہیمی پر غالب نہیں آ سکتی۔ اور سحر فرعونی ید بیضا سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ ظلم ابوجہلی و بولہبی رحم پیغمبر ہاشمی مطلبی پر فضیلت نہیں پا سکتا۔ یہ پیشوایان دین اسلام و پادشاہان روحانی اپنی روحانیت سے تصرف رکھتے ہیں۔ اور دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ جہاں دل مطیع ہونگے۔ وہاں جسم خود تابع ہو جائینگے۔ جسم روح کے زیر حکومت و زیر اثر ہے۔ نہ روح جسم کے تابع اور مطیع۔ بادشاہت دنیا پیغمبری کے تابع ہے۔ نہ پیغمبر حکومت مادی کے مطیع۔ حضرت ابراہیمؑ کی ذریت کے کل دینی پیشواؤں اور ان کی سیاست کو دیکھو۔ اور ان میں غور کرو۔ کہ کہاں اور کب انہوں نے تخت و تاج اور زیب و زینت سے حکومت کی ہے؟ باوجود ان کے بھی ان کا کمال صدق و حق و اخلاص پرستی ہی میں تھا۔ اسلام میں سب سے بڑا بادشاہِ اسلام پیغمبر اسلامؐ

صداقت و حقانیت حکومت و دنیا کی فتح

روحانی فتح مادی فتح سے بالا

اسلام کے سب سے بڑے بادشاہ

بعض اخلاق پیغمبر اسلام صلعم

سرورِ عالم صلعم کمبھی پیٹ بھر کر روٹی نہ کھائی

ہے۔ مگر کبھی کسی حالت میں کبھی اس میں دنیاوی بادشاہوں کی شان نظر نہ آئیگی۔ وہ اگر چاہتے۔ تو دنیا کے خزانے جمع کر سکتے تھے۔ اور ہر قسم کے عیش و راحت کے سامان ان کے لئے مہیا ہو سکتے تھے۔ مگر ان کی شان "الفقر فخری" کے ساتھ جتنی نمایاں تھی۔ اتنی مسند جم پر نمایاں نہ ہو سکتی تھی۔ اس شہنشاہی کے زمانہ میں اپنے ہاتھ سے بکریاں دوہ لیتے تھے۔ زمین پر بیٹھ جاتے تھے۔ خود اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے۔ خود اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے۔ اور گٹھی ہوئی جوتی اور پیوند لگا کر کپڑا پہن لیتے تھے۔ اور بھوک و پیاس میں بسر کرتے تھے۔ فاقوں میں خندق کھودتے تھے۔ اور پیٹ پر بھوک کی شدت سے پتھر باندھ لیتے تھے۔ تاریخ ابو الفدا میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم دنیا سے گئے۔ در انحالیکہ انہوں نے تمام عمر جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔ وَیَاتِیْ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ شَهْرٌ اَوْ شَهْرَانِ لَایُوْقَدُ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِهٖ نَارٌ وَکَانَ قُوْتُهُمُ التَّمْرُ وَالْمَاءُ۔ آل محمد صلعم پر ایک ایک اور دو دو ماہ گذر جاتے تھے۔ اور کسی گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ اور پانی اور سوکھے چھواروں پر بسر کر لیتے تھے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

شہنشاہ کونین کی بیٹی کی شادی

سید الکونین و شہنشاہ مشرقین کی دختر نیک اختر کی شادی بھی ایک نہایت پر حیرت و پر عبرت منظر پیش کرتی تھی۔ جبکہ اس کے جہیز میں ایک چکی۔ ایک چمڑے کا تکیہ۔ لکڑی کا ایک پیالہ۔ ایک مشکیزہ۔ ایک سبز روغنی مٹی کی گھڑیا۔ ایک یا دو کوزے مٹی کے شاہزادیٔ کونین کا جہیز تھا۔ اور اس کو دیکھ کر اس شہنشاہ مشرقین کے یہ الفاظ "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِقَوْمٍ جُلَّ اٰنِیَتِھِمُ الْخَزَفُ" خداوند برکت دے ان لوگوں کو جن کے کل برتن و ظروف مٹی ہی کے ہوں۔ یہ سازو سامان اور یہ تزک و شان فقیری سیاست دیانتی ہی کے شایاں ہے۔ نہ ملک سیاسی اور ملک طبعی کے۔

فاطمہ علیہا السلام کا جہیز

اسلام کی اخلاقی فتوحات

جناب رسالت مآب صلعم کے حالات اور نشر اسلام کی کیفیات کو دیکھئے۔ اور معلوم کیجئے

کہ کس طرح پھیلا، وہ صرف اخلاق و آداب محمدیؐ اور رُوحانیت محمدیؐ ہی تھی۔ جس نے دشمنوں کی زبان سے محمد صادق امین کا لقب دلایا تھا۔ بیشک وہ روحانیت محمدیؐ اور ان کا عزم و استقلال دینی ہی تھا۔ جس کا ادنیٰ کرشمہ "یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا" تھا۔ جوق جوق کفار مومن و دیندار ہو کر دین محمدیؐ میں داخل ہو رہے تھے۔ اور ہجرت سے پہلے ہی مدینہ میں کوئی گھر نہ رہا تھا۔ جہاں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا بلند نہ ہو چکی تھی۔ سوائے امیہ بن زید کے گھر کے۔ یہ محمدیؐ تلوار نہ تھی جس نے پشت ہا پشت کے دشمنوں کو دوست بنا دیا تھا۔ اور رشتہ اخوت قائم کر دیا تھا۔ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا (ال عمران ع ١٢) - اس دن کو یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن جانی تھے۔ تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اور اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ وہ کونسی نعمت خدا تھی۔ جس نے دشمنوں کو بھائی بھائی بنایا؟ وہی ذات محمدیؐ جو سب نعمتوں سے بڑی نعمت اور سب آیتوں سے بڑی آیت اور خدا کی زبردست نشانی ہے +

پیغمبرؐ اور یہودی

ایک قرض خواہ یہودی راہ میں اس شاہنشاہ کونین کو پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ جب تک قرض ادا نہ کرو گے۔ نہ چھوڑونگا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور نماز ظہرین وہیں اس کی حراست میں ادا کی ہے۔ اصحاب کو غصہ آ گیا ہے۔ اور کہنے لگے ہیں۔ کہ اے شخص تو نے پیغمبر کو گرفتار کر کے بٹھایا ہوا ہے۔ نماز کو بھی نہیں جانے دیتا۔ حضرت فوراً اصحاب کو دباتے ہیں۔ کہ تمہیں کیا غرض ہے۔ جو اس کو ایسا کہتے ہو۔ اس کا مجھ پر حق ہے

یہودی کا اسلام لانا

اور وہ تقاضا کا حق رکھتا ہے۔ یہودی یہ سُن کر پیروں پر گر پڑتا ہے اور مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں یہی دیکھنا چاہتا

تھا ۔ بیشک پیغمبر خدا کی یہی شان ہونی چاہئے ۔ جو شاہان دنیا کی شان اور
ان کے آن بان کے بالکل خلاف ہے ۔ وہ اس کو خلاف انتظام ملکی جانتے ہیں ۔ ناقص
رعب سمجھتے ہیں ۔ اور بیشک وہ ٹھیک کہتے ہیں ۔ ان کا رعب جاہ وحشم اور جبر وتشدد
ہی قائم رکھ سکتا ہے ۔ وہ روحانیت وصداقت وحقانیت وعدالت کہاں رکھتے
ہیں ۔ جو ایک ایک ماہ کی راہ تک دلوں پر حکومت کرے ۔ یہ **بالکل غلط ہے** ۔ کہ
اسلام تلوار سے پھیلایا گیا ہے ۔ ہاں تلوار سے بچایا گیا ہے ۔ اور جب
حقیقی مسلمانوں کے ہاتھ سے تلوار چھین لی گئی ہے ۔ تو خود اسلام ہی ذبح ہوگیا
ہے ۔ اور یہی نبوت میں سیاست کا راز ہے ۔ اور اسی میں اسوۂ حسنہ محمدی " جب
سے اسلام سے یہ روحانیت کم یا گم ہوئی ۔ اسلام کی حقیقی اشاعت نہ نمائشی اشاعت
تقریباً بند ہوگئی ۔ بلاشبہ جہاں تک روحانیت فتح حاصل کرسکتی ہے ۔ مادیت
کبھی نہیں کرسکتی ہے ۔ اور تاریخ تمدن اسلام کے مصنف کا یہ قول بالکل خلاف
واقع اور حقیقت سے دور ہے ۔ کہ یہ اسلام میں روحانی فتح ایک اتفاقی امر تھا ۔ کہ
ایسے آدمی اس زمانے میں جمع ہوگئے ۔ یہ سیاست فقیرانہ حکومت شاہانہ اور طبیعت
ملک کے خلاف ہے ۔ اور ضروری تھا ۔ کہ ایک دن اسلام کی دینی خلافت سیاسی
بادشاہت سے بدل جائے ۔ انتہی ۔ یہ خیال مادہ پرست لوگوں کا ہی ہوسکتا ہے
نہ ان کا جن میں شائبہ روحانیت ہے ۔ اور دنیا کی حقیقت اور انسانی فطرت سے
واقف ہیں ۔ اس وقت اسلام میں روحانیت کی فتوحات اس لئے ہوئی تھی ۔
کہ مسلمانوں میں روحانیت تھی ۔ اور ایسے نفوس موجود تھے ۔ جو خالص روحانی تھے
اور اگر کسی اور زمانے میں بھی ایسے نفوس ہوتے ۔ یا اسلام کی باگ ایسے نفوس کے
قبضہ میں ہوتی ۔ تو ضرور اس وقت بھی یہی حالت ہوتی ۔ اگر روحانیت ونورانیت
دیانت وحقانیت ۔ خلافت وعدالت عالم پر حکومت نہ کرسکتی ۔ تو کبھی امامت
(سیاست) نبوت سے منضم نہ کی جاتی ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

حقیقت امر یہ ہے۔ کہ سیاست ملک کی تدبیر اور حفاظت کا نام ہے۔

حقیقی سیاست اسلام کی

اور اسلامی سیاست میں ملک نہ زمین اور نہ خاوف زمین میں بلکہ خود اسلام ہے۔ اور سیاست دینی دین کی حقیقی ترقی اور حفاظت کا نام ہے۔ سیاست اسلام ہی حوزہ اسلام کی حفاظت و حمایت ہے جس صورت سے بھی ممکن ہے۔ دینی سیاست دان کا فرض ہے۔ کہ اگر ملک جا کر دین بچ جائے۔ تو وہ اس کو مقدم رکھیگا۔ بخلاف اس کے کہ دین جا کر ملک ہاتھ آجائے۔ کیونکہ بادشاہت شرعی کا منشاء کافۂ انام کو قانون شرع و مقتضیات شریعت پر چلانا اور حقانیت و صداقت کی راہ دکھلانا ہے۔ پس اگر شرع ہی نہ رہی۔ اور وہی ٹوٹ گئی۔ تو ملک شرعی و دینی بادشاہت کے کیا معنی؟ پس ہو سکتا ہے۔ کہ امام ایک وقت حفاظت دین اسلام کے لئے اپنی جان و مال سے دریغ نہ کرے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ بعض اوقات بقائے اسلام کے لئے اپنی عزت و آبرو بھی قربان کر دے۔ اگر وہ اسلام کو بچا لے گیا۔ تو وہ اپنی سیاست کا حق ادا کر گیا۔ اگرچہ بظاہر حکومت دنیا کی باگ اس کے ہاتھ میں نہ رہ سکی ہو۔ اور اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ دینی پیشوا اور اسلامی بادشاہ صبر و تحمل کا مجسمہ ہو۔ نہایت خندہ رو اور نرم خو ہو۔ اگر وہ ان اوصاف سے خالی ہے۔ اور غیظ و غضب اور درشت خوئی کا عادی۔ وہ غیظ و غضب میں حدود الٰہی سے ضرور متجاوز ہو جائیگا وہ پیشوائے دین نہ ہوگا۔ بلکہ نمرود و فرعون ہوگا۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (اٰل عمران ع ١٦)۔ اے پیغمبرؐ اگر تو سخت مزاج و درشت خو ہوتا۔ تو یہ سب تیرے اردگرد سے بھاگ جاتے۔

امام حفاظت دین کیلئے جان و مال قربان کر سکتا ہے

بدخلق دینی پیشوا نہیں ہو سکتا

فتح مکّہ اور بادشاہ اسلام کا **طرز عمل دنیاوی سیاست اور دینی سیاست کی صاف تفریق کر رہا** ہے۔ ایک دن وہ تھا۔ کہ پیغمبر اسلامؐ بجبر مکہ سے نکالا گیا تھا۔ ایک دن وہ آتا ہے کہ پیغمبر امیؐ مکہ اور آبائے وطن میں فاتحانہ داخل ہوتا ہے۔ دشمن مغلوب ہو چکے

فتح مکہ اور شہنشاہ کونین کا رویہ

ہیں۔ اور اہل مکہ جو سب سے بڑھ کر دشمن پیغمبرؐ تھے۔ وہ اپنی کرتوتوں کو یاد کرتے اور خوف کھاتے ہیں۔ کہ نہ معلوم اب پیغمبر اسلامؐ کی بارگاہ سے ان مفتوحین و محصورین و مقیدین کے واسطے کیا حکم ہوگا؟ طرح طرح کے خیالات دل میں آتے ہیں۔ مگر پیغمبر اسلامؐ کا آخری فیصلہ یہ سنایا جاتا ہے۔ کہ "لا تثریب علیکم الیوم" آج تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے۔ سب کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ جو بالکل شاہان دنیا کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

پیغمبرانہ نظر

اس میں یہی راز نہیں تھا۔ کہ حضور رحمۃ للعالمین ہونے کا ثبوت دیں۔ بلکہ یہ بھی تھا۔ کہ آپ اس ذات کا مظہر ہونے کا ثبوت دیں۔ جو غیب کا جاننے والا اور دلوں کا رازداں ہے۔ اور اس لئے پیغمبری نظر صرف اجسام تک محدود نہیں ہوگئی تھی۔ بلکہ ارواح تک دیکھتی تھی۔ صرف ظاہر پر حکومت نہ تھی۔ بلکہ باطن پر بھی تصرف تھا۔ وہ یہ جان سکتا تھا۔ کہ یہی مقید اور اسیر دشمن وہ ہیں۔ جن کی نسل سے آئندہ ہزاروں فدائیان اسلام پیدا ہونگے۔ پس ان کو ہلاک کر ڈالنا لاکھوں بیگناہوں کا خون بہا دینا ہے۔ لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (سورۂ فتح ع ۳) "اگر وہ مومن مرد اور مومنہ عورتیں نہ ہوتیں۔ جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ کہ پائمال کر ڈالو۔ اور اس جہالت کی وجہ سے تمہیں ہی ان کا ضرر پہنچے (تو ہم تمہیں ضرور قتل عام کا حکم دیدیتے)۔ لیکن ایسا نہ کیا گیا۔ تاکہ خدا جس کو چاہے۔ اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اور اگر وہ جدا جدا ہوجاتے۔ اور مومن سے کافر علیحدہ ہوجاتے۔ تو ہم کافروں کو سخت عذاب پہنچاتے۔ اور سخت سزا دیتے" یہ اسی فتح اور اسی واقعہ کا ذکر ہے۔ اور ان مومنین و مومنات سے جن کو عامۂ مومنین نہیں جانتے تھے۔ اور نادانستگی میں

امام باطن بھی نظر رکھتا ہے

ہلاک کر سکتے تھے۔ یہی مومنین مومنات جو ان کفار کی نسل سے پیدا ہونے والی تھیں۔ اور یہی معاون تنزیل کی تصریحات سے ثابت ہے۔ اور یہ دینی سیاست دان کی باطنی نظر کا پتہ دیتی ہیں۔ اور یہ علم نہیں ہو سکتا مگر بذریعہ وحی۔ اور یہ کام نہیں ہو سکتا مگر اسی وقت کہ وہ حاکم دینی (امام) مجسمہ صبر و تحمل ہو۔ اور حلیم برحق کا مظہر کامل ہو۔ انہی دو شرطوں کو امامت کی خصوصیات میں قرار دے کر خدا فرماتا ہے

صبر شرط امامت میں

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِيْنَ (انبیاء ع ۵)۔

ہم نے انہیں پیشوائے دین اور شاہنشاہ اسلام بنایا ہے۔ کہ یہ ہمارے ہی امر سے ہدایت کرتے ہیں۔ اور ہمارے ہی حکم پر چلتے ہیں۔ اور اس سے ہرگز تجاوز اور روگرداں نہیں کرتے ہیں۔ اور اس میں خطا اور غلطی ان کے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ اور ہم نے ان کو وحی کی ہے اعمال و افعال خیرات کی۔ اقامۂ نماز کی۔ ادائے زکوٰۃ کی۔ اور یہ خاص ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے۔ بغیر وحی کے امامت محال ہے۔ امام کا صاحب وحی و الہام ہونا واجب ہے۔ ورنہ وہ نہیں جان سکتا۔ کہ منشاء الٰہی کیا ہے۔ اور فلاں موقع پر قدرت کیا چاہتی ہے۔ اور اسی لئے کہا جاتا ہے۔ اور بالکل صحیح ہے۔ اور خود عہدۂ امامت بتلا رہا ہے۔ کہ امام بغیر عہد الٰہی و اذن الٰہی اور الہام خداوندی کچھ نہیں کرتا۔ اور امام برحق کی ضرور یہی نشانی ہونی چاہیئے۔ اور ہوتی ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا۔ ہم نے ان میں سے امام بنائے ہیں۔ جب کہ صبر میں وہ کامل ثابت ہوئے ہیں۔ اور وہ ہمارے ہی امر سے ہدایت کرتے ہیں۔ صبر و تحمل امام کی خاص صفت ہے۔ یہ اس کا کمال ہے۔ یہ نقص نہیں۔ اور یہ صبر عین شجاعت ہے۔

بغیر علم الہامی امامت محال ہے

بغیر علم الٰہی سیاست دینیہ ناممکن ہے

صبر و شجاعت ایک ہی ہیں

جو شخص اپنے نفس پر ہر موقع پر قابو نہ رکھتا ہو۔ وہ ہرگز اہل عقل کے نزدیک شجاع نہیں کہلا سکتا۔ شجاعت صرف لڑنے ہی میں نہیں ہے۔ بلکہ موقع پر لڑائی سے رکتے اور جنگ کو ٹلانے ہیں جو بھی ہے۔ بلکہ وہی اصل شجاعت ہے۔ اور اس شجاعت کے زیور سے ہر ایک امام برحق آراستہ ہوتا ہے +

دو قسم کے پیشوا

ایسے پیشوائے دین کو ہدایت خلق و اقامہ حدود و حفظ شعور و اجرا احکام میں صرف امر الٰہی کی پابندی ضروری ہے۔ اور یہاں سے معلوم ہے۔ کہ جو امام اپنی رائے پر عمل کرے۔ اور اپنے نفس کے امر پر چلے۔ وہ نفس امارہ کا مطیع ہے۔ نہ امر حقیقی خدائے علام کا۔ ایسے لوگ گو وہ پیشوا بنے ہوئے ہوں۔ مگر وہ ان ائمہ برحق کی ذیل میں نہیں آ سکتے۔ بلکہ وہ ان کی ذیل میں ہونگے۔ وجعلنٰھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامۃ ھم لا ینصرون۔ وہ امام اور پیشوا بنائے گئے ہیں۔ جو لوگوں کو آتش جہنم کی دعوت دے رہے ہیں۔ اور روز قیامت رحمت خدا ان کے شامل حال نہ ہوگی۔ اور ان کی مدد نہ کی جائیگی۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اسلام میں بھی دو قسم کے پیشوا گزرے ہیں۔ ایک خدا کی طرف بامر خدا دعوت دینے والے۔ اور ایک آتش جہنم کی طرف لے جانے والے اور اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرنے والے۔ اس کی تصریح احادیث نبوی میں بھی موجود ہے۔ تاریخ الخلفاء میں روایت ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ "الائمۃ من قریش ابرارھا ائمۃ ابرارھا وفجارھا ائمۃ فجارھا" پیشوا سلسلے قریش ہی میں سے ہونگے۔ نیک اور ابرار پیشوا نیکوں کے امام ہوں گے۔ اور فاسق و فاجر امام بدکاروں کے پیشوا ہوں گے۔ اور ان دو گروہوں کی تشخیص اہل اسلام کے اہم فرائض سے ہے۔ اور اسی میں نجات کا راز ہے" ولکل وجھۃ ھو مولیھا" "فاستبقوا الخیرات" امام حق و امام باطل پیشوائے معصوم اور پیشوائے فاسق کی تمیز واجب ہے۔ ومن لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ

علامہ سیوطی کی تصریح

پیشوائے دین کا ایک ہی راستہ ہونا

الجاھلیۃ " جس نے اپنے امام وقت کو نہ پہچانا۔ وہ جاہلیت کی موت مرا"۔ اس بیان سے اس کی بھی تحقیق ہوگئی ہے۔ کہ سیاست دینی اور سلک شرعی میں پیشوائے دین کی صرف ایک راہ ہوگی۔ کیونکہ وہ جادہ مستقیم دینی سے کبھی کسی آن میں بھی تجاوز نہ کرسکیگا۔ اور بس ایک راہ پر چلیگا۔ اور دنیادار بادشاہ کی خواہ وہ اسلام میں کیوں نہ ہو۔ ہزار راہیں ہونگی جعل الظلمات والنور۔ ظلمتیں بہت ہیں اور نور ایک۔ واللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور۔ ایسی صورت میں اگر ایک دیندار بے دین کی چالوں کا مقابلہ نہ کرسکے۔ اور بظاہر مغلوب نظر آئے۔ تو یہ اس کا نقص نہیں ہے۔ بلکہ عین کمال دیانت ہے۔ وہ صرف مصلحت دینی ہی کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اور یہی اس کی صداقت وحقانیت کی دلیل ہے۔ یہی رسول اللہؐ کی شان تھی۔ اور یہی ان کے بعد کے خلفائے برحق کی۔ مثلاً صاحب تاریخ تمدن اسلامی کہتے ہیں۔ کہ علیؑ اسلام کے نہایت درجہ پابند تھے۔ اور اپنے افعال واقوال میں بالکل آزاد اور صاف گو۔ بے لوث۔ وہ چالبازی سے آشنا ہی نہ تھے۔ اور کبھی کسی حالت میں بھی حیلہ سازی کی طرف مائل نہ ہوتے تھے۔ پس ان کا مقصد صرف دین ہی تھا۔ اور ان کے بہترین افعال واعمال صداقت وحق پرستی۔

دینی اور دنیاوی سیاست کا فرق

جب ان سے دریافت کیا گیا۔ کہ مسلمانوں کو کیسا ہونا چاہیئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ بھوک سے پیٹ پشت کو لگے ہوئے۔ ہونٹ پیاس سے خشک اور آنکھیں خوف خدا سے روتے روتے چندھیا گئی ہوں۔ غرض دینی سیاست عیش وعشرت۔ غنا وشرف ظلم وستم۔ جور وعدوان۔ جبر وتشدد اور شان وشوکت وجاہ وحشمت سے بری ہے۔ وہ اس کی محتاج نہیں ہے۔ اس سیاست کا معیار صرف شجاعت اور علمیت ہی ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ آئیگی۔ سلمان فارسی حسب حضرت

سلمان فارسی کی روحانی حکومت

علیؑ کی طرف سے مدائن کے حاکم ہو کر جاتے ہیں۔ تو اپنے کمال علم و معرفت کی وجہ سے کتوں سے محافظ پولس کا کام لے لیتے ہیں۔ زیاد امیر شام کی طرف سے بصرہ کا گورنر ہو جاتا ہے۔ اپنا رعب جمانے کے لئے ایک شب میں پانچ سو گنہگاروں کی گردن مار دیتا ہے۔ اور ایک ہفتہ میں ہزار ہا بے خطاؤں کو تہ تیغ کرتا ہے۔ یہ جابرانہ حکومت ہے۔ اور وہ عادلانہ دینی سیاست۔ وبینہما بون لعبید۔ ولکل وجھۃ ھو مولیھا۔ یہاں پر ہم بحث سیاست و امامت میں بطور ماشاۃ لکھ رہے ہیں۔ اور حقیقت امامت کی طرف اشارہ کر آئے ہیں۔ سیاست و امامت کی مزید توضیح مع رفع شبہ باب دوم میں آئیگی۔

تعریفِ امامت اور مرتبۂ ولایت

اس بیان سے حقیقت امامت کی فی الجملہ کیفیت معلوم کرنے کے ساتھ اس کی تعریف بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ کہ بیشک "الامامۃ ریاسۃ عامۃ" امامت ریاست عامہ مطلقہ ہے۔ اس لئے اس میں "بنیابۃ عن النبی" کی قید جو بعض علماء نے لگائی ہے۔ اکثر ائمہ کو امامت سے خارج کر دیتی ہے۔ بلکہ حضرت ابراہیمؑ سے لے کر تا حضرت عیسےٰؑ کل ائمہ ذریت حضرت ابراہیمؑ اس قید سے خارج ہو جاتے ہیں۔ بلکہ خود اصل حقیقت کے لحاظ سے حضرات خلفاء رسول رب العالمین جو وارث امامت ہوتے ہیں۔ خارج ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا تقرر بھی نیابۃ عن النبی نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس طرح خلافت النبیہ کے مالک ہیں۔ جس طرح حضرت رسول خداؐ۔ اور اسی طرح وہ امامت ابراہیمی کے وارث ہیں۔ جس طرح رسول خداؐ۔ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا (آل عمران ع ۷)۔ بیشک ابراہیمؑ کے اس عہدہ کے مستحق اور اس کے سزاوار وہ لوگ ہیں۔ جو ان کے بعد ہوئے مثل حضرت اسحاقؑ و یعقوبؑ و موسےٰؑ و عیسےٰؑ اور یہ نبی عربیؐ۔

نیابت نبی اور قید تعریف امامت

اور وہ مومنین صالحین امت محمدی جو ذریت ابراہیمیؑ میں سے اس عہدہ کے وارث تھے۔ اور صفت ظالمین سے منزہ تھے۔ اور "ومن ذریتی" استدعا کے جواب میں "لاینال عہدی الظالمین" صاف بتلا رہا ہے۔ کہ مطلب الٰہی یہی ہے۔ کہ اِنّی جَاعِلٌ صَالِحِی ذُرِّیَّتِکَ اِمَامًا۔ یعنی ظالمین اس کے عہدہ کے مستحق نہ ہونگے ہاں میں تیری ذریت کے صالحین کو امام بناؤنگا۔ پس جس جعل الٰہی اور نص خداوندی سے حضرت رسولؐ اس امامت پر فائز ہوئے۔ اس سے ان کے بعد کے ائمہؑ اور خلفاء اللہ فائز ہوئے۔ ہاں وہ صاحب شریعت اس لئے نہ ہوئے۔ کہ نبوت ختم ہوچکی تھی۔ اور یہاں خلافت الٰہیہ صورت امامتی میں ظاہر ہوئی ہے نہ صورت رسالتی میں۔ اس طرح اگر ریاست سے مراد حکومت ظاہری لی جائے۔ تو تمام ائمہ اس تعریف سے خارج ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کسی کو بھی ریاست عامہ مطلقہ حاصل نہیں ہوئی۔ بعض کو جزئی حاصل ہوئی۔ اور بعض کو بالکل نہیں۔ مزید توضیح باب دوم میں آئیگی۔

بیشک امامت بحیثیت تقدم۔ علم۔ قدرت اور تصرف (حکم) ریاست عام ہے۔ اور امام خلق رئیس عام ہوتا ہے۔ اور کل اس کے تحت حکومت و تصرف و طاعت۔ لیکن اس ریاست کے حقیقی معنی یہ نہیں ہیں۔ کہ کل افراد انسانی پر اس کا حکم جاری ہو۔ اگر یہ ہو۔ تو کہا جائیگا۔ کہ ایسی ریاست تو آج تک کسی خلیفہ اور امام کو حاصل نہیں ہوئی۔ ہر ایک کا حکم کسی ایک حصہ زمین پر جاری رہا ہے۔ خواہ زیادہ یا کم۔ اور اس میں بھی بہت سے افراد حکم سے باہر اور ریاست کے منکر بلکہ اکثر ائمہ اوّلین و آخرین کہ ریاست بصورت ظاہری حاصل ہی نہیں ہوئی۔ لہذا ضرور تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ اس ریاست ظاہر سے مراد عام حکومت دنیویہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ حکومت باطنی ہے۔ جس سے امام کل ماسوائے پر حکومت رکھتا ہے۔ اور وہ تصرف رکھتا ہے۔ کہ اپنی آواز عالم دہری میں روحوں اور نفسوں کو سنا سکتا ہے!

عالم روحانی میں امام کا تصرف

اور لبیک کہلا سکتا ہے۔ اور ہر عالم میں ان کی نصرت و مدد کر سکتا ہے۔ جہاں اس کو پکاریں پہنچ سکتا ہے۔ اور اس تصرف اور ریاست عامہ سے وہ مشکلکشائے خلق بن سکتا ہے۔ اس وقت سے جبکہ وہ عالم جسمانی میں آیا بھی نہیں ہے۔ اور جہاں اسکو "یا فارس الحجاز ادرکنی" کہکر پکارو۔ وہ تصرف و یاری کے لئے موجود ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ اسی عالم روحانی میں ہر نبی کی نصرت کر سکتا ہے۔ خصوصاً وہ امام جو اس نبی کی جگہ آئے۔ جس کی شان یہ ہو۔ کہ بطور فخر کہہ سکے۔ کہ "میں اس وقت نبی تھا۔ جبکہ آدم کا پُتلا بھی نہ تھا"۔ اور جس کی نبوت بعد مرنے کے بھی تا قیام قیامت باقی ہو۔ اس کے قائم مقام کی شان بھی یہی ہوگی۔ اور تینوں زمانوں کو شامل ہوگی۔ اور وہ کہہ سکیگا۔ نَصَرْتُ الْاَنْبِیَآءَ سِرًّا وَنَصَرْتُ مُحَمَّدًا جَهْرًا۔ میں نے کل انبیا کی پوشیدہ طور پر عالم ارواح میں نصرت کی ہے۔ اور محمد عربی کی علم کھلا میدان میں نصرت کی ہے۔ ایسے ہی وجود کو ولی اللہ المطلق کہتے ہیں۔ اور اسی تصرف کا نام ولایت ہے۔ اور امام کی ریاست عامہ اسی ولایت کا اثر ہے۔ ورنہ ریاست عامہ کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہی وہ ریاست و ولایت مطلقہ ہے۔ جس سے کل جن و انس اور چرند و پرند پر حکومت کرتا ہے۔ بلکہ عقول قادسہ اور ارواح مقدسہ اور نفوس عالیہ اس سے فیض پاتے ہیں۔ اور ساکنان زمین و آسمان اس کے تحت نظر کرتے ہیں۔ وہ رحمۃ للعالمین یا قائم مقام رحمۃ للعالمین ہونیکا ثبوت خود دے دیتا ہے۔ اور دنیا کو منوا دیتا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امامت مطلقہ وہ درجہ ہے۔ جہاں عقول حیران ہو جاتی ہیں۔ اور ناممکن ہے۔ کہ ہم استدلالی گھوڑاوں کے ذریعہ اس کے کنگرہ کمال تک پہنچ سکیں۔ اور یہ مرتبہ و مقام کسب و اکتساب سے حاصل ہو سکے۔

امام کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہوتا

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قال الرضا۔ اَلْاِمَامُ وَاحِدُ دَهْرِهٖ لَا يُدَانِيْهِ اَحَدٌ وَلَا يُعَادِلُهٗ عَالِمٌ وَلَا يُوْجَدُ مِنْهُ

بَدَلٌ وَلَا لَهُ مِثْلٌ وَلَا نَظِيرٌ مَخْصُوصٌ بِالْفَضْلِ كُلِّهِ مِنْ غَيْرِ طَلَبٍ مِنْهُ وَلَا اكْتِسَابٍ بَلِ اخْتِصَاصٌ مِنَ الْمُفْضِلِ الْوَهَّابِ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ ضَلَّتِ الْعُقُولُ وَتَاهَتِ الْحُلُومُ وَحَارَتِ الْأَلْبَابُ وَخَسِئَتِ الْعُيُونُ وَتَصَاغَرَتِ الْعُظَمَاءُ وَتَحَيَّرَتِ الْحُكَمَاءُ وَتَقَاصَرَتِ الْحُلَمَاءُ وَحَصِرَتِ الْخُطَبَاءُ وَجَهِلَتِ الْأَلِبَّاءُ وَكَلَّتِ الشُّعَرَاءُ وَعَجَزَتِ الْأُدَبَاءُ وَعَيِيَتِ الْبُلَغَاءُ عَنْ وَصْفِ شَأْنٍ مِنْ شَأْنِهِ أَوْ فَضِيلَةٍ مِنْ فَضَائِلِهِ... فَأَيْنَ الْاخْتِيَارُ مِنْ هٰذَا وَأَيْنَ الْعُقُولُ مِنْ هٰذَا وَأَيْنَ يُوجَدُ مِثْلُ هٰذَا۔

امام یکتائے زمانہ ہوتا ہے۔ کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی عالم اس کا ہم پلہ نہیں ہوتا۔ اس کا مثل و نظیر نہیں پایا جا سکتا۔ وہ فضل الٰہی مخصوص ہوتا ہے۔ بلا اس کے وہ اس کو طلب کرے یا اپنی کوشش سے حاصل کرے۔ بلکہ یہ محض مفضل وہاب کا اختصاص ہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔ وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ۔ اس کا خاص فضل اسی کے شامل حال ہوتا ہے جس میں کوئی خاص فضیلت ہو پس کیونکر اس کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ جب تک خود خالق نہ پہچنوائے۔ اور کیونکر اس کو انتخاب کر سکتے ہیں۔ جب تک خود صانع و جاعل نہ بتائے عقول یہاں گمراہ ہیں۔ اور حلوم بے راہ۔ اولے الالباب کی عقلیں حیران۔ آنکھیں اس کے جمال کی طرف دیکھنے سے خیرہ۔ بڑے بڑے اس کے مقابلہ میں پست۔ حکماء متحیر۔ خطباء قاصر۔ اہل عقل جاہل۔ شعرا اور ادباء فصحاء اور بلغاء عاجز اور پابہ گل کہ اس کے کسی وصف یا کسی فضیلت کو بیان کر سکیں۔ اور اپنے عجز و قصور کے معترف پس کہاں لوگ اس کو انتخاب کر سکتے ہیں۔ کہاں عام عقلیں خود اس کو معلوم کر سکتی ہیں۔ جب تک عقل کل پتہ نہ دے۔ اور ایسا وجود کہاں مل سکتا ہے جب تک خدا عطا نہ کرے۔ لاریب لاریب امام خلق ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اور ضرور ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ امام جس کے شرائط میں بقول ابن خلدون کم عقل ہونا بھی ہو۔ وہ کسی گاؤں کا پٹواری ہوگا نہ کل ماسوائے اللہ کا پیشوا۔ اور رحمۃ للعالمین کا قائم مقام۔ وہ امام جو اعتقادی بدعت

بھی عہدۂ امامت سے خارج نہیں ہوسکتا۔ وہ کسی بتکدہ کا پجاری ہوگا نہ انبیاء
کا پیشرو۔ اور بیت المعمور میں سجدہ کرنیوالا۔ یہ امام المتقین نہیں کہلا سکتا۔ اور
امیر المومنین نہیں بن سکتا۔ اس کو امام الفاسقین کہنا بجا اور درست ہوگا۔ اور بیشک
دنیا میں ایسے بھی ہوتے ہیں۔ قَدْ ضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا۔ خود گمراہ تھے اور ہزاروں کو
گمراہ کر گئے۔ وَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ۔
ان کے بعد ان کی جگہ کچھ لوگ آئے جنہوں نے طاعتِ خدا کو مٹایا۔ نماز کو برباد کیا۔ اور
خواہشات نفسانی میں پڑ گئے۔ وَضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ ان کی سعی اور
کوشش انکی ریاست و سیاست دنیا ہی میں تباہ ہوگئی۔ آخرت میں سے کچھ بھی نہیں
ملا۔ ابرارھا ائمۃ ابرارھا و فجارھا ائمۃ فجارھا۔ قال امام الانام البحر
الطمطام النباء العظیم والعلی الحکیم۔ الامام کلمۃ اللہ و حجۃ اللہ و وجہ اللہ و نور
اللہ و ایۃ اللہ یختارہ اللہ و یجعل فیہ ما یشاء۔ امام خدا، حجت خدا۔ نور خدا۔ وجہ خدا۔
آیہ کبریٰ ہوتا ہے۔ اللہ ہی اس کو اختیار و انتخاب کرتا ہے۔ اور جو کچھ کمالات چاہتا
ہے۔ اس میں ودیعت کرتا ہے۔ وَيُوجِبُ بِذٰلِكَ الطَّاعَةَ وَالْوِلَايَةَ عَلٰى جَمِيْعِ
خَلْقِهٖ فَهُوَ وَلِيُّهٗ فِيْ سَمٰوَاتِهٖ وَاَرْضِهٖ۔ اس طرح سے خدا اس کی طاعت و لایت
کل مخلوقات پر واجب کرتا ہے پس وہ خدا کی زمین آسمانوں میں اس کا ولی ہوتا ہے۔
اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۔ پس سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی خدا ہے۔ اور اس کا رسول
اور وہ مومنین جو نماز کو دنیا میں قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ درآنحالیکہ وہ رکعین
ہیں۔ فَهٰذَا الَّذِيْ يَخْتَارُهُ اللّٰهُ لِوَحْيِهٖ وَيَرْتَضِيْهِ لِغَيْبِهٖ وَيُؤَيِّدُهٗ بِكَلِمَتِهٖ وَيُلَقِّنُهٗ
حِكْمَتَهٗ وَيَجْعَلُ قَلْبَهٗ مَكَانَ مَشِيَّتِهٖ وَيُنَادِيْ لَهٗ بِالسَّلْطَنَةِ وَيُذْعِنُ لَهٗ بِالْاِمْرَةِ
وَيَحْكُمُ لَهٗ بِالطَّاعَةِ۔ پس یہی وہ امام ہے جس کو خدا اپنی وحی کے لئے اختیار فرماتا ہے
اور علم غیب کے لئے پسند کرتا ہے۔ (لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى

مِنْ رَّسُوْلٍ "وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر اس کو جو رسول مرتضےٰ ہو یا از طرف رسول اللہ مرتضےٰ ہو" اور مرتضےٰ از رسول مرتضےٰ از خدا ہے۔ آپنے کلمہ سے اس کی تائید کرتا ہے۔ اپنی حکمت اسے تعلیم دیتا ہے۔ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ اور جس کو حکمت عطا کردی گئی۔ اس کو خیر کثیر عطا کردی گئی۔ اِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ "سے کتاب و حکمت کو معلوم کرو۔ یہ کتاب و حکمت خلفاء اللہ ہی کا حصہ ہے۔ اور اس کے قلب کو اپنی مشیّت کا مکان و محل بنایا ہے۔ اور وہ وہی کرتا ہے۔ جو خدا چاہتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ۔ وہ نہیں چاہتے مگر وہی جو خدا چاہے ہمیشہ تابع مشیت الٰہی ہوتے ہیں۔ اور اس لئے انکی طاعت عین طاعت خدا ہے۔ اور اس کی سلطنت و ریاست عامہ کا اعلان کرتا ہے۔ اور اس کی امارت کا یقین دلاتا ہے۔ کہ امیر و ولی الامر یہ ہے۔ اور اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ "خدا کی اطاعت کرو۔ اور اس کے رسول اور اولے الامر کی اطاعت کرو" اور اس امام ولی اللہ کو پہچانو۔ کہ بغیر معرفت اطاعت حقہ محال ہے۔ وَذٰلِکَ لِاَنَّ الْاِمَامَۃَ مِیْرَاثُ الْاَنْبِیَآءِ وَمَنْزِلَۃُ الْاَصْفِیَآءِ وَخِلَافَۃُ اللّٰہِ وَخِلَافَۃُ رُسُلِ اللّٰہِ۔ یہ اس لئے ہے۔ کہ امامت معمولی مقام نہیں ہے۔ بلکہ یہ میراث انبیاء و منزلت اوصیاء و اصفیاء ہے۔ یہ خلافت اللہ و خلافت انبیاء اللہ ہے۔ فَھِیَ عِصْمَۃٌ وَوِلَایَۃٌ وَسَلْطَنَۃٌ وَھِدَایَۃٌ پس وہ عصمت۔ ولایت۔ سلطنت اور ہدایت چاروں مراتب کو شامل ہے۔ لِاَنَّھَا رَاْسُ الْاِسْلَامِ وَکَمَالُ الْاِیْمَانِ وَمَعْرِفَۃُ الْحُدُوْدِ وَالْاَحْکَامِ۔ امامت راس اسلام و کمال ایمان و معرفت حدود و احکام دین اسلام ہے۔ اور بغیر معرفت حدود اقامۂ حدود محال۔ فَالْوِلَایَۃُ ھِیَ حِفْظُ الثُّغُوْرِ وَتَدْبِیْرُ الْاُمُوْرِ۔ پس ولایت ظاہر حفظ ثغور اسلام و تدبیر امور امت ہے۔ فَالْاِمَامُ الْمُطَھَّرُ مِنَ الذُّنُوْبِ الْمُطَّلِعُ عَلَی الْغُیُوْبِ۔ پس امام جملہ گناہوں سے پاک اور باطنی امور کا عالم ہوتا ہے۔

امام محل مشیت الٰہی ہے

امامت خلافت ہے اللہ
مراتب اربعہ امامت

مُهَيْمِنَ اللّٰهِ عَلَى الْخَلَائِقِ وَاٰيَتُهٗ عَلَى الْحَقَائِقِ ۔ خلق خدا پر خدا کی طرف
سے محافظ و نگراں اور حقائق پر امین خدا ہوتا ہے ۔ اور امامت امامتِ خدائی ہے
فَهُوَ شُعَاعُ جَلَالِ الْكِبْرِيَاءِ وَشَرَفُ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ ۔ امام شعاع جلال کبریائی
و شرف ارض و سماء ہوتا ہے ۔ اَلْاِمَامُ بَشَرٌ مَلَكِيٌّ وَجَسَدٌ سَمَاوِيٌّ وَاَمْرٌ اِلٰهِيٌّ وَ
رُوْحٌ قُدْسِيٌّ وَمَقَامٌ عَلِيٌّ وَنُوْرٌ جَلِيٌّ وَسِرٌّ خَفِيٌّ ۔ امام ملکوتی صفت انسان آسمانی
اور روحانی وجود ۔ امر الٰہی اور روح قدسی ہے ۔ وہ ایک مقام اعلےٰ اور نور
درخشندہ اور سر پوشیدہ ہے ۔ مَلَكِيُّ الذَّاتِ اِلٰهِيُّ الصِّفَاتِ ۔ امام ملکی
ذات اور الٰہی صفات ہوتا ہے ۔ اور خلافت الٰہیہ اتصاف اوصاف الٰہی کا
نام ہے ۔ خلیفہ خدا مظہر اوصاف خدا ہوتا ہے ۔ اور امام خلافت الٰہیہ کا ظہور تام ۔ وَتَمَّتْ
كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۔ امام باب ایمان و کعبہ اسلام ہے ۔ پس ائمہ کواکب علویہ
و انوار علویہ ہیں ۔ جو آفتاب عصمت فاطمیہ سے آسمان عظمت محمدیہ میں چمکے ۔ یہ وہ شاخہائے
نبوی ہیں ۔ جو شجرہ احمدیہ سے نکلیں ۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۔ قسم ہے
آفتاب رسالت کی اور اس کی روشنی کی اور اس چاند کی جو اس کے پیچھے پیچھے ظاہر ہوا ۔
اور تاریکی میں عالم کو روشن کیا ۔ "وروحی له الفدا" ۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ
دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ اس حقیقت کی
طرف اشارہ ہے ۔ اور اسی کی امامؑ نے تعبیر فرمائی ہے ۔ یہ نور خاص گھروں میں چمکا
جو ذکر خدا کے لئے مخصوص کئے گئے تھے ۔ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ
فِيْهَا اسْمُهٗ ۔ ان گھروں میں جن کے بلند کئے جانے کا حکم دیا گیا ہے ۔ اور جن
میں سے ہمیشہ ذکر خدا بلند ہوتا ہے ۔ اور اسی کا نام لیا جاتا ہے ۔ اور وہ گھر خدا کے
گھر سے جدا نہیں ہیں ۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَلَا بَيْعٌ ۔ وہ کچھ نفوس قدسی

ہیں۔ جن کو یاد خدا و ذکر خدا سے کوئی دنیاوی کام مانع اور حاجب نہیں ہو سکتا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ ✦

اس بیان سے بخوبی ثابت ہو گیا ہے۔ کہ وہ خلفاء اللہ جو رسول رحمۃ للعالمین و

رفع شبہ

نذیر للعالمین کی جگہ ہوئے۔ اور امامت مطلقہ اور ریاست عامہ پر فائز ہوئے۔ جملہ انبیاء ماسبق سے افضل ہیں۔ گو ان انبیاء خصوصاً جناب خلیل اللہ کو شرف ابوت حاصل ہے۔ لیکن یہاں سے یہ شبہ نہ ہو۔ کہ یہ ائمہؑ سید المرسلین خاتم النبیین سے کبھی افضل یا ان کے بالکل مساوی ہیں۔ کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حضرت ختمی مرتبت مراتب خمسہ پر فائز ہیں۔ یعنی یہاں خلافت الٰہیہ۔ نبوت۔ رسالت۔ اولوالعزمی۔ امامت و ولایت میں ظاہر ہوئی ہے۔ نبوت و اولوالعزمی رسالت کے ساتھ ختم ہیں۔ اور بعد کے خلفاء اللہ صرف ولایت و امامت پر فائز۔ پس فضیلت جناب رسولؐ خدا بر ائمہ ہدیٰ صاف واضح ہے۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے۔ کہ وحی حضرت پر منقطع ہو گئی یعنی وحی شریعت ان کے بعد کے ائمہؑ کے لئے نہیں ہے۔ ورنہ مطلق وحی کا انقطاع محال ہے۔ وحی ولایتی کبھی منقطع نہیں ہو سکتی۔ وحی تشریعی ختم ہو سکتی ہے۔ وحی تعریفی کا انقطاع غیر معقول ہے۔ اور بغیر وحی و الہام الٰہی حصول علم لدنی جو معیار خلافت ہے غیر معقول اور بغیر وحی امامت باطل۔ نیز اس سے ثابت ہے۔ کہ جناب رسول تقدم ذاتی رکھتے ہیں۔ اور یہ تاخر ذاتی۔ جناب رسول اصل ہیں اور یہ فرع۔ پس فضیلت جناب رسول خدا بر خلفاء مسلم نیز سب سے بڑھ کر یہ ہے۔ کہ رسول اللہ مابہ الایمان میں شامل ہیں۔ اور سب کے ساتھ ائمہؑ کو بھی تصدیق نبوت و ایمان بر رسالت فرض ہے۔ نہ رسول کو ان پر ایمان لانا۔ یہ سب امت محمدی میں داخل ہیں۔ جس طرح اور انبیاء۔ مگر رسول خدا ان کے امتی نہیں کہلا سکتے۔ اس لئے ان کو مومنین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور رسول کو رسول اور نبی سے۔ اور اسی قدر فرق ائمہؑ اور رسول اللہؐ

انقطاع وحی تعریفی محال ہے

بس کافی ہے۔ اور ہم چھ دلیلیں آیات قرآنی سے اس باب میں لکھتے ہیں۔ جن کے ذکر سے طول کا خوف ہے تکمیل ایمان کے لئے اسی قدر یہاں کافی ہے۔ ہاں معیار خلافت اللہ یعنی علم میں یہ رسول اللہ کے قدم بقدم ہیں۔ وہ مدینہ ہیں۔ اور یہ اسی مدینہ کا دروازہ[1]۔ واتوا البیوت من ابوابھا۔ گھروں میں ان کے دروازوں اور شہر میں ان کے بابوں سے داخل ہو۔ بے راہ نہ آؤ۔ اور یہی ایک اشتراک جملہ انبیائے ماسلف پر ائمہؑ کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ وکل شیٔ احصیناہ فی امام مبین۔ وکفیٰ بہ فخراً۔

یہ بھی خیال رہے۔ کہ سلسلہ امامت حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوا ہے اور ذریت ابراہیمی میں جاری۔ اور اس کی دو شاخیں ہیں۔ بنی اسحاقؑ و بنی اسمٰعیلؑ بنی اسحاقؑ میں حضرت عیسےؑ پر منقطع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ سلسلہ محدود و منتہا ہی ہے۔ اور بنی اسمٰعیل میں تا قیام قیامت باقی ہے۔ جیسا کہ ثابت کیا گیا۔ اور دعائے حضرت ابراہیمی حضرت اسمٰعیلؑ کی تخصیص کر رہی۔ کہ آپ عرض کرتے ہیں۔ ربّنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک الآیہ۔ یہاں حضرت اسمٰعیلؑ ہی کے لئے دعا کی گئی۔ نہ حضرت اسحاقؑ کے لئے۔ اور بعد حضرت اسمٰعیلؑ اس سلسلہ میں سلسلہ امامت حضرت ختمی مرتبت سے شروع ہوا۔ اور قیامت تک باقی ہے۔ پس امامت کا شرف کلی اسی سلسلہ میں ہے۔ نہ سلسلہ اسحاقی میں۔ پس جو شرف امامت ائمہ معصومین خلفاء رسول خاتم النبیین اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔ وہ ہر ایک امام بنی اسحاقؑ کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ رسالت کی طرح امامت میں بھی تفاضل ہے۔ اور ایک سے ایک افضل ہوتا ہے۔ اور اس لئے ذریت حضرت ابراہیمؑ کے کل انبیاء جو

[1] اس کی پوری تفصیل کشف الاسرار اور الصراط السوی میں دیکھنی چاہیئے۔

امام ہو گذرے ہیں۔ ہر پیغمبر ماسبق سے جمیع جہات افضل نہیں ہو سکتے۔ اور بنی اسحاق ؑ کے جزئی امام پیغمبر اولے العزم مثل حضرت نوح ؑ سے افضل نہیں کہلا سکتے۔ انبیاء و بنی اسرائیل میں سے ہر ایک نبی و رسول ایک مرتبہ خاص رکھتا ہے۔ اور اسی مرتبہ کے لحاظ سے اس کا عہدۂ امامت ہے۔ پس نبوّت کے ساتھ امامت بھی ویسی ہی جزئی ہے۔ پس جو فضیلت کہ ان ائمہ علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو حاصل ہے۔ جو امام کل خلائق و جمیع عوالم پر حجّتِ خدا ہیں۔ وہ ہر ایک امام بنی اسرائیل کو حاصل نہیں ہے۔ اور لفظ امام کا اشتراک مراتب امامت کی مساوات کو مقتضی نہیں۔ جس طرح کہ لفظ نبوّت و رسالت کا اشتراک مراتب نبوّت و رسالت کی تساوی کو نہیں چاہتا۔ بلکہ فضلنا بعضھم علےٰ بعض ہے۔ پس مقام و مرتبہ امامت کے سمجھنے میں لفظ امام کے اطلاق و اضافت کے ساتھ اس امام کے مرتبہ و مقام کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ جس کی طرف منسوب ہوا ہے۔

فافھم وتدبر*

باب دوم

الخلافۃ المحمدیۃ

(علیٰ صاحبہا الوف الثناء والتحیۃ)

ضرورت اقامہ خلافت محمدیہ

جو کچھ ہم مقدمہ کتاب اور باب اوّل میں لکھ آئے ہیں۔ اس کو پڑھنے کے بعد قاری خلافت محمدیہ کی تشخیص میں کسی مزید تحقیق و تفتیش کا محتاج نہیں رہ سکتا ہے۔ اور صاف نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس خلافت کا وارث اور امامت کا مستحق کون ہے۔ نہ مستحق بلکہ یہ کہ کون اس کے لئے بنایا گیا ہے۔ قدرت نے کونسے ایسے وجود پیدا کئے ہیں۔ کس گھر میں یہ خلافت و امامت اتری ہے۔

خلافت محمدیہ کا مستحق کون ہے

اور جن حضرات نے پہلے دونو حصے پڑھے ہوئے ہیں۔ ان کو تو یہ باب پڑھنے کے بعد خلفاء رسول آفتاب رسالت کے غروب ہونے کے بعد چودھویں کے چاند کی طرح تاباں اور روشن نظر آتے اور اس تاریکی میں عالم کو روشن کئے ہوئے صاف دکھائی دے جاتے ہیں۔ مگر مزید توضیح کے لئے ہم یہاں کسی قدر بسط سے اس مقام کو دکھلاتے ہیں۔ تاکہ تھوڑی عقل و فہم والے بھی ان چاندوں کو اسی طرح دیکھ لیں۔ لیکن ان کی تشخیص کے بیان سے پہلے ایک اہم نقطہ کی طرف

خلافت محمدیہ کی ضرورت

اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بعد رسول خاتم النبیین اقامہ خلافت محمدیہ کی کیا ضرورت ہے؟ یہ ضرورت عقلی ہے یا شرعی؟ قرآن پاک اس کی نسبت کیا ہدایت کرتا ہے؟ نبوت و رسالت جناب رسالت مآب پر ختم ہوگئیں۔ وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب ع ۵) "محمد تم میں سے کسی کا بھی نسبی باپ نہیں ہے۔ لیکن وہ خدا کا رسول اور خاتم النبیین ہے۔ دین کامل ہو چکا۔ اور آیۂ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا) کا نزول ہو چکا۔ شریعت رسول مقبول کی ذات پاک پر مکمل ہوگئی۔ اور محدود و محصور ہو چکی۔ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا الآیہ۔ تدوین شریعت حضرت نوح ؑ سے شروع ہوئی۔ اور محمد مصطفےٰ پر ختم۔ اب سلسلہ خلافت کے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور کیوں؟ وہ خلافت الٰہیہ ہے؟ یا خلافت محمدیہ؟ یا خلافت المسلمین؟ اگر صرف خلافت محمدی ہے۔ یا خلافت المسلمین۔ تو کونسی آیت اس پر دال ہے؟ قرآن میں اس خلافت کا مدرک کیا ہے؟ کیوں ہم بعد رسول ؐ ایک سلسلہ خلافت کے قائل ہوں؟ اور کیوں اس پر اعتقاد رکھیں؟ اور کیا ہم اگر قطعاً بعد رسول اللہ ؐ خلافت کے قائل نہ ہوں۔ تو اسلام سے خارج ہو جائیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں۔ تو کیا ضرورت ہے کہ ہم بعد رسول کسی خلیفہ پر ایمان لائیں۔ اور اعتقاد رکھیں؟ کوئی خلیفہ بنے۔ بادشاہ بنے ہمیں کیا؟ اگر یہ خلافۃ المسلمین ہے۔ تو اس کے اعتقاد پر دلیل عقلی قائم ہے یا دلیل نقلی۔ اگر کہا جائے۔ کہ دلیل نقلی قائم ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تاریخ میں اور دیگر علماء نے لکھا ہے۔ تو وہ دلیل نقل کونسی ہے؟

بعد ختم نبوت و تکمیل دین خلیفہ کی کیوں ضرورت ہے

کیا اجماع نصب خلیفہ کی دلیل کہا جاسکتا ہے

آیت یا حدیث اور حدیث ایسے مواقع میں بغیر تائید قرآنی سند ہوگی یا نہیں؟ اگر یہ کہا جائے۔ کہ اجماع اس کی دلیل ہے۔ اور یہی اکثر علماء اسلام کا دعوےٰ ہے۔ کہ نصب خلیفہ و امام پر کوئی دلیل عقلی قائم نہیں ہے۔ بلکہ دلیل شرعی ہے۔ اور وہ اجماع ہے۔ کیونکہ صحابہ رسول نے اقامہ خلافت و نصب امام پر اجماع کیا۔ اور حضرت ابی بکرؓ کو خلیفہ بنایا۔ تو کہا جائیگا۔ کہ یہ عطر بعد عروسی ہے۔ اور بعد وقوع واقعہ یہ دلیل وجود میں آئی ہے۔ اور بقول قائل اجماع متحقق ہوا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ وقتِ وفات رسول یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا بعد رسول کسی خلیفہ یا امام کی ضرورت ہے۔ یا نہیں؟ تو اس وقت قبل اس کے سقیفہ کا اجلاس ہو۔ اور اس کے بعد اجماع بنایا جائے۔ کیا جواب اس کا دیا جائیگا۔ ہاں یا نہیں؟ اور ہاں کی صورت میں دلیل اس کی کیا ہوگی؟ کیا اس طالب دلیل کو یہ جواب دیا جاسکتا ہے۔ کہ ہاں وہ اجماع جو ابھی تھوڑے عرصہ کے بعد ثابت کیا جائیگا۔ اور ہمیں اس کا رجماً بالغیب علم ابھی سے حاصل ہے۔ وہ دلیل ہے اس بات پر کہ نصب امام و خلیفہ رسول خاتم ضروری ہے۔ اور جو اس سے انکار کرے۔ وہ کافر ہے۔ کیا اسی کو دلیل کہتے ہیں؟ کیا اسی کا نام ثبوت ہے۔ دعوےٰ آج ہے۔ اور دلیل دعوےٰ کے فیصلہ ہو جانے کے بعد پیدا ہوگی۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت رسولؐ کی حیات ہی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا جب حضرتؐ اس عالمِ فانی سے روپوش ہو جائیں گے۔ حضرت کا کوئی جانشین ہوگا یا نہیں؟ اور بعد آپ کے کسی ہادی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ کوئی پیشوائے دین مقتدائے دین و دنیا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اس وقت ایک مسلمان اس کا جواب نفی میں دیگا۔ یا اثبات میں۔ اور بصورت اثبات کس دلیل سے؟ کیا یہی اجماع جواب سے برسوں بعد پیدا ہوگا۔ اس کو دلیل بنائیگا۔ کہ ہاں بعد انتقال رسول اللہ مسلمانوں میں اختلاف پڑیگا۔ اور دفن و کفن رسول اللہ چھوڑ کر کچھ مسلمان سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو نگے۔

اور وہ ایک خلیفہ کی خلافت پر اجماع کریں گے۔ اور ان کا ایسا کرنا عین حکم شرع ہوگا۔ اور اس لئے ان کے فعل سے یہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ بیشک خلیفہ مقرر کرنا بعد رسول خدا شرعاً ضروری ہے۔ اور اس پر اعتقاد رکھنا واجب ✦

اگر یہ کہا جائے۔ کہ خدا نے قرآن یعنی آیہ استخلاف میں وعدہ کیا ہے۔ کہ ہم تم مسلمانوں میں سے بھی خلیفہ بنائینگے۔ جیسا کہ ہم پہلے بناتے رہے ہیں۔ تو یہ وہی خلافت الٰہیہ ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ خلیفۃ المسلمین سے اسکو کوئی تعلق نہیں۔ اور کہیں خدا نے نہیں فرمایا کہ مسلمانوں نے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ تم میں سے کسی کو خلیفہ بنائینگے پس یہ ضرور خلافت الٰہیہ ہے۔ مگر حضرت ابی بکر خود اس سے انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مجھے خلیفہ خدا نہ کہو۔ مجھے خلیفہ رسول کہو۔ حالانکہ خلیفۃ المسلمین خلیفۃ الرسول بھی نہیں کہلا سکتا۔ خلیفۃ المسلمین مسلمانوں کی طرف سے ان کا ریپریزنٹیٹو اور ان کا نمائندہ ہے۔ اور خلیفہ رسول ان کی جگہ کار رسالت انجام دینے والا۔ اور خلیفہ خدا زمین خدا پر خدا کا جانشین اور اس کے اوصاف کا مظہر۔ خلیفۃ المسلمین مسلمانوں کا منتخب شدہ ہوگا۔ اور خلیفۃ الرسول رسول کا انتخاب کردہ۔ اور خلیفۃ اللہ خدا کا نصب کردہ۔ آیہ استخلاف میں خلیفۃ المسلمین کے وجود پر کوئی اشارہ نہیں ہے۔ کہ مسلمان جو اپنا نمائندہ بنائینگے۔ وہ ہمارا خلیفہ ہوگا۔ اور ہماری جگہ کام کریگا۔ ہمارے اوصاف اور کمالات کا مظہر ہوگا۔ نقطہ خیال ایک ہونا چاہیئے۔ کہ آخر کس خلافت سے بحث ہے۔ کونسی خلافت کی ضرورت ہے۔ خلافت المسلمین کی یا خلافت الرسول کی یا خلافت اللہ کی؟

اب ہم کہتے ہیں۔ کہ ضرور یہی آیہ استخلاف بعد رسول اللہ اقامہ سلسلہ خلافت پر دال ہے۔ اور اگر یہ آیت نہ ہوتی۔ تو کوئی دلیل صریح قرآن میں بعد رسول وجود خلافت پر نہ تھی۔ لیکن ہم بخوبی ثابت کر چکے۔ کہ یہ خلافت الٰہیہ ہے۔

خلافت الٰہیہ سے ابی بکر انکار کرتے ہیں۔

خلافت محمدیہ خلافت الٰہیہ ہی ہے

یہ قبل رسول مقبول سے چلی آرہی ہے۔ اور بعد ختم نبوت بھی قیامت تک جاری رہیگی اور یہ وہی خلافت الٰہیہ ہے۔ جس کی ضرورت پر عقل سلیم اور فطرت انسانی دونو شاہد ہیں۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ خلافت اس وقت تھی۔ جبکہ نقل ماثور کا وجود بھی نہ تھا۔ اور اجماع کا تصور بھی ذہنوں میں نہ تھا۔ بلکہ وہ ذہن ہی نہ تھے جن میں اجماع کا تصور آتا۔ بلکہ یہ وہ خلافت تھی۔ جہاں ملائکہ مقربین معصومین کا اجماع سند نہ ہؤا۔ ان کے مشورے نے کچھ فائدہ نہ دیا تھا۔ وہ سب مل کر اور مشورہ کر کے آئے تھے۔ اور دعوے کیا تھا۔ کہ ہم کو خلیفہ بنانا چاہئے۔ نہ آدم ابوالبشر کو۔ جواب یہی ملا۔ کہ جو میں جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتے۔ تمہیں کیا معلوم ہے۔ کہ خلیفہ خدا کون ہوسکتا ہے۔ چہ جائیکہ انسان ناقص العقل اس کو انتخاب و اختیار کر سکے اور بتا سکے۔ خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے نہ لوگوں کا۔

دخل نہیں ہے خلافت الٰہیہ میں اجماع یا مشورہ کو

ضرور اس پر دلیل عقلی قائم ہے۔ اور بضرورت عقل وجود خلیفۃ اللہ کی زمین پر ضرورت ہے۔ اس کے وجود سے خدا پہچانا جاتا ہے۔ اسی کی وجہ سے اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور اسی کے وجود سے حجت خدا قائم ہوتی ہے۔ اور وہی ضرورت عقلی اب بھی باقی ہے۔ اور بعد رسول مقبول یہ ضرورت عقلی و احتیاج فطری انسان سے سلب نہیں ہوگئی ہے۔ نبوت ختم ہوتی ہے۔ مگر ہدایتِ خلق ختم نہیں ہوسکتی۔ جب تک دنیا قائم ہے۔ انما انت منذر و لکل قوم ھاد۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ تو منذر و نذیر ہے۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ اسی پر آیات قرآنی شاہد ہیں۔ ضرورتِ عقل و ضرورتِ فطری بتلا رہی ہے۔ اور شہادت دے رہی ہے۔ کہ سلسلہ ہدایت خلق و تعلیم و تربیت نوع انسانی من جانب اللہ ہمیشہ زمین میں قائم رہے۔ کہ لطفِ الٰہی ہے اور حجتِ خدائی۔ اور ہادی کبھی نبی ہوتا ہے کبھی نبی و رسول۔ اور کبھی نبی و رسول و امام۔ اور کبھی امام۔ اور خاتم النبیین پر نبوت و رسالت ختم ہوگئی۔ مگر امامت کے ختم پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ بلکہ وجود

پر ہے پس خلافت الٰہیہ بصورت امامت ضروری ہے۔ کہ بعد رسول قائم رہے۔
اور بضرورت عقلی یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ یا دنیا میں نبی و رسول کا وجود ہو۔ یا خلیفہ اور
امام کا۔ اور بعد رسول یا نبوت رسالت کا وجود تسلیم کرنا پڑیگا۔ یا خلافت الٰہیہ کا
بصورت امامت۔ لیکن اتفاق مسلمین ہے۔ کہ بعد رسول کوئی نبی نہیں ہے۔
اس لئے ضرور ہے۔ کہ بعد رسول خلیفہ خدا امام ہو پس بعد رسول نصب امام پر
دلیل عقلی قائم ہے۔ نہ صرف دلیل شرعی۔ لیکن نصب امام من جانب اللہ پر نہ
نصب امام من جانب مسلمین پر۔ اس پر نہ دلیل عقلی ہے نہ نقلی۔ نہ شرعی نہ فلسفی۔
اور نہ کبھی دنیا میں آج تک ایسا ہوا ہے۔ اور نہ کوئی تاریخ دیانتی اس کا ثبوت
دے سکتی ہے۔ کہ کبھی کسی زمانے میں پیشوائے دین خود امت نے بنایا ہو۔ بلکہ
سلسلہ وصایتِ خلافت ہمیشہ انبیاء اللہ میں رہا ہے۔ اور ہر نبی کے وصی
اس کے جانشین ہوتے ہیں۔ ان میں بھی کبھی کوئی مثال نہ ملیگی۔ کہ کوئی وصی
پیغمبر امت کی طرف سے منتخب کیا گیا ہو۔ کسی خلیفہ کو لوگوں نے
بنایا ہو۔ یہ کام سب سے پہلے اسلام ہی میں ہوا ہے۔ اور کہیں
کسی ملک و ملّت میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اور ہم دعوے سے
کہتے ہیں۔ کوئی اس کے خلاف ثابت نہیں کر سکتا۔ یہ بالکل نئی بات
ہے۔ جو اسلام میں اختیار کی گئی ہے۔ اور جو ضرور عقل و نقل کتاب و
سنّت کے خلاف ہے۔ اور اسی وجہ سے اہل تحقیق اور اہل حق اس کو تسلیم
نہیں کرتے۔ اور کوئی دیانت بھی اس کو قبول نہیں کر سکتی ہے۔ اور نہ کبھی
کیا ہے +

خلیفۂ خدا کو خدا ہی مقرر اور معین کرتا ہے

یہ بھی ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ختم نبوت و رسالت مقتضی ہے۔ کہ رسول اللہ
کے بعد کے خلفاء اللہ اس شرع محمدی کی تبلیغ کریں۔ اور اس کو جاری رکھیں۔
اس کے لئے کوئی نئی شریعت نیا قانون نیا دین نہیں ہے۔ اور وحی تشریعی

منقطع ہو چکی ہے۔ اس لئے یہ خلفاء اللہ رسول مطلق کے خلیفہ بھی کہلاتے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہے۔ کہ خلافت محمدیہ خلافت الٰہیہ سے جدا نہیں ہے۔ اور جو اوصاف خلافت الٰہیہ کے ہیں۔ وہی خلافت محمدیہ کے ہیں۔ اور خلفاء رسول خلفاء اللہ ہی ہیں۔ اور ضرور رسول اللہؐ کے برحق خلفاء نے یہ دعوے کیا ہے۔ کہ ہم زمین خدا میں اس کے خلیفہ ہیں۔ اور اس کو اپنے کمالات و اوصاف سے ثابت کر دکھایا ہے۔

جعل الٰہی اور نصب خلیفہ و امام

اور خلیفہ اللہ کے نصب کے معنی سوائے جعل الٰہی اور کچھ نہیں ہیں۔ اور جعل کے معنی یہی ہیں۔ کہ خدا ان کو ایسا بنا دے۔ اور نیز اس کا اعلان کر دے۔ وحی کے الفاظ میں یا اپنے رسول برحق کی زبان سے بالتصریح بتلا دے۔ اور اسی کا نام نص ہے۔ جیسا کہ آدمؑ کے لئے کہا۔ کہ میں اس کو زمین میں اپنا خلیفہ بنانیوالا ہوں۔ اور داؤدؑ کو کہا۔ کہ اے داؤدؑ۔ میں تجھ کو اپنا خلیفہ بناتا ہوں۔ یا حضرت موسےؑ کی زبانی کہا۔ کہ اے ہارونؑ تم خلیفہ ہو قوم بنی اسرائیل پر۔ اور اس لئے ہمیں بس یہی دیکھنا ہے۔ کہ وہ کونسے وجود ہیں۔ جو اوصاف خلافت الٰہیہ سے آراستہ ہیں۔ اور جن کو قدرت نے اس کے لئے بنایا اور بتلایا ہے۔ اور رسول اللہ نے تصریح کی ہے۔ اور چونکہ یہ خلافت الٰہیہ خلافت رسول بھی ہے۔ اس لئے تصریح و نص رسول کی بھی اشد ضرورت ہے۔ اور اس کی نص و تصریح عین تصریح و نص الٰہی ہے۔ کیونکہ اس کی شان "ما ینطق عن الھویٰ" ہے۔ ان کا قول قول خدا ہے۔ اور اس کے قول کو رد کرنا خدا کے قول کو رد کرنا ہے۔ اور ضرور ایسا ہی ہوا ہے۔ اور رسول نے اپنے اس فرض کو ادا کیا ہے۔ اور خدا کے اشارہ اور اس کے بتلانے کے موافق رسول نے اس کی تصریح کی ہے۔ ان کے نام بھی بتلائے ہیں۔ اور ان کے حسب و نسب اور ان کے خاص علائم و اوصاف کا پتہ دیا ہے۔ جن سے وہ سب سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اور یہ ہمارے بیان سے بالکل واضح ہے۔ اور باب اوّل جس میں خلافت الٰہیہ کا ذکر ہے خود خلفاء رسول کا پتہ دے دیتا

ہے۔ اور اس بیان اور بیان سابق سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ بعد رسول اللہ خلفاؑ کے نصب کی بھی وہی ضرورت ہے۔ جو اقامہ رسالت و نبوت کی تھی۔ اور خلفاؑ رسول کا کام وہی ہے۔ جو پہلے خلفاء اللہ کا تھا۔ خصوصاً حضرت ابراہیمؑ سے لیکر تا حضرت خاتم مجو کام انجام دیا جاتا تھا۔ وہی ان خلفاء رسول کا فرض ہے۔ اور اسی غرض کے لئے ان کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ اور اس خلافت الٰہیہ کا تا قیامِ قیامت سلسلہ خلافت محمدیہ میں ظہور۔ جناب خاتم النبیینؐ کے افضل المرسلین و اکمل المرسلین ہونے کے ساتھ خود خاتم النبیینؐ ہونے کی دلیل ہے۔ کہ ان کے قائم مقام انبیاءؑ کے ہم پلہ ہوئے۔ بلکہ ان سے افضل اور خلفاء رسولؐ نے انبیاؑ اللہ کی ضرورت سے بے پروا کر دیا۔ اور اس سے بڑھ کر خاتم النبیینؐ کی فضیلت نہیں ہو سکی۔ کہ ان کے جانشین انبیاء اللہ کی ضرورت کو پورا کر رہے ہیں۔ اور ان کے ہوتے ہوئے انبیاء اللہ کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اور یہی اس خلافت محمدیہ کا راز ہے۔ وَالحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ ✤

فرمایا مستقل نبوت ہے خلافت ہے

عقلاً و نقلاً خلافتِ محمدیہ بارہ ہی خلفاء میں منحصر ہے

حصۂ دوم میں ہم بالتفصیل ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حقیقت محمدیہ محیط عالم امکان ہے۔ اور یہی اوّل ہے۔ اور یہی آخر۔ اور یہ آفتاب رسالت کل عالم امکان پر چمکتا ہے۔ اور کل عوالم کی اپنی نورانی شعاعوں سے تربیت کرتا ہے۔ اور رحمۃ للعالمین کے معنی حسناً سمجھاتا ہے۔ اور یہ مسلّم ہے۔ کہ عالم زمانی جسمانی کی مثال عالم دہری اور عالم روحانی بھی رکھتا ہے۔ اور عالم جسمانی زمانی میں تربیت عالم کا مدار آفتاب عالم تاب پر ہے۔ اور آفتاب عالمتاب اپنے اثرات بتربیت عالم حسب ضرورت و اقتضاء عالم بارہ برجوں میں ظاہر کرتا ہے۔ اور دست قدرت نے اس کا دورہ بارہ برجوں پر منحصر رکھا ہے۔ اور

آفتاب کی حرکت بارہ برجوں میں

ہر برج میں کچھ خاص خاص اثرات ظاہر کرتا ہے۔ جس کو علماء علم ہیئت بخوبی جانتے ہیں۔ بلکہ بعض اوصاف ہم سب مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اور نقول کے آثار کو دیکھتے ہیں۔ اسی کی مثال عالم روحانی میں ہے۔ اور آفتاب رسالت اپنا دورہ بارہ ہی برجوں میں پورا کریگا۔ اور اس کے خلاف اس کی کوئی مثال نہ ملیگی۔ اور اس کے انکار سے بہت سے مسلمہ اصول عقلیہ وفطریہ کو بدل دینا ہوگا۔ اس عالم کی مثال اس عالم میں ضرور چاہیئے۔ اور ضروری ہے۔ کہ آفتاب رسالت اپنا دور بارہ برجوں میں پورا کرے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ اور خلافت محمدیہ بارہ ہی میں منحصر ہے۔ اور انہی پر بقائے اسلام ہے۔ اور اسی کی طرف کتاب اللہ میں تلمیح موجود ہے۔ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (توبہ ۵)۔ بیشک شہور کی تعداد کتاب اللہ اس دن سے جب کہ زمین وآسمان کو خلق کیا بارہ ہی ہے۔ اور ان میں سے چار خاص محترم ہیں ہمیشہ سے مدار عالم اسی پہ ہے۔ اور اسی طرح مدار بقاء دین اسلام محمدی بارہ خلفاء محمدؐ کے اندر۔ اور اس کی حضرت نے اکثر تصریح فرمائی ہے۔ جو بالکل عقل ونقل کتاب فعلی اور کتاب قولی کے مطابق اور موافق ہے ✠

بارہ خلفاء اور قریش نبوی

مسلم بن حجاج جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا یعنی روز جمعہ۔ قَالَ لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَيَكُوْنُ عَلَيْهِمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ "یہ دین برابر قائم رہیگا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ اور اس میں بارہ خلیفہ گذریں۔ جو سب کے سب قریش ہی سے ہونگے"۔ اس روایت میں مسلمانوں کے قصر وکسرے کے ختم ہونے اور نیز قیامت سے پہلے پہلے چالیس جھوٹے مدعیوں کے پیدا ہونے کا ذکر بھی ہے ✠ نیز جابر بن سمرہ سے یہ بھی روایت ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ عَزِيْزًا

بقائے دین اسلام بارہ خلفاء پر ہے

مَنِیْعًا اِلٰی اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً - یہ دین برابر عزیز و منیع رہیگا - یہاں تک اس میں بارہ خلیفہ گذریں - جو سارے کے سارے قریش ہی سے ہونگے - نیز یوں بھی مروی ہے - کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا - اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرُ لَا یَزَالُ عَزِیْزًا حَتّٰی یَمْضِیَ فِیْھِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً - یہ امر برابر عزیز رہیگا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلیفہ گذریں - نیز مروی ہے - لَا یَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِیْزًا اِلٰی اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً - اسلام تا وجود خلفاء اثنا عشر برابر عزیز رہیگا - ابی نعیم کی کتاب الاولیا سے مستدرک میں منقول ہے - کہ ابن سمرہ نے بیان کیا - کہ رسول خدا فرما رہے تھے - کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہونگے - پھر کچھ آواز نرم ہوگئی - جو میں نے نہ سنی - اور میں نے اپنے باپ سے کہا - کہ کیا کہا - اس نے کہا - کہ فرماتے ہیں کل قریش سے ہونگے - کتاب الفردوس میں بایں الفاظ ہے - لا یزال ھذا الامر قائما حتی یمضی فیھم اثنا عشر امیرا کلھم من قریش - یہاں بجائے خلیفہ امیر ہے - اور یہ اس کی تصریح ہے - کہ خلفاء اور امرا ایک ہی ہیں - اس مضمون کی احادیث و روایات بکثرت ہیں - جلال الدین سیوطی رح نے اکثر مقدمہ تاریخ میں ذکر کی ہیں - اور یہ کل کی کل بطریق اہل سنت مروی ہیں - بطریق اہل تشیع اس سے بھی زیادہ ہیں - اور اکثر ہم "الصراط السوی" میں نقل کر چکے ہیں - یہاں اسی قدر نقل کرنا کافی ہے - اور ان سب کا مقصد ایک ہی ہے - کہ دین اسلام کا دار و مدار بارہ خلفاء رسول پر ہے - اور پہلی روایت تصریح کر رہی ہے - کہ یہ بارہ انتقال رسول سے تا روز قیامت تک ہونگے - گویا بارھویں خلیفہ رسول پر دنیا کا خاتمہ ہوگا - اور اس کی نسبت چالیس سے زائد احادیث ہم "الصراط السوی" میں درج کر آئے ہیں - اس کے بعد ضرورت نہیں رہتی - کہ دین کے عزیز و منیع ہونے کے معنی میں تاویل کی جائے - اور زمانہ خلفاء کو خواہ مخواہ محدود کیا جائے - صاف ہے - کہ بقائے دین محمدی بارہ خلفاء محمدی پر ہے - اور

خلافت محمدیہ بارہ ہی میں منحصر ہے۔ جو بالکل اصول عقلیہ اور فطریہ انسانیہ اور اصول مسلمہ کے موافق ہے۔ اور عالم زمان جسمانی و عالم روحانی میں صاف مطابقت ہو جاتی ہے۔ اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ یہ خلفاء قریش قبیلہ رسول ہی سے ہونگے۔ اور مرتبہ خلافت میں سب یکساں۔ اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ کہ یہ سب قریش ہی سے ہیں۔ لیکن اس میں یہ اختلاف ہے۔ کہ قریش کی کونسی شاخ سے ہیں۔ اگر ذرا اسرِ خلافت محمدیہ ملحوظ رکھ کر غور کیا جائے۔ تو یہ مسئلہ بھی صاف حل ہو جاتا ہے۔ کہ خلافت خلافت محمدیہ ہے۔ نور محمدی ہے۔ جو ان بروج خلافت و امامت میں چمکا ہے۔ اور رسول بنی ہاشم سے ہے پس خلفاء رسول بھی بنی ہاشم ہی سے ہونے چاہئیں۔ اور اس صورت میں اس حدیث کی مطابقت بھی ہو جائیگی جسکو علامہ سلیمان قندوزی وغیرہا نے نقل کیا ہے۔ اور اسی کو قطب الاقطاب سید علی ہمدانی رہ نے نقل کیا ہے۔ کہ ان خلفاء اثنا عشر کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا۔ کہ کلھم من قریش من بنی ہاشم سب کے سب قریش کی شاخ بنی ہاشم سے ہونگے۔ یعنی رہط نبی سے۔ اور سرِ خلافت اللہ و خلافت محمدیہ سے آگاہ شخص اس میں کبھی شبہ نہیں کرسکتا۔

ادوار خلفاء و دور شمس و لیل

مزید توضیح

خلاصہ یہ کہ بلاشبہ مدار روز و شب پر ہے۔ اور روز و شب بارہ بارہ گھنٹے کے ہوتے ہیں۔ اور مدار شہور ایام دیانت اسلامی خلفاء رسول پر ہے۔ لہذا ان کا عدد عدد ساعات لیل و نہار کے مطابق ہے۔ اور چونکہ مدار سال مہینوں پر ہے۔ اور مہینے سال کے بارہ ہیں۔ اور مدار ختم نبوت تا قیامت خلفاء الرسول ہیں۔ لہذا ان کی تعداد مطابق ماہ ہائے سال بارہ ہی ہے۔ وان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض۔ وجود زمانی

حرکت آفتاب پر ہے۔ اور دورۂ آفتاب بارہ بروج میں ہے۔ اور وجود محمدی آفتاب ہدایت ہے۔ لہٰذا ظہور نور محمدی بارہ ہی بروج میں ہوگا۔ اور وہی بارہ خلفاء رسولؐ ہیں جن میں آفتاب رسالت کی شعاعیں تاقیامت چمکینگی۔ آفتاب کے پیچھے ماہتاب آتا ہے۔ اور اس میں نور آفتاب ہی منعکس ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم دیانت میں آفتاب رسالت کے بعد ماہتاب امامت ہیں۔ اور وہ آفتاب رسالت کے متبع۔ لہٰذا ان کا دورہ بھی بارہ ہی میں پورا ہوگا۔ پس امامت کا انحصار بارہ ائمہ ہدیٰ میں لازمی ہے۔

اوّل و اصل حقیقت اسلام "لا الہ الا اللہ" ہے۔ اور حروف کلمہ طیبہ بارہ ہیں پس اس حقیقت کی طرف حقیقی ہادی بارہ ہی ہونگے۔ دوسرا کلمہ "محمد رسول اللہ" ہے۔ اور یہی دونو کلمے اسلام و ایمان کی اصل ہیں۔ اور اس کے حروف بھی بارہ ہی ہیں۔ اور اصل بناء ان اصول اسلام کے حامیان و حاملان دین اسلام بعد رسول مقبول خلفاء الرسول ہیں۔ پس ان کی تعداد بھی بارہ ہی ہے۔ نقباء بنی اسرائیل بارہ ہیں۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعث منہم اثنی عشر نقیبا۔ یہ شرف بارہ نقباء کو حاصل ہوا۔ اور یہ ایک سنت جاریہ ہوگئی۔ جناب رسول اللہؐ نے جب مقام عقبہ پر اہل مدینہ سے بیعت لی۔ تو فرمایا۔ کہ میرے پاس تم میں سے بارہ نقیب مثل نقباء بنی اسرائیل نکل آئیں پس یہی عدد مرغوب و مطلوب الٰہی ہے۔ اور اسی طرح حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد میرے خلفاء و اوصیاء کی تعداد مثل نقباء بنی اسرائیل بارہ ہے۔ اور آنحضرت نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا ہے۔ وہ میری امت میں بھی ہوگا۔ بالکل برابر سرابر۔ اور وجود محمدی مثل موسیٰ ہے۔ اور اسی طرح آپ کی بشارات وارد ہوئی ہیں۔ بنی اسرائیل میں اسباط کی تعداد بھی بیان ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ ومن قوم موسیٰ امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون وقطعناہم

اِثْنَتَیْ عَشْرَۃَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۔ پس اسباط جو ہادیان امت ہیں۔ وہ بارہ ہی ہیں۔ اور قرآن میں وارد ہؤا ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران ع ۱۱)۔ چاہیئے۔ کہ تم میں سے ایک امت ایسی ہو۔ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو ادا کرے۔ اور ہدایت کا کام انجام دے۔ اور یہی لوگ رستگار ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ حسب روایات سابقہ بعد محمد مصطفےٰ ہدایت خلق خلفاء رسول پر ہے جو اسی امت کے پیشوا ہیں جنکو خیر امت کہا گیا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ الآیہ۔ تم بہترین امت ہو کہ امر بالمعروف کرتے ہو۔ اور نہی عن المنکر (اس کی پوری تفسیر حصہ چہارم میں آئیگی)۔ پس عدد خلفاء رسول مثل اسباط بنی اسرائیل بارہ ہی ہیں۔ اور خلفاء اثنا عشر ہی ہادیان دین اسلام ہیں*

یہاں اسی سلسلہ میں ایک اور سر بھی ظاہر کردیں۔ حضرت موسےٰ ع نے جب پتھر پر عصا مارا۔ تو بارہ چشمے اس سے جاری ہو گئے۔ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ الآیہ (بقرع ۶) حکم ہؤا کہ اے موسےٰ پتھر پر عصا مارو۔ جب انہوں نے مارا۔ تو اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ اور ہر فرقہ اور سبط نے اپنا اپنا گھاٹ پالیا۔ اور ایک ایک چشمہ سے سیراب و فیضیاب ہوئے۔ وجود محمدی خود دریائے رحمت الٰہی ہے۔ بعد خفاء وجود ظاہری چشمہائے علم و حکمت اس وجود سے تا قیام قیامت جاری ہیں۔ اور اس فیض محمدی کا ظہور اور رحمت خدائی کا بروز وجود محمدی سے بارہ چشموں میں ہؤا ہے۔ اور ہر زمانہ میں ان بارہ چشموں میں سے ایک چشمہ فیض جاری رہا ہے۔ اور دنیا نے اس سے آب زلال علم و حکمت پایا ہے۔ اور تشنگی کو بجھایا ہے۔ اور بلاشبہ یہ فیض محمدی ان کے جانشینوں ہی سے

جاری ہوا ہے۔ پس عدد خلفاء رسول مثل چشمہ ہائے حضرت موسےٰ علیہ السلام
بارہ ہی ہے۔ تاکہ ہر قوم تا دورِ زمانی ایک ایک چشمۂ فیض محمدی سے فیضیاب ہوتی رہے +

حضرت موسےٰؑ جس وقت چلے ہیں۔ اور بنی اسرائیل ان کے ساتھ ہیں۔ دریائے نیل سامنے حائل ہوا۔ بحکم خدا عصا مارا۔ تو بارہ راستے دریا میں کھل گئے۔ ہر فرقہ اسباط ایک ایک راستے سے گذر گیا۔ شیطان مع اپنے لشکر ہر امت کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اور بقاء امت محمدی قیامت تک ضروری ہے۔ شیطان اور لشکر شیطان سے بچنے کے لئے امت محمدی میں صرف بارہ ہی راستے ہیں۔ ایک بند ہوتا ہے۔ تو دوسرا کھل جاتا ہے۔ کیونکہ امت محمدی قیامت تک ہے۔ نہ صرف زمانہ محمدی تک۔ تاکہ راستے اس وقت تک محدود ہوں۔ اور بلاشبہ محمد مصطفےٰ اور خدا تک پہنچانے اور شیطان اور اس کے لشکر سے بچانے والے خلفاء رسول ہی ہیں۔ اور انہی کا راستہ راہ نجات ہے۔ اور حدیث باب میں اس کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ "میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ۔ میں شہر حکمت ہوں۔ اور علیؑ اس کا باب۔ جو حکمت چاہتا ہے۔ وہ اس دروازے سے آئے" پس آنحضرتؐ سے فیض پانے اور آنحضرتؐ تک پہنچنے کے بارہ ہی راستے اور بارہ ہی دروازے ہیں۔ ایک در بند ہوتا ہے تو دوسرا کھل جاتا ہے۔ پس ہدایت امت محمدی بارہ خلفاء ہی میں منحصر ہے +

ایک ۱۰ نہایت دقیق وجہ جو صاحب مطالب السئول ہی سے مخصوص اور انہی کا حصہ ہے۔ حضور انورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ خلفاء قریش سے ہونگے۔ ائمہؑ قریش سے ہونگے۔ اور آنحضرتؐ کو مرکز قرار دیا جائے۔ جیسا کہ آپ ہیں۔ تو قریش کی دو شاخیں صعودی اور نزولی ہوتی ہیں۔ یعنی ایک شاخ نزولی جو آپ کی ذریت ہے۔ صعودی آپ کے آباؤ اجداد کا سلسلہ ہے تا قریش۔ اور سلسلہ قریش

قریش کا سلسلہ صعودی اور نزولی ہے

باتفاق علماء علم نسب نضر بن کنانہ سے۔ اولاد نضر بن کنانہ کل قریشی ہیں۔
اور آنحضرتؐ سے نضر بن کنانہ تک بارہ نسب ہیں۔ بایں طور محمد بن عبداللہ
بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن
لوی بن غالب بن فہر بن مالک ابن النضر بن کنانہ۔ اس سے صاف معلوم
ہے۔ کہ اس شرف کے درجات متصاعدہ بارہ ہیں۔ جو محیط قریشی تک منتہی ہوتے ہیں
لہذا ضروری ہے۔ کہ درجات متنازلہ بھی ذریت نبوی میں بارہ ہی ہوں۔ اور
عدد ائمۂ قریش ان پر پورا ہو جائے۔ اور بالکل ایسا ہی ہے۔ اور وہ بارہ یہ ہیں
محمد المہدی بن حسن العسکری بن علی النقی بن محمد التقی بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق
بن محمد الباقر بن علی بن الحسین بن علی و الحسن بن علی و علی بن ابی طالب۔ پس
خط صعودی و نزولی دونو مساوی ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ یہ بارہ
اولاد رسول ہی سے یکے بعد دیگرے ہوں۔ لہذا خلافت محمدی اولاد و ذریت
نبوی سے باہر نہیں جا سکتی۔ اور جس آیت کے ذیل میں ہم بارہ چشموں سے
تشبیہ دے آئے ہیں۔ وہ بھی اسی کو چاہتی ہے۔ کیونکہ ایک ہی پتھر سے بارہ
چشمے پھوٹے تھے۔ نہ مختلف پتھروں سے پس بارہ چشمہائے علوم محمدی کا بھی
منبع و مرکز ایک ہی ہو گا نہ مختلف۔ اور یہ صورت صرف اسی وقت درست آسکتی
ہے۔ کہ سلسلہ خلفاء و ائمۂ اہل البیت ہی کو درست مانا جائے۔ بیشک بارہ
چشمہائے علوم محمدی وہی ہیں۔ وہ جو خود وجود محمدی ہی سے نکلے ہیں۔ اور سب
کا منبع ظاہراً و باطناً ذات محمدی ہی ہے۔ اور یہ وہ اسرار ہیں۔ جن کو اہل باطن
اور اہل بصیرت و معرفت خوب سمجھتے ہیں۔ اور ہرگز اس میں شبہ نہیں کر سکتے
ہیں۔ کہ خلافت محمدی بارہ خلفاء میں منحصر ہے۔ جو بالکل قانون عقل۔ فطرت
انسانی۔ فطرت عالم۔ سنت الٰہی اور سنت انبیاء اللہ کے مطابق و موافق ہے۔
فتدبر فیہ ولا تکن من الغافلین۔ اگر سلسلہ دیانت پر غور کیا جائے۔ تو معلوم

ہوگا۔ کہ ہر نبی کا ایک نہ ایک وصی ضرور ہوا ہے۔ اور ایک نبوت سے دوسری نبوت تک سلسلہ اوصیاء رہا ہے۔ آنحضرت کا بھی کوئی وصی ضرور ہے۔ اور چونکہ نبوت حضرت ختمی مرتبت کے بعد قیامت تک کوئی نبوت نہیں ہے۔ اور یہ زمانہ حضرت تا قیامت منتہی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے۔ کہ آنحضرت کا بھی کوئی وصی ہو۔ اور پھر ہر ایک وصی کے بعد دوسرا وصی تا قیامت۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ قطب الاقطاب جناب سید علی الہمدانی مودۃ القربیٰ[1] میں روایت کرتے ہیں۔ کہ بریدہؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہر نبی کا وصی اور وارث ہوتا ہے۔ اور میرا وصی اور وارث علیؑ ہے۔ ابن عباس روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں۔ کہ خدا نے میری تائید علیؑ سے کی۔ جو سید الاولین و آخرین و سید الوصیین ہے۔ اور اور اسی کو میرا کفو بنایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہر نبی کا وصی ہوتا ہے۔ جیسے آدمؑ کے وصی شیثؑ ہوئے۔ موسیٰؑ کے یوشعؑ بن نون ہوئے۔ اور عیسیٰؑ کے شمعونؑ ہوئے۔ اور علیؑ میرا وصی ہے۔ اور میرا وصی سب وصیوں سے بہتر ہے۔ (مودۃ القربیٰ ینابیع المودۃ۔ مسند احمد بن حنبل وغیرہا)+

اسلام میں احادیث وصایت بکثرت ہیں۔ اور حضرت علیؑ کے وصی رسول اللہ ہونے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ بعض علماء اہل سنت اور صوفیائے کرام کی مستقل تصنیفات اسی مسئلہ وصایت میں ہیں۔ جن کی تفصیل ہم حصہ چہارم میں ذکر کرینگے (انشاء اللہ تعالیٰ)۔ اور سلسلہ وصایت قیامت تک ضروری ہے۔ لہٰذا حضرت علیؑ کے بعد بھی اوصیاء کی ضرورت ہے۔ یکے بعد دیگرے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ اور احادیث بحد تواتر موجود ہیں۔ کہ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد میرے اوصیاء بارہ ہیں۔ بعدد النقباء بنی اسرائیل (ینابیع

[1] مودۃ القربیٰ مع اردو ترجمہ امامیہ کتبخانہ لاہور سے ۱۲ ؍ میں مل سکتی ہے +

پس معلوم ہوا۔ کہ خلفاء۔ ائمہ اور اوصیا کی تعداد بارہ ہے۔ اور ان احادیث کے جمع کی صورت سوائے اس کے کوئی نہیں ہے۔ کہ اوصیاء رسول و ائمہ امت ہی خلفاء رسول ہیں۔ جو خلیفہ ہے۔ وہی وصی ہے۔ جو وصی ہے۔ وہی خلیفہ ہے۔ جو امام ہے۔ وہی خلیفہ ہے۔ جو خلیفہ ہے۔ وہی امام ہے۔ پس بارہ امام ہی خلیفہ رسول اور وصی رسول ہیں۔ اور جہاں رسول اللہ کے اوصیاء کا ذکر ہے۔ اور بارہ بتلائے ہیں۔ ان اوصیا کے نام بھی بتلائے ہیں۔ وہ نام وہی بارہ اماموں کے نام ہیں۔ جو مذکور ہوئے۔ پس بلاشبہ خلافت محمدی بارہ خلفاء ہی میں منحصر ہے۔ اور مسئلہ وصایت اوصیاء نبی خود ایک دلیل اس انحصار کی ہے۔ اور کسی نے آج تک دعوے نہیں کیا ہے۔ کہ اوصیاء رسول ائمہ اہل بیت سوائے کوئی اور بھی ہیں۔ لہٰذا اس دلیل سے بھی خلفاء رسول بارہ ہی ہیں۔ وہ امام بارہ از ذریت و عترت رسول ہیں۔ اور یہ گیارہ دلیلیں بارہ خلفاء کے وجود پر ہیں +

اس مقام پر یہ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ مسلمہ اہل اسلام ہے۔ کہ

تخفیف عہدۂ رسالت و بقائے امامت

رسالت ختم ہو چکی ہے۔ اور عہدۂ نبوت تخفیف میں آگیا۔ بعد رسول یہ عہدۂ منصب باقی نہیں رہا ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ کوئی شخص جب کسی کا جانشین ہوتا ہے۔ تو اسی عہدہ میں جانشین ہوتا ہے۔ جو اس کا ہے۔ اور جب عہدہ تخفیف ہو جائے۔ تو اس کی قائم مقامی اور جانشینی کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے ہیں۔ قاضی کا عہدہ اگر نہ رکھا جائے۔ اور تخفیف کر دیا جائے۔ تو قضا میں اس کا کوئی جانشین نہیں ہو سکتا۔ جب قضاوت ہی نہ رہی۔ تو جانشینی کیسی؟ جب نبوت ہی نہ رہی۔ تو نبی کی جانشینی کے کیا معنی؟ کونسا وہ عہدہ اور منصب ہے۔ جس میں یہ رسول کی جگہ کام کریں گے؟ اس کا جواب سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ نبوت ختم ہو گئی ہے۔

باوجود تخفیف عہدۂ رسالت خلافت کیسی؟

مگر امامت باقی ہے۔ اور رسول اللہ نبی رسول اور امام تھے۔ پس جانشینان رسول امامت میں قائم مقام رسول ہونگے۔ اور خلافت رسول کے معنی امامت ہی ہیں۔ خلافت محمدیہ امامت ہی میں ہے۔ اور جب یہ مسلم ہے۔ کہ خلافت محمدیہ بارہ میں منحصر ہے۔ تو ضروری ہؤا۔ کہ اسی مطابقت سے امامت بھی بارہ میں منحصر ہو۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ کہ بارہ خلفاء بارہ امام ہی ہیں۔ اور وہ احادیث جس میں بارہ اماموں کی تصریح ہے۔ وہ اس کی تائید کرتی ہیں۔ اور بقاء امامت ذریت ابراہیمی میں تاقیام قیامت اس کی نص صریح ہے۔ پس احادیث مذکورہ بالا کا صاف مطلب یہ ہؤا۔ کہ یہ دین بارہ اماموں کے وجود کے ساتھ ہے۔ اور مدار دین محمدی تاقیامت بارہ امام ہی ہیں۔ اور ہر خلیفہ رسول امام خلق ہے۔ اور کبھی زمین وجود امام سے تاقیام خالی نہ ہوگی۔ اگر کوئی زمانہ ایسا تصور کیا جائے۔ جس میں اس امام خلق کا وجود نہ مانا جائے۔ تو اس کے صریح معنی یہ ہونگے۔ کہ دین اسلام دنیا سے اُٹھ چکا ہے۔ کیونکہ بقاء دین اسلام بارہ اماموں کے وجود پر ہے۔ دین ان کے ساتھ ہے۔ اور یہ دین کے ساتھ ہیں۔ بلکہ دین صاحب دین سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ پس بعد رسول اللہ حافظ دین خدا یہی خلفاء اللہ ہیں جو بارہ امام ہیں۔ اور فریقین میں بارہ اماموں کی بشارت کی احادیث موجود ہیں۔ اور ان کی مطابقت بغیر اس کے محال ہے۔ کہ بارہ خلفاء اور بارہ امام ایک ہی ہوں۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ اور اکثر علماء اہل سنت مثل سلیمان قندوزی مصری و صاحب مطالب السئول و خواجہ محمد پارسا وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے۔ کہ بارہ خلفاء رسول سے مراد بارہ امام ہی ہیں۔ صاحب ینابیع نے فرائد السمطین والمناقب وغیرہما سے وہ احادیث رسول اللہ نقل کی ہیں جن میں بارہ اماموں کے نام رسول خدا نے فرمائے ہیں۔ ایک جابر بن عبداللہ الانصاری سے اور ایک ابن عباس سے اور اسی طرح بعض احادیث دیگر صحابہ کرام سے۔ اور یہ بارہ امام

بارہ امام اور بقائے اسلام

مشہور و معروف ہیں (ان کی تفصیل الصراط السوی اور خلافت
الٰہیہ حصہ دوم میں ملاحظہ ہو)۔ اسی کتاب ینابیع ومودۃ القربیٰ وغیرہما
میں مروی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ وُلْدِیْ مَنْ اَطَاعَھُمْ فَقَدْ
اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَاھُمْ فَقَدْ عَصَا اللّٰہَ ھُمْ عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی وَالْوَسِیْلَۃُ
اِلَی اللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا۔ امام میری اولاد ہی سے ہونگے۔ جس نے ان کی اطاعت
کی۔ اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جس نے ان کی نافرمانی کی۔ اس نے خدا کی
نافرمانی کی۔ اور وہی خدا کی محکم رسی اور اس کی طرف پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔ بیشک یہی
خلفاء اللہ ہیں۔ اور ان کی اطاعت عین اطاعت خدا۔ اگر ان کی اطاعت عین
اطاعت خدا نہ ہوتی۔ تو یہ خلفاء اللہ ہی نہ ہوتے۔ جناب سلیمان مصری اس کا یوں
فیصلہ کرتے ہیں۔ قَالَ بَعْضُ الْمُحَقِّقِیْنَ اِنَّ الْاَحَادِیْثَ الدَّالَّۃَ عَلٰی کَوْنِ
الْخُلَفَآءِ بَعْدَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِثْنَا عَشَرَ قَدِ اشْتَھَرَتْ مِنْ
طُرُقٍ کَثِیْرَۃٍ فَبِشَرْحِ الزَّمَانِ وَتَعْرِیْفِ الْکَوْنِ وَالْمَکَانِ عُلِمَ اَنَّ مُرَادَ
رَسُوْلِ اللّٰہِ مِنْ حَدِیْثِہٖ ھٰذَا الْاَئِمَّۃُ الْاِثْنَا عَشَرَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ
عِتْرَتِہٖ اِذْ لَا یُمْکِنُ اَنْ یُحْمَلَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ عَلَی الْخُلَفَآءِ بَعْدَہٗ مِنْ
اَصْحَابِہٖ لِقِلَّتِھِمْ عَنْ اِثْنَا عَشَرَ وَلَا یُمْکِنُ اَنْ نَحْمِلَہٗ عَلَی الْمُلُوْکِ
الْاُمَوِیَّۃِ لِزِیَادَتِھِمْ عَلٰی اِثْنَا عَشَرَ وَلِظُلْمِھِمُ الْفَاحِشِ اِلَّا عُمَرَ بْنَ عَبْدِ
الْعَزِیْزِ وَلِکَوْنِھِمْ غَیْرَ بَنِیْ ھَاشِمٍ لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّھُمْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ فِیْ رِوَایَۃِ عَبْدِ الْمَلِکِ عَنْ جَابِرٍ
وَاِخْفَاءُ الصَّوْتِ عَنْہُ یُرَجِّحُ ھٰذَا لِاَنَّھُمْ لَا یُحْسِنُوْنَ اِمَامَۃَ بَنِیْ
ھَاشِمٍ وَلَا یُمْکِنُ اَنْ نَحْمِلَہٗ عَلَی الْمُلُوْکِ الْعَبَّاسِیَّۃِ لِزِیَادَتِھِمْ عَلَی
الْعَدَدِ وَلِقِلَّۃِ رِعَایَتِھِمُ الْاٰیَۃَ قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ لِاٰیَۃِ وَحَدِیْثِ الْکِسَاءِ
فَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ نَحْمِلَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَلَی الْاَئِمَّۃِ اِثْنَا عَشَرَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ

وَعِتْرَتِہٖ لِاَنَّھُمْ کَانُوْا اَعْلَمَ اَھْلِ زَمَانِھِمْ وَاَجَلَّھُمْ وَاَوْرَعَھُمْ وَاَتْقَاھُمْ وَاَعْلَاھُمْ نَسَبًا وَاَفْضَلَھُمْ حَسَبًا وَاَکْرَمَھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ وَکَانَ عُلُوْمُھُمْ عَنْ اٰبَائِھِمْ مُتَّصِلًا بِجَدِّھِمْ وَبِالْوِرَاثَۃِ وَاللَّدُنِّیَّۃِ کَذَا عَرَفَھُمْ اَھْلُ الْعِلْمِ وَالتَّحْقِیْقِ الخ۔ یعنی یہ حدیث خلفاء اثنا عشر بطرق مختلفہ مروی ہے۔ اور مشہور و معروف ہے۔ کہ رسول اللہ کے خلفاء بارہ ہیں پس زمانے اور کون و مکان اور فطرت عالم نے خود بتلا دیا ہے۔ کہ رسول اللہؐ کی مراد خلفاء اثنا عشر سے بارہ ائمہ اہل بیت ہی ہیں۔ کیونکہ اصحاب رسولؐ سے جو خلفاء ہوئے۔ ان پر تو یہ حدیث اس لئے صادق نہیں آتی۔ کہ وہ بارہ پورے نہیں ہوتے۔ اور بنی امیہ کے بادشاہوں پر اس لئے صادق نہیں آتی۔ کہ وہ بارہ سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس لئے کہ ان کا ظلم فاحش ہے۔ اور ظالم کبھی امام اور خلیفہ رسول نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے کبھی کہ وہ بنی ہاشم سے نہیں ہیں۔ اور رسول خدا نے یہ فرمایا ہے۔ کہ وہ بیک بارہ خلفاء بنی ہاشم سے ہونگے۔ جیسا کہ جابرؓ سے مروی ہے۔ اور حضرتؐ کا اس موقع پر آواز کو خفی کر لینا اس کو ترجیح دیتا ہے۔ کیونکہ لوگ بنی ہاشم کی خلافت و امامت نہ چاہتے تھے (اور حسد سے کہ دیتے تھے۔ کہ نبوت اور خلافت ایک ہی گھر میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں)۔ اور وہ نہیں جانتے تھے۔ کہ خلافت محمدیہ اور امامت نبوت سے جدا ہو ہی نہیں سکتی ہیں۔ اور امام یا رسول ہو سکتا ہے۔ اور اگر رسالت ختم ہو جائے۔ تو وہ ہونا چاہئے۔ جو کہ نفس رسول ہو۔ اور رسالت کا درجہ صلوح رکھتا ہو۔ اور یہ حدیث بنی عباس کے بادشاہوں پر بھی صادق نہیں آتی ہے کیونکہ ایک تو وہ بھی بارہ سے بہت زیادہ ہیں۔ دوسرے انہوں نے آیۂ مودت اور حدیث کساکی رعایت نہیں کی اور اہل بیت رسولؐ پر (مثل نبی اللہ) خوب ظلم کئے۔ (پس یہ ظالم امامت کے کہاں وارث ہو سکتے ہیں)۔ پس ظلم مجبور ہیں کہ

حدیث بارہ خلفاء شاہان اسلام پر صادق نہیں آتی۔ اہل سنت کے نزدیک بھی بارہ خلفاء ائمہ اثنا عشر ہی ہو سکتے ہیں
دلیل ۲

خلفاء اثنا عشر سے مراد ائمۂ اثنا عشر لیں۔ جو اہل بیت و عترت نبی سے ہیں۔
کیونکہ وہ سب کے سب کل اہل زمانہ سے زیادہ عالم اور ان سے رتبہ میں اجل و
افخم سب سے بڑھ کر پرہیزگار سب سے بڑھ کر متقی اور نسب و حسب میں سب
سے افضل و اعلیٰ تھے اور ان کے علوم متصل اپنے آباؤ اجداد سے چلے آتے تھے۔ اور
رسول اللہ سے متصل بطور وراثت باطنی اور بطور علم لدنی حاصل تھے۔ اور اسی
طرح ان کو اہل علم اور اہل تحقیق اور اہل کشف و اہل معرفت نے پہچانا ہے۔ حدیث
ثقلین اس کی مزید تائید کرتی ہے۔ کیونکہ حدیث خلفاء یہ بتلاتی ہے۔ کہ بقاء
دین ومدار اسلام انہی بارہ خلفاء پر ہے۔ اور حدیث ثقلین تصریح کرتی ہے۔
کہ دین اہل بیت محمدؐ کے ساتھ ہے۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و
عترتی اہل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ولن یفترقا حتی
یردا علی الحوض۔ میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب
اللہ۔ دوسرے میری عترت۔ میرے اہل بیت جب تک تم ان سے تمسک
رکھوگے کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اور یہ دونو ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہونگے
یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ دین محمدی قرآن ہے۔ اور
قرآن اہل بیت کے ساتھ ہے۔ نہ قرآن ان سے جدا۔ اور نہ وہ قرآن سے
جدا۔ پس بقائے دین اسلام بقائے اہل بیت پر ہے۔ علم محمدی قرآن ہے۔
اور عمل کرانے والے اہل البیت۔ اور انہی دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اور اس
سے یہ بھی ثابت ہوگیا۔ جس نے اس حدیث کے الفاظ کو اہل بیتی کی بجائے
سنتی سے مسخ کیا ہے۔ وہ نہیں سمجھا۔ کہ کتاب اللہ کے ساتھ مبین و معلم
کتاب اللہ کی ضرورت ہے۔ ورنہ کتاب اللہ اور سنت رسول خود بخود کسی کو
ہدایت نہیں کر سکتی ہیں۔ اور نہ اپنے معنی خود بیان کر سکتی ہیں۔ اور نہ اختلاف
کو مٹا سکتی ہیں۔ معلم کتاب اللہ چاہئے جو اختلاف مٹا کر معنی کتاب اللہ اور

حدیث ثقلین

سنت رسول اللہ بتلائے۔ اور وہ اہل بیت نبوت و رسالت ہیں۔ جو جانشین رسول ہیں۔ اور علم کتاب اللہ من جانب اللہ اپنے سینوں میں رکھتے ہیں۔ اسی واسطے اسی حدیث ثقلین کو بعض اوقات حضرت نے خلیفہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی فرمایا ہے۔ انی مخلف فیکم۔ میں تم میں چھوڑے جاتا ہوں۔ یا تم میں اپنا قائم مقام بنائے جاتا ہوں پس ممکن ہی نہیں ہے۔ کہ حدیث خلفائے اثنا عشر و ائمہ اثنا عشر کے سوا کسی اور پر صادق آئے۔ نہ خلافت امامت سے جدا ہو سکتی ہے۔ اور نہ ائمہ اہل بیت کے سوا کوئی خلیفہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی صورت سے یہ عدد پورا ہوتا ہے۔ اور اسی واسطے جن لوگوں نے اس حدیث کو یوں حل نہیں کیا۔ وہ آج تک اس کو حل ہی نہیں کر سکے۔ اور آج تک نہیں بتلا سکے۔ کہ وہ بارہ خلیفہ کون ہیں۔ کسی نے کسی کو بتایا۔ اور کسی نے کسی کو۔ کوئی دین اسلام کا خاتمہ کر چکا۔ اور کوئی بارھویں کا منتظر ہے (دیکھو خلافت الٰہیہ حصہ دوم)۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ سلسلہ خلافت خود بتلا رہا ہے۔ کہ ان کے سوا کوئی خلیفہ رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی اور کو خلیفہ فرض کیا جائے۔ تو سلسلہ خلافت الٰہیہ منقطع ہو جائیگا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔ ہم نے لوگوں پر اپنا کلام متصل بھیجا ہے۔ کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اس میں کبھی انقطاع نہیں ہوا۔ ہر ایک خلیفہ اپنے ماسبق سے وراثت باطنی متصل پاتا رہا ہے۔ اور علم لدنی کا حامل رہا ہے۔ اور یہ بات امت محمدی میں اگر ممکن ہے۔ تو صرف عترت رسول ہی کو ممکن ہے۔ اور اسی واسطے اہل کشف و معرفت اس پر اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ یہ خلافت اہل بیت سے خارج نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ اوپر قول علماء مذکور ہوا۔ بلکہ نبوت کی غرضی ترقی صاف اسی کو مقتضی ہے۔ جس کی ہم آئندہ تصریح کریں گے۔

یہاں سے یہ بھی صاف ہو گیا۔ کہ خلافت کو خلفاء اربعہ سے مخصوص کرنا محض تحکم اور دعوے بلا دلیل ہے۔ کوئی آیت یا حدیث یا دلیل عقلی و فطری خلافت محمدیہ کو چار میں منحصر و محدود نہیں کرتی۔ اور حدیث ثلثین سنۃ یعنی کہ حضرت نے فرمایا۔ کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہے۔ اور اس کے بعد بادشاہ جبابرہ ہونگے۔ اس کی دلیل نہیں ہے۔ کہ میرے بعد خلفاء برحق صرف چار ہونگے۔ یا تیس برس ہونگے۔ یہ ایک پیشینگوئی ہے۔ جس کے صاف معنی یہی ہیں۔ کہ تیس سال اسلام میں کچھ رنگ خلافت محمدی رہیگا۔ اور اس کے بعد قیصر و کسرے کی بادشاہی کھلم کھلا ہو جائیگی۔ اور بالکل ایسا ہی ہوا ہے۔ اور علاوہ ازیں اس حدیث میں احتمال ہے۔ اور قوی احتمال ہے۔ کہ خلافت سے مراد آنحضرت صلعم کی خلافت بلافصل ہو۔ یعنی خلافت اوّل تیس سال ہوگی۔ اور وہ بیشک ایسا ہی ہے۔ حضرت علیؑ کی خلافت کا زمانہ تیس سال ہے۔ یعنی ۱۱ھ انتقال رسول سے ۴۰ھ انتقال علیؑ تک تیس ہی سال ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد امیر شام نے بالکل خلافت کو جابرانہ حکومت بنا دیا۔ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ جب دوسرے معنی کا احتمال آگیا۔ تو استدلال اس سے باطل ہو گیا پس کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہ خلافت محمدیہ خلفاء اربعہ میں منحصر ہے۔ کبھی رسول اللہ نے نہیں فرمایا۔ کہ میرے بعد چار خلیفہ ہونگے۔ اور بس۔ اور نہ اہل اسلام نے وقت وفات رسول اسلام یہ قطعی فیصلہ کس دلیل سے کیا تھا۔ کہ خلافت چار تک رہیگی۔ اور بس۔ یہ ایک اعتقاد ہے۔ جو مدت کے بعد لوگوں نے قائم کر لیا ہے۔ اور جب یہ اعتقاد بنا لیا۔ کہ خلفاء یہی ہیں۔ تو یہ دعوے کر دیا۔ اور دلیلیں بعد میں تراشی گئی ہیں۔ مگر اس پر بھی اکتفا نہیں ہے۔ پھر کبھی معاویہ و یزید و ولید وغیرہم خلفاء اور امراء المومنین بنائے جاتے ہیں۔ اور ولید و یزید جیسے فساق امانت الٰہی کے منصب دار قرار دئے جاتے ہیں۔ درآنحالیکہ ان کے فساق و فجار

خلفاء راشدین بارہ ہیں نہ چار

ہونے کا خود اقرار کیا جاتا ہے۔ اور ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ اور اس کے بعد خلفاء اربعہ کے ساتھ راشدین کا دم چھلا اضافہ کیا جاتا ہے۔ اور راشدین و غیر راشدین دو قسم کے خلیفہ بنائے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی اپنی اصطلاح اور بلا دلیل عقیدہ ہے۔ کہ بارہ خلفاء رسول میں سے چار راشد ہونگے۔ اور آٹھ غیر راشد۔ دین الٰہی چار ہدایت یافتہ خلفاء پر قائم ہوگا۔ اور آٹھ غیر ہدایت یافتہ پر۔ خلافت الٰہیہ چار نکوکاروں کو ملیگی اور آٹھ بدکاروں کو۔ امانت الٰہی چار امانتداروں کے سپرد ہوگی اور آٹھ خائنوں کے۔ وان ھذا الا اختلاق۔ یہ صرف گھڑنت ہے۔ اس کو دلیل برہان سے کوئی تعلق نہیں +

دو قسم کے خلفاء

ہاں یوں کیوں نہیں کہا جاتا۔ پیشوا قریش میں سے دو قسم کے ہوں گے۔ ایک ابرار اور دوسرے فجار۔ ابرار ابراروں کے پیشوا ہوں گے۔ اور فجار فجاروں کے۔ اور یہ مضمون حدیث بلکہ مترجمہ حدیث ہے پس چار راشدین نہیں ہیں۔ بلکہ بارہ ہی راشدین ہیں۔ اور بارہ ہی غیر راشدین ہیں۔ اور ہم دونوں سلسلوں کو حصہ دوم میں دکھلا چکے ہیں۔ ایک خلافت الٰہیہ کے وارث ہیں۔ اور دوسرے خلافت اجمالیہ قومیہ کے۔ بارہ خلفاء اللہ و خلفاء الرسول ہیں۔ اور بارہ ہی سلاطین المسلمین۔ اور دو ہی قسم کے اماموں کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور یہ دو علیحدہ علیحدہ جماعتیں ہیں۔

ھذان خصمان اختصموا فی ربھم الآیہ۔ یہ دونو متضاد فریق ہیں۔ نہ مخلوط و مرکب فساق و فجار کو گروہ ائمہ برحق سے آیہ قرآنی نے قیامت تک کیلئے جدا کر دیا ہے۔ اور ہمارا یہی دعوے ہے۔ کہ بعد رسول اللہ بارہ خلیفہ برحق حضرت کے جانشین ہیں۔ اور انہی پر دین کا خاتمہ ہوگا۔ اور وہ بارہ معین و معلوم ہیں۔ رسول اللہ نے ان کی تصریح فرمائی ہے۔ اسماء مبارک اس کے حصہ دوم میں مذکور ہیں۔ اور مثل عدد نقباء بنی اسرائیل ہیں۔ جو خلافت کے

بارہ میں منحصر ہونے کی ایک دلیل ہے ✣

بارہ اماموں اور بارہ خلفاء رسول میں سے سب سے اوّل اور سب سے اقدم اور بلحاظ تقدم سب سے افضل حضرت علیؑ ہیں۔ اور

دلائل خلافت خلیفۂ برحق اوّل

چونکہ بعد رسول بلافاصلہ غیر حضرت کے جانشین قرار پائے ہیں۔ اس لئے خلیفہ بلافصل کہلاتے ہیں۔ اور خلافت بلافصل کے یہی معنی ہیں۔ اور ہم نے باب اوّل میں خلافت الٰہیّہ اور خلافت نبویہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے جن اوصاف کو خلیفہ خدا و امام برحق کے لئے ضروری ثابت کیا ہے۔ وہ کل دلیلیں ہیں اس دعوے پر۔ کہ بعد رسول خلیفہ حضرت علیؑ ہی ہیں۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد۔ کیونکہ یہ اوصاف اور کسی میں ثابت ہی نہیں ہو سکتے۔ کسی کو قدرت نے ان اوصاف وکمالات پر خلق ہی نہیں کیا۔ اور اس واسطے جس شخص نے بھی ان اوصاف کو مدنظر رکھا ہے۔ اور خلافت الٰہیہ و خلافت نبویہ کے راز کو سمجھا ہے۔ وہ سب اس پر متفق ہیں۔ کہ خلافت الٰہیّہ بعد رسول اللہ اس خاندان سے علیحدہ ہو ہی نہیں سکتی ہے۔ وہ کون ہے۔ جو عالم کون وفساد میں تصرف رکھتا ہو۔ اور خلافت الٰہیہ کے حقیقی معنی اس میں صادق آئیں؟ وہ کون ہے؟ جو خدا کا سب سے مقرب بندہ ہو اور اقرب الخلق الی اللہ رسول اللہ کا جانشین ہو سکے؟ وہ کون ہے؟ جو قدوس کی بارگاہ میں مقام صداقت پر بیٹھ سکے۔ فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ؕ وہ کون طاہر و مطہر و مقدس و مزکّٰی وجود ہے؟ جو نوع انسانی کو نجاست کفر و شرک و ضلالت و جہالت سے پاک کر سکے؟ وہ کون نور خدا ہے؟ جو بندگان خدا کو ظلمات سے نکال کر نور میں لے جائے۔ تاریکی

خلافت خلفاء اثنا عشری کی اجمالی دلیل

کفر و شرک سے روشنی میں لائے؟ وہ کون حرص و ہوا سے پاک و معصوم وجود ہے۔
جو انسان کی ہوا و حرص طبیعہ سے نکال کر روحانیت کے صحرا میں لا کھڑا کرے؟
وہ کون مجسمہ خلق ہے؟ جو انک لعلیٰ خلق عظیم کا قائم مقام ہو کر لوگوں کو تخلقوا
باخلاق اللہ و تادبوا باداب اللہ کا سبق عملی پڑھائے۔ اور وساوس العادات
کی کشاکش سے بچائے۔ وہ کون؟ مامور من اللہ و وارث امر الٰہی و ولی الامر
ہے؟ جو نفس امارہ کی حکومت سے انسان کو بچا کر "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول
و اولی الامر منکم" کا سچا اور حقیقی درس دے۔ اور اپنے تصرف فی العالم
سے ولی الامر کے معنی فقیری کے بوریے پر بیٹھے ہوئے سمجھا جائے۔
اور وہ کون نمونہ الٰہی ہے۔ جو ملکی الذات و الٰہی الصفات ہو کر دنیا میں حقانیت
و صداقت کی مثال قائم کر کے گم گشتگان وادی ضلالت کو تقلید لنوامیس الامثال
سے محفوظ رکھے۔ وہ کون ہے۔ جو عصمت و طہارت کا مجسمہ اور ہوا و
ہوس سے پاک جو ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھے۔ اور اقامہ دین
میں اپنے نفس تک کو ہلاک کر دے؟ وہ کون ہے۔ جو نذیر للعالمین
و رحمۃ للعالمین کی تمام عوالم میں قائم مقامی کر سکے۔ اور زمین آسمان
میں حجت خدا اور مشکلکشا مشہور و معروف ہو؟ وہ کون ہے؟ جو بحیثیت
تقدم وجود و قدرت علم اور تصرف (حکم) جمیع عوالم پر ریاست عامہ رکھتا
ہو۔ اور ہر عارف کی زبان پر اس ولی اللہ کا نام ہو۔ یہ آل محمدؐ ہیں۔ اہل بیت
رسول ہیں۔ عترت نبی ہیں۔ ذریت فاطمہ ہیں۔ کوئی بادشاہ ہے۔ ہوا کرے۔
کوئی سلطان ہے۔ تو ہوا کرے۔ کوئی پوٹینٹیٹ ہے۔ تو ہو۔ کوئی خلیفۃ
المسلمین اور ان کا نمائندہ ہے۔ ہوا کرے۔ وہ کون ہے۔ جو روز قیامت
ہمارے کام آئے۔ احکم الحاکمین و رب العالمین کی جبروت و قہاریت کے
دربار میں ہمیں بچائے۔ اور ہماری شفاعت کرے۔ اور عہدہ شفاعت ملکیت

بعض فضائل خلفاء امام

میں رکھتا ہو۔ وَلَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ (نہیں مالک شفاعت ہو سکتا ہے اس دن مگر وہ ہی امام برحق جو عند اللہ عہد لے چکا ہے)۔ اور راہ بہشت میں روز محشر ہمارا پیشرو بنے۔ جیسا کہ دنیا میں پیشوا تھا۔ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (روز قیامت ہر شخص کو ہم اس کے پیشوا کے ساتھ بلائینگے)۔ وہ کون صاحب وحی والہام ہے؟ جس کے پاس امر الٰہی ہمیشہ نازل ہوتا ہے۔ اور مدبرات الامر اس ولی الامر کے ماتحت ہوں۔ جو کہ سکے۔ اور مجمع عام میں علی رؤس الاشہاد بکمال قوت دعوے کر سکے۔ "اَنَا خَلِيفَةُ رَبِّ الْعَالَمِينَ" میں خلیفہ رب العالمین ہوں "سَلُونِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِي فَاِنِّي اَعْلَمُ بِطُرُقِ السَّمٰوَاتِ مِنْ طُرُقِ الْاَرْضِ" پوچھو مجھ سے جو تمہارا دل چاہے۔ زمین کی خبر پوچھو۔ آسمان کا علم دریافت کرو۔ میں زمین کے راستوں کی نسبت آسمان کے راستوں کا زیادہ واقف ہوں۔ کون ہے جس کی شان یہ ہو اَلْحُجَّةُ مَنْ لَا يَقُولُ لَا اَدْرِي۔ حجت خدا وہ ہے۔ جو کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے۔ کہ میں نہیں جانتا جو کچھ پوچھیں۔ اس کا عالم ہو۔ کیا غیر آل محمد کسی میں یہ وصف پایا جا سکتا ہے؟ یا بغیر اس وصف کے کوئی حجت خدا کہلا سکتا ہے؟ اور اگر ایسا حجت خدا بعد رسول نہیں ہے۔ تو اس زمانے کے لوگوں پر حجت خدا کس طرح تمام ہوتی ہے؟ کیا جواب دیگا۔ اگر یہ نہ ہو۔ اور بندگان خدا کہیں کہ تو نے ہم پر ہادی نہ بھیجا تھا کسی کو اپنی حجت قرار نہ دیا تھا۔ وللہ الحجۃ البالغۃ قیصر وکسرے کی تدبیر سیاسی کے جاننے والے۔ دنیا کی بادشاہت میں ملکی حیل کے عالم وعارف اپنے جبر وتشدد باشر امت وخشونت سے لوگوں کو تابع حکم بنانے والے اور اپنے سامنے دم مارنے کی مہلت نہ دینے والے دنیا میں بہت ہونگے۔ پہلے بھی اور اب بھی۔ مگر وہ وجود جو مدبر السموات والارض کا خلیفہ کہلا سکیں۔ وہی وجود ملینگے۔ جن کو عارفین نے کہا ہے۔ اور سچ کہا ہے۔

اسرار اللہ المودعۃ فی الھیاکل البشریۃ - یہ خدا کے اسرار تھے - جو صور بشری میں ودیعت کئے گئے تھے - قدوسی اور ملکوتی بندے تھے - جو لباس بشری میں آئے تھے - بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ - ؎

از جملۂ آفرینش کون و مکاں
مقصود خدا - علی و اولاد علی است

یہ مسلمہ حکماء و فلاسفر ہے - اور اصول عقلیہ کے مطابق - کہ اوّل

خلافت و امامت علوی پر پہلی فلسفی دلیل

مخلوق و مصنوع - اکمل و اشد و اشرف و اقوے ہوتا ہے - کیونکہ نسبت خالق اس کے ساتھ اتم نسبت ہے - اور اس کے اور خالق کے درمیان فاصلہ نہیں ہے اور یہ ثابت ہے - کہ وجود محمدی اوّل مخلوق ہے - پس وہ اکمل و اقوے وجود فوق مخلوق و تحت خالق ہے - کوئی وجود اس کو قطعاً نہیں پہنچ سکتا - اور یہ بھی مسلم ہے - کہ خلیفہ اپنے مستخلف کا آئینہ ہوتا ہے - اور نقص خلیفہ نقص مستخلف کی دلیل - پس ضروری ہے - کہ کامل کا خلیفہ کامل ہی ہو - عالم کا جانشین عالم ہی ہوا کرتا ہے - اور شجاع کی جگہ بہادر ہی لیا کرتا ہے - دیکھو حصۂ اوّل اور اس مقدمہ سے معلوم ہے - کہ مثل و نظیر اوّل مخلوق محال ہے - کوئی دوسرا مخلوق جو خلقت میں درجہ دوم پر ہو - اس کے مقابل نہیں ہو سکتا - چہ جائیکہ وہ وجود جو خلقت میں بدرجہا پست ہو - پس کون ہے - جو اکمل مکونات حضرت رسالت مآبؐ کی جگہ آئے - اور حقیقی معنی میں آنجناب کا قائم مقام ہو سکے - قُلْ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ " ای فاتوا من مثل محمد بسورۃ ما - پس خلافت محمدیہ کا وجود

ہی محال ہے۔ نہ کوئی وجود قوت و کمال میں مثل محمد ہو سکتا ہے۔ اور نہ اس کی جگہ قائم مقام بن سکتا ہے۔ اِلّا وہ وجود قائم مقام محمد ہو سکتا ہے۔ جو مثل اس کے اول المخلوق ہو۔ یا اوّل مخلوق ہونے میں اس کا شریک ہو۔ اور وہ وجود نہیں ہے، مگر علیؑ بن ابی طالبؑ اور اس کی اولاد۔ اور وہی وجود نفس رسول کہلا سکتا ہے۔

اور یہ ایک فلسفی دلیل ہے خلافت علیؑ ابن ابی طالبؑ پر۔ اگر اوّل المخلوقین و اوّل المسلمین کا کوئی جانشین ہو سکتا ہے۔ تو وہی جو اسی کے نور کا جزو ہو۔ اور اسی کا نفس ہو۔ اگر علی اس وصف سے متصف نہیں ہے۔ تو یا خلافت محمدیہ کے مصداق سے بالکلیہ انکار کرنا ہوگا۔ یا کوئی مثل محمد فرض کرنا ہوگا؟ اور یہ دونو محال ہیں پس خلافت علوی کا تسلیم کرنا عقلاً واجب ہے۔ ورنہ بہت سی آیات اور سیکڑوں احادیث کا محض اپنی نفسانیت کے لئے انکار کرنا پڑیگا۔ اتحاد نور علی و نبی کی احادیث ملاحظہ ہوں۔ اور آیہ مجیدہ "صنوان و غیر صنوان" اور اس کی تفسیر (حصۂ اوّل ملاحظہ ہو)۔ ایک جڑ کے دو تنے اور ایک نور کی دو قسمیں یا ایک شمع کی دو لوئیں کون ہیں؟ نبی اور اہل بیت نبی۔ اس سے یہ تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ وہ وجود جو مثل نبی ہے۔ بوجہ اتحاد نوری نفس رسول نہیں ہے۔ تو پھر نفس رسول کا مصداق کوئی اور پیدا کیجئے۔ اور "انفسنا و انفسکم" کے معنی بتلائیے۔ ایک نہیں یہ سارے کے سارے نفس نبی ہیں۔ یہ ایک ہی نور ہے۔ جو مختلف مظاہر میں ظاہر ہوا ہے۔ اور صحیح معنی میں کہا گیا ہے "اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَ اٰخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَ اَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَ کُلُّنَا مُحَمَّدٌ"۔ "قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ" (آل عمران ع ۶)

علیؑ کے سوا کسی اور صحابی کا خلیفۂ قائم ... افضل ... محال ہے

دوسری ضمنی فلسفی دلیل

آیت قرآنی بتلاتی ہے۔ کہ اوّل اوّل نور علی و نبی ایک ہی خلق کیا گیا۔ اور

احادیث کثیرہ اس باب میں مروی ہیں۔ اور صاف الفاظ میں اتحاد نور نبی و علی کا ثبوت دے چکے ہیں۔ ہو سکتا تھا۔ کہ خدا ان سب انوار کو علیحدہ علیحدہ خلق فرماتا اور سب اس اعتبار سے اس شرف میں شریک ہوتے۔ اور ایک ہی دفعہ کن کہکر چودہ نور پیدا کر دیتا۔ اس میں کیا علت اور کیا مصلحت تھی۔ کہ اول ایک خلق کیا۔ اور پھر اس کی تشقیق کی۔ اور نور علی کو نکالا۔ اور جدا کیا۔ اور پھر انوار دیگر اہل البیت کو؟ حکیم کا فعل کبھی حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر یہ مصلحت اس میں نہیں تھی۔ کہ ایک جزو حامل رسالت مطلقہ ہو۔ اور دوسرا ٹکڑا امور دامامت کبرے۔ تو بتلایا جائے۔ کہ ایک نور کے دو ٹکڑے کرکے ایک کو نبی بنا دیا۔ دوسرے ٹکڑے کا کیا فائدہ ہوا؟ کیا اس کو خلاف حکمت حکیم ازلی نہ کہا جائیگا؟ ضرور کہا جائیگا۔ اور اس لئے ضرور ماننا پڑیگا۔ کہ مصلحت وہی تھی۔ جو ہم نے ثابت کی۔ اور جس کا خود رسول اللہ نے بارہا اقرار کیا ہے۔ کہ میرے نور کے دو ٹکڑے کئے۔ مجھے نبوت کے لئے مخصوص فرمایا۔ اور علی کو ولایت کے لئے۔ ظہور رسالت مطلقہ نبی ص سے ہو۔ اور ظہور ولایت مطلقہ علی ع سے۔ وہ رسول اللہ مشہور ہوئے۔ اور یہ ولی اللہ اور اس نے ثابت کر دیا۔ کہ رسالت سے ولایت جدا نہیں۔ اور نہ اقرار رسالت اقرار ولایت سے جدا ہو سکتا ہے۔ اور جو اقرار ولایت نہیں رکھتے۔ کیونکر وہ رسالت مطلقہ کے ماننے والے کہے جا سکتے ہیں؟ اور یہی ثابت کر رہا ہے۔ کہ اس نور کے ٹکڑوں میں جدائی نہیں۔ تو خلافت میں فاصلہ کیا معنی رکھتا ہے؟ نفس محمدی اور جزو محمدی اور اکمل وجود کے ہوتے ہوئے کیونکر ممکن ہے۔ کہ کوئی دوسرا درمیان میں حائل و حاجب ہو جائے۔ اور تشقیق نور محمدی عقلاً ثبوت خلافت علوی کو مقتضی ہے۔ اور اسی میں کل ائمہ معصومین ع شامل ہیں۔ کیونکہ نور اہل البیت نور محمدی سے مشتق ہے۔ اور نور محمدی نور خدا سے مشتق ہے۔

اگر علی خلیفہ رسول نہ ہوں تو ایک جزو نور محمدی بیکار ثابت ہوگا

اور اس اشتقاق کی تصریح آنحضرت صلعم نے متعدد طرق سے فرمائی ہے - حدیث ثقلین جو ستر بہتر طرق سے مروی ہے - اور جس کی تفصیل ایک مکمل کتاب کو مقتضی ہے - اس میں جہاں حضرت نے اہل بیت کا ذکر کیا ہے - وہاں پہلے لفظ عترت فرمایا ہے "عترتی اہل بیتی" - اور عترت کے معنی معلوم ہیں - کہ شق و تشقیق ہی ہیں - عتر کے معنی لغت میں کاٹنا شق کرنا اور ذبح کرنے کے ہیں - عتائر مشک کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں - ؎

وَمَا عِتْرُ الظِّبَاءِ بِحُجّی قَوْمٍ
وَلَا الْخَمْسُوْنَ قَصُّوْا طَالِبُوْهَا

شاعر کا مشہور شعر ہے - اسی عتر سے عترت مشتق ہے - یعنی انسان کی وہ اہل قرابت جو اس سے جدا ہوئی ہوں - اور اس سے نکلی ہوں پس عترت رسول وہی ہے - جو جزو نور محمدی ہو - نور محمدی سے مشتق ہو - اور حدیث میں اہل بیت عترت کا بیان ہے - اور اس حدیث نے جہاں عترت کے معنی بتلائے وہاں اہل بیت کی تشخیص کر دی ہے - کہ اہل بیت نبی عترت نبی سے ہیں - نہ غیر - نہ ازواج اس میں شامل ہو سکتی ہیں - اور نہ اور کوئی جسمانی تعلق سے نہ روحانی تعلق سے - بیشک اہل بیت وہ ہیں - جو شریک بیت نبوت اور وارث رسالت ہیں - اور عترت نبی اور خاص ذریت رسول ہی سے ہیں پس خلافت محمدیہ کیلئے عترت رسول ہی روز اول سے خلق کی گئی ہے - اور یہی مقصود ہے +

تیسری دلیل

ہم باب اوّل میں ثابت کر آئے ہیں - کہ انسان دو قسم کی فطری ترقی رکھتا ہے - ایک طولی ترقی - کہ ایک مدت معین تک مثلاً پچیس برس قد بڑھتا رہتا ہے - اور اس کے بعد قد کا بڑھنا اور لمبا ہونا بند ہو جاتا ہے - اور اب آخر عمر تک طول کے لحاظ سے ہمیشہ اس کے لئے اتنا ہی لمبا لباس کافی ہوتا ہے - جتناکہ اس عمر میں اور

نبوت کی عرضی ترقی اور خلافت علوی

جدیہ قطع کی ضرورت نہیں ہوگی - اور ایک عرضی ترقی ہوتی ہے - وہ یہ کہ اس کا جسم عرض میں بڑھے - یہ ترقی بہت عرصے تک رہتی ہے - بلکہ اکثر آدمی آخری عمر میں جا کر کافی موٹے ہو جاتے ہیں - یہی فطری ترقی نبوت میں ہے - اور ختم نبوت نبوت کی طولی ترقی کا اختتام ہے - اور خلافت محمدیہ نبوت محمدی کی عرضی ترقی ہے - اور اس کی حد بارہ درجہ پر ہے - جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے - اور یہ ظاہر ہے - اور ثابت ہو چکا ہے - کہ کسی شے کی اس فطری طولی اور عرضی ترقی میں کسی خارجی چیز کی شمولیت نہیں ہوا کرتی - وہی جسم طولاً یا عرضاً بڑھتا ہے پس عرضی ترقی اسی جسم کے عرض میں بڑھنے کا نام ہے .. نہ اس کے ارد گرد لحاف رضائی کمبل لپیٹ کر موٹا کر دینے کا پس خلافت محمدیہ نبوت محمدیہ کی عرضی ترقی ہے - یہ عرضاً نشوونمائے محمدی ہے - اور محمدی دست و بازو کا عریض ہونا ہے - لہٰذا اس میں کسی خارجی صحبت کا دخل نہیں ہوتا - اگر یہ نبوت بصورت خلافت غیر محمد میں ظاہر ہو - تو وہ محمدی عرض نہ ہوگا - بلکہ خارجی عرض ہوگا .....
اگر خلافت محمدیہ ان اجزائے محمدی میں ظاہر ہو - جو اس نور کے ٹکڑے اور فلذۃ الکبد ہیں - اور جن کے لئے صحیح معنی میں کہا گیا ہے " لحمک لحمی و دمک دمی " یعنی - میرا خون تیرا خون ہے - میرا گوشت تیرا گوشت ہے - تو یقیناً ان میں خلافت محمدیہ کا ظہور حقیقی معنی میں محمدی ترقی ہے - اور آنحضرت پر نبوت ختم ہو جانے اور تا قیامت ہدایت خلق و نذارت و بشارت و امامت و ولایت کے باقی اور قائم رہنے کا مطلب یہی ہے - کہ اب ہدایت خلق محمد سے جدا نہ ہوگی پس ضروری اور واجب ہے - اور یہی عقل کا حکم ہے - کہ خلافت محمدی خون محمدی سے جدا نہ ہو پس ناممکن ہے - کہ خلافت محمدیہ غیر آل محمد کسی میں ظہور کرے اگر ایسا نہ ہو - تو وجود محمدی پر ختم نبوت کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے - بالضرور خلافت محمدی آل محمد ہی کے لئے ہے - اور عترت رسول سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی

ہے۔ اور اوّل اس سلسلہ میں علی ابن ابی طالب ہیں۔ اور وہی خلیفہ بلافصل۔ اور یہ ایک ایسی فلسفی دلیل ہے جس کو کوئی عارف ردّ نہیں کرسکتا +

چوتھی دلیل

خدا کا بندے سے تعلق دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک خدا کی جانب سے بندے کے ساتھ اور ایک بندے کی جانب سے خدا کے ساتھ۔ اوّل تعلق خالقیت و مخلوقیت ہے۔ خدا خالق ہے۔ اور بندہ مخلوق۔ اور خالق کو مخلوق سے ایک رابطہ اور نسبت۔ اور یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ یہ تعلق سب سے اکمل اوّل مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اوّل مخلوق سب سے اقرب الی الخالق ہوتا ہے۔ دوسرا تعلق جو بندے کی جانب سے خدا کے ساتھ ہے۔ اور جس سے اس کا قرب و بُعد معلوم ہوتا ہے۔ کہ کونسا بندہ کتنا بارگاہ خدا میں مقرب ہے۔ وہ عبدیت و معبودیت کا تعلق ہے۔ بندہ عبد ہے۔ اور خدا معبود۔ اور اس سلسلہ میں اقرب الی اللہ وہی بندہ ہوگا۔ جو عبادت خدا اور شان عبودیت میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔ اور ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ اس میں بھی گوئے سبقت لے جانے والے محمدؐ ہی ہیں۔ اوّل المخلوقین بھی ہیں۔ اور اوّل العابدین بھی۔ اب ان کے بعد مثل ان کے مقرب خدا وہی ہوگا جو آپ کا ہم پلہ ہو۔ جو اس قرب میں حضرتؐ کے ساتھ ہو۔ اور اس لئے وہی قائم مقام رسول اوّل العابدین ہوگا۔ وان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ خدا کے نزدیک سب سے مقرب بندہ وہی ہے۔ جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا اور متقی ہو۔ اور جس مقام سے آنحضرتؐ کا اوّل العابدین ہونا ثابت ہے۔ وہیں سے علیؑ کا بھی اوّل العابدین و اوّل الساجدین ہونا ثابت ہے۔ اور اتحاد نوری اس کی دلیل ہے جب رسول اللہؐ نے عبادت کی ہے علیؑ نے بھی کی ہے۔ اس وقت دونو جدا نہ تھے۔ اور اسی میں کل اہل بیت شریک ہیں۔ انہوں نے اس وقت سے

علیؑ و نبیؐ اقرب الی الخالق اور اشبہ ہیں

تسبیح وتہلیل وتقدیس خدا کی ہے۔ جبکہ ملائکہ بھی اس سے واقف نہ تھے۔ اور دنیا میں کوئی گھڑی خالی نہیں ہوتی۔ کہ یہ تسبیح وتقدیس وتہلیل نہ کرتے ہوں۔ جب یہ اول دنیا میں آتے ہیں۔ تو آتے ہی کہتے ہیں۔ شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔ اور یہاں سے معلوم ہے۔ کہ ان کے لئے اول مسلمان ہونے نہ ہونے کی بحث اور ان کا مقابلہ دوسروں سے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ ظہور رسالت کے وقت اول کون اسلام لایا۔ ان کے لئے اسلام لانا کیا معنی۔ وہ کون عالم۔ کون نشاء۔ کون وقت اور زمانہ تھا جب یہ مسلمان نہ تھے۔ اسلام لانے یا نہ لانے کا سوال ان کی نسبت ہونا چاہئے۔ جو مسلمان نہ تھے۔ کفر وشرک میں گرفتار تھے۔ کہ وہ کب اسلام لائے۔ یہ تو وہ انوار ہیں۔ جو اول مبدء خلقت سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور اول العابدین اول الساجدین اول المسلمین اور امرت ان اکون اول من اسلم میں داخل ہیں۔ اسلام ہی کی تاریخ کو دیکھئے۔ پہلے پہلے کون مومن ہوا، نام کسی کا لے دیا جائے۔ مگر یہ بتاؤ۔ کہ جب کوئی اسلام کا نام بھی نہ لیتا تھا۔ اس وقت نبی کے ساتھ ساتھ چھپ کر نماز کو کون ادا کیا کرتا تھا۔ جو رکن اسلام ہے؟ اور اہل مکہ خصوصاً قریش حیرت سے ان کی نماز کو دیکھتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ یہ محمدؐ ایک بچے کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ یہ وہ وجود ہیں۔ جو کسی وقت ذکر خدا اور عبادت سے خالی نہیں۔ ان کے لئے وہ وقت اور وہ زمانہ پیدا ہی نہیں ہوا جب یہ وصف اسلام سے خالی اور عاری ہوں۔ یہ اسلام لانیوالے نہیں۔ یہ اسلام کو دنیا میں لانیوالے ہیں۔ ملائکہ کو اسلام سکھانیوالے ہیں۔ ان کے سوا کوئی قابلیت نہیں رکھتا کہ رسول کا قائم مقام اور جانشین ہو سکے +

پانچویں دلیل

شائد ممکن ہے۔ کہ کوئی شخص یہ خیال کرے۔ کہ یہ تو صرف ایک صفت تقرب ہے۔ جو در اصل کل اوصاف کو

جامع ہے) پس ممکن ہے۔ کہ علمی عبادت کے لحاظ سے بڑھے ہوئے ہوں۔ اور اقرب الخلق الی اللہ کے ساتھ ساتھ ہوں۔ مگر یہ مطلق مقرب کی دلیل نہیں مقرب وہ ہے۔ کہ جو ہر حیثیت سے مقرب ہو۔ اس لئے ہم یہاں دوسری صورت سے اس کی تفصیل کئے دیتے ہیں۔ قال سبحانہ وتعالےٰ اصحاب المیمنۃ ما اصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ والسابقون السابقون اولئک المقربون (سورۃ واقعہ ع ۱)۔ لوگوں کے تین گروہ ہونگے۔ اصحاب یمین یا اصحاب میمنہ (نکوکار لوگ یمن و برکت والے)۔ اصحاب شمال یا اصحاب مشئمۃ (بدکار لوگ۔ شوم و بدبخت)۔ اور سابقین۔ اور سابقین ہی سب سے مقرب بندے ہیں۔ ایک مؤمنین ایک ظالمین و ناجیین اور ایک خاصان خدا و اولیاء اللہ۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ۔ ان سابقین میں ایک جماعت اولین اور امم سابقہ میں سے ہے۔ اور تھوڑے سے نفوس آخرین اور امت محمدی میں سے۔ اور اس قلیل نے تشخیص کر دی۔ کہ اُمت محمدی میں سے بہت تھوڑے نفوس سابقین میں داخل ہیں۔ دوسرے آیات اس کی تعبیر کر دیتے ہیں۔ کہ یہ سابقین کون ہیں؟ جو مقرب ہیں۔ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُم بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ (سبا ع ۴)۔ تمہاری اولاد اور تمہارے مال تو ایسے ہیں نہیں۔ جو تمہیں ہمارا مقرب بنا دیں۔ خدا نہ مال کا طالب ہے اور نہ اس کو دوست رکھتا ہے۔ اور نہ زیادہ مال والا مقرب بن سکتا ہے۔ اگرچہ راہ خدا میں صرف بھی کر دے۔ کیونکہ اس تک تو نہ کسی کا مال پہنچتا ہے۔ اور نہ جان پہنچتی ہے۔ وہاں تو نیت کا سوال ہے۔ اور تقوےٰ دیکھا جاتا ہے۔ وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ۔ ممکن ہے۔ کہ ایک شخص کی نیت زیادہ صاف ہو۔ اور اخلاص کامل رکھتا ہو۔ اور تقوے میں بڑھا ہوا ہو۔ اور اس کمال اخلاص و صدق نیت اور سچی پرہیزگاری اور خوف خدا و خشیۃ اللہ سے اس کا ایک درہم یا دینار

سابقین مقربین

لوگوں کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں سے بڑھ جائے۔ چالیس ہزار کیا چالیس لاکھ پر
سبقت لے جائے۔ اسی آیت کے ذیل میں خدا فرماتا ہے۔ اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ
عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَھُمْ فِی الْغُرُفَاتِ
اٰمِنُوْنَ (سبا) مگر وہ جو ایمان لایا۔ اور اس نے عمل صالح کئے پس یہی وہ لوگ ہیں
جن کے اعمالوں کی دوچند جزا ملیگی۔ اور وہ بہشت کے غرفوں میں امن سے بیٹھینگے۔
اَمَّا اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ۔ مقربین وہ ہیں۔
جو بہشت کی سند حاصل کر چکے ہوں۔ اور ان سے بڑھ کر مقرب وہ ہیں۔ جو
لوگوں کو مقرب اور بہشتی بنا دیں۔ چنانچہ حضرت عیسٰےؑ کے لئے خدا فرماتا ہے۔ وَجِیْھًا
فِی الدُّنْیَا وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (آل عمران)۔ کہ وہ دنیا میں ذی عزت و ذی وجاہت
تھا۔ اور وہ مقربین سے تھا۔ اور ان سے بڑھ کر وہ مقرب ہیں۔ جو نہ صرف بہشت
میں پہنچا دیں۔ بلکہ اُن کے نامۂ اعمال کو پڑھتے اور مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور یہ
کتاب ان کے سامنے ہو۔ وَکِتَابُ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ وَمَا اَدْرٰکَ
مَا عِلِّیُّوْنَ کِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ یَّشْھَدُہُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ کتاب ابرار علیین میں
ہے۔ اور علیون ایک کتاب مرقوم ہے۔ جس کو مقربین خدا پڑھتے اور مشاہدہ
کرتے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جو ان پر شہید قرار دئے گئے ہیں۔ کُنْتُ
شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ۔ قول حضرت عیسٰےؑ ہے۔ جو منجملہ مقربین ہیں۔ اس
امت میں بھی شہید علے الناس موجود ہیں۔ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا
لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا (البقرہ ۱۶)
اسی طرح سے ہم نے تمکو بھی امت وسط قرار دیا ہے۔ تاکہ مثل انبیاء سلف تم لوگوں
پر شہید اور ان کے اعمال کے نگراں اور ان پر حاضر و ناظر رہو۔ اور رسول تم پر شہید و
نگراں ہو۔ یہی مقربین ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ہیں۔ سابقین کا وصف ان کی
تشخیص کر رہا ہے۔ امت محمدی میں سابقین سوائے محمدؐ و آل محمدؐ اور کون ہو سکتا ہے

بعض اوصاف مقربین کے

اور اس کا ثبوت دلائل سابقہ میں آچکا ہے۔ اور محمد مصطفٰےؐ سب سے سبقت
کرنے والے ہیں۔ خود حضرتؐ نے تصریح کی ہے۔ جب آپ سے دریافت
کیا گیا۔ کہ یا رسول اللہؐ آپ کو افضل المرسلین و خاتم النبیین کیوں بنایا گیا۔
تو آپ نے فرمایا۔ کہ جب خدا نے ارواح سے عہدِ "الست" لیا۔ تو سب سے پہلے
جس نے "بلٰے" کہا۔ وہ میں ہوں۔ اور بعد ازاں میرے اوصیاء اور باقی انبیاء
یہیں سے اس کی تصدیق ہوئی۔ کہ سبقت اُس عالم سے لی جائیگی۔ نہ صرف
اس عالم کی۔ اور اس لحاظ سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے مقام سبقت کو کوئی ملک مقرب
و نبی مرسل کبھی نہ پہنچ سکیگا۔ اور "السابقون المقربون" میں آلِ محمدؐ ہی محمد کے
ساتھ شریک و شہید ہیں۔ اور کسی قرب میں جدا نہیں تسبیح میں ہو یا تہلیل میں
ہو۔ تقدیس میں ہو تحمید میں ہو۔ عبادت میں ہو یا ریاضت میں ہو۔ زہد میں ہو۔ یا
تقوے میں ہو۔ خلقت میں ہو۔ عہدِ "الست" میں ہو۔ عالم روحانی میں ہو یا عالم
جسمانی میں۔ ہر جگہ اور ہر اعتبار سے یہ مقربین ہیں۔ اور کوئی تقرب ان سے
خارج نہیں یعنی مطلق مقربین ہونا ان کے لئے ثابت بلکہ مقرب مطلق ہونا مبرہن
بلکہ یہی مالک کوثر و تسنیم ہیں "عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِہَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ" یہی لوگوں کو مقرب
بنانے والے ہیں۔ اور خدا نے بتصریح فرمایا ہے۔ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا
اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِی الۡقُرۡبٰی۔ کہدو اے پیغمبرؐ! کہ میں تم سے اور کوئی اجر رسالت نہیں
چاہتا۔ مگر صرف یہ کہ تم مقربین کو دوست رکھو (ان کی دوستی سے تم بھی مقرب
بن جاؤ گے)۔ ان کی دوستی اس لئے فرض کی گئی ہے۔ کہ ان کی دوستی سے لوگ
مقربین خدا میں داخل ہو جائیں۔ کیونکہ یہ خود مقرب ہیں۔ اور مقرب کا مقرب مقرب
ہوتا ہے۔ یہ مقرب کون ہیں؟ جن کی دوستی باعث تقرب خدا ہے۔ وہی ہو سکتے
ہیں۔ جو اقرب الخلق الی اللہ و اوّل السابقین المقربین سے اتحاد و مماثلت و مشابہت
رکھتے ہوں۔ اور وہ نہیں ہیں مگر آلِ محمدؐ۔ اور اس واسطے رسول اللہؐ نے اِنّ

سابقین اور مقربین محمدؐ و آلِ محمدؐ ہی ہیں۔

ذوی القربیٰ
مقربین خدا

ذوی القربیٰ کی تفسیر اپنے ذوی القربےٰ سے کی ہے۔ کہ یہ ذوی القربےٰ جن کی مؤدت فرض ہے میرے ذوی القربےٰ ہیں۔ اور اس ذوی القربےٰ کے لفظ میں عجب سرالٰہی ہے۔ دعوٰے و دلیل ساتھ ہے۔ اور یہاں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ذوی القربےٰ رسول کی محبت و مؤدت اس لئے واجب کی ہے۔ کہ وہ مقرب خدا ہیں۔ ذوی القربےٰ رسول ہیں۔ اور ذوی القربیٰ خدا۔ نہ وہ خدا سے جدا۔ نہ وہ ان سے جدا۔ رسول مقرب کا مقام "قاب قوسین او ادنیٰ" ہے۔ اور وصی رسول کا مقام "فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ"۔ مقام صداقت میں اپنے بادشاہ مقتدر کے پاس۔ اور یہ تقرب ثابت کر رہا ہے۔ کہ ان کے ہوتے ہوئے اور کوئی خلافت محمدیہ کا مستحق نہیں ہو سکتا ہے۔ اور سابقین مقربین پر کوئی سبقت نہیں لے جا سکتا ہے۔ اصحاب الیمین سابقین کے مقام کو نہیں پہنچتے ہیں اصحاب الشمال اس میں کہاں دخل پا سکتے ہیں۔ عدل و انصاف سے کام لو اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی۔ اور محبت ذوے القربےٰ سے منہ نہ پھیرو۔ مختصراً اسی جملہ کو سمجھ لو۔ کہ رسول اللہ سب سے بڑھ کر مقرب خدا ہیں۔ اور اہل بیت محمدؐ۔ محمدؐ کے مقرب اور محمدؐ کا مقرب خدا کا مقرب پس اہل بیت محمد محمدؐ کے ساتھ سب سے بڑھ کر مقرب خدا ہیں۔ اور خلافت محمدی انہی کا حق ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام ان میں اوّل ہیں۔ لہٰذا وہی خلیفۂ اوّل ہیں ✣

پانچویں دلیل جو چوتھی عقلی دلیل کی ضمنی دلیل ہے۔ قرب کو دکھلانے کیلئے ذکر کر آئے ہیں۔ یہاں اب ایک اور زبردست فلسفی دلیل ذکر کرتے ہیں جس سے خلافت محمدیہ الٰہیہ کی شان مثل آفتاب فی رابعة النہار درخشاں و تاباں نظر آئیگی ✣

چھٹی دلیل

سلسلہ ارتقاء عالم اجسام کو دیکھتے ہوئے یہ معلوم ہوگا۔ اور ہم اس کو

مسئلہ ارتقاء

بیان کر آئے ہیں۔ کہ ہر ایک درجہ تکون مادی دوسرے سے بالا ہے۔ اور اس لئے مکونات ارضیہ میں سے ہر نوع جماد ہو۔ یا نبات یا حیوان اپنی ترقی اور کمال کا ایک محدود درجہ رکھتی ہے۔ یعنی جماد کی منتہائی ترقی یہ ہے۔ کہ وہ نبات سے مشابہ ہو جائے۔ اور ایک ایسا مرتبہ نظر آئے۔ جو جماد محض ہو۔ اور نہ نبات محض ذو جہتین ہو۔ اور عالم برزخی رکھتا ہو۔ جیسے کہ مونگا اور نبات کی منتہائی ترقی یہ ہے۔ کہ وہ حیوان سے مشابہت پیدا کرے۔ جیسے کہ اسپنج وغیرہ۔ اور حیوان کی منتہائی ترقی وکمال یہ ہے۔ کہ وہ انسان سے جسمانی مشابہت پیدا کرے۔ جیسے کہ بعض حیوانات مثل بوزینہ۔ گویا افق نباتی تک جمادی ترقی ہے اور افق حیوانی تک نباتی اور افق انسانی تک حیوانی۔ اور کوئی ان آفاق سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اور انسان معلوم ہے۔ کہ فوق مکونات ارضیہ ہے۔ اور علاوہ ارتقاء مادی کے ایک مقام روحانی بھی رکھتا ہے جو ”ثُمَّ اَنْشَاْنَاہُ خَلْقًا اٰخَرَ“ کا مقام ہے۔ کہ یہاں اس ترقی ارتقائی مادی کو بدل دیا ہے۔ اور ایک نئی خلقت عطا کر کے سب سے ممتاز بنایا ہے۔ یہ صاف بتلا رہا ہے۔ اور مسلمہ کل عقلاء و فلاسفر ہے۔ کہ انسان سے بالا کوئی نوع مادی نہیں ہے۔ بلکہ مقام روحانیت کو پیش نظر رکھ کر کہا گیا ہے۔ اور صحیح کہا گیا ہے۔ کہ انسان اشرف مخلوقات ہے۔ ملائکہ سے بھی مشرف تر ہے۔ پس انسانی ترقی وکمال کے لئے کوئی افق اس سے فوق۔ حادی وحائل نہیں ہے۔ اس لئے اس کی ترقی کے لئے کوئی حد معین نہیں ہو سکتی۔ اور جب یہ معلوم ہے۔ کہ اس سے بالا بس ذات خالق وصانع ہی ہے۔ تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ انسانی ترقی کی حد حد واجب الوجود ہی سے متصل ہے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے عقل اسی کو مقتضی ہے۔ اور عقل اسی کا ثبوت دیتی ہے۔ بلکہ مقام ”قاب قوسین او ادنٰے“ اس کا بیّن ثبوت دے رہا ہے۔ کہ یہاں امکان ذاتی حد واجبی سے مل گئی ہے۔ اور

انسان کے اشرف مخلوقات ہونے کی علّت

اس سے بالا ترقی کا کوئی درجہ نہیں رہا ہے۔ اس سے بالا ذات واجب ہی ہے۔ اور اسی واسطے ذات محمدی فوق مخلوق و تحت خالق ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ کمال اس شئے کا نام ہے۔ جس سے ذات کامل متصف ہو۔ اور ذات کامل نہیں ہے مگر ذات واجب الوجود۔ پس کمال نہیں ہے مگر اوصاف واجب الوجود۔ ذات کامل ذات غنی ہے۔ اور کل محتاج ناقص۔ اَللّٰہُ غَنِیٌّ وَّکُلُّنَا فُقَرَآءُ بَابِہٖ۔ پس انسان جو فوق جمیع مکونات ہے۔ اس کے کامل بننے اور کمال میں ترقی کرنے اور اپنی تکمیل کرنیکے ادر کوئی معنی سوا اس کے ہو ہی نہیں سکتے۔ کہ وہ اتصاف باوصاف الٰہی میں ترقی کرے۔ اور جس قدر جو اس اتصاف میں متصف تر ہوتا جائیگا۔ اسی قدر اس کامل سے قریب تر ہوتا جائیگا۔ بلکہ دوسری طرف سے لیجئے۔ جو جس قدر اس ذات سے قریب تر ہوگا۔ اسی قدر کامل تر۔ اور اسی وجہ سے اکمل ذوات ذات محمدی ہے۔ کہ مظہر تام کمالات الٰہی ہے۔ اور آل محمد اقرب الخلق الی المحمد ہیں۔ پس وہ بھی اقرب الخلق الی اللہ ہوئے۔ اور ذات علوی اکمل ذوات۔ ہاں شرف تقدم و اصلیت ذات محمدی کو حاصل رہیگا۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ کامل انسان اور اقرب الی اللہ اتصاف باوصاف الٰہی میں کامل ہوگا۔ اور ذات محمدی اور ذات علوی ایسی ہی ہے۔ لیکن چونکہ ذات محمدی ظہور نبوت کے لئے اخص تھی۔ اور ذات علوی ظہور ولایت کے لئے۔ نبوت حجاب اکبر الٰہی ہے۔ اور ولایت منصبہ ظہور اوصاف۔ نبوت مدینہ علوم و اسرار الٰہی ہے۔ اور ولایت باب ظہور۔ لہٰذا ظہور اوصاف ذات و لاینتاب سے ایسا ہوا ہے۔ کہ عقول متحیر ہوگئی ہیں۔ اور عارفین کو صدق دل سے کہنا پڑا ہے۔ ؎

فَذَاتٌ لِمَخْلُوْقٍ وَّوَصْفٌ لِخَالِقٍ
وَقَدْ حَارَتِ الْاَلْبَابُ اَیَّۃَ خَیْرَۃٍ (لابن ابی الحدید)

اور امام شافعی کو یہ کہنا پڑا ہے۔ ؎

كَفٰى فِيْ فَضْلِ مَوْلَانَا عَلِيٍّ
وُقُوْعُ الشَّكِّ فِيْهِ اَنَّهُ اللهُ

علیؑ کی فضیلت میں یہی کافی ہے۔ کہ اس میں یہ شک پڑا ہوا ہے۔ کہ وہ کہیں خدا تو نہیں ہے۔ کیوں یہ شک ہے؟ اس لئے کہ مظہر تام اوصاف خدائی ہے۔ اور منتہائی مشابہت کی وجہ سے خدائی کا شبہ ان عقول کو ہونے لگا ہے۔ جو اصل اور اتصاف عرضی میں تمیز نہ کر سکیں۔ اور یہ منتہائی قرب وکمال کی دلیل ہے۔ اور اس لئے کہا ہے اور سچ کہا ہے۔ لنا مع الله حالات نحن فيها هو وهو فيها نحن ومع ذالك هو هو ونحن نحن۔ ہمیں اللہ کے ساتھ کچھ حالات ہیں جنہیں کبھی وہ ہم میں درخشاں نظر آتا ہے۔ اور متجلےٰ دکھلائی دیتا ہے اور کبھی ہم اس میں فنا، نظر آتے ہیں۔ اور اپنی ہستی سے بے خبر ہوتے ہیں مگر باوجود اس کے وہ وہی ہے۔ اور ہم ہم ہی۔ وہ خالق ہم مخلوق۔ وہ واجب ہم ممکن۔ وہ قدیم ہم حادث۔ ”ابن التراب ورب الارباب“۔ یہ ایک تعبیر ہے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے۔ ایک مثال ہے قرب واتصال دکھانے کے لئے۔ ورنہ اس کی ذات ”لیس کمثلہ شئ“ ہے۔ ہاں قرب اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتا۔ اور محبوب حقیقی کا عکس اس میں ضرور نظر آتا ہے۔ غضب کیا ہے مرزا مرحوم نے ؎

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغول حق ہوں بندگی بوتراب میں

پس ذات احدی کہ نور السماوات والارض ہے۔ آفتاب احدیت ہے۔ اور ذات محمدی اس کے مقابل آئینہ کمال۔ اور ذات علوی جو جسمانیت و نورانیت میں ذات محمدی سے اتحاد رکھتی ہے۔ ایک ماہتاب ہے۔ جو آفتاب رسالت کے

احمد و علوی
و نور محمدی

بالکل مقابل اور سب سے اقرب ہے۔ جو عکس آفتاب رسالت کا اس میں پڑیگا۔ وہ
وہ کسی دوسرے میں نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ بوجہ نورانیت روحانی مادۂ اخذ موجود ہے
اور بوجہ نورانیت وصفائے جسمانی مادۂ ضبط موجود ہے۔ اور استفادہ کے لئے اسی
اخذ و ضبط کی ضرورت ہے۔ اور وہ علیؑ سے بڑھ کر کسی میں نہیں ہو سکتی پس آفتاب
رسالت کا کامل عکس ذات علوی ہی میں نظر آئیگا۔ اور حضرت علیؑ کی مثال ماہتاب
کی ہوگی۔ اور اسی میں یہ قابلیت ہوگی۔ کہ بعد غروب آفتاب رسالت تاریکی میں
عالم کو روشن کر سکے۔ اور اس کی جگہ لے سکے ؎

شمس کند چوں غروب ماہ نماید طلوع

بعد نبی مرتضےٰ ماز غلامان او

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۔ قرآن پاک
میں ذات محمدی کو آفتاب رسالت ہی کہا گیا ہے۔ اور اس سے ہماری اس
کامل و مکمل فلسفی دلیل کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ
شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (احزاب
ع ۵)۔ اے رسول ہم نے تجھے شہید اور بشیر۔ نذیر۔ داعی الے اللہ اور سراج منیر
بنا کر بھیجا ہے۔ ذات محمدی پانچ وصف رکھتی ہے۔ شہید و شاہد ہے۔ بشیر
ہے۔ نذیر ہے۔ داعی الے اللہ باذنہ ہے۔ اور سراج منیر ہے۔ اور کلام پاک
میں غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ سراج سے مراد مسجد کے حجرے کا تاریک چراغ
نہیں ہے۔ جو اپنا منہ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اور چراغ تلے اندھیرا ہی اندھیرا
نظر آتا ہے۔ بلکہ سراج سے مراد آفتاب ہے۔ اور قرآن میں آفتاب کو سراج
کہا گیا ہے۔ اور اس باب میں چند آیتیں موجود ہیں۔ جعل فیها سراجا وقمرا
منیرا (فرقان)۔ ان میں خدا نے ایک سراج اور ایک قمر روشن کیا ہے وہ ع۵ فرقان
سراج جو آسمان میں روشن ہے۔ آفتاب ہے نہ چراغ۔ سورۂ نوح میں ہے۔

جعل الشمس سراجاً یہاں تصریح کردی ہے۔ کہ خدا نے آفتاب کو سراج بنایا ہے پس یہ سراج آفتاب سے نہ چراغ۔ سورۂ نبا میں ہے۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا وَّهَّاجًا۔ خدا نے آفتاب کو دہکتا ہوا سراج بنایا ہے پس ضرور ذات محمدی وہ آفتاب رسالت ہے۔ جو کل عالم امکان کو روشن کرتا ہے۔ اور آفتاب کے نور سے کامل فیض پانے کے لئے وہی شرطیں اوّلاً ضروری ہیں ایک تو

مسئلہ استعداد و تاثیر و تاثر

استعداد تام ہو۔ دوسرے جہت و مقابلہ۔ اور استعداد تام بغیر مجانست و مشابہت محال ہے۔ کیونکہ حکماء کے نزدیک تاثیر و تاثر کے ارتباط میں جنسیت شرط ہے یعنی مؤثر اور متاثر میں اگر کوئی مجانست و مشابہت نہ ہو۔ تو وہ اثر قبول نہ کریگا۔ خواہ کسی قسم کا اثر ہو۔ ایک آہنی سوئی اگر مٹی میں چبھوئی جائیگی۔ تو اثر کریگی۔ اور اگر پتھر میں چبھوؤ۔ تو نہ چبھیگی۔ اور اس میں اثر نہ کریگی۔ اگر انسانی جسم میں فطرۃً و خلقۃً نمک۔ شکر یا ترشی وغیرہ اجزا موجود نہ ہوتے۔ تو کبھی یہ خارج سے نمک شیرینی و ترشی کو قبول نہ کرسکتا۔ یہ اس کے موافق نہ پڑتے۔ کیونکہ ان چیزوں سے کوئی مشابہت و مناسبت اس کو نہ ہوتی۔ ہر شے خارج سے وہی اثر قبول کرسکتی ہے۔ جس کا اس میں مادہ موجود ہو۔ پس نور کے اثر کو قبول کرنے کا مادہ نوری میں ہے۔ جب تک ایک وجود میں کچھ نورانیت نہ ہو۔ وہ نورانی نہیں بن سکتا۔ اگر ایک وجود میں بالکل حرارت نہ ہو۔ وہ خارج سے اثر حرارت قبول کرکے حار نہیں بن سکتا۔ پس رسالت کا فیض تام حاصل کرنے کے لئے اوّل شرط ہے۔ کہ وجود نورانی ہو۔ اور جتنا جو نورانی ہوگا۔ اسی قدر اثر تام اور جلد تر قبول کریگا۔ اور جو استعداد تام علی میں ہوسکتی ہے۔ وہ دوسرے میں نہیں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ مادہ ایک ہی ہے۔ اور اتحاد حاصل ہے۔ یہ پیدا پورا اثر لے سکتا ہے۔ اور جہت و مقابلہ بوجہ قرب و اتصال روحانی و جسمانی علی کو بدرجہ اتم حاصل ہے پس آفتاب رسالت کا کامل مظہر ماہتاب امامت

علیؑ ہی ہے۔ اور وہ بعد رسول قائم مقام رسول۔ جس طرح آفتاب کی غیبت میں ماہتاب +

عالم مثال میں اسے خوب دیکھ بھال لو۔ آفتاب پتھر پر بھی چمکتا ہے اور الماس پر بھی۔ خرمہرہ پر بھی اور گوہر پر بھی۔ عکس دیکھو۔ کہ کہاں اتم نظر آتا ہے۔ ہر شے اپنی استعداد و قابلیت کے موافق عکس لیتی اور فیض اٹھاتی ہے۔ آنکھ میں نور ہے۔ آفتاب کی روشنی میں وہ درخشاں ہو جاتی ہیں۔ اور سب کچھ دیکھنے لگتی ہیں۔ مگر شپرہ چشم اندھی رہتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس میں استعداد نہیں ہے، اس کی نورانیت نہایت کمزور ہے۔ یہی حال تمام عالم امکان کا ہے۔ اور یہی باران رحمت کا۔ "در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس"۔ یہ آفتاب باران کا نقص نہیں مکتسب کی قابلیت و استعداد کا نقص ہے +

اس بیان قابلیت و استعداد سے جو مسلمہ اہل عقل ہے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے۔ کہ قرب و بعد بصورت عدم قابلیت کچھ تفاوت نہیں رکھتا ہے۔ اگر قابلیت ہے۔ دور سے فیض پا سکتا ہے۔ اگر قابلیت نہیں ہے۔ قریب سے بھی کچھ نہیں لے سکتا ہے۔ ایک سنگ سخت اگر چشمۂ آفتاب سے بالکل قریب بھی ہو۔ تو فضول ہے۔ اور اگر آئینہ شفاف لاکھوں میل دور ہو۔ تو بھی وہ درخشاں ہو جائیگا یہ بعد اس کو کچھ مضر نہ ہوگا۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ قرب و بعد استعداد و قابلیت ہی کا نام ہے۔ اس کے سوا اگر جسمانی قرب و اتصال میں ضرورت ہے۔ تو جہت و مقابلہ کی۔ ورنہ محض قرب کچھ مفید نہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ در حقیقت آفتاب رسالت سے فیض پانے کے لئے قرب و بعد یعنی روحانی مضر و مفید ہے۔ نہ جسمانی۔ اور آفتاب رسالت روحانی آفتاب ہے۔ نہ کہ جسمانی۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ کہ جس سے کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا حضرت نوحؑ اور حضرت

مسئلۂ قرب اور بعد

لوطؑ کی بیویاں ان سے کمال قرب جسمانی رکھتی تھیں۔ جو کسی ساتھی اور دوست ہم صحبت کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر فائدہ نہ دیا۔ وہ کی وہی رہیں۔ پسر نوحؑ جسمانی قربت سے فیض نہ پاسکا۔ کہ صالح بر حق سے فیض کی صلاحیت نہ رکھتا تھا غیر صالح ہی رہا۔ اسی آفتاب رسالت کو جو ظاہراً بھی نور مطلق ہے "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" بلکہ مظہر اوصاف جمال و جلال ہونیکی جہت سے عین برہان توحید الٰہی ہے۔ وَقَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔ ابولہب و ابوجہل باوجودیکہ قرب رکھتے تھے اور ہمیشہ دیکھتے تھے پہچان بھی نہ سکے۔ اور ایسے ہی بہت سے تھے۔ بلکہ ابولہب تو رشتہ بھی رکھتا تھا۔ اُویس قرنی نے رسول اللہ صلعم کی زیارت بھی نہ کی تھی۔ اور چشم بصری سے اس نور کو دیکھا بھی نہ تھا۔ مگر دور ہی بیٹھے بیٹھے عارف کامل بنگئے۔ اور اس بدر کامل کے فریفتہ ہو گئے۔ پس اس سے صاف معلوم ہے۔ کہ یہ قرب و بعد جو محض قرب صحبت ہے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ قرب روحانی چاہیئے ⁂ اس نور کو چشم بصارت نہیں دیکھ سکتی چشم بصیرت وا ہونی چاہیئے۔ یہاں ظاہری ٹیپ ٹاپ مفید نہیں۔ آئینۂ دل شفاف ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس کا عکس پڑے۔ ورنہ مکہ و حبش یکساں ہیں۔ اور بصرہ و یمن قرب و بعد میں مساوی۔ اور اچھا کہا ہے۔ ؎

حسن از بصرہ بلال از حبش اویس از قرن
ز مکہ ہمچو ابو جہل میشود پیدا

شمس رسالت یا چراغ ہدایت

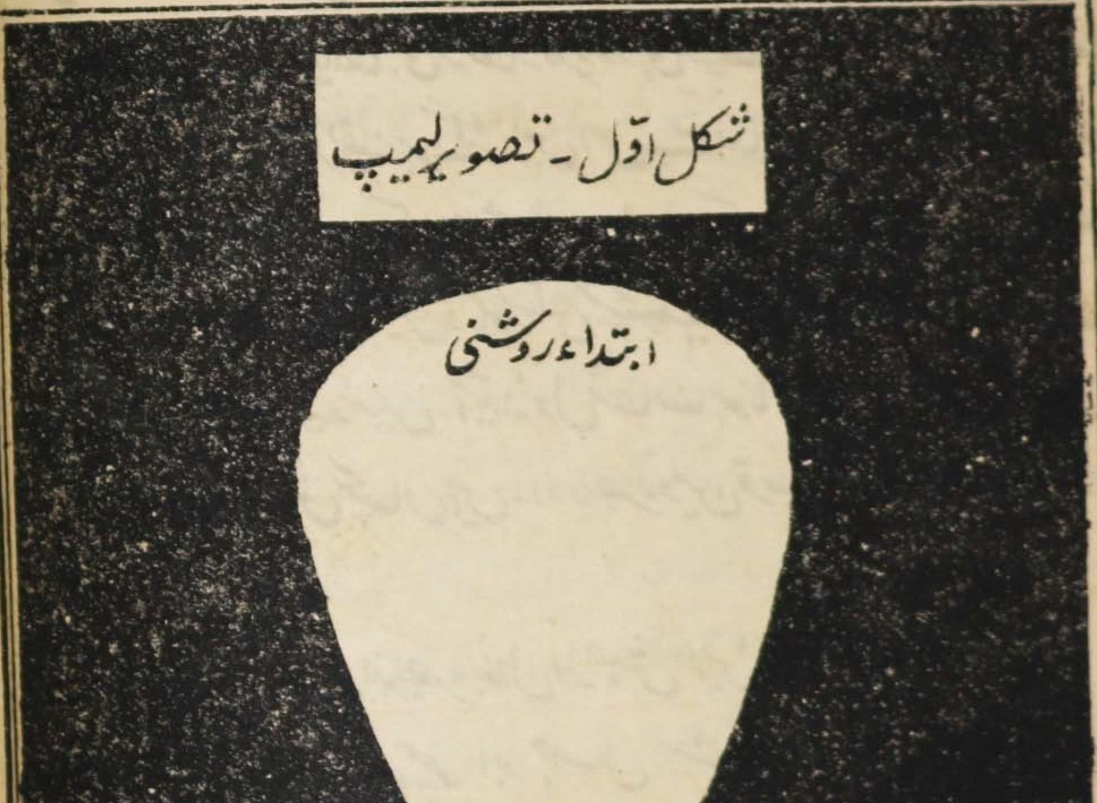
اس حقیقت شمسی کے معلوم کرنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اس آفتاب رسالت کو مسجد کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ سے تشبیہ دینا نہایت سخت غلطی ہے جس کی روشنی قریب قریب زیادہ ہوتی ہے۔ اور دور

ہم اور باطناً بھی

⁂ اور اُنکا دو باطنی

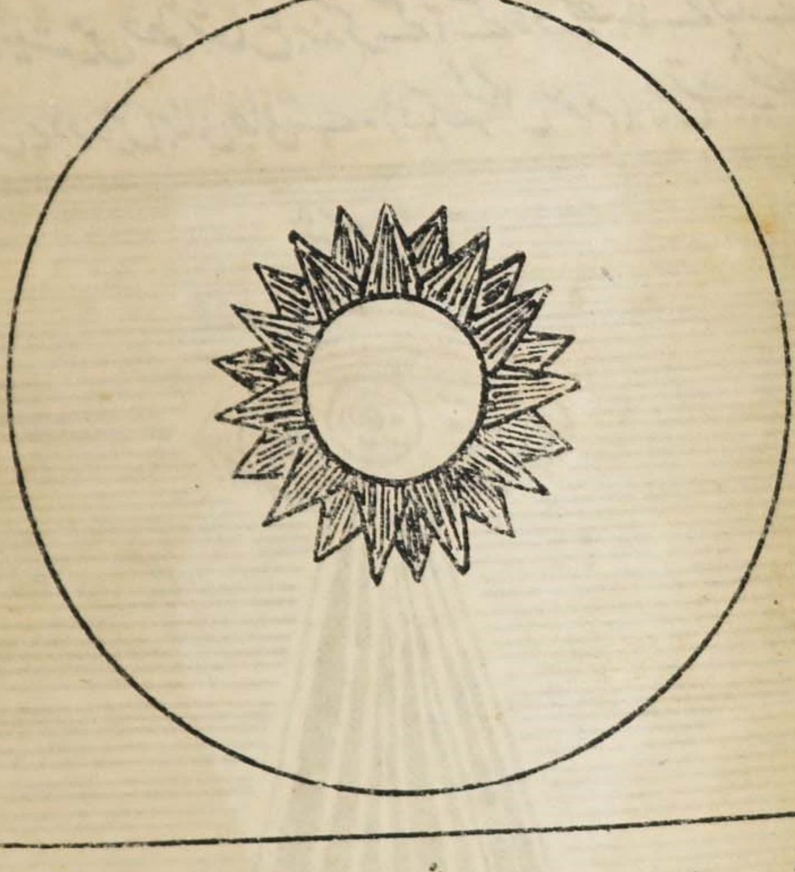
مصنف خلافت الٰہیہ اور رسالت محمد صلعم نور محمدی کی غلطی

جا کر بالکل ماند اور آخر کا مفقود۔ اگر اس آفتاب رسالت کو ایسے چراغ اور اس نبوت کو ایسی روشنی سے تشبیہ دی جائے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ معاذ اللہ نبوت محمدی روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ اور نبوت کے کم ہونے کے معنی ناقص ہونا ہی ہیں۔ اور پھر رفتہ رفتہ آگے چل کر اس کا بالکلیہ معدوم و مفقود ہو جانا اس کی دلیل ہے۔ کہ نبوت محمدی ختم نبوت نہیں ہے۔ جو قیامت تک باقی ہے۔ اور یوم الساعۃ سے اتصال رکھتی ہو۔ پس ایسی تشبیہ دینے والا شخص اپنی دلیل علیل کو مضبوط بنانے کی خاطر ہی اور نبوت کو ناقص ثابت کرنے والا ہے۔ اور صریح الفاظ میں ختم نبوت کا منکر ہے۔ بلکہ اس کے زوال اور انعدام اور فقدان کو حسی کر کے دکھلاتا ہے۔ (دیکھو شکل نمبر ۱)



یہ سراج منیر مسجد کے طاق کے چراغ کی طرح صرف ایک ہی طرف میں روشنی دینے والا نہیں ہے۔ جیساکہ اس شکل میں دکھلایا گیا ہے۔ بلکہ وہ آفتاب عالمتاب کل عالم کو ہر طرف روشن کرنے والا ہے۔ ہر طرف ضیاء بار ہے۔ اور یکساں اور مساوی۔ قریب بعید کو یکساں روشن کرتا ہے۔ (دیکھو شکل دوم)۔ ہاں حسب استعداد و قابلیت اخذ ضیاء میں افراد و اجسام۔ ابصار و قلوب مختلف و متفاوت

شکلِ دوم



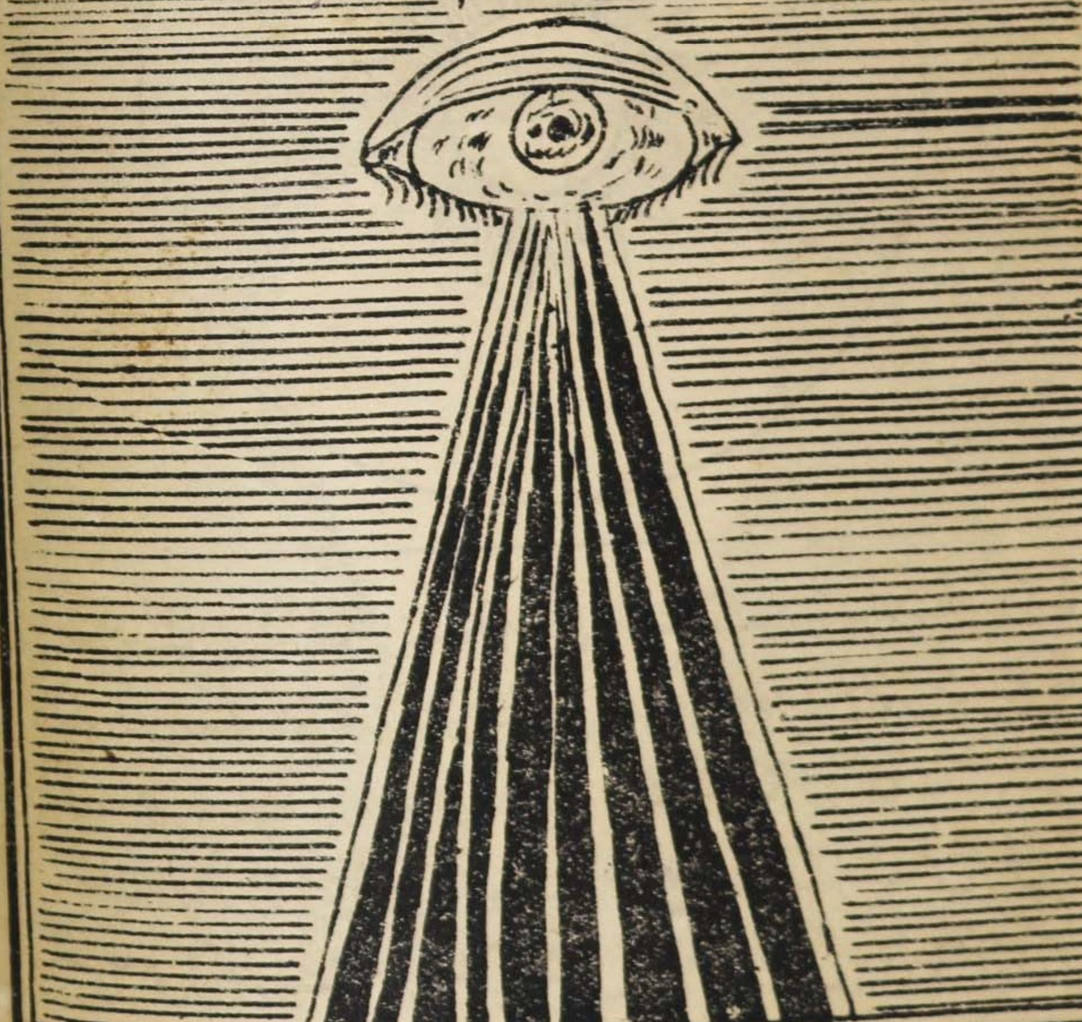
ہیں۔ خدا جانے اس جدت طراز نے ایک شمع ہدایت کے لئے ایک طرف اور ایک گوشہ کو روشن کرنے کے لئے کیا معنی لئے ہیں۔ اور اس کو وہ چراغ کیوں بنایا جس کے نیچے خود اندھیرا رہتا ہے۔ اور چراغ تلے اندھیرا مشہور ضرب المثل ہے +

علاوہ اس شکل میں تشبیہ روشنی سے تشعشع شعاع کے مسئلہ میں فلسفی اور سائنسی غلطی کی گئی ہے تشعشع نور کی مثال ایسی ہرگز نہیں ہوتی ہے جیسی اس

تشبیہ نور بصری

شکل اوّل میں دکھلائی گئی ہے۔ فطرت اس کے خلاف شہادت دے رہی ہے۔
اور معاملہ بالعکس ہے جملہ فلاسفر متفق ہیں۔ کہ آنکھ میں ایک نور ہے۔ اور پتلی کا
تل وہ آئینہ ہے۔ جس سے یہ نور چمکتا ہے۔ اس سے اوّل شعاع باریک صورت
میں نکلتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ پھیلتی جاتی ہے۔ اس کی تشبیہ میں بیان کیا گیا ہے۔
کہ جھاڑو کی سینکیں بندش کی جگہ ایک جگہ اکٹھی اور بندھی ہوتی ہیں۔ اور آگے
سے پھیلی ہوئی اور کھلی ہوئی جدا جدا ہو کر آتی ہیں۔ جھاڑو کی سینکوں کو خوب مضبوط
باندھ کر آگے سے خوب پھیلاؤ۔ اور شعاع بصری کو مشاہدہ کرو۔ اسی وجہ سے
دوربین کے شیشہ میں خط شعاع بند کر کے آگے دور پھیلاتے جاتے ہیں۔
اور اسی اصول پر دوربین بنائی جاتی ہے۔ (دیکھو شکل سوم) پس تشبیہ شکل اوّل

شکلِ سوم



بالکل غلط اور خلاف فطرت ہے۔ یہی حال اس لالٹین کی روشنی کا ہے۔ جس کا ایک شیشہ ہو۔ اور باقی اطراف بند۔ خواہ شیشہ مربع ہو یا مستطیل۔ اور خواہ مدوّر۔ اس سے بھی شعاعیں اسی طرح پھوٹینگی۔ جس طرح کہ آنکھ سے۔ ریلوے ملازمین کی لالٹینیں اور موٹر اور سائیکل کے لیمپ آج کل ہر فرد بشر ملاحظہ کرتا ہے۔ ان کو اور ان کی روشنی کے تشعشع کو دیکھو معلوم ہوگا۔ کہ شکل اوّل سے نور محمدی کے تشعشع کو دکھلانے والا معمولی مشاہدات سے بھی بے خبر ہے۔ یا عمداً ایسی غلطی کی ہے۔ اور اپنا مطلب زبردستی دھوکہ سے منوانا چاہا ہے۔ مگر محقق کی یہ شان نہیں ہونی چاہئے۔ (دیکھو شکل چہارم)+

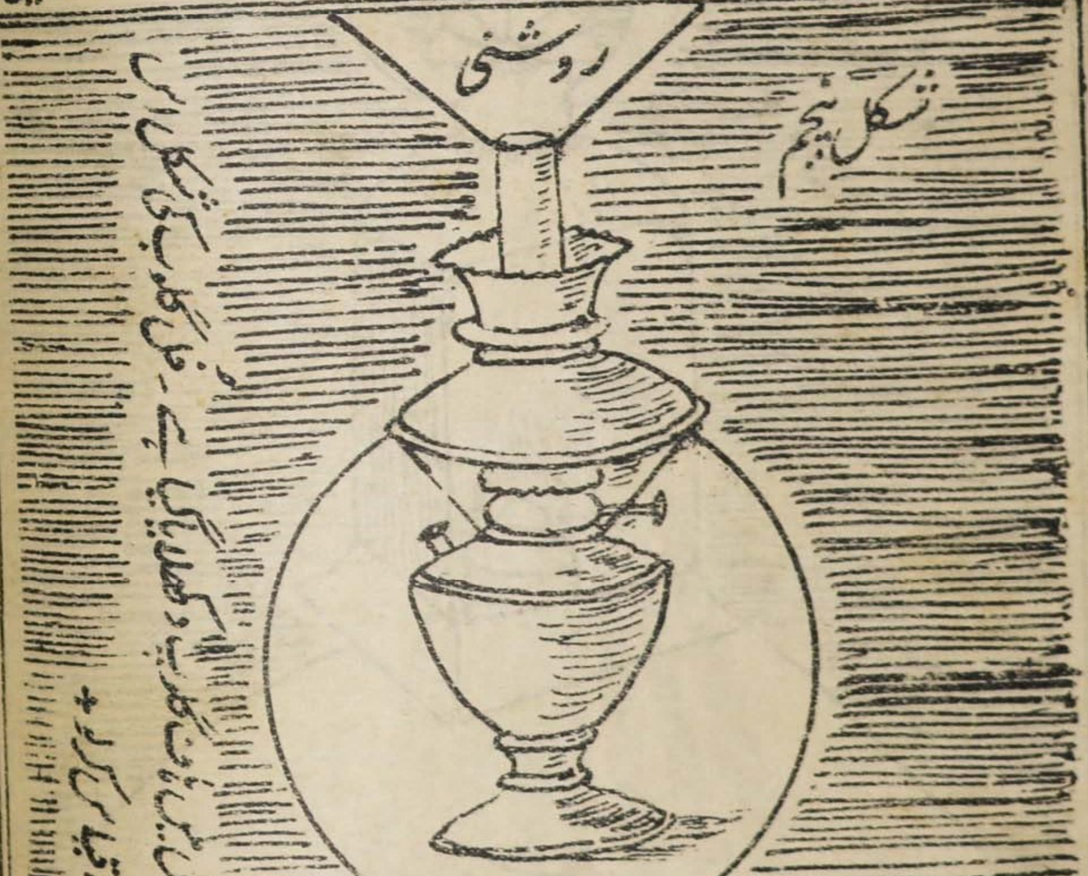


نور محمدی کی خدائی تشبیہ

ہمیں تعجب ہے۔ کہ اگر نور محمدی و نور رسالت کو لیمپ ہی سے تشبیہ دینی تھی۔ تو کم سے کم کیوں ایک گلوبدار فرشی لیمپ سے تشبیہ نہ دی۔ جو ایک حد تک صحیح ہو سکتی اور آیہ مجیدہ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا دری الایہ سے مناسب بھی ہو جاتی۔ کہ خدا اپنے نور کی مثال خود بیان فرمارہا ہے۔ اللہ نور زمین آسمان ہے۔ اس کی نور کی مثال مشکوۃ کی ہے جس میں ایک مصباح (شمع) ہو۔ اور وہ مصباح شیشہ میں ہو۔ اور شیشہ مثل ایک ستارۂ درخشاں شفاف و روشن۔ ایک نور خدا۔ دوسرے نور جسمانی محمدی نور علیٰ نور۔ ایک نور علوی جسمانی دوسرے عکس نور محمدی نور علیٰ نور ہے

علیؑ بر دوش احمد چشم بد دور
عیاں شد معنیٔ نورٌ علیٰ نور

(دیکھو شکل پنجم)۔ آیہ مبارکہ میں آنحضرت صلعم کے پانچ وصف بتلائے گئے ہیں۔



شہادت۔ بشارت۔ نذارت۔ دعوت حق اور سراجیت و نورانیت ذاتی۔ یہ بھی عجیب لطف ہے۔ کہ جرم آفتاب عالم جسمانی بھی پانچ اوصاف رکھتا ہے۔ (البدر التمام ملاحظہ ہو) جس ذات میں آفتاب رسالت کا پورا عکس پڑیگا۔ ضرور وہ بھی ان اوصاف خمسہ آفتاب رسالت سے متصف ہوگا۔ اور عکس کے اس کے سوا کوئی معنی ہی نہ ہونگے۔ کون ہے؟ جس میں یہ اوصاف خمسہ آفتاب رسالت منعکس ہوں۔ کون ہے شہید علے الناس؟ کون ہے بشیر و نذیر۔ کون ہے داعی الے اللہ۔ اور باذن اللہ کی قید کو ملحوظ رکھکر بتلایا جائے۔ کہ اذن خدا اور دعوت باذن اللہ کے کیا معنی ہیں؟ کیا وہ شخص جو صاحب وحی و الہام نہ ہو۔ وہ داعی باذن ہو سکتا ہے؟ اور کون؟ مثل سراج منیر ماہ منیر۔ سراج منیر کا تو پتہ دیدیا۔ اور عالم جسمانی کی طرح عالم روحانی کا آفتاب محمد مصطفےٰ ہوئے۔ مگر اس تشبیہ والے صاحب نے قمر منیر کا پتہ نہ دیا۔ جہاں سراج منیر ہے وہاں قمر منیر بھی۔ تو اس کتاب اللہ میں موجود ہے۔ اور عالم اجسام میں بھی روشن ہے جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً وقدرہ منازل حتی تعلموعدد السنین والحساب۔ سنئیے حضرت شمس تبریز کیا فرماتے ہیں۔ اور اس آفتاب و ماہتاب کی شان روشن کیونکر دکھاتے ہیں۔

مصطفےٰ را غیر او ہمدم نبود
در حقیقت رازدار مصطفےٰ است

مصطفےٰ و مرتضےٰ ہر دو یکے است
تا نگوئی تو زیک دیگر جدا است

دو چراغ اند و ز ایشاں یک شعاع
نور ایشاں کے زیک دیگر جدا است

گر جدا دانی علیؑ از مصطفےٰ
دشمن جان خدائے کبریا است

رسالت کو لیمپ بنانے والے اور اس روشنی کو لازمی طور پر روز بروز گھٹانے والے نے خدا جانے اس جدت طرازی اور فلسفیت میں کیا کمال دکھلایا ہے۔ خلافت تعلیم محمدی کے موافق ہے۔ اور رسالت کو ایک لیمپ بنایا ہے۔ اور

اس کے قریب روشنی زیادہ دکھلائی ہے۔ اور تیس سال میں اس روشنی کو ختم کر دیا ہے۔ کہ یہ زمانہ بہ نسبت پچھلے زمانہ کے زیادہ روشن تھا۔ مگر مقصود معلوم نہیں ہوا۔ اوّل تو ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ تشبیہ ہی غلط ہے۔ نور نبوت کبھی بھی گھٹنے والا نہیں ہے۔ وہ اس وقت سے ازل تک مساوی ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین ہے۔ وہ لوگوں کا بنایا ہوا مصنوعی لیمپ نہیں ہے۔ جو کسی کمپنی کے کارخانہ سے نکلا ہو۔ بلکہ صناع عالم کا پہلا نمونہ کامل آفتاب ہے۔ یہ اس وقت میں بھی اس طرح درخشاں تھا جبکہ اجسام بشری کا وجود بھی نہ تھا۔ اور آئندہ بھی اسی طرح درخشاں رہیگا۔ تا اینکہ دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔ علاوہ ازیں خلفاء اربعہ کو ایک درجہ کی روشنی میں دکھلایا ہے۔ حالانکہ اسی قرن اوّل میں تمام صحابہ موجود تھے پس اگر شیشہ صحیح ہے۔ تو جو روشنی نبوت کی اربعہ کو پہنچی وہی باقی صحابہ کو پہنچنی چاہئے۔ اور اگر یہ قرب زمان اور روشنی دلیل صداقت ہے۔ تو سب صحابہ کو خلیفہ رسول کہلانا چاہئے۔ باقی کیوں نہ ہوئے۔ وہ وجہ ترجیح نہیں بتلائی۔ جس کی وجہ سے باوجود جملہ صحابہ کے روشنی رسالت میں یکساں شریک ہونے کے بھی چار آفتاب رسالت کا عکس کہلائے۔ اور بس آفتاب انہی میں چمکا یا سب سے بڑھ کر چمکا۔ اگر فرق استعداد و قابلیت ہے۔ اور وہی ہونا چاہئے۔ تو استعداد نہیں دکھلائی گئی۔ کہ کیا تھی۔ جو باقی صحابہ پر حضرت ابی بکر اولًا اور حضرت عمر کو ثانیًا اور حضرت عثمان ثالثًا اور حضرت علی کو رابعًا ترجیح دیتی تھی؟ اس کا ثبوت کہاں ہے؟ پھر اگر یہ چاروں ایک درجہ روشنی رسالت میں تھے۔ جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے۔ وجہ تقدم و تاخر یکدیگر کیا ہے۔ چاروں ایک وقت میں یکساں خلیفہ ہونے چاہئیں۔ علاوہ ازیں امیر معاویہ بھی نور رسالت کی روشنی کی تیزی ہی میں داخل تھے۔ اور وہ قائل کے مذہب میں خلیفہ رسول بھی ضرور ہوئے۔ اور وہ دھڑلے سے ہوئے۔

نور آفتاب رسالت کو خلفاء اربعہ میں منحصر کرنیکی غلطی

کشت خون سے ہوئے۔ حیلہ اور دھاء سے ہوئے۔ وہ کس دلیل سے اس روشنی میں داخل ہونے پر بھی راشدین کی فہرست سے خارج ہو گئے؟ اگر قابلیت واستعداد کا سوال ہے۔ تو اس کا ذکر اور ثبوت پہلے دینا تھا۔ بلکہ مروان صاحب اس روشن نبوت کے زمانے میں موجود تھے۔ اور وہ خلیفہ بھی ہوئے۔ گو مطرود رسول اللہ تھے یہ مطلب یہ ہے۔ کہ یہ حضرات اس وقت موجود تھے۔ جبکہ آفتاب رسالت کا غروب بھی نہ ہوا تھا پس ان میں مقدم و مؤخر اور افضلیت و مفضولیت کی کیا دلیل ہے۔ کیا یہ قرب و بعد خلافت اور روشنی رسالت اس کو ظاہر نہیں کر رہا۔ کہ اول میں شعاع محمدی سب سے زیادہ تھی۔ دوم میں ان سے کم اور سوم میں ان سے کم اور چہارم میں ان سے کم۔ پھر چاروں کا یکساں ہونا کیا معنی؟ اور چار میں خلافت راشدہ کا انحصار کیوں کر ہوا؟

فلسفی صاحب جانتے ہیں۔ کہ مسئلہ خلافت اصل مابہ النزاع ہے۔

فلسفی صاحب کا فلسفہ

اور مدعی کا یہ دعوٰے ہے۔ کہ جس ترتیب سے وہ دعوے کرتے ہیں۔ اسی طرح خلافت برحق ہوئی مگر اس ہوئی کا کوئی ثبوت نہیں خصم یہ پوچھتا ہے۔ کہ جو لوگ اس ترتیب سے بمراتب ثلثہ مسند خلافت محمدیہ پر بیٹھے۔ یہ اس کے اہل تھے یا نہیں؟ وہ جائز طور پر وہاں بیٹھے یا ناجائز طور پر۔ اس اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ بیٹھے۔ اور اس لئے وہ جائز طور پر بیٹھے۔ کیا یہ دلیل شاعر کے اس شعر اور اس کے ثبوت کا مصداق نہیں ہے۔ شعر

بیٹھ جو اونچی اونٹ کی تو کچھ اونٹ کی اونچائی نہیں ہے
نہیں ہے ہی بیٹھ اونچی اونٹ کی تو آپ بیٹھ اونچی اونٹ کی

فلسفی صاحب کو دلیل و مدلول کا فرق بھی نہیں معلوم عین دعوے کو دلیل بنایا ہے اور اس کا نام فلسفی دلیل رکھا ہے۔ سبحان اللہ مصادرہ علے المطلوب کے معنی بھی

خوب آئے ہیں۔ وہ خلیفہ ہوئے۔ کیونکہ وہ خلیفہ ہوئے۔ مگر اہل عقل و بصیرت اور جن کو علوم حکمیہ سے کچھ حصّہ ملا ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ "یہ ایک واقعہ ہے"۔ جس کے حق و ناحق ہونے کا ثبوت درکار ہے۔ اور یہی اصل نزاع ہے۔ بحث اس جگہ بیٹھنے یا دعوے کرنے میں نہیں ہے۔ بحث اس میں ہے۔ کہ جائز بیٹھے یا بیجا اس کا حق رکھتے تھے یا نہیں؟ اور اگر حق رکھتے تھے۔ تو جملہ صحابہ کرام کی صفت صحابیت سے جو مشترک و عام ہے ان میں فصل ممیز کیا تھی۔ نیز اس روشنی رسالت سے آئینہ خلفاء کو جو محروم کیا ہے۔ اس کی کیا دلیل ہے۔ روشنی لیمپ نبوت چار ہی تک کیوں پہنچی۔ کیا نور محمدی چار ہی پر ختم ہو گیا۔ کیا نبوت محمدی صرف تیس سال ہی باقی رہی۔ اور اس کے بعد یہ آفتاب گم ہو گیا۔ دین محمدی کا بقاء بارہ خلفاء پر ہے۔ ضیاء نبوت چار پر کیوں ختم ہو گئی۔ اس کا بار ثبوت لیمپ ساز فلاسفر یا کاریگروں کے ذمہ ہے؟ اور ہم اب اس سے آگے چلتے ہیں +

ساتویں دلیل

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ الآیہ (سورہ جمعہ)

وہی خدائے پاک ہے جس نے امیین میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا ہے۔ جو ان پر آیات اللہ کی تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کو پاک اور مزکّٰی بناتا ہے۔ اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔" الخ۔ پیغمبر خاتم النبیین کے تین کام ہیں۔ ایک تلاوت آیات اللہ۔ دوم تزکیہ نفوس انسانی۔ سوم تعلیم کتاب و حکمت۔ اور ترتیب یہ بتلا رہی ہے۔ کہ تعلیم کتاب بعد تزکیہ نفس ہے۔ اور تلاوت عام و مطلق ہے۔ اور تعلیم کتاب و حکمت خاص و اخص مقید بقید تزکیہ۔ اور ہم باب اول میں ثابت کر آئے ہیں۔ کہ آخری غرض و غایت خلافت الٰہیہ تطہیر انسانی و تزکیہ نفوس ہی ہے۔ تاکہ وہ عالم قدس میں جائے۔

اور جوارِ قدوس میں متنعم ہونے کے قابل ہو جائے۔ اور بغیر تطہیر و تزکیہ انسان کا قابل دخول بہشت ہونا محال ہے۔ اور ان انسانوں کو جن کی خلقت نطفہ گندیدہ سے ہوئی ہے۔ پاک و مزکےٰ وہی بنا سکتا ہے۔ جو خود اس لوث سے پاک ہو۔ ورنہ وہ خود محتاج تطہیر غیر ہوگا۔ و علےٰ ہذا القیاس۔ ایک سلسلہ غیر متناہی چلا جائیگا جو محال ہے پس اس وجود کا جو خلیفہ خدا ہو کر تطہیر و تزکیہ اجسام و نفوس انسانی کے لئے آئے۔ بالفطرۃ پاک ہونا ضروری ہے۔ اس کو دست قدرت نے پاک بنایا ہو۔ اور وہ اپنی طہارت سے دوسروں کو پاک بنا کر بہشتی بنا سکے۔ اور خدا کے مقرب بندوں میں داخل کرے۔ قدوس کی بارگاہ میں مقرب وہی ہے۔ جو طاہر و متطہر ہو۔ اور مبعّد وہ ہے۔ جو نجس ہو۔ نجس مثل مشرکین ابعد الخلق الی اللہ ہے۔ اور طاہر وجود جس کی شان طہٰ ہے اقرب الخلق الی اللہ۔ یہی ضرورت خلیفۃ اللہ بعد ختم نبوت بھی تا قیامت باقی ہے۔ اور بعد رسول اللہ بھی ایسے مطہر النفوس کی ضرورت ہے۔ جن کو دستِ قدرت نے پاک بنایا ہو۔ اور وہ دوسروں کو پاک کر سکیں۔ اور بوجہ تطہیر کامل الٰہی کبھی کسی قسم کی لوث نجاسات کفر و شرک فسق و فجور اور عادات قبیحہ سے ملوث نہ ہو سکیں۔ امت محمدی میں سوائے ان اہلبیت نبوت و رسالت کے جن کو ارادۂ اللہ نے عالم تکوین میں پاک و مزکےٰ بنایا ہے۔ اور اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا فرمایا ہے۔ اور کوئی نہیں ہے۔ اس میں کوئی عاقل عارف شبہ نہیں کر سکتا۔ مطہر و مزکےٰ بنانے کے لئے پاک وجود کی ضرورت ہے۔ اور امت محمدی میں بلا شبہ کچھ نفوس ایسے مطہر ہونے ضروری ہیں۔ اور قرآن جن کی خبر دے رہا ہے۔ اور نبی مطہر نے بارہا جن کا پتہ دیا ہے۔ اور افعال طاہرہ مطہرہ سے عالم پر اپنی عصمت و طہارت کو ثابت کر دیا ہے۔ وہ صرف آل محمدؐ و اہل بیت نبوت و رسالت ہیں۔ اور اہل بیت کے معنی بارہا رسول اللہ نے فرمائے ہیں۔ کہ وہ عترت نبی

اصلی خلقت انسانی نجس ہے۔ پیدائشی پاک انسان ہی پاک کر کے بہشتی بنا سکتا ہے

ہیں۔ ازواج ان اہل بیت طاہرین میں ہرگز داخل نہیں ہیں۔ اور ہم رسالہ اہل البیت میں چودہ دلیلیں کتب صحاح فریقین سے ان اہل بیت کی تخصیص کر پر دے چکے ہیں۔ اور اس بحث میں طول کی ضرورت نہیں ہے "ما ینطق عن الھوی" نے اگر کسی کو اہل بیت کہا ہے۔ تو وہ یہی ہیں۔ عترت رسول یہی ہیں۔ ازواج رسول کی شرافت زوجیت یا ان کی حرمت امہات المومنین ہونے میں کون بحث کر سکتا ہے۔ مگر عترت رسول میں کون ذی عقل شخص ہے جو ان ازواج کو شامل کریگا۔ اس میں نور محمدی کے اجزا ہی شامل ہونگے۔ اور وہی ہیں۔ اور جب کبھی علماء اسلام نے اہل بیت کے فضائل و مناقب میں کچھ لکھا ہے۔ وہی پنجتن پاک محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ و حسینؑ اور اولاد حسینؑ کے معصومینؑ ہی کی شان میں لکھا ہے۔ اور یہ مسئلہ اہل اسلام میں مسلم رہا ہے۔ اب کوئی قیل وقال کرے۔ تو کیا کرے۔ اہل بیت نبوت وہی پاک و مزکے نفوس ہیں جو وارث علوم نبوت ہیں۔ اور بلا شبہ بعد رسول اللہ یہی مطہرین انسانوں کو پاک و مزکی بنا کر قابل دخول بہشت بنانے والے خلفاء اللہ و خلفاء الرسول ائمۃ الہدیٰ ہیں۔ چونکہ یہ خود مطہر و مزکی بتطہیر الٰہی ہیں۔ اس لئے علم کتاب و حکمت رکھتے ہیں۔ اور بعد رسول لوگوں کو پاک کر کے کتاب و حکمت پڑھا سکتے ہیں۔ خلافت الٰہیہ کی غرض بندگان خدا دھکاتا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو انسان کامل بنایا ہے۔ ہمیں وہ استاد چاہئیں۔ جو کامل بنا دیں۔ اور قدوس کی بارگاہ میں پہنچا دیں ورنہ اپنی سخت گیریوں سے خلق خدا کا خون چوسنے اور خون خشک کرنیوالے اور ان کی گردن پر سوار ہونے والے بہت سے اب بھی موجود ہیں۔ مدعی بہت ہیں۔ مگر ہمیں وہ چاہیئے۔ جو بارگاہ الٰہی میں دعوے سے بخشوا سکے اور سند دکھا سکے

خلافت کی غرض تکمیل انسان ہے

تطہیر ظاہری و تطہیر باطنی

یہ بھی یاد رہے۔ کہ کسبی و اکتسابی طہارت خلافت الٰہیہ کا مدار نہیں ہو سکتی۔ موہبتی اور تکوینی چاہیئے۔ اور مقام کن فیکون میں ہو۔ وہ یہی خاص مطہرین ہیں۔ ورنہ کسبی و اکتسابی یعنی تکلیفی طہارت تو سب ہی سے خدا چاہتا ہے۔ اور ارادہ رکھتا ہے۔ اور لوگ غسل و وضو کر کے نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اور "قربۃً الی اللہ" کی نیت کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔ کہ مقرب بن جائیں۔ اور خدا بھی چاہتا ہے۔ کہ وہ ایسا کریں۔ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ الآیہ (انفال)۔ اور وہ تم پر آسمان سے پانی نازل کرتا ہے۔ تاکہ اس سے تمہیں پاک کرے۔ اور تم سے رجس شیطانی (جنابت وغیرہ) دور کرے۔ مگر وہ تطہیر جس سے خدا نے اہل بیت کو مخصوص فرمایا ہے۔ اور سب ہی سے جس کے لئے انہیں چنا ہے آب و خاک کے ذریعہ نہیں ہے۔ دست قدرت سے ہے۔ وہ عالم اجسام میں نہیں عالم امر و تکوین امری میں ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ وہ تطہیر تکوینی ہے

طہارت کسبی اور موہبتی

اور یہ پانی والی تطہیر تکلیفی ہے۔ یعنی ہر ایک شخص مکلف پر فرض ہے۔ کہ عبادت کے لئے آپ کو طاہر کرے۔ اور پاک ہو کر کھڑا ہو۔ تطہیر تکوینی کا اثر یہ ہے۔ کہ وہ شکم مادر سے پاک پیدا ہوگا۔ ظاہراً و باطناً۔ اور کبھی کوئی گناہ نہ کریگا۔ جو نجاست ہے۔ وہ کبھی کافر و مشرک نہ ہوگا۔ ولم تنجسھم الجاھلیۃ بانجاسھا ولم تلبسھم من مدلھمات ثیابھا۔ امیر المومنین وہی ہو سکتا ہے۔ جو کبھی کافرین میں نہ رہا ہو۔ امام المتقین وہی بن سکتا ہے۔ جس نے کبھی غیر خدا کو سجدہ نہ کیا ہو۔

طاہرین ہی خلیفۂ خدا ہو سکتے ہیں

یاد رکھو۔ کہ طاہر کا جانشین مطہر ہی ہوگا۔ اور طاہر و مطہر وجود کے ہوتے غیر طاہر کو ترجیح دینا غیر معقول ہے +

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ مفصل ثابت کیا گیا ہے۔

آٹھویں دلیل

کہ ہادی کی ضرورت ہے۔ اور وہ ضرورت فطری ہے۔ ضرورت مطلق ہے۔ بعد رسول اللہ یہ ضرورت نوع انسانی سے سلب نہیں ہوئی۔ قرآن محمدی نے قیامت تک جدید شریعت سے بے پروا کر دیا نہ یہ کہ ہدایت خلق کا راستہ بند ہو گیا۔ وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ اس کی نص صریح ہے۔ انسان بالفطرت ہادی کا طالب ہے۔ اور اسی کی تلاش میں رہتا ہے۔ ہر کس و ناکس ہر مذہب و ملت کا آدمی ہادی کی تلاش میں رہتا ہے۔ یا کسی کو بنا لیتا ہے۔ یا کسی کو ڈھونڈتا ہے۔ کیونکہ کمال چاہتا ہے۔ اور یہ کمال فعلی میں ناقص پیدا ہوا ہے۔ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا تمہیں شکم مادر سے اس حال میں نکالا ہے۔ کہ تم جاہل تھے۔ اور کچھ نہیں جانتے تھے پس محمد مصطفیٰ کے بعد بھی خلق خدا کو ہادی کی ضرورت ہے۔ یہ ہادی ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ جو خود محتاج ہدایت غیر ہو۔ اور جا بجا ٹھوکریں کھاتے مسائل دوسروں سے پوچھے۔ کیا عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کو ہادی بنایا جا سکتا ہے؟ اور اندھا اندھے کو رستہ دکھا سکتا ہے؟ اَفَمَنْ یَّھْدِیْۤ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّھْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ۔ کیا وہ شخص مستحق ہے۔ کہ اس کی اقتداء اور پیروی کی جائے۔ اور اس کو امام بنایا جائے۔ اور ہادی مانا جائے۔ جو راہ حق کی ہدایت کرتا ہے۔ اور حق دکھلاتا ہے۔ یا وہ شخص جو خود نہیں جانتا۔ کہ حق کیا ہے۔ اور راہ حق کیا ہے جب تک کہ کوئی اسے رستہ نہ بتائے۔ اور راہ حق نہ دکھلائے پس تم اگر عقل رکھتے ہو۔ تو خود ہی بتلاؤ۔ کہ تم کیا رائے دیتے ہو؟ اور کیونکر ہادی الی الحق کو چھوڑ کر اس کے پیچھے لگتے ہو۔ جو خود محتاج ہدایت غیر ہے۔ کیونکر ایسا حکم لگاتے

ہدایت خلق کی فطری ضرورت

جاہل ہادی خلق نہیں بن سکتا

ہے؟ کوئی دلیل بھی رکھتے ہو یا صرف تقلید آبائی ہے؟ اس میں غور کرو۔ کہ ہادی خلق خود فطرۃً و خلقۃً ہدایت یافتہ نہ ہو۔ تو کیونکر وہ ہدایت کرے۔ اور کیونکر لوگوں کا ہادی بنیگا۔ جب تک کہ کسی دوسرے سے ہدایت پائیگا۔ لوگ گمراہ ہو چکینگے۔ بلکہ جب وہ بھی مثل دیگر بندگان خدا محتاج ہدایت غیر ہے۔ تو کونسی وجہ ترجیح وہ رکھتا ہے جس کی وجہ سے اس کو سب کا ہادی اور پیشوا بنا دیا جائے۔ اور سب پر اس کو فضیلت دی جائے؟ ہادیٔ مہتدی کو مہتدی پر کوئی فضیلت ہونی چاہئیے اور وہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ کہ ہادی وہ ہوگا۔ جو من جانب اللہ خلقۃً وفطرۃً ہدایت یافتہ ہو۔ نہ اسباب ظاہریہ سے۔ اسباب باطنیہ سے ہدایت یافتہ ہو۔ اور ہدایت کے اقسام پانچ ہیں ایک ہدایت اوّلے فطری تو وہ ہے۔ جو ہر شئے رکھتی ہے۔ رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر شئے کو اس کے مناسب خلقت عطا کی ہے۔ اور پھر اس کو ہدایت کی ہے۔ یہ وہ ہدایت ہے جس کو ہر حیوان بھی رکھتا ہے۔ اور اپنی ضروریات کا علم ساتھ لاتا ہے۔ دوم ہدایت بذریعہ عقل و آثار قدرت ہے۔ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ۔ ہم اپنی آیات اور نشانیاں آفاق عالم اور خود ان کے نفسوں میں دکھلاتے رہتے ہیں۔ یہ ہدایت ذوی العقول سے مخصوص ہے۔ اگر انسان میں اوّل عقل ہادی نہ ہوتی۔ تو ہادی دین کی ہدایت کو کبھی قبول نہ کر سکتا۔ بلکہ ہادی کو پہچان ہی نہ سکتا۔ تیسری ہدایت بالہادی یعنی بذریعہ خلیفہ خدا ہے جس سے ہدایت پانے پر عام مکلفین مامور ہیں۔ اور جب اس کو ہادی بنایا ہے۔ اور باقی کو اس سے ہدایت لینے پر مامور کیا ہے تو اس کا اس قسم کی ہدایت سے اور دوسروں سے ممیز ہونا ضروری ہے۔ چوتھی قسم کی ہدایت ہدایت توفیقی ہے۔ یعنی جب بندہ۔ خدا و رسول ہادی کی پہچان کر راہ الٰہی پر چلتا اور اعمال حسنہ میں جد و جہد کرتا ہے۔ تو خدا اس کی توفیقات علم و

ہادی خلق محتاج ہدایت نہیں ہوتا

ہادی دین محتاج کسی سے ہدایت یافتہ ہو

ہدایت اقسام خمسہ

فطری ہدایت

عقلی ہدایت

ہدایت بالہادی

توفیقی ہدایت

معرفت زیادہ کرتا جاتا ہے۔ اور اسباب خیر مہیا کر دیتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ ہماری راہ میں سعی کرنیوالے ہیں۔ ہم ضرور اپنے راستے انہیں دکھلا دینگے۔ وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی۔ جو لوگ رسول سے ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ ہم ان کی اور راہنمائی کرتے ہیں۔ اور چشم بصیرت کھولتے رہتے ہیں۔ نور معرفت عطا کرتے رہتے ہیں۔ توفیق اعمال صالحہ شامل حال رکھتے ہیں۔ یہ ہدایت نکوکاروں سے مخصوص ہے اور بدکار اس سے محروم ہیں۔ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ۔

پانچویں ہدایت خاص ہدایت موہبتی الٰہی ہے۔ جو بروح قدس ہوتی ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ یہ صاف معلوم ہے۔ کہ یہ ہدایت بذریعہ ایک روح نورانی ہے۔ جس سے خدا جس کو چاہتا ہے۔ ہدایت کرتا ہے۔ اور یہی اپنے پیغمبر کو عطا کی۔ اور ہدایت فرمائی ہے۔ اور جو اس طرح ہدایت یافتہ ہو۔ اور یہ ہدایت رکھتا ہو وہی ہادی خلق ہوتا ہے۔ وانک لتهدی الی صراط مستقیم۔ اور بیشک تو ہی لوگوں کو ہدایت کرتا ہے صراط مستقیم کی طرف۔ صاف ہے۔ کہ ہم نے تجھے اس طرح ہدایت کی ہے۔ اور اس وجہ سے تو لوگوں کو ہدایت کرتا ہے۔ بغیر اس کے ہدایت حق حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور یہی خلفاء اللہ کا مرتبہ و مقام ہے۔ عام لوگ اس سے خارج ہیں۔ اَلَّذِیْ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِیْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (سورہ سجدہ پ)۔ وہی خدائے عالم الغیب والشہادۃ ہے

تفصیلی ہدایت

جس نے ہر شے کو احسن خلق کیا ہے۔ اور انسان اوّل کی ابتدا طین سے کی ہے۔ اور خاک سے بنایا ہے۔ اور پھر اس کی نسل کو ایک ادنےٰ قطرہ آب سے قرار دیا۔ اور اس انسان اوّل کو درست بنا کر اس میں اپنی روح پھونک دی۔ اور تمہارے لئے کان۔ آنکھ اور دل بنائے۔ اور تم لوگ بہت کم اس کا شکر بجالاتے ہو۔

خلقت آنی

حضرت آدم ابی البشر اوّل ہادی ظاہری کی خلقت خلقت نطفی سے علیحدہ ہے۔ ان کا ذریعہ علم و معرفت روح الٰہی ہے۔ اور ان کی نسل جو مکلف ہے۔ اس کے ذرائع علم کان۔ آنکھ اور دل ہیں۔ وہ خلقت آنی ہے۔ یہ تدریجی

تعلیم آنی

ہدایت آنی

وہاں علم آنی ہے۔ یہاں تدریجی۔ وہاں ہدایت فطرت کے ساتھ آتی ہے۔ یہاں بالکسب تدریجی پس ہادی وہ ہے۔ جو ماں کے پیٹ سے ہادی پیدا ہو۔ اور امت محمدی میں ایسا شخص سوائے اس کے نہیں ہوسکتا۔ جو ہادی کامل کا جزو نور محمدی ہو مثل اس کے خلقۃً طاہر پیدا ہوا علم وہدایت ساتھ لیکر آیا ہو۔ اور کبھی غیر خدا کے آگے سر نہ جھکایا ہو۔ اور تطہیر الٰہی کا یہی منشا ہے۔ اور نہیں ہیں یہ مگر علیؑ و اولاد علیؑ پس بعد رسول اللہؐ ہادی خلق و پیشوائے امت آل محمدؐ ہی ہیں۔ اور علیؑ ان میں اول۔

نویں دلیل

قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى وَمَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى قسم ہے ستارہ کی جبکہ وہ اترا۔ تمہارا پیغمبر نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بے راہ۔ اور وہ ہوائے نفس اور خواہش سے کچھ نہیں کہتا ہے۔ جو کچھ وہ کہتا ہے پس وحی الٰہی ہی ہے۔ جو اس کو کی گئی ہے۔ اوصاف خاصہ نبوت میں سے ہے۔ کہ نبی تابع ہوائے نفسانی نہ ہو۔ ورنہ وہ کار ہدایت انجام نہ دے سکیگا۔ بلکہ تمام امت کو اپنی ہوا و ہوس کا نشانہ بنائیگا۔ اور دل بخواہانہ زیادتیاں کریگا۔ مقدمہ میں ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ عقل اوّل ہادی ہے۔ اور عقلا میں اختلاف اور اہل عقل کی گمراہی ہوائے نفسانی ہی کی وجہ سے ہے۔

انسان ہوا و ہوس کا پتلا ہے

اگر یہ نہ ہوتا۔ تو کبھی دو عقلوں میں اختلاف نہ ہوتا۔ بلکہ "العقل یجری علی طریقۃ
واحدۃ" (عقل ایک ہی راہ پر چلتی ہے) صادق آتا ــ بلکہ مفصل ثابت کر چکے
ہیں۔ کہ انسان باوجود صحت عقل بدراہ ہو جاتا ہے عقل ایک کام کو بُرا بتلاتی ہے
وہ یقین رکھتا ہے۔ کہ بُرا ہے۔ مگر ہوائے نفسانی سے اس کام کا مرتکب ہو جاتا ہے
انسان کو گمراہ کرنے والی یہی ہوا ہے۔ جو ہر انسان میں موجود ہے۔ اور یہاں یہ
عقل پر غالب آئی۔ انسان گمراہ۔ بے راہ۔ بدراہ۔ بدکار۔ بداخلاق۔ بدمزاج
ہوا عقل ہادی ہے۔ اور ہوائے نفس مضل۔ ہادی خلق اگر مثل دیگر بنی نوع انسان
ہوا و ہوس میں مبتلا ہو۔ تو وہ ہادی نہ ہوگا۔ مضل ہوگا۔ ہادی کبھی مضل نہیں ہو سکتا
وَاِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ۔ بیشک نفس بدی اور بُرائی ہی کا حکم کرتا ہے۔
اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔ مگر جہاں خدا اپنا رحم شامل حال کرے۔ وہیں اس سے نجات
مل سکتی ہے۔ اس ہوائے نفس سے محفوظ وہی وجود ہو سکتا ہے۔ جو

انسان اپنے نفس کی خواہش پر چل کر گمراہ ہوتا ہے۔

رحمت خاصہ کا مورد ہو۔ ورنہ کل انسان اسی میں گرفتار ہیں۔ خدا فرماتا
ہے۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّکَ (ص)۔ اور تو ہوائے نفس کی پیروی کر۔
اپنی خواہش پر نہ چل۔ کہ وہ تجھے گمراہ کردیگی۔ اور قعر جہنم میں پہنچائیگی۔ وَمَنْ اَضَلُّ
مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ۔ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے۔ جو
اپنی ہوا اور خواہش کی پیروی کرے۔ اور جو اس کی خواہش اور رائے ہو۔ وہی
کرے۔ اور خدا کی طرف سے خاص ہدایت نہ رکھتا ہو۔ ہادی خلق چاہئے
کہ ہدایت خدائی رکھتا ہو۔ اور اپنی رائے پر ہدایت یا حکومت نہ کرے۔ اور
اپنی خواہش کے موافق کام نہ کرے۔ بلکہ تابع مشیت الٰہی رہے۔ جو خدا چاہے۔
وہ کرے۔ اور اس لئے ضرور ہے۔ کہ وہ ہوا و ہوس سے منزہ و مبرا محل مشیت
الٰہی و مورد امر الٰہی ہو۔ "وَیَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا" میں داخل۔ وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ
الَّذِیْٓ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَکَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ

وَلَوْشِئْنَا لَرَفَعْنَاہُ بِہَا وَلٰکِنَّہٗ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ ہَوَاہُ ۔ اے پیغمبر! ان لوگوں کو اس شخص کا قصہ تو بتاؤ ۔ جس کو ہم نے اپنی بعض نشانیاں بھی عطا کی تھیں ۔ مستجاب الدعوات اس کو بنا دیا تھا ۔ (بلعم یا عور ۔ قوم حضرت موسےؑ میں سے ایک مشہور شخص ہے ۔ کتب تفاسیر ملاحظہ ہوں) پس ان سے الگ ہوگیا ۔ شیطان اس کے پیچھے لگ گیا پس گمراہوں میں سے ہو گیا ۔ اور اگر ہم چاہتے ۔ تو ان آیات کی بدولت ان کا درجہ بلند کر دیتے ۔ (اگر وہ ثابت قدم رہتا) ۔ لیکن وہ تو دنیا ہی کی طرف جھک پڑا ۔ اور اپنی ہوائے نفس اور خواہش کا تابع بن گیا ۔ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ (سورۂ اعراف ع ۲) پس اس کی مثال تو کتے کی سی ہے ۔ اس پر حملہ کرو ۔ تب بھی بھونکیگا ۔ اور نہ دھتکارو ۔ تب بھی بھونکیگا ۔ ہوائے نفس کا تابع انسان سگِ دنیا ہوتا ہے ۔ نہ ہادی خلق ۔ کیونکر ممکن ہے ۔ وہ سگھائے دنیا جنہوں نے اپنی خواہشات نفسانیہ کے پورا کرنے کے لئے لاکھوں خون ناحق کئے ۔ ہزاروں کی پردہ دری کی ہزاروں کو ناحق سزائیں دیں ۔ ہزاروں کا مال کھایا ۔ ہادی خلق ہوسکیں ؟ ہرگز نہیں یہ سلسلہ ان خاصان خدا میں رہا ہے ۔ جو اس صفت سے فطرۃً پاک ہوتے ہیں ۔ وَاتَّبَعَ ہَوَاہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا ۔ اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی ۔ اور اپنی رائے پر چلا ۔ اور اس کا معاملہ حدِ دین اور راہ صواب سے تجاوز کر گیا ۔ وَاتَّبَعَ ہَوَاہُ فَتَرْدٰی ۔ جس نے ہوائے نفس کی پیروی کی ۔ ہلاک ہوا ۔ نہیں بلکہ جس نے ہوائے نفس کی پیروی کی مشرک ہوگیا ۔ اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰہَہٗ ہَوَاہُ ۔ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰہَہٗ ہَوَاہُ ۔ کیا تم نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ؟ جس کی اطاعت کرتا ہے اور جس کے حکم پر چلتا ہے ۔ وہی اس کا معبود و مطاع ہے ۔ اور دین یہی ہے ۔ کہ محض حکم خدا کی اطاعت کی جائے ۔ اور کسی کو اس میں شریک نہ گردانا جائے ۔ جس نے دین میں رائے کو دخل دیا ۔

روکے نفس کو خواہش سے اسکے لیے نجات

اُصول دین میں خطائے اجتہادی کفر و شرک ہے

اور اپنی خواہش کے موافق چلا - وہ مشرک ہے - وہ خدا پرست نہیں خود پرست ہے - نجات اسی انسان کے لئے ہے - جو اپنے نفس کا تزکیہ کرے - اور نفس کو ہوا اور خواہشات سے روکے - فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی - فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی (والنازعات) - لیکن وہ شخص جس نے حد سے تجاوز کیا - اور حیوٰۃ دنیویہ کو دین پر مقدم رکھا - تو بس اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے لیکن وہ شخص جو مقام ربوبیت الٰہی سے ڈرا - اور جس نے نفس کو خواہش سے روکا - تو بس اس کا ٹھکانا بہشت ہی ہے - نفس کو ہوا سے روکنے والا مومن بہشتی ہے - اور نفس کو ہوا سے پاک کرنے اور قابل بہشت بنانے والا ہادی خلق ہوا و ہوس سے بالکل منزّہ و مبرّا - اور یہ وصف ہادی خلق و پیشوائے دین کے لئے ضروری اور لازمی ہے - اور یہاں سے یقیناً معلوم ہے - کہ دین میں اپنی رائے پر عمل کرنا شرک ہے - اور خطائے رائے جس کو خطائے اجتہادی کہا جاتا ہے کبھی قابل درگذر نہیں ہو سکتی - اگر رائے کی غلطی کو معاف سمجھا جائے - تو علاوہ اس کے کہ ان تمام آیات کی تکذیب لازم آتی ہے - دنیا سے کفر و شرک کا نام اُٹھ جاتا ہے - اور کسی کو بعد میں کافر و مشرک نہیں کہہ سکتے - ایک شخص اپنی رائے سے بتوں کو پوجنا اچھا جانتا ہے - دوسرا آفتاب پرستی کو ترجیح دیتا ہے - تیسرا آگ کو پوجنے کی رائے رکھتا ہے - اگر یہ ان کی غلطی اجتہادی غلطی ہے - تو جس طرح دوسرے بندوں کی اجتہادی غلطی معاف سمجھی جاتی ہے - ان کی بھی سمجھنی چاہئے - اور ایسا کرنے سے کفر و اسلام ایک ہو جاتے ہیں - اور دراصل اس اجتہادی غلطی رائے پرستی اور ہوا پرستی نے دنیا کو گمراہ کیا ہے - اور اسلام میں یہ اختلاف ڈالا ہے - اور ایک اسلام کے تہتّر فرقے کر دئے ہیں جس میں سے ایک ناجی اور بہتّر ناری ہیں *

ہم یہاں سوال کرتے ہیں - کہ اگر ہادی خلق اور پیشوائے دین بھی ہم ہی جیسا ہوا و ہوس کا پتلا اور دل بخواہانہ کام کرنے والا ہو - تو کیونکر وہ نفس امارہ کی حکومت سے باہر رہیگا - کیونکر ہمیں اس پر اعتبار و اعتماد ہو سکیگا - کہ ہمیں نفسانیت کا شکار کر کے گمراہ نہ کر دیگا - اور ہوا پر چل کر شیطان کا تابع نہ ہو جائیگا؟ کیونکہ جہاں ہوا پرستی آئی - شیطان پیچھے لگا - اور چونکہ ہدایت امت محمدی میں امامت کے ساتھ سیاست بھی داخل ہے - اور سیاست عدل کو مقتضی ہے - اگر سیاست دین عادلانہ ہو - تو جابرانہ ہوگی - اور وہ دین نہ ہوگا - بیدینی ہوگی - اور خدا فرماتا ہے - فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰىٓ اَنْ تَعْدِلُوْا ہواؤ ہوس کی پیروی نہ کرو - کہ مبادا حق سے پھر جاؤ - جو ہوا پر چلیگا - وہ عدل نہ کر سکیگا - مقدمہ میں ہم اس کو بھی ثابت کر چکے ہیں - کہ خواہش نفس ہی حاکموں کو عدالت سے روکتی ہے - اور بے انصافی کراتی ہے - اور شب و روز اس کا مشاہدہ ہوتا ہے پس ایسے شخص پر جو اس صفت میں شریک ہو کر ہادی دین اور پیشوا ہونے کا دعوے کرے - کیونکر ہمیں اطمینان ہو - کہ یہ عدل کریگا - اور حق سے کسی طرح تجاوز نہ کریگا؟ کسی وقت اور کسی حالت اور کسی صورت میں دین پر دنیا کو مقدم نہ رکھیگا - کسی وقت میں نفس امارہ کا تابع ہو کر شریعت کی حدود سے نہ بڑھیگا؟ اور اس اطمینان کے بغیر کیونکر دین و دنیا کی حکومت خلافت و امامت کی باگ اس کے ہاتھ میں دی جا سکتی ہے - کونسی وجہ ہے؟ کونسی دلیل ہے؟ ضرور ہمیں پاک نفس کی ضرورت ہے - جو ان اوصاف رذیلہ سے پاک ہو - اور "ما ینطق عن الهوی" کا سچا جانشین ہو مثل رسول کبھی اپنی خواہش پر عمل نہ کرے - اور ہوائے نفس پر نہ چلے - بلکہ کبھی ایک حرف بھی اپنی طرف سے نہ کہے - جو جو کہے - خدا کی طرف سے بولے - ایسا وجود امت محمدی میں بعد محمدؐ کون ہے؟ کیا بلغیر نفس

ہوائے نفس عدل و انصاف کو مانع ہے

ہادی خلق ہوا و ہوس سے پاک ہونا چاہیے

رسول بغیر مطہر و مزکّیٰ وجود بغیر جزو نور محمدی بغیر عترت رسول و وارث خلافت و امامت و داخل خانہ نبوت و رسالت کوئی اور ہو سکتا ہے؟ کیا کسی اور میں یہ صفت ثابت کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ بالکل نفس امارہ کے خواص سے پاک و منزہ ہو؟ ہرگز نہیں۔ یہ مطہرین میں ہی ہو سکتی ہے یہی صفت عصمت ہے۔ جو سوائے ان اہل بیت طہارت و عصمت و عفت کے اور کسی میں پائی ہی نہیں جا سکتی ہے۔ جو ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے اور خواہشات نفسانیہ سے پاک۔ دوسروں کی احتیاج کو اپنی حاجت پر ترجیح دینے والے۔ اپنے نفس کے ساتھ بھی عدل کرنے والے وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (وہ اپنے نفس پر دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ خود حاجت مند ہوں) کا مصداق ہوں۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ وہ اس حال میں بھی مسکین و یتیم و اسیر کو کھانا دیتے ہیں۔ جبکہ خود ان کو ان کی اشد ضرورت ہو۔ اور وہ چاہتے ہوں۔ خود روزہ پر روزہ رکھیں۔ اور دوسروں کو بھوکا نہ دیکھ سکیں۔ اور نفسانیت سے اتنے پاک ہوں۔ کہ مغلوب دشمن اور قاتل کو اس کے تھوک دینے پر اسلئے چھوڑ دیں۔ کہ اس وقت اس کے قتل میں نفسانیت اور انتقام کا خیال شامل نہ ہو جائے۔ اور اخلاص میں فرق آجائے۔ یہ لوگ ہیں طیّب و طاہر اور ہوائے نفسانی سے پاک۔ انہی کو خدا نے خلافت و امامت و ہدایت و ولایت کے لیے خلق کیا ہے۔ وھو اعلم بما لا تعلمون۔ اور یہ ہے شان خلیفۂ اول علیؑ بن ابی طالبؑ کی۔

اے دل غلام شاہ جہاں باش و شاہ باش	پیوستہ در حمایت لطف الٰہ باش
از خارجی ہزار بیک جو نمی خرم	گو کوہ تا بکوہ منافق سپاہ باش
آنرا کہ دوستی علی نیست کافر است	گو زاہد زمانہ و گو شیخ راہ باش

امروز زندہ ام بولائے تو یا علیؑ	فردا بروح پاک اماماںؑ گواہ باش
حافظ طریق بندگی شاہ پیشہ کن	وانگاہ در طریق چو مردان راہ باش

اس پر متفرع ہے۔ ہوا پرستی شرک ہے۔ اور وہ شخص ہادی دین نہیں

دسویں دلیل

ہو سکتا۔ وہ امام نہیں بن سکتا۔ جو اس وصف سے متصف ہو۔ تو کیا ممکن ہے۔ کہ وہ شخص خلافت الٰہیہ کے لئے موزوں اور مستحق ہو۔ جس کو یہ لوگ انتخاب کریں۔ جو ہوا و ہوس میں مبتلا ہیں؟ ہرگز ممکن نہیں۔ دنیا کا قاعدہ اور انسان کا خاصہ ہے کہ جو یہ چاہتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے۔ اسی کو اختیار کرتا ہے۔ اور خواہشات مختلف ہوتی ہیں۔ اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے۔ جس کو وہ اپنی خواہش کے موافق پاتا ہے۔ اور اس کی خواہش کے موافق وہی ہو سکتا ہے جس میں اس کی سی باتیں اور اس جیسے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اسی پر دوستی والفت اور اس پر جماعت اور سوسائٹی کے بننے کا مدار ہے۔ ایک جماعت اور ایک سوسائٹی والے ضرور ایک صفت میں شریک ہوتے اور جہت جامعہ رکھتے ہیں۔ غرض ہر جنس اپنی جنس کو پسند کرتی ہے۔ اپنے ہم مشرب کو ہر شخص محبوب و دوست رکھتا ہے۔ ایک عالم ایک عالم کو پسند کرتا ہے۔ جاہل جاہل سے مانوس ہوتا ہے۔ اور صناع صناع کو۔ بہادر بہادر کو۔ اور بزدل احدی کو۔ چور چور سے مانوس ہوتا ہے۔ اور ڈاکو ڈاکو سے۔ سیٹھ سیٹھ سے مفلس مفلس سے۔ شرابی شرابی سے۔ جواری جواری سے۔ اور جب یہ لوگ کسی کو انتخاب و اختیار کرینگے۔ اپنے ہم مشرب اور اپنے جیسے کو ترجیح دینگے۔ اس کو انتخاب کرینگے جس کو اپنے مطلب کا سمجھینگے۔ اور اگر اپنا افسر بنائینگے۔ تو اس کو بنائینگے۔ جس سے ان کی خواہشات پوری ہوں۔ اور جس کے گرد جمع ہو جائینگے۔ اسی کو کھڑا کر دینگے۔ اور اسی کو بنا دینگے۔ آج کل تو یہ شب و روز مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور اس انتخاب کے مسئلہ سے نانی چوہڑ اچلوائی

جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے

برا برے کو اچھا اچھے کو چاہتا ہے

سائیس۔ کوچبان۔ بہرا ہر ایک حکومت و ریاست کا رکن بلکہ وزیر منتخب ہو سکتا اور بن سکتا ہے۔ بلکہ بن جاتا ہے۔ اور اگر تاریخ عالم پر نظر ڈالی جائے۔ تو ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے جس کے گرد لوگ جمع ہو گئے۔ اسی کو جو چاہا بنا دیا ہے۔ اور اس طرح لوگ حاکم و بادشاہ بن گئے ہیں۔ چرواہے۔ گڈریے۔ غلام بادشاہت کرتے رہے ہیں۔ جو نہ کوئی خاص علم رکھتے تھے نہ کوئی ہنر و کمال۔ پس وہ انتخاب جس کو ایسے لوگوں سے تعلق ہو جن کی یہ شان ہے۔ اس کو صداقت حقانیت سے کوئی ربط نہیں۔ اگرچہ عقلاً ممکن ہے۔ کہ بعض اوقات بطور اتفاق ایسا اتفاق ہو جائے۔ کہ کوئی صاحب علم و کمال منتخب ہو جائے۔ مگر ضرور نہیں۔ ہر شخص **ہر قوم ہر سوسائٹی ہر جماعت اپنا ہم رنگ ہم مشرب ہم خیال ہم پیالہ و ہم نوالہ چاہتی ہے۔** اور ہر قوم ہر ملت ہر جماعت ہر سوسائٹی کی خواہش جدا اور غرض جدا ہوتی ہے۔ اور اگر دین میں ایسے لوگوں کے انتخاب پر دینی پیشوا کا مدار ہو۔ تو جتنی جماعتیں ہونگی۔ اتنے ہی پیشوا وہ حتے الامکان بنالینگی۔ یزیدی خواص کے لوگ یزید کو پسند کرتے ہیں۔ اور حسینی اوصاف کے نفوس حسینؑ کو آقا بنائینگے۔ فرعونی مشرب فرعون کے ساتھ ہونگے۔ اور موسوی خصلت موسیٰؑ کے ساتھ۔ نمرود منش نمرود کے تابع بنینگے۔ اور خلیل اللّٰہی طینت خلیل خدا سے مربوط ہونگے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ میں آنے والی بات ہے۔ اس کو تمام دنیا کے عقلاء و فلاسفر اکٹھے ہو کر بھی باطل نہیں کر سکتے۔ جب تک وہ یہ ثابت نہ کر دیں۔ کہ انسان ہوائے نفس سے خالی ہے یا کل انسان ایک ہی خواہش رکھتے ہیں۔ اور سب خطاء نفس سے بری ہیں اور اگر یہ محال ہے۔ تو اس حقیقت کا رد کرنا بھی محال ہے ہمیشہ اسی حقیقت کے لحاظ سے اختلاف پڑا ہے۔ اس سے دنیا میں بیدینی پیدا ہوتی ہے۔ اس وجہ سے انبیاء اور خاصان خدا کی نافرمانی کی گئی۔ کہ وہ انکی

انسانوں کیلئے پیشوا دین کا انتخاب محال ہے

ہر جماعت اپنا پیشوا چاہتی ہے

خواہشات کے موافق نہ ہوتے تھے۔ ان کی نفسانی تمنائیں پوری نہ ہوتی تھیں ان کا نفس ان برگزیدگان کو اعلےٰ مرتبہ حکومت روحانی پر نہ دیکھنے دیتا تھا حسد کی آگ انہیں جلاتی تھی۔ اور حد سے تجاوز کراتی تھی۔ ثُمَّ اخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۔ اپنی سرکشی کی وجہ سے آیات بینات کے بعد وہ مختلف ہو گئے۔ اور آیات الٰہی کی تکذیب کی۔ کیا مشیت الٰہی اور رضائے الٰہی لوگوں کی خواہشات کی موافقت کر سکتی ہے؟ اور کیا جو کچھ ایسے لوگ کر گزریں۔ وہی رضائے خدا ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر خدا لوگوں کی رائے پر چلے۔ اور ان کی خواہشات کے موافق نظام عالم میں عمل کرے۔ تو نظام عالم ہی درہم برہم ہو جائے۔ نہ زمین رہے نہ آسمان۔ اور نہ اہل زمین و آسمان۔ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ ۔ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ۔ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ (مومنون ع ۴)۔ کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا ہی نہیں ہے۔ تو وہ اس کے منکر ہو گئے ہیں؟ یا وہ کہتے ہیں۔ کہ اس کو جنون ہے۔ نہیں بلکہ وہ حق لیکر آیا ہے۔ اور اکثر لوگ حق سے کارہ ہوتے ہیں۔ (حق سے رغبت کرنے والے تھوڑے ہیں۔ اور حق سے کراہت کرنیوالے بہت)۔ اور اگر حق بھی لوگوں کی خواہشوں کے تابع ہوتا۔ جو وہ چاہتے۔ وہی حق بھی ہوا کرتا۔ (اور وہی خدائے برحق کرتا۔ وہی رسول برحق کیا کرتا)۔ تو زمین و آسمان اور کل موجودات ارضی وسماوی برباد ہو جاتیں۔ اور کچھ بھی نہ رہتا۔ بلکہ ہم نے تو ان کو وہ رسول دیا ہے۔ جو مجسم ذکر ہے۔ پھر بھی لوگ اس ذکر سے اعراض کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خواہشات نفسانیہ سے ہٹا کر حق کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وَأَكْثَرُهُمْ

خدا و رسول لوگوں کی خواہشات پر عمل نہیں کرتے

حق کبھی لوگوں کی خواہشات کے موافق نہیں ہو سکتا

لِلْحَقِّ کَارِھُوْنَ " " وَاَکْثَرُھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ " " وَاَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ " " وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ یَجْھَلُوْنَ " " وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ " " وَاَکْثَرُھُمْ فَاسِقُوْنَ " " وَاَکْثَرُھُمْ کَاذِبُوْنَ " " وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ " زیادہ لوگ۔ حق سے کارہ۔ بے ایمان۔ جاہل عقل سے کام نہ لینے والے۔ کاذب۔ ناشکرے اور فاسق ہیں۔ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔ اور اکثر ایمان لانیوالے مشرک ہیں۔ اور کسی نہ کسی طرح کے شرک خفی میں گرفتار ہیں۔ کیا ممکن ہے۔ کہ خدائے برحق ان کی خواہشات پر چلے۔ کیا ہو سکتا ہے۔ کہ پیغمبر برحق ان کی پیروی کرے۔ اور یہ جو چاہیں۔ وہی وہ چاہے۔ اور وہ خدا اور رسول صلعم کی مرضی ہو؟ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ کتاب برحق ان کی خواہشات کے تابع ہو جائے؟ کیسے ممکن ہے۔ کہ ایسوں کا انتخاب اور پسند کیا ہوا امام پسندیدہ خدا اور رسول اور امام برحق ہو جائے؟ ہرگز نہیں حق کبھی لوگوں کی خواہش کے موافق نہیں ہو سکتا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَاءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ جاہلوں کی خواہشات پر مت چلو۔ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَھْوَآءَھُمْ۔ یہ ظالم گنہگار وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ وَاِنَّ کَثِیْرًا لَّیُضِلُّوْنَ بِاَھْوَآئِھِمْ اور بیشک بہت سے لوگ اس ہوا پرستی سے گمراہ ہوتے ہیں۔ اور پھر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔ (بقرع ۱۰) - اور اگر اے پیغمبر صلعم! تو ان لوگوں کی خواہشوں پر چلے۔ بعد اس کے تجھے ہم نے علم عطا کر دیا ہے۔ تو پھر خدا کی طرف سے تیرا کوئی ولی و نصیر نہیں ہے۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَھُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّکَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اور اگر اے پیغمبر تو ان کی خواہشات پر چلے بعد اس کے تجھے علم دیا جا چکا ہے۔ تو اس وقت بیشک تو ظالمین میں سے ہے۔ اگر پیغمبر ان لوگوں کی خواہشات پر چلے۔

گمراہی ہے نبی کا آرائے پر چلنا دین میں

اگر پیغمبر لوگوں کی آراء پر چلے تو گمراہ ہو جاتا ہے۔

لوگوں کا انتخاب مرضی خدا نہیں ہو سکتا

تو وہ ظالم و گنہگار ہے۔ اور خدا کی ولایت اور نصرت سے خارج پس اگر رسول خدا نے اس مسئلہ ہدایت خلق و امامۃ الناس و سیاست امت کو لوگوں کی خواہش پر چھوڑ دیا۔ اور خود کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ تو ضرور پیغمبر معاذ اللہ گنہگار ہوا بنص الٰہی۔ اور اگر خدا نے بھی اسی سلسلہ کو پسند کر لیا۔ تو اس نے اغراء بالشر کیا۔ لہذا بالکل غلط ہے۔ کہ یہ مسئلہ لوگوں کے انتخاب اور ان کی خواہشات کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جائے۔ اور لوگوں کا انتخاب مرضی خدا سمجھا جائے جب تک یہ قرآن موجود ہے تب تک ان آیات خصوصًا بالصراحۃ آیۂ مجیدہ "وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ" الآیہ سے انکار نہیں کیا جائیگا۔ عہدۂ خلافت محمدیہ و امامت الناس و سیاست امت کا ان لوگوں کے حق میں فیصلہ نہ ہوگا جن کو لوگوں نے انتخاب کیا ہے۔ اس میں کبھی حق کی رضامندی نہیں سمجھی جائیگی۔ اس کو کبھی مرضی رسول نہ کہا جائیگا۔ وہ کبھی کتاب برحق کے موافق و مطابق نہ کہلائیگا۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ اسلام میں اس خلافت کے دو سلسلے ہیں۔ ایک سلسلہ اجماعی ہے۔ جو لوگوں نے قائم کیا ہے۔ اور دوسرا ان کے بالمقابل ہے جس کو خدا نے قائم کیا ہے۔ اور جب سلسلہ اولٰے باطل ہے۔ تو لابد سلسلہ ثانیہ یعنی سلسلہ خلافت الٰہیہ نصیہ مسلم و برحق اور اس سے کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ اوّل اوّل دو بزرگ قوم مدعی خلافت نظر آتے ہیں۔ حضرت ابی بکرؓ دوسرے حضرت علیؑ۔ ایک کہتا ہے۔ کہ مجھ کو لوگوں نے منتخب کیا ہے۔ اس لئے میں خلیفۃ المسلمین ہوں۔ اور دوسرا کہتا ہے۔ کہ خدا مجھ کو اس کے لئے جعل فرمایا ہے۔ اور رسول نے اعلان فرمایا ہے۔ لہذا میں خلیفۃ اللہ ہوں۔ میں آئینہ اوصاف محمدی اور مظہر اوصاف خداوندی ہوں۔ میں طاہر و مطہر ہوں۔ میں نور خدا و برادر رسول ہوں۔ میں باب علم محمدی اور خزانہ علوم الٰہی ہوں۔ اور سبیل علوم مجھ ہی سے رواں ہوتی ہے۔ اور میں

علیؑ کے دعاوی

ہوائے نفس سے پاک و منزہ۔ ما ینطق عن الھویٰ کا نفس اور اس کے
گوشت و پوست کا ٹکڑا ہوں۔ کس کا دعوے صحیح مانا جائیگا؟ حضرت علیؑ کا
نہ حضرت ابی بکرؓ۔ اجماع قوم میں (اگر وہ ثابت بھی ہو جائے) کبھی رضائے الٰہی
نہیں ہو سکتا ہے۔ اور ایسا ہو جانا جیسا کہ مشہور ہے اس کی دلیل نہیں ہے
کہ رضائے الٰہی اسی طرح تھی۔ ورنہ فرعون کا دعوے الوہیت مرضی الٰہی ہوگا۔
کیونکہ اس نے دعوے کیا۔ اور وہ مدت تک اپنے خیال میں خدا بنا رہا۔ لوگ
اس کو مانتے رہے۔ انسان مکلف ہے۔ اور اپنے افعال میں فاعل مختار۔ اور
ایک وقت معین تک اس کو مہلت دی ہوئی ہے۔ جب تک مہلت کا زمانہ
ختم نہ ہو۔ خدا نہیں پکڑتا۔ اگر ایسا کرتا۔ تو دنیا میں کسی کافر و مشرک کا وجود نہ
ہوتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ۔ کیونکہ خدا اپنے بندوں سے کفر پسند نہیں
کرتا ہے۔ کفر مرضی خدا نہیں ہے۔ مگر واقع ہے۔ ہو رہا ہے۔ وَاَکْثَرُھُمُ
الْکَافِرُوْنَ۔ زیادہ تر لوگ کافر ہیں۔ وَلٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی
فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ ولیکن وہ
تو ان کو ایک میعاد معین تک کے لئے مہلت دیتا ہے۔ جس وقت ان کی میعاد
پوری ہو جائیگی۔ ایک ساعت کی مہلت نہ ہوگی۔ اور نہ ہوتی ہے۔ ہر ایک
اپنی اجل پر چل دیتا ہے خواہ کسی طرح جائے۔ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا۔
حضرت ابی بکر اس میں شک نہیں کہ شیوخ عرب سے ہیں۔ اور منتخب کرنے
والوں میں بھی کئی شیوخ عرب جمع تھے۔ مگر نہ حضرت ابی بکر ایسے ہیں۔ جو معیار
خلافت الٰہیہ پر پورے اترآئیں۔ اور نہ انتخاب کنندہ کوئی حق رکھتے تھے۔ اور نہ
کتاب اللہ ان کو ایسی اجازت دیتی ہے۔ اور نہ وہ معصوم عن الخطا تھے۔ جو
ان کا خطا سے بری ہونا سمجھا جائے۔ لہٰذا کسی طرح ان کا انتخاب حقانیت کی دلیل
نہیں ہو سکتا۔ اور جب وہ خلیفہ برحق ثابت نہ ہوئے۔ تو پھر خلیفہ بلا فصل علیؑ

حق بات ضرور ماننی چاہئے

ہی رہے۔ کیونکہ اس وقت تیسرا مدعی نہیں ہے۔ جس کو مانا گیا ہو۔ اور یہی ہمارا مدعا ہے۔ نہ شیوخ عرب کے مطاعن لکھنا۔ یہ ہمارا نہ مقصد ہے۔ اور نہ مسلک۔ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ۔ حق بات سب کو ماننی چاہئے۔

گیارھویں دلیل

اس سے دست و گریباں ہے۔ حضرت آدمؑ سے لیکر خلافت الٰہیہ جعل الٰہی پر موقوف رہی ہے۔ کبھی کسی کے اجماع و انتخاب اختیار کو اس میں دخل نہیں ہوا۔ اور کوئی مذہب اس کا قائل نہیں۔ کسی قوم و ملت میں پیشوائے دین کا انتخاب لوگوں پر نہیں رکھا گیا۔ اور اسی کو خداوند عالم بالتصریح ارشاد فرماتا ہے۔ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ تیرا پروردگار ہی جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے۔ اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے۔ اختیار و انتخاب اور پسند کرتا ہے۔ لوگوں کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ پاک و برتر ہے ذات خداوندی اس سے جو اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ خلق اور انتخاب دونو ایک ہی ہیں۔ اور دونو خدا سے تعلق رکھتے ہیں۔ بندوں کو اس کار خدائی میں دخل نہیں ہے۔ اور جو اس میں شریک ہو۔ اور کسی خلیفہ خدا یا امام الناس کو اختیار و انتخاب کرے۔ وہ خدائی میں شریک بنتا ہے۔ اور ذات خداوندی شریک سے پاک و منزہ ہے۔ اپنی رائے اور خواہش سے پیشوائے دین اور خلیفہ خدا انتخاب کرنا صریح شرک ہے۔ اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ۔ سورہ احزاب میں خدا فرماتا ہے۔ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا (احزاب ع ۵)۔ کسی مومن اور مومنہ کو جب خدا اور رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں۔ تو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور جو خدا اور رسول کی معصیت کرے۔ وہ کھلم کھلا گمراہ

لوگوں کو امور دین و امور خدائی میں کوئی اختیار نہیں ہے

ہے۔ یہ آیت صاف بتلا رہی ہے۔ کہ خدا اور رسولؐ کے فیصلہ کے بعد کسی مومن یا مومنہ کو اپنے معاملات میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ جو حکم خدا ہے۔ وہی فیصلہ خدائی ہے۔ اور اس کی پابندی ہر مومن کا فرض۔ اور جو اس کے خلاف کرے۔ اور اپنے معاملات میں دخل دے۔۔ اور حکم خدا اور رسول سے تجاوز کرے۔ وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے۔ کہ خدائی معاملات میں کسی مومن کو دخل ہو۔ اور "شاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ" کی تعلیم یہ ثابت نہیں کرتی۔ کہ دین کو خود بنائیں۔ اور شریعت کو اپنی رائے اور مشورہ پر چلائیں۔ اور خدائی امور کو شورے سے فیصل کریں۔ "اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَيْنَهُمْ" فرمایا ہے یعنی ان کے آپس کے معاملات آپس کے شورے سے ہوا کرتے ہیں۔ یہ نہیں لکھا۔ کہ خدا کے معاملات لوگ شورے سے طے کیا کرتے ہیں۔ "اَمْرُهُمْ" (ان کا امر) ہے نہ "اَمْرُ اللّٰهِ" (خدا کا امر)۔ اور "اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَيْنَهُمْ" بھی بحکم آیہ "مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ" اس وقت تک ہے جب تک کہ خدا اور رسول کا فیصلہ وہاں معلوم نہ ہو۔ ورنہ اپنے معاملات میں بھی اپنے شورے پر عمل نہیں ہو سکتا مومنین کے کل معاملات خدائی فیصلہ پر ہیں۔ اور اس کے احکام کے تابع ہیں۔ اور مسلم و مومن کے یہی معنی ہیں۔ کہ ہر امر میں تابع و مطیع امر الٰہی رہے۔ نہیں اس سے تخلف و تجاوز نہ کرے۔ اور یہ بالکل مسلم حقیقت ہے۔ دین اسی کا نام ہے۔ اسلام اسی کا نام ہے۔ اور یہ چونکہ مسلم ہے۔ کہ حضرت ابی بکر کی خلافت اجماعی ہے۔ اور یہ انتخاب حضرت ابو بکر اور بعد ازاں شورے۔ ان آیات قرآنی کے بالکل خلاف ہے۔ لہٰذا خلافت حضرت ابی بکر برحق ثابت نہیں ہوتی۔ ورنہ ثابت کیا جائے۔ کہ خلافت الٰہیہ و امامۃ الناس "امر اللہ" نہیں "امر الناس" ہے۔ اس سے خدا کو تعلق نہیں۔ لوگوں کو تعلق ہے۔ اور نیز یہ کہ اس میں خدا و رسول نے کوئی فیصلہ قطعاً نہیں کیا ہے۔ بغیر ان امور کے طے ہوئے۔ اجماع و شورے کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ بالمقابل ان کے صرف حضرت

حضرت موسےٰؑ کا انتخاب پسندیدہ خدا نہ تھا

علیؓ کی خلافت ہے - لہٰذا وہ خلافت بلا فصل ثابت ہوگی + حق یہ ہے - کہ انسان دراصل روح انسانی کا نام ہے یعنی ایک باطنی حقیقت ہے - اور عام لوگ باطن کا علم نہیں رکھتے غیب کو نہیں جانتے - انسان کی باطنی خوبی اور برائی برسوں تجربہ کے بعد بھی انسان کو معلوم نہیں ہوتی - یہ بھی ہوتا ہے - کہ ایک شخص آج نیک ہے - اور کل کو بد ہو جائے - اور ہو جاتا ہے - انجام کار اور باطن کا حال صرف خدا ہی جانتا ہے - چنانچہ ہم اشارہ کر آئے ہیں - کہ آدم کو جب خدا نے خلافت کے لئے چنا - اور اختیار کیا - تو ملائکہ کو اس عہدہ جلیلہ پر رشک ہوا - سب نے اجماع کیا - شورے کیا - اور بارگاہ الٰہی میں درخواست مع عذر پیش ہی کر دی - مگر وہی جواب ملا - جس کو ہم کہ آئے ہیں یعنی ارشاد باری ہوا - کہ جو میں چاہتا ہوں - تم نہیں جانتے - تم نہیں سمجھ سکتے - کہ لائق خلافت الٰہیہ کیسا وجود ہوتا ہے - اور ان کو اپنے عجز و قصور کو تسلیم کرنا پڑا جب اس معاملہ میں ملائکہ مقربین معصومین کا اجماع و شورے سند نہ ہوا - اور خدا نے قبول نہ کیا - تو عوام الناس اور ہوا و ہوس کے پتلوں کا اجماع یا شورے کیونکر بارگاہ الٰہی میں مقبول سمجھا جا سکتا ہے ؟ اس سے بڑھ کر کیا ہوگا - کہ حضرت موسےٰؑ اپنی قوم میں ستر شخص مناجات الٰہی کے لئے چن کر لے چلے کل قوم میں سے ستر انتخاب کئے - مگر نظر الٰہی میں وہ ایسے نکلے - کہ ان پر غضب الٰہی کی بجلی گری "وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ" الآیہ - اور موسےٰؑ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہماری میقات کے لئے اختیار و انتخاب کئے پس جب ان کو زلزلہ نے آن لیا - تو موسےٰؑ نے کہا - اے خدا اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھ کو اس سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا - کیا بعض بیوقوفوں کے کہنے پر ہم سب کو ہلاک کر دیگا ؟ بس یہ تو تیرا امتحان ہے - اس سے جس کو چاہتا ہے -

ہدایت کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے۔ نہیں کرتا۔ جو امتحان میں پاس ہو۔ وہی ہدایت پاتا ہے۔ یہاں سے صاف واضح ہے۔ کہ ایک پیغمبر برحق کا انتخاب بھی رضاء الٰہی کے موافق نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک پیغمبر عالم الغیب نہیں ہے۔ اور اگر کچھ غیب جانتا بھی ہو۔ تو ضروری نہیں۔ کہ ہر ایک کے دل سے آگاہ اور غیب حکمی جانتا ہو۔ یہ حسب درجات و ضرورت و مصلحت ہوتا ہے پس عام لوگوں کا انتخاب کیونکر رضاء الٰہی ہو سکتا ہے؟ یہ بالکل غلط ہے بس انتخاب انتخاب الٰہی ہے۔ عالم الغیب ہی اس کو پسند کر سکتا ہے جس نے بنایا ہے۔ وہی جانتا ہے۔ وہی انتخاب و اختیار کرتا ہے۔ لوگوں کا انتخاب کردہ وہ وجود نہیں ہو سکتا ہے۔ جس کو خدا نے اس کے لئے بنایا ہے۔ اور ان ہواہوس کے بتلوں کا یہ فعل ہرگز اس کی سند نہیں ہے۔ کہ جن کو انہوں نے انتخاب کیا ہے۔ انہی کو خدا نے اس کے لئے بنایا تھا۔ اور یہ ایک دلیل ہے۔ جس کو کوئی ذی ہوش رد نہیں کر سکتا انجمن شورے یا جماعت اجماع کو اگر کوئی حضرت موسےٰ جیسے پیغمبر اولوالعزم سے بڑھ کر جانتا ہے۔ تو اس انتخاب کو انتخاب موسےٰ سے بڑھ کر سمجھ سکتا ہے۔ اور اس کو مرضی الٰہی بتلا سکتا ہے۔ ورنہ محال ہے۔ اور کسی کی مجال نہیں ہے۔ کہ وہ خلیفہ اور امام بنا سکے ۔

یہ معلوم ہے۔ کہ حضرت ابی بکر کی نسبت اجماع کا دعوےٰ کیا گیا ہے۔

شورےٰ اور حضرت علیؑ

حضرت عمر کی نسبت حضرت ابوبکر کی طرف سے اعلان ولی عہدی اور حضرت عثمانؓ کے لئے چھ ممبروں کی کیبنیٹ (مجلس شورےٰ) گویا یہاں چھ مسلمان خدا کے قائم مقام خلیفہ بنانے والے بنائے گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں چوتھے نمبر پر حضرت علیؑ پر اجتماع کیا گیا ہے۔ اور اسی اصول کے موافق ان اعتقادات والوں نے ان کو خلیفہ تسلیم کیا۔ اور ان کی اطاعت ان پر فرض ہوئی۔

مگر امیر معاویہ نے شام میں علم بغاوت بلند کیا۔ اور دھوکا اور حیلہ سے اس نے مسلمانوں کو اپنی طرف توڑ لیا۔ اور آخر کار عمر عاص کی چالاکی سے خلافت کا عام اعلان کر دیا گیا۔ اور اس وقت سے ان باغیوں اور کل ایسے خیالات کے مسلمانوں کے نزدیک حضرت علیؑ خلافت سے معزول کر دئے گئے۔ اور امیر شام دشمن اسلام ابو سفیان کے فرزند خلیفۃ الرسول امیر المومنین بنا دئے گئے۔ اور اب تک وہ مسلم خلیفہ مانے جاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے ایک خط میں اسی الزام سے ان لوگوں کو مجوج کیا ہے۔ اور معاویہ کو ایک خط اس مضمون کا دوران اختلاف میں لکھا ہے جس کے بعض فقرات کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جن اصول پر پہلے خلفاء کی لوگوں نے بیعت کی۔ اسی پر میری کی ہے۔ اور اس لئے اس قاعدہ کے موافق کسی کو اس کے رد کا حق نہیں ہے۔ اور حق شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کے لئے ہے۔ یعنی اگر وہ شوریٰ ان کے اصول کے موافق حق تھا۔ اور اجماع درست تھا۔ تو اسی طرح ان کے نزدیک تو میری اطاعت و بیعت ان پر واجب ہو گئی۔ اور جو نقض بیعت کرے۔ وہ مسلمانوں سے خارج کیا جاتا ہے۔ اس لئے تو اے معاویہ یا میری بیعت میں داخل ہو۔ اور میری اطاعت میں داخل ہو۔ اگر اجماع و شوریٰ تیرے نزدیک حق ہے۔ ورنہ پہلے تینوں خلفاء کی خلافت سے انکار لازم آئیگا۔ اگر شوریٰ و اجماع دلیل خلافت تیرے اور تیرے ہم خیالوں کے نزدیک نہیں ہے۔ اس خط میں حضرت نے در اصل شوریٰ کو باطل کر دکھایا ہے۔ کہ یا ان لوگوں کو اپنے کو اسلام سے خارج کرنا پڑیگا۔ کہ اس کی اطاعت سے باہر ہو گئے۔ جس کو اجماع نے خلیفہ فرض کیا ہے۔ یا تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ اگر ایسے شخص کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ اور جو اس کی اطاعت سے مثل امیر شام وغیرہ خارج ہو جائے۔ وہ مسلمان رہتا ہے۔ بلکہ امیر المومنین بن سکتا ہے۔ تو جو لوگ پہلے خلفاء کی اطاعت و بیعت سے علیحدہ رہے۔ اور ان کو

حضرت علیؑ کا خط اور شوریٰ کی حقیقت

نہ مانا۔ وہ حق پر ہیں مسلمان ہیں۔ اور ان تینوں کی خلافت حق نہیں ہے۔ ان دونوں میں جس کو چاہے اختیار کر۔ یا پہلوں کی خلافت سے ہاتھ دھو۔ یا میری بیعت فرض عین جان۔ جیسی کہ پہلے تینوں کی جانتا ہے۔ اس سے یہ کسی طرح بھی نہیں نکلتا۔ کہ وہ فعل برحق ہے۔ اجماع دلیل خلافت الٰہیہ ہے۔ یہ الزام ہے ان لوگوں پر جنہوں نے اجماع اور شورے کو دلیل حقانیت قرار دیا۔ اور انہی اصول پر علیؑ کی بیعت کر کے اس کو توڑ دیا۔ اور اطاعت سے باہر ہو گئے۔ خود خلافت کا دعوے کیا۔ اور انہیں چھوڑ کر دوسروں کا ساتھ دیا۔ نہ یہ کہ حضرت علیؑ نے شورے اور اجماع کی حقانیت کا اقرار کیا ہے پس حضرت علیؑ کے اس فقرہ کو شورے اور اجماع کی حقانیت کی دلیل قرار دینا خوش فہمی کی دلیل ہے۔ اسی کتاب نہج البلاغہ میں جہاں حضرت علیؑ کا یہ خطبہ ہے۔ یہ فقرات خطبہ شقشقیہ کے موجود ہیں۔ جو مشہور و معروف ہے۔ کہ ابوبکر نے اس خلافت کی خلعت کو بناوٹ سے پہن لیا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا۔ کہ میرا مقام اس خلافت میں ایسا ہے۔ کہ قطب رحائے خلافت میں ہی ہوں۔ الخ۔ مزید احتجاج کا ذکر آئندہ ہوگا۔ اجماع و شورے کبھی دلیل خلافت الٰہیہ و امامتہ الناس و سیاستہ الامتہ نہیں ہو سکتے۔ دلیل نص الٰہی و جعل الٰہی عصمت و طہارت و تصرف فی عالم الکون والفساد ہے۔ اور وہ مظہر العجائب کی شان ہے۔ مصنوعی خلافت و اجماعی خلافت کا خلیفہ معزول ہو سکتا ہے۔ جب لوگ چاہیں۔ اسے خلافت سے خارج اور معزول کر دیں۔ جیسا کہ ہوتا رہا ہے۔ مگر خلافت الٰہیہ ایسی چیز نے جسکو کوئی چھین لے یا جس سے کوئی معزول کر دے۔ نہ نبوت سے کوئی معزول ہوا کرتا ہے نہ خلافت سے مصنوعی باتوں میں یہ کارگیریاں ہوا کرتی ہیں۔ الٰہی کاموں میں کس کو دخل ہے۔ لاتبدیل لخلق اللہ۔ جس کو خدا نے خلیفہ خلق کیا ہے اس کی خلقت کو کون تبدیل کر سکتا ہے۔ بعض لوگوں کا ماننا یا نہ ماننا ان کے

ایمان اور کفر کا سوال ہے۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو خالق ہی کو نہیں مانتے۔ تو اس کی خالقیت و ربوبیت و الوہیت میں کیا کوئی فرق آجاتا ہے؟ اور کیا فرعون کے دعوئے خدائی کرنے اور چار سو سال تک لوگوں پر اپنے خیال میں خدائی کرنے سے خدا الوہیت سے معزول ہو گیا تھا؟ اور کیا فرعون و ہامان کو فوراً ہلاک نہ کرنے سے ان کی حقانیت اور خدا کا ضعف ثابت ہو گیا تھا؟ وہ قادر ہے۔ اور حلیم۔ جن و انس اس کی حکومت سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اور نہ اس کو جلدی ہے نہ اس کے نزدیک اس کی خدائی کی عمر چار سو سال ہی ہے۔ اور اس کی خلافت کا زمانہ بعد رسول صرف تیس سال (دیکھو حصہ اوّل) +

بارھویں دلیل

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ (انعام ع ۲)۔ (اے پیغمبر کہدو۔ کہ) مجھ کو یہ قرآن نازل کیا گیا ہے۔ تاکہ اس سے میں تم کو ڈراؤں اور نیز وہ شخص اس سے ڈرائے۔ اور نذارت کرے۔ جس کو یہ قرآن پہنچے۔ اور جو اس کا وارث ہو۔ بلاشبہ ما بہ النبوۃ خاتم النبیین قرآن ہی ہے۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ کل عوالم پر رسول اسی قرآن سے نذیر ہے۔ اور اس سے حسب ذیل امور ثابت ہیں۔ جو کچھ رسول اللہ من جانب اللہ لائے ہیں۔ قرآن ہے۔ مابہ النذارت و بشارت قرآن ہے۔ کل عوالم کی ضروریات کا علم اسی قرآن میں ہے۔ جس کی شان "تبیاناً لکل شیء" ہے۔ خدا نے رسول کو جس قانون کے ذریعہ اس عالم پر حکومت کرنے بھیجا ہے۔ بعد رسول جو شخص رسول کی جگہ ہادی خلق ہوگا۔ وہ بھی اس قرآن سے ہدایت کریگا۔ اسی کو پہنچائیگا۔ اس سے ان کو پاک و پاکیزہ بنائیگا۔ اور اس سے جن و انس اور کل عوالم پر حکومت کریگا۔ مَن بَلَغَهُ الْقُرْآنُ فَهُوَ يُنذِرُكُم بِهِ "مَن بَلَغَ" کا مفہوم ہے۔ اور قرآن سے ہدایت نذارت و

بشارت۔ سیاست و حکومت تطہیر و تزکیہ نفوس بغیر علم کامل قرآن ناممکن ہے
قرآن کلام اللہ ہے۔ اور اس کا معلم حقیقی اولی اللہ۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔
خدا نے قرآن پڑھایا ہے۔ وَعَلَّمْتُ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ۔ پس نبوت رسول خدا
پر ختم ہو گئی ہے۔ اور یہ ابت خلق اسی مابہ النبوۃ قرآن کے ذریعہ تا قیامت باقی
ہے۔ پس بعد رسول خلیفہ رسول کا عالم قرآن ہونا ضروری ہے۔ وارث علم قرآن
ہونا لازمی ہے۔ اور جو اس قرآن کا وارث اور اس کا حقیقی عالم ہے۔ وہی
جانشین رسول ہے۔ کلام خدا ہی رسول چھوڑ گئے ہیں۔ جس میں بجائے رسول
قائم مقام رسول ہونے کی ضرورت ہے۔ اس قرآن کی قیامت تک تبلیغ کی ضرورت
ہے۔ اور نبوت کا کام خلافت محمدیہ کو ادا کرنا ہے۔ اب ہمیں دیکھنا ہے۔
کہ بعد رسول قرآن کا حقیقی عالم اور اس کے جملہ علوم کا وارث اس کے ذریعہ
جن وانس پر حکم کرنے والا۔ اس کے ذریعہ کل عوالم و جمیع ماسوائے اللہ پر
تصرف رکھنے والا کون ہے؟ ہمارا دعوے یہاں یہ ہے۔ کہ عام مسلمان یا
عرب یا عام عربی دان علماء اس کے عالم حقیقی نہیں ہو سکتے۔ ولہ وجوہ۔ اوّلاً۔
یہ کلام اللہ ہے۔ اور کلام اللہ وہ حقائق معنویہ ہیں۔ جو قلب پیغمبر پر اتری ہیں۔
نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِينُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ۔ اِنَّكَ
لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ (نحل ع ۱)۔ اور الفاظ قرآن وہ ہیں
جو بالہام خدا زبان محمدی سے ادا اور قرأت ہوئے ہیں۔ اور مسلم ہے۔ کہ
معانی مقدم ہیں الفاظ پر بایں معنی کہ اوّل انسان کے ذہن میں معانی آتے ہیں
تصور کرتا ہے۔ سوچتا ہے۔ ان کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے الفاظ سے
تعبیر کرتا ہے۔ اب یہ سمجھنے والے کی فہم عقل ادراک پر موقوف ہے۔ کہ وہ ان
قالبوں ان الفاظ میں ان معانی کا حقیقی جلوہ دیکھ لے۔ یا فرضی و مصنوعی
اور اس لئے ضروری نہیں ہے۔ کہ ہر شخص جو بات سنے ضرور اس کے اصلی

معنی جو متکلم کا مقصود اور اس کے ذہن میں تھے ۔ سمجھ ہی لے ۔ کبھی کل سمجھ لیتا ہے ۔ کبھی بعض اور کبھی کچھ بھی نہیں ۔ اسی واسطے علماء کاملین کا کلام سمجھانے کے لئے بڑے بڑے اساتذہ کی ضرورت پڑتی ہے ۔ اور پھر بھی معلمین و اساتذہ میں معانی کے سمجھنے میں اختلاف رہتا ہے ۔ اور سب کچھ بیان کرنے کے بعد بھی کہدیا جاتا ہے کہ "المعنی فی بطن الشاعر" ۔ معنی تو شاعر کے پیٹ میں ہیں ۔ ہم ان الفاظ سے یہ سمجھتے ہیں ۔ یہی ہر کلام کا طریقہ ہے ۔ جس قدر بڑا عالم ہوتا ہے ۔ اسی قدر اس کی کتاب اور اس کے کلام کا سمجھنا مشکل ہوا کرتا ہے ۔ اور کامل اساتذہ کی ضرورت پڑتی ہے ۔ یہ انسانوں اور ان کے کلام کا حال ہے جو نہ عالم ازلی ہیں ۔ نہ عالم الغیب ہیں ۔ نہ علیم و حکیم مطلق ہیں ۔ پھر کلام اللہ کی نسبت کیا خیال ہے ۔ کیا ممکن ہے ۔ کہ ان الفاظ سے ہر عربی داں عالم ان حقائق کو سمجھ جائیگا ۔ جو مقصود الٰہی ہیں ؟ ثانیاً ہر ایک کتاب میں ایک علم یا چند علوم ہوتے ہیں ۔ جو زیادہ تر ہم انسانوں ہی کے خیالات کا مجموعہ ہوتے ہیں ۔ مگر کوئی علم بغیر اس علم کے عالم استاد کے پڑھانے نہیں آیا کرتا ہے ۔ اور اس بنا پر سلسلہ درس و تدریس جاری ہے ۔ ہر علم کی کتاب وہی شخص سمجھا سکتا اور پڑھا سکتا ہے ۔ جو اس علم کی اصطلاحات خاصہ سے واقف اور ان کا پورا عالم ہو ۔ اور چونکہ درجات علم میں تفاوت ہوتا ہے جتنا کامل عالم ہوگا ۔ اتنا ہی کامل استاد اس علم کا ہونا چاہیئے ۔ یہ ہمارے علوم اور ہماری کتابوں کا حال ہے ۔ جن میں سے شاید دسواں حصہ مطابق واقع ہوتی ہیں ۔ اور نو حصے غلط خیالات ۔ پھر اس کتاب کی نسبت کیا رائے ہوگی ۔ جو کل علوم کا ذخیرہ ہے ۔ اور نہایت مختصر الفاظ میں اور تین تین لفظ کی ایک ایک آیت سے آٹھ آٹھ سو حکم نکلتے ہیں ۔ کل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتوں میں کل علوم اور کل عوالم امکانیہ کے احکام ودیعت کئے گئے ہیں ۔ جملہ علوم و اسرار نبوت کا اس میں خاتمہ کر دیا ہے ۔ کیا یہ بغیر ایسے شخص کی تعلیم کے حاصل ہو جائیگی ۔ جو خدائی اصطلاحوں

کل علوم کا عالم قرآن فہمی کا دعوےٰ کر سکتا ہے ۔

معانی قرآن میں علماء کا اختلاف نافہمی کی دلیل ہے

کا عالم نہ ہو۔ اور ان علوم سے واقف نہ ہو۔ جو اس کتاب میں ودیعت کئے گئے ہیں؟ بالکل خلاف فطرت۔ خلاف عقل۔ خلاف مشاہدہ وتجربہ ہے۔ اس کا جاننے والا اس کا پڑھانے والا۔ اس سے احکام نکالنے والا۔ اس سے ہدایت کرنے والا۔ اس سے جن وانس پر حکومت رکھنے والا خلیفۂ رسول چاہیئے کہ ان کل علوم کا عالم ہو۔ ان کل اسرار کا خزانہ ہو۔ جو اس میں رکھے گئے ہیں۔

ثالثاً۔ قرآن کی حقانیت۔ صداقت اور اس کے کلام اللہ ہونے کی دلیل یہ ہے۔ کہ وحدہ لاشریک خالق عالم وفاطر السماوات والارض کا کلام ہے۔ اس میں سر وحدت ہویدا ہے۔ اور اس میں کہیں اختلاف نہیں ہے۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (النساء ع ۹)۔ اگر یہ غیر خدا کا کلام ہوتا۔ تو اس میں بہت اختلاف پایا جاتا۔ چونکہ اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے یہ کلام خدا ہے۔ اور یہ اختلاف مٹانے کو آیا ہے۔ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (نحل ع) اور ہم نے نہیں نازل کیا اس کتاب کو مگر اس لئے۔ کہ تو بیان کردے لوگوں سے وہ باتیں جس میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ اور یہ رفع اختلاف ہدایت اور رحمت ہے اہل ایمان کے لئے۔ اس سے یہ صریح نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جو لوگ اس کتاب اللہ کے عالم ہونگے۔ ان سب کا ایک ہی رستہ ہوگا۔ ان میں بالکل اختلاف نہ ہوگا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ علماء میں سخت اختلاف ہے۔ جتنے منہ اتنی ہی باتیں جتنے عالم اتنی ہی تفسیریں۔ جوں جوں علماء ومفسرین بڑھتے جاتے ہیں۔ اختلاف بڑھتا جاتا ہے پس دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ماننی پڑیگی۔ یا تو یہ حقیقی عالم قرآن نہیں ہیں۔ یا قرآن میں خود اختلاف موجود ہے۔ لیکن دوسری شق باطل ہے۔ خلاف اسلام ونص آیت قرآن ہے۔ لہذا شق اوّل صادق۔ کہ یہ علماء عالم قرآن نہیں ہیں۔ اپنے اپنے علم وفہم کے موافق جو کچھ سمجھ میں آتا ہے۔ بیان

کر دیتے ہیں۔ اور اگر تقلید کی پٹی بھی بندھی ہوئی ہو۔ تو پھر جو اپنا عقیدہ اور خیال ہوتا ہے۔ وہی توڑ مروڑ کے ثابت کر دیتے ہیں۔ وَلَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتَابَ اِلَّا اَمَانِیَّ۔ یہ کتاب اللہ نہیں جانتے۔ یہ جو کچھ بیان کرتے اور لکھتے ہیں۔ ان کی اپنی خواہشات اور آرزوئیں ہوتی ہیں۔ جن کا تفاسیر و تصانیف میں بیان کر دیتے ہیں۔ اور آج کل تو لوگوں کا یہی رویہ ہے۔ کتاب اللہ سے عقائد کو صحیح نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے خیالات اور عقائد سے کتاب اللہ کو مطابق بناتے ہیں۔ گمراہ ہوتے ہیں۔ اور گمراہ بناتے ہیں اور ایک کتاب اللہ کے ماننے والے ہزاروں جزئی فرقہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور نسٹر کے نسٹر سو بن گئے ہیں۔ یہ حقیقت قرآن سے منزلوں دور ہیں۔ بڑے بڑے کامل عربی داں امام عربیت کا یہی حال ہے۔ علامہ زمخشریؒ کامل عالم عربیت ہیں تفسیر کتاب اللہ لکھتے ہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ اس کی رد لکھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور ان کے بیان اور تفسیر کو خلاف کتاب اللہ و مقصود الٰہی جانتے ہیں۔ عوام کالانعام کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

صحابہ بھی قرآن کا کامل علم نہ رکھتے تھے

رابعاً علماء تو علماء بڑے بڑے صحابی اور کامل عربی دان عرب رسول اللہ کے زمانے میں بعض مطالب و مقاصد کتاب اللہ کو نہ سمجھ سکتے تھے۔ اور مجبور ہوتے تھے کہ ان اہل علم سے پوچھیں جن کو خدا نے علم عطا کیا ہوا تھا۔ چنانچہ خدا خبر دیتا ہے۔ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا (محمد ع ۲)۔ اے رسول ان لوگوں میں سے جو تمہارے پاس بیٹھتے اور تمہاری زبان سے کلام اللہ سنتے ہیں بعض ایسے بھی ہیں۔ جو خوب کان لگا کر سنتے ہیں۔ اور جب باہر جاتے ہیں۔ تو ان لوگوں سے کہتے ہیں۔ جن کو علم عطا ہوا ہے۔ کہ اس وقت رسول اللہ نے کیا فرمایا۔ ہم نہیں سمجھے بعض اوقات صحابی بھی نہیں سمجھتے تھے۔ اور اسی وجہ سے خود صحابیوں میں قرآن فہمی میں اختلاف موجود ہے۔ اور اس اختلاف کے معرکے رہے ہیں۔ اور آج تک

آیۂ کلالہ

ان کے اثرات موجود ہیں۔ ہاں اس سے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ اسی زمانہ رسول میں کچھ لوگ عالم قرآن موجود تھے۔ جن کو علم عطا کیا ہوا تھا۔ اور وہ موہبت الٰہیہ تھی۔ ان سے لوگ پوچھتے تھے۔ اور اپنی تسلی کر لیتے تھے۔ حضرت عمر جیسا شخص عالم عربیت ایک مدت تک بلکہ تا آخر عمر آیہ کلالہ اور اس کے معنی سمجھنے میں حیران رہا۔ رسول اللہ سے خود دریافت کیا۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ وَلَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ الآیہ (اخر نسآء)۔ لوگ کلالہ کی بابت تم سے فتوے چاہتے ہیں۔ کہدو۔ اے پیغمبر کہ خدا کلالہ کی بابت تمہیں فتوے دیتا ہے۔ اور بتلاتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص مر جائے۔ اور اس کے اولاد نہ ہو۔ اور اس کی بہن موجود ہو۔ تو وہ اس کے ترکہ سے فرضاً نصف کی مالک ہوگی۔ الآیہ۔ اس سے اطمینان نہ ہوا۔ تو حذیفہ یمان سے کہا۔ کہ آپ رسول اللہ سے دریافت کریں۔ انہوں نے دریافت کیا۔ اور یہی جواب سُنا اور سُنا دیا۔ پھر حضرت نے اپنی بیٹی حفصہ ام المومنین سے کہا۔ کہ تو خلوت میں رسول اللہ سے کلالہ کے معنی پوچھنا۔ انہوں نے پوچھا۔ اور رسول اللہ نے جواب دیا۔ کہ ہم نے ان کو بتلا دئے ہیں۔ آخر کوئی سو ورق اس مسئلہ میں خود لکھے۔ اور مرتے وقت لوگوں کو دکھلائے اور پھاڑ دئے۔ اور کہا کہ اتنا کچھ لکھا ہے۔ مگر اطمینان نہیں ہوا۔ ریش مبارک ہاتھ میں پکڑی۔ اور حضرت سے فرمانے لگے۔ الکلالہ الکلالہ الکلالہ کے معنی مجھے کل سرخ اونٹوں سے بہتر ہیں۔ دیکھو تفسیر درمنثور۔ اور لفظ کلالہ ✤

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ آدمی کو یہ بھی خیال نہیں رہتا۔ کہ فلاں مضمون اور فلاں مسئلہ کی نسبت فلاں آیت قرآن میں ہے۔ جس وقت حضور انور سرور کائنات نے وصال فرمایا۔ حضرت عمر نہایت بیتاب تھے۔

اور درہ لئے پھرتے تھے۔ کہ رسول اللہؐ مرے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ راستے میں حضرت ابو بکرؓ مل گئے۔ کہنے لگے۔ اے عمرؓ یہ کیا کر رہے ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ انک میت وانھم میتون۔ اے حبیبؐ تو بھی میت ہے۔ اور یہ بھی میت۔ اس وقت کہا۔ کہ گویا آج تک میں نے یہ آیت سُنی ہی نہ تھی۔ اور پڑھی ہی نہ تھی۔ اور پھر لوگوں کو منع نہ کیا۔ کہ رسول اللہ کو مردہ نہ کہیں پس معلوم ہوا۔ کہ کل قرآن کی حقیقت سے آگاہ ہونا کل صحابہ کا بھی کام نہیں۔ چہ جائیکہ علماء اس کی حقیقت پر حاوی ہو جائیں۔ ہر شخص اپنے علم و فہم کے موافق سمجھ لیتا ہے نہ کل حقائق +

علوم عربیہ کامل ذریعہ قرآن فہمی نہیں ہو سکتے

خامساً۔ قرآن فہمی کا مدار علماء نے علوم عربیت پر رکھا ہے۔ اور علوم عربیہ صرف و نحو و معانی و بیان وغیرہ کل وہ علوم ہیں۔ جو بعد نزول قرآن مدون و مرتب ہوئے ہیں۔ اور بہت سے قواعد نحو و معانی و بیان وغیرہ قرآن ہی کی آیات سے مستنبط کئے ہیں۔ اور اکثر قواعد ضوابط و اصول نحو و بیان و معانی پر آیات قرآن سے استدلال کیا ہے۔ پس قواعد و ضوابط و اصول علوم عربیہ کی صحت قرآن پر موقوف ہے۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ معانی قرآن کی صحت نحو وغیرہ سے ہو جائے۔ حالانکہ آج تک خود ان علوم کے مسائل محقق نہیں ہیں۔ بہت سے مسائل میں اختلاف ہے ائمہ نحو بھی ان اصول و ضوابط و قواعد کی نسبت آخری اور یقینی فیصلہ نہیں دے سکے۔ اور یہ امر اہل عقل و بصیرت کے نزدیک مسلم ہے۔ کہ قواعد نحو وغیرہ زبان کے تابع ہوتے ہیں۔ اور زبان ملکہ ہے۔ نہ زبان ان ہمارے بنائے ہوئے قواعد کے تابع ہے۔ اور ان سے بنائی گئی۔ یہ علوم عربیہ اسلام کے ظہور کے مدت بعد مدوّن ہوئے ہیں۔ اور زبان حضرت اسمٰعیلؑ کے وقت سے عام عرب میں بولی جاتی تھی۔ اور در اصل خالق لغت و زبان بھی وہ ہے۔ جس کا یہ کلام ہے۔ وَاِنَّ اِخْتِلَافَ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ مِنْ اٰیٰاتِ اللہِ۔ یہ لغات اور زبانیں بھی قدرت کی خاص نشانیاں ہیں پس خالق السنہ و خالق لغات کا کلام ان ہمارے بنائے ہوئے قواعد کے کیونکر تابع ہو سکتا ہے؟

کل علوم عربیہ وغیر عربیہ اس کتاب اور اس کلام کے تابع ہیں۔ اور کتاب بس یہی ہے۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ پس ناممکن ہے کہ علوم ظاہریہ والے علماء حقائق کتاب اللہ پر حاوی ہو جائیں۔ یہاں علوم ظاہریہ کے سوا کچھ اور چیز کی بھی ضرورت ہے۔ قواعد نحویہ کی صحت قرآن سے مطابقت پر ہے۔ اگر قرآن کے معانی کی صحت قواعد نحویہ پر ہو۔ تو توقف شے علےٰ نفسہ لازم آئیگا۔ فتدبر فیہ +

کتب آسمانی کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا

سادسًا۔ یہ کتاب اللہ ہے۔ اور کتب آسمانی کو اگر ہر شخص سمجھ لیا کرتا۔ تو انکے ساتھ ان کے معلمین کے آنے کی چنداں ضرورت نہ ہوتی۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ۔ اور ہمیشہ ہر نبی کے بعد ایک محافظ کتاب اللہ جانشین ووصی نبی نہ مقرر ہوا کرتا۔ احادیث فریقین موجود ہیں۔ کہ جتنے نبی گذرے ہیں۔ اتنے ہی ان کے وصی بھی گذرے ہیں۔ بلکہ یہ بھی احادیث ہیں۔ کہ ایک ایک نبی کے کئی کئی وصی ہوتے ہیں۔ اور خود کتاب اللہ یہ بتلا رہی ہے۔ کہ کتاب اللہ سے حکم نکالنا اور مسائل استنباط کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ بلکہ انبیاء اور ان کے اوصیاء ہی کا کام ہے۔ وَاَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (مائدہ ع ۷)۔ اور ہم ہی نے توریت اتاری ہے۔ جس میں ہدایت اور نورانیت ہے۔ جس سے خدا کے مطیع ومنقاد بندے انبیاء اللہ بنی اسرائیل کو حکم دیتے رہے ہیں۔ اور اللہ والے ربانی لوگ اور کامل علماء جو کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے۔ اور وہ اس پر شہید تھے۔ اس آیت کریمہ سے امور ذیل مستنبط ہوتے ہیں۔ (۱) کتاب اللہ سے ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ کہ حکم کرے اور فتوے دے۔ (۲) کتاب اللہ سے اول حکم کرنیوالے انبیاء اللہ ہیں۔ دوم ربانیون سیوم احبار۔ (۳) یہ لوگ محافظ کتاب اللہ ہیں۔ اور اس پر شاہد بنائے گئے ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام عام لوگوں کی تقسیم کرتے ہوئے

فرماتے ہیں۔ اَلنَّاسُ عَلٰی ثَلٰثِ طَبَقَاتٍ عَالِمٌ رَبَّانِیٌّ وَمُتَعَلِّمٌ عَلٰی سَبِیْلِ نَجَاتٍ وَالْبَاقِیْ کَالْهَمَجِ اَتْبَاعُ کُلِّ نَاعِقٍ۔ آدمی تین قسم کے ہیں۔ ایک علماء ربانی۔ دوم وہ متعلم جو راہ حق اور سبیل نجات پر ہیں۔ اور باقی خرمگس ہیں۔ جہاں گند کی دیکھی اور آواز ریح بد بلند ہوئی۔ وہیں جمع ہو گئے۔ اور متعلم علےٰ سبیل نجات معلوم ہے۔ کہ وہ لوگ ہیں جو علماء ربانی سے علوم حاصل کریں۔ ورنہ نجات ناممکن ہے۔ اور ربانی وہ لوگ ہیں۔ جو رب کی طرف سے علوم حاصل کرتے ہیں۔ اور تعلیم الٰہی سے عالم ہوتے ہیں۔ نہ تعلیم کسبی سے۔ اور پھر وہ اس علم الٰہی سے نوع انسان کی تربیت کرتے ہیں۔ اور انبیاء اللہ کے بعد یہ درجہ خلفاء الرسول اور اوصیاء رسول ہی کا ہے اور کون ہے۔ جو علم لدنی ربی رکھتا ہو۔ اور جو کچھ حاصل کریگا۔ وہ ان کے وسیلہ سے۔ نہ بلا واسطہ وسیلہ۔ یہ تو بس نبی ووصی نبی ہی کی شان ہے۔ اور اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ احبار اور دیگر علماء کاملین کو بذات خود کتاب اللہ سے حکم کا حق حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ربانیین کے علوم سے اور ان سے سیکھ کر اور ان کے بیان کے موافق پس دراصل کتاب اللہ سے حکم کرنا نبی اللہ ووصی نبی ہی کا حق ہے۔ اور وصی نبی کا بھی اس لئے ہے۔ کہ وہ عالم ربانی ومعلم بتعلیم ربی ہوتا ہے یعنی کتاب اللہ کی تعلیم دراصل خدا ہی دے سکتا ہے۔ اور وہ اس نے انبیاء اور اوصیاء کو دی ہے جو ربانیین ہیں۔ اور علماء کا کام یہ ہے۔ کہ انبیاء اور اوصیاء کے کلام کو ان لوگوں تک پہنچا دیں۔ جو ان کے کلام کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہ کام مجتہدین ومفتیان اسلام کا ہے۔ اور اس حقیقت سے کسی اہل علم کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ انبیاء اللہ اور ربانیین کے حکم کے خلاف یا ان کے بالمقابل کسی دیندار عالم دین کو فتوے دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔

پس جب توریت سے انبیاء اللہ اور اوصیاء ہی حکم کر سکتے ہیں۔ تو قرآن شریف سے کون لوگ حکم کر سکیں گے؟ ہمہ شما۔ نتھو۔ خیرا؟ نہیں اس کے لئے بھی نبی کے

بعد علماء ربانی ہی کی ضرورت ہے۔ بلکہ ان سے کامل تر ربانیین کی۔ توریت میں ہدایت ونور ہے۔ اور قرآن مجسم ہدایت ونور ہے "ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" "وَقَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا" اس حقیقت نورانی پر کون مطلع ہوسکتا ہے جب تک نور السماوات والارض رب العالمین سے تعلق خاص نہ رکھتا ہو۔ اور اس سے علم اخذ نہ کرتا ہو۔ کتاب الرب کو علماء ربانی ہی خوب جانتے ہیں +

قرآن معجزہ ہے

سابعًا۔ کتب ثلاثہ۔ توریت۔ زبور۔ انجیل مسلّم ہے۔ کہ بطور اعجاز نازل نہیں ہوئی ہیں یعنی ان کتب کے نفس الفاظ وآیات معجزہ نہیں ہیں۔ ان کی عبارت سے تحدی نہیں کی گئی ہے۔ ان کی حقانیت وصداقت کی دلیل خود اسلوب کلام نہیں ہے۔ بلکہ اور چیزیں مثل ید بیضا، وعصا۔ مگر قرآن پاک جو کتاب اللہ وکلام اللہ ہے بطور اعجاز نازل ہوا ہے۔ اور اس کی نفس عبارت کو معجزہ قرار دیا گیا ہے۔ کہ کوئی فرد بشر اس کی ایک آیت نہیں بنا سکتا۔ اور اس کی حقانیت وصداقت کی دلیل خود ہی کلام ہے۔ نہ اور کوئی شے۔ خود ہی مدلول ہے اور خود ہی دلیل۔ اور یہ وصف قرآن ہی سے مخصوص ہے۔

معجزہ کی حقیقت معجز نما جانتا ہے

اور مسلم ہے۔ کہ اعجاز کی حقیقت کو معجز نما ہی جان سکتا ہے۔ نہ ہر شخص۔ اگر کوئی شخص دعوے کرے۔ کہ وہ اس کتاب کا کامل عالم ہے۔ اور کل حقائق پر احاطہ رکھتا ہے۔ تو وہ ضرور نبی معجز نما ہوگا یا وصی نبی صاحب اعجاز۔ ورنہ جھوٹا مدعی۔ اور جب نبوت ختم ہے۔ تو ضرور نبی کے بعد عالم کتاب اللہ وصی نبی صاحب اعجاز ہی ہوگا۔ اور یقینًا ایسا ہی ہے۔ اور ہر اہل عقل تسلیم کریگا۔ کہ جس دل اور جس سینہ میں یہ کتاب اعجاز ہوگی۔ اگر وہ صاحب اعجاز نہ ہو۔ تو پھر کون صاحب اعجاز ہوگا؟ قرآن معجزہ ہے۔ اور نبی جس کے لئے قرآن آیا ہے۔ معجز نما پس اس کے بعد جس شخص کے سینے میں حقیقت قرآن ہو وہ ضرور معجز نما ہوگا۔ ورنہ قرآن معجزہ نہ رہیگا۔ قرآن خود اس کی تصریح فرماتا

ہے۔ مَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ
بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ
(عنکبوت) ۔ اے پیغمبر تو نہ تو اس سے پہلے کوئی کتاب پڑھتا تھا۔ اور نہ تو اپنے ہاتھ
سے اس کو لکھتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو باطل پرستوں کو شک کا صحیح موقع مل جاتا۔ بلکہ
یہ تو آیات بینات ہیں سینوں میں ان لوگوں کے جن کو علم عطا کیا ہوا ہے۔ اور ہماری
آیات کا انکار تو ظالم گنہگار ہی کرتے ہیں۔ ذرا الفاظ میں غور کیجئے۔ قرآن انہی سینوں میں
آیات بینات ہے۔ اس کی آیات انہی قلوب میں معجزات باہرات ہیں۔ جو "اوتوا العلم" کا
مصداق ہیں۔ جنہوں نے علم کسب واکتساب اور تعلیم رواجی سے نہیں حاصل کیا ہے۔
بلکہ ان کو عطا کیا گیا ہے۔ ان کو بخشا گیا ہے۔ دوسرے سینوں میں یہ آیات بینات نہیں
ہیں۔ وہاں شک وشبہات اور اشکالات ہی نظر آئینگے۔ بہر حال جن سینوں میں قرآن
پاک کا صحیح حقیقی اور کامل علم ہو۔ وہ ضرور صاحب اعجاز ہے۔ قرآن معجزہ ہے۔ اور
حقیقی عالم قرآن معجز نما۔ اعجاز کی حقیقت کو صاحب اعجاز ہی جان سکتا ہے۔ ان کے
غیر کو ناممکن ہے۔ کہ اس معجزہ کو سمجھ سکیں۔ اگر وہ اس معجزہ کو سمجھ سکیں۔ اس پر احاطہ
اور وقوف تام پیدا کر سکیں۔ تو یہ معجزہ ہی نہ رہیگا۔ یہ الفاظ اور معانی دونو جہتوں سے
اعجاز ہے۔ اور کوئی فرد بشر اس پر قادر نہیں ہے سب اس کے آگے عاجز ہیں۔
اگر لوگ اس کو سمجھ لیں۔ اور اس کے کامل عالم ہو جائیں۔ تو پھر تحدی کیسی اور اعجاز کیسا؟
اس کو سنکر بڑے بڑے علماء فصحاء وبلغاء متحیر رہ جاتے ہیں۔ اور برسوں ایک ایک آیت
میں فکر کرتے ہیں۔ اور حل نہیں کر سکتے ہیں۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے۔ کہ کیا تھی؟ اور کس
ہاتھ میں عصا موسٰےؑ اژدہا بن سکتی ہے۔ عصاے موسٰےؑ کے لئے دست موسٰےؑ
و ید بیضا چاہئے۔ جہاں اس کے اثرات ظاہر ہوں۔ اعجاز محمدی کے لئے صاحب
اعجاز چاہئے۔ جس سے قرآن کا اعجاز نمایاں ہو۔ اور یہی آیت خود بتلا رہی ہے۔
کہ امت محمدی میں سوائے محمدؐ کچھ نفوس ہیں۔ جن کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینات

موجود ہے۔ ضرور وہی اس کے عالم حقیقی اور معلم واقعی ہیں نہ عام علماء ✣

ثامناً۔ خدا قرآن پاک کی نسبت فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ "بیشک یہ قرآن کریم ہے کتاب مکنون میں اس کو نہیں مس کرتے ہیں لیکن مطہر و مقدس نفوس" مسلمہ اہل اسلام ہے۔ کہ کتاب اللہ کے حروف و نقوش کو بغیر طہارت صحیحہ شرعیہ (وضو و غسل) ہاتھ لگانا حرام ہے۔ اور اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ کتاب اللہ کی حقیقت نقوش خطوط نہیں ہیں۔ اور نہ قلب محمدی پر یہ خطوط و نقوش نازل ہوئے تھے۔ بلکہ معانی یعنی حقائق نورانیہ جن کو آنحضرتؐ کی زبان نے ان الفاظ میں بحکم وحی ادا کیا ہے۔ جس وقت کہ ان نقوش خطوط کتاب اللہ کو غیر مطہرین ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ تو اس حقیقت کتاب اللہ کو جو اس نفس طیب و طاہر و مزکّٰی و مقدس میں ہے۔ جس کو طٰہٰ کا خطاب دیا گیا ہے۔ جو مؤید بروح القدس ہے۔ عام نفوس کس طرح مس کر سکتے ہیں؟ عام لوگ کس طرح ان حقائق پر مطلع ہو سکتے ہیں؟ یہ حقیقت پاک ہے۔ پاک وجود میں اتری ہے۔ اور اس سے پاک ہی وجود اس کو لے سکتے ہیں۔ نجس وجودوں نجس نفسوں میں یہ پاک حقیقت کیسے اتر سکتی ہے؟ یہ حقیقت نورانیہ ہے۔ اور وجود نوری میں اتری ہے۔ اس کو نورانی وجود ہی اخذ کر سکتے ہیں۔ عام نفوس و قلوب کبھی اس حقیقت نورانیہ قرآنیہ پر مطلع نہیں ہو سکتے جنس جنس سے اتصال ارتباط پیدا کرتی ہے۔ نور نور سے مل سکتا ہے نہ ظلمت۔ خدا مقام تعلیم محمدی میں فرماتا ہے "يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ" پیغمبر ان کو پاک و مزکّٰی بناتا ہے۔ اور پھر کتاب اللہ و حکمت الٰہیہ تعلیم دیتا ہے۔ تعلیم محمدیؐ کے لئے بھی شرط ہے۔ کہ مزکّٰی نفوس ہوں۔ غیر مزکّٰی نفوس کے لئے تعلیم نہ ہوگی۔ بلکہ فقط تلاوت۔ اور تلاوت سے ضروری نہیں۔ کہ وہ عالم واقعی بھی ہو جائیں۔ ہاں ان الفاظ سے کچھ تصورات معنویہ اپنے اپنے ذہنوں میں تصور کرتے ہیں۔ جو ان کی عقل و فہم

بلکہ ان کے علم واعتقاد ومعرفت کے موافق ہوتے ہیں۔ اوّل تصفیہ وتزکیہ نفس کی ضرورت ہے پھر علم قرآن حسب تعلیم پیغمبری حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ قرآن حقیقت محمدی سے اتحاد تام رکھتا ہے۔ ان کے قلب میں اترا ہے۔ ان کی روح کو عطا ہوا ہے پس جب تک کوئی شخص حقیقت محمدیہ کے ساتھ نسبت مقدسہ نہ رکھتا ہوگا۔ وہ عالم قرآن نہ ہو سکیگا۔ قرآن کا اوّل حقیقی معلم بس خدا ہی ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ اور تعلیم الٰہی کی ایک شرط تقوٰے کامل ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ۔ خدا سے ڈرو۔ تقوے اختیار کرو (خدا تمہیں پڑھا دیگا) قرآن متقین ہی کا ہادی ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ پس جو شخص اس متقی کامل پیغمبر اسلام سے جتنا قرب واتصال باطنی واتحاد روحانی ونورانی رکھتا ہوگا۔ اسی قدر کتاب اللہ کا عالم ہوگا۔ اور تعلیم الٰہی اس کو ہوگی۔ عام لوگ یا عام علماء کبھی کتاب اللہ کے واقعی عالم نہیں کہلا سکتے ہیں۔ اس کے علم کے لئے کامل نورانی وجود ربانی عالم اور مطہر ومقدس نفس چاہیئے۔

تاسعًا۔ کتاب اللہ خود بتلاتی ہے۔ کہ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ الخ۔ بعض آیات قرآن محکم ہیں اور بعض متشابہ۔ اور متشابہات آیات محتاج تاویل ہیں۔ ان کے معانی وہ مراد نہیں ہیں۔ جو ظاہری الفاظ سے مفہوم ہوتے ہیں۔ بلکہ اور حقیقت رکھتی ہیں۔ جس کی طرف تاویل ضروری ہے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آیات محکمات میں بھی مفسرین علماء اختلاف رکھتے ہیں۔ ایک کچھ معنی بتلاتا ہے۔ دوسرا کچھ۔ پھر آیات متشابہات کا کیا حال ہوگا۔ انکی حقیقت واقعیہ کو کون جانیگا۔ اور خدا فرماتا ہے۔ لَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ۔ اس کی تاویل تو خدا ہی جانتا ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ ان متشابہات کی تعلیم خود متکلم ہی جانتا ہے کہ اس نے کیا مقصود رکھا ہے پس وہ جانتا ہے۔ یا جس کو وہ تعلیم دے۔ لہذا اگر راسخین فے العلم عالم تاویل کہے جائیں۔ اور "اللہ" پر وقف نہ کیا جائے۔ تو بھی

تاویل قرآن صاحب الہام ہی جان سکتا ہے

علماء راسخین تاویل کتاب اللہ کے جاننے والے وہی ہونگے۔ جن کو خدا نے تعلیم دی ہے اور راسخین فی العلم کے معنی بھی یہی ہیں۔ جن کا علم کامل و تام ہو۔ اور اس میں شک و شبہ و غلطی و خطا و تغیر و تبدل نہ ہو۔ اور علم واقعی علم الٰہی ہے۔ علماء راسخین غیر ان کے نہیں ہو سکتے ہیں۔ جو معلم بتعلیم الٰہی اور علماء ربانی ہیں۔ عام علماء اگر علماء راسخین ہوتے۔ تو ان کے علم میں ہرگز اختلاف نہ ہوتا۔ ان کی تفاسیر میں شبہات و شکوک و اشکالات نہ ہوتے۔ پس ہر عالم تاویل کتاب اللہ کو نہیں جان سکتا۔ نبی اللہ اور علماء ربانی ہی جانتے ہیں۔ اور وہی کتاب اللہ کے عالم و معلم ہو سکتے ہیں ؂

کتاب اللہ کے معلم پہلے سے اس کے عالم ہوتے ہیں

عاشراً ہمیں کتاب اللہ کے معلم و مبلغ میں بحث ہے۔ اور دیکھنا یہ ہے کہ کتاب اللہ سے تعلیم دینے والا اور اس سے حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے سوال یہ ہے۔ کہ کسی کتاب کا معلم اس کے پڑھانے سے پہلے اس کتاب اور ان علوم کا عالم ہونا چاہیئے۔ یا پڑھانے کے زمانہ میں اس کتاب کو پڑھ پڑھ کر علم حاصل کرنا چاہیئے؟ کیا ایسا شخص جس کو پہلے سے اس کا علم نہیں ہے۔ اور پڑھانے بیٹھا ہے۔ وہ معلم کتاب کہلا سکتا ہے یا متعلم از کتاب ہے؟ "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" کا صحیح مصداق ہے یا نہیں؟ ضروری ہے۔ اور مسلمہ اہل عالم ہے۔ موافق عقل و فطرت انسان ہے۔ کہ معلم قبل سے عالم ہو۔ پس کتاب اللہ کا معلم قبل سے ان علوم کا جاننے والا ہو۔ وہ اس کتاب اللہ کے الفاظ سے علم حاصل نہ کرے۔ بلکہ کتاب اللہ کا علم حاصل کرائے۔ وہ پڑھے نہیں پڑھائے۔ ہر علمی کتاب کو اس علم کا عالم پڑھا سکتا ہے۔ جو اس کتاب میں ہے۔ اور کتاب کے پڑھانے سے پہلے اس کا عالم ہونا ضروری ہے۔ پس جس کتاب میں کل علوم و حقائق و اسرار خدائی ہوں۔ اس کا معلم چاہیئے۔ کہ قبل تعلیم ان کل علوم کا عالم بتعلیم الٰہی ہو۔ پیغمبر کو عالم پیدا کیا گیا ہے۔ اور کتاب اس کو دی گئی ہے۔ کہ لوگوں کو پڑھائے۔ پس بعد پیغمبر بھی جو شخص اس کی جگہ مبلغ عن الرسول و ہادی خلق و امام الناس و رئیس امت

ہو۔ پہلے سے عالم علوم کتاب اللہ ہو۔ ہمیں قرآن پاک سے ایسے وجودوں کا پتہ ملتا ہے۔ جو قبل تعلیم نہیں قبل اجراء احکام عالم قرآن تھے۔ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ۔ اور وہ لوگ جن کو ہم نے علم کتاب پہلے سے دیا ہے۔ وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تو فوراً کہ اٹھتے ہیں۔ کہ بیشک یہ ہمارے رب کی طرف سے کتاب حق ہے۔ بیشک ہم تو پہلے ہی سے مسلمین ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں؟ کیا اٰتينٰهم الكتٰب سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جن کو پہلے کوئی کتاب دی جا چکی ہے۔ یعنی یہود۔ نصاریٰ۔ مجوس۔ صابئین؟ جیسا کہ بعض علماء نماء کہہ دیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے۔ تو چاہئے کہ کل یہود و کل نصاریٰ کل مجوس کل صابئین یعنی جملہ اہل الکتاب قرآن پر پہلے ہی سے قبل نزول ایمان رکھنے والے ہوں۔ اور پہلے ہی سے اسلام لائے ہوئے ہوں۔ فوراً کتاب اللہ سنتے ہی سب اس کی تصدیق کریں۔ اگر یہ اوصاف ان کفار کے ہیں۔ تو یہ اہل اسلام سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہیں۔ یہ بالکل خلاف واقع ہے کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ ان سے مراد یہ اہل کتاب ہوں۔ اور ان کے علماء کی قید بھی بلا دلیل ہے۔ اہل الکتاب سب کہلاتے ہیں۔ نہ صرف ان کے علماء۔ اور احادیث معاون العلوم اس کے خلاف تصریح کرتی ہیں۔ آیات کی ابتداء و انتہاء اس کو باطل قرار دیتی ہے۔ یہ دشمنان اسلام کا مقولہ ہو سکتا ہے۔ دیندار کبھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہود و نصاریٰ نے محمد رسول اللہؐ اور کتاب خدا پر پہلے ہی اسلام و ایمان لائے ہوئے تھے۔ نہ تاریخ اس کی تصدیق کرتی ہے۔ اور کسی یہودی یا نصرانی فرضی عالم کو پیش کر دینا آیات کے الفاظ کی تصدیق نہیں ہے۔ مزید بحث اس کی بشرط ضرورت آئندہ آئیگی۔ بلکہ یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کے سینوں میں قرآن آیات بیّنہ ہے۔ جو اس امت مسلمہ سے ہیں۔ جن میں کا ایک فرد پیغمبر ہے جس کے لئے ابراہیم خلیل اللہ نے دعا کی تھی۔ یہ وہ عالم ہیں۔ جو ماں کے پیٹ سے قرآن پڑھے آتے

ہیں۔ اور عالم پیدا ہوتے ہیں۔ یہ وہ مزکّےٰ و مطہر نفوس ہیں۔ جو وجود محمدی سے اتحاد رکھتے ہیں۔ اور چونکہ قرآن حقیقت محمدی ہے۔ اس لئے وہ قرآن سے اتحاد روحانی وذاتی رکھتے ہیں۔ یہ وہ نورانی بندے ربانی علماء ہیں۔ جن کے سینوں میں نور قرآن نور علیٰ نور کا مصداق بن جاتا ہے۔ اور بالکل عقل و فطرت انسان کے موافق ہے۔ کتاب اللہ کا علم چاہئے۔ کہ پہلے ہی سے ان علوم وحقائق کا عارف ہو۔ جنکی تعلیم اس کتاب سے دیگا۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ اور یہ دس دلیلیں ہیں اس بات پر کہ کتاب اللہ کا عالم ہر عالم عربی دان ہر صحابی رسول نہیں ہو سکتا ہے۔ وتلک عشرۃ کاملۃ +

تقریب

پیغمبر بشیر و نذیر بکتاب اللہ ہے۔ اس کتاب اللہ سے ہدایت و حکم کرنے والا ہے۔ بعد پیغمبر بھی جو شخص اس کی جگہ ہدایت خلق امامۃ الناس سیاست امت کا مدعی ہوگا۔ وہ اس کتاب اللہ سے حکم کریگا۔ اس سے حکومت کریگا۔ اس سے سیاست کریگا۔ اس سے فتوے دیگا۔ اس سے بشارت دے۔ اور اس سے ڈرائیگا۔ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ اور اس کتاب اللہ سے حکم کرنے کے لئے اوّل اس کے عالم ہوئے اور ان جملہ علوم پر احاطہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ جو اس میں بیان ہوئے ہیں جن کی شان "تبیانا لکل شئی" ہے۔ اور ان دلائل سے معلوم ہے۔ کہ ہر صحابی یا عربی دان عالم اس کا عالم نہیں ہے۔ بلکہ خاص نفوس اس کے عالم ہو سکتے ہیں۔ لہذا ہر صحابی رسول اللہ میں بعد رسول اللہ خلافت و امامت کی شان نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ہے۔ جو کتاب اللہ کا عالم کامل عالم ربانی ہو۔ اور یہ شان بعد رسول اوّلاً حضرت علیؑ ہی کی ہے۔ لہذا بعد رسول اللہ وہی خلیفہ و جانشین رسول اللہ و خلیفہ خدا و امام الناس و بادشاہ اسلام و امیر المومنین و پیشوائے متقین ہیں۔ اوّل اس لئے کہ حصول

بعد رسول ائمہ عالم قرآن اہل بیت ہی ہیں

علیؑ اور ذریت علیؑ کے عالم قرآن ہونے کی دلیلیں۔ طاہرین ہی عالم قرآن ہو سکتے ہیں

علم کتاب اللہ کی اوّل شرط طہارت و تزکیہ نفس ہے۔ بغیر اس کے علم کتاب اللہ کا حصول محال ہے۔ ہزاروں یہود و نصاریٰ کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں۔ مگر علم کتاب اللہ سے محروم ہیں۔ حالانکہ عربیت کے زبردست عالم ہیں۔ علی علیہ السلام بنص آیت مطہر و منزہ و مقدس وجود ہیں۔ شکم مادر سے طاہر و منزہ پیدا ہوئے ہیں۔ لہذا ان میں یہ شرط بدرجہ اتم موجود ہے۔ پس وہی سب سے بڑھ کر اس کے عالم ہو سکتے ہیں۔ اور چونکہ ماں کے پیٹ سے طاہر پیدا ہوئے۔ اور کتاب اللہ طاہرین سے نسبت ارتباط رکھتی ہے۔ لہذا شکم مادر ہی سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل کتاب اللہ کی تلاوت کر کے رسول اللہ کو سنائی۔ دیکھو حصہ اوّل و دوم۔ فریقین میں یہ روایت موجود ہے۔ کہ علیؑ نے دنیا میں آتے ہی پیدا ہوتے ہی کتاب اللہ کی تلاوت کی۔ حالانکہ اس وقت تک رسول اللہ نے تلاوت بھی نہ کی تھی۔ لوگوں کو سنائی بھی نہ تھی پس علی ان میں سے نہیں ہیں جنہوں نے تلاوت قرآن سے علم قرآن حاصل کیا ہو۔ بلکہ وہ مطہر و مقدس و منزہ النفس ہیں جنہوں نے تعلیم ربانی سے حاصل کیا۔ روحانی تعلیم پائی۔ محمدؐ کی نسبت مقدسہ سے علم حاصل کیا ہے۔ دوسرے لوگ اگر بصحبت نبی منزہ و مطہر بھی بنیں۔ تو وہ درجہ بدرجہ بنینگے۔ اور بقدر طہارت و تزکیہ علم حاصل کرتے جائینگے۔ علیؑ کے مقابلہ کو نہ پہنچ سکینگے۔ اور اس شرط میں کل عترت اہل بیت نبوت و رسالت شریک ہیں۔ کیونکہ طاہرین ہیں۔ اور سب شکم مادر سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔ کسی سے تعلیم نہیں پاتے ہیں۔ کسی سے کوئی علم نہیں سیکھتے۔ یہ کتاب اللہ کی تلاوت کر کے علم نہیں پڑھتے۔ علم پڑھے ہوئے آتے ہیں۔ اور کتاب اللہ پڑھاتے ہیں۔ اور یہی معلم کتاب اللہ و مبین کتاب اللہ ہو سکتے ہیں۔ احادیث حصہ دوم میں ذکر کر چکے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ علیؑ مبین قرآن ہے میرے بعد۔ اور مروی ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہؐ سے "الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان" کے معنی

نوری بندے عالم قرآن ہوتے ہیں

دریافت کئے۔ کہ انسان کون ہے۔ جس کو بیان سکھایا گیا ہے۔ حضرتؐ نے علیؑ کو بلا کر سامنے بٹھا دیا۔ کہ دیکھو اس آیت کا معنی علیؑ ہے۔ اس کو بیان سکھایا گیا ہے۔

دوم۔ علم نور ہے۔ العلم نور یقذفہ اللہ فی قلب من یشاء۔ علم ایک نور ہے۔ خدا جس کے قلب میں عطا کر دیتا ہے اور القاء فرما دیتا ہے۔ نور خدا گنہگار و معصیت کار کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ ؎

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰہٖ
وَنُوْرُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصِی

اللہ نور ہے۔ رسول اللہ نور ہیں۔ کتاب اللہ نور ہے۔ اور نور نور ہی پر نازل ہو سکتا ہے۔ ہر شے ایک ظرف چاہتی ہے۔ اور ظرف کا مطابق و موافق و مناسب و متشابہ و مجانس مظروف ہونا ضروری اور اولیٰ و انسب ہے۔ نور کے لئے ظرف بھی نورانی ہی چاہیے۔ اعلےٰ درجہ کا عطر کسی مٹی کی ٹھلیا میں اگر رکھا جائے۔ تو سب لوگ احمق بنائیں گے۔ اگر دُرِ یتیم مٹی کی کلھیا میں رکھا جائے۔ تو لوگ پاگل کہیں گے۔ علیؑ نور ہے۔ جزو نور محمدی ہے۔ اور محمدؐ نور خدا۔ علم نور خدا۔ علم خدائی بعد محمدؐ علیؑ ہی میں اتر سکتا ہے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ درجہ دوم پر اسی نور خدا کے حامل علیؑ ہی ہیں۔ اور وہ قائم مقام و نائب مناب جانشین رسول ہیں۔

سوم۔ ذات واجب الوجود علیم مطلق ہے۔ منبع علم کل عوالم امکانیہ میں وہی ہے وہیں سے علم نکلا ہے۔ اور ہر جا ہر ممکن بالذات کو پہنچا ہے۔ علم عین ذات خدا ہے۔ جو نور مطلق ہے۔ اور مجرد محض بسیط بحت ہے۔ اور تجرد خود دلیل علم ہے۔ اَلتَّجَرُّدُ وَالْاِحْکَامُ وَاسْتِنَادُ کُلِّ شَیْئٍ اِلَیْہِ دَلَائِلُ الْعِلْمِ۔ اور جو وجود اس سے اقرب ہوگا۔ اس میں علم زیادہ منعکس ہوگا۔ جو وجود جتنا روحانی اور نورانی ہوگا۔ اسی قدر مجرد تر اور اسی قدر اس ذات سے قریب تر ہوگا۔ اور عالم تر۔ اور سب سے اقرب الی اللہ ہر اعتبار سے ذات محمدی ہے۔ اور پھر ذات علوی۔ اور روحانیت و نورانیت و تجرد

خدا کے مقرب بندے عالم قرآن ہوتے ہیں

میں علی و نبی مساوی ہیں۔ اور کوئی صحابی اس مقام میں اس مرتبہ محمدی و علوی کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔ پس بعد محمدؐ علیؑ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں اور کوئی فلسفی اس کو رد نہیں کر سکتا کہ اقرب الی اللہ سب سے اعلم ہوتا ہے +

شرط حصول علم الٰہی و تعلیم الٰہی تقوےٰ ہے۔ اور علیؑ نہ صرف متقی بلکہ امام المتقین ہیں۔ اور صالح المومنین ہیں پس ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ہو سکتا ہے۔ کتاب اللہ اہل تقوےٰ کی اوّل ہادی ہے۔ اور علی امام متقین علیؑ سے بڑھ کر کوئی کتاب اللہ کا بعد رسول اللہ عالم نہیں ہے +

چہارم۔ خدا نے وعدہ کیا ہے۔ بلکہ خبر دی ہے "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا" پھر ہم نے وارث بنایا ہے۔ اس کتاب کا اپنے بندوں میں سے ان کو جن کو ہم نے چن لیا ہے۔ اور مصطفےٰ بنایا ہے۔ مصطفےٰ کا مادہ صفا ہے۔ اور مصطفےٰ مصفےٰ ترین وجود۔ اور یہ صفت انبیاء اور اوصیاء ہی کی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اور امت محمدی میں صرف آل مصطفےٰ ہی شریک صفت اصطفا ہیں اور مثل محمد مصطفےٰ مصطفےٰ۔ مجتبےٰ۔ مرتضےٰ وجود رکھتے ہیں۔ اور کوئی اس میں ان کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ اور کوئی مسلمان آل محمدؐ و ذریت نبی کو وصف اصطفاء سے خارج نہیں کر سکتا۔ بیشک یہی طیب و طاہر و مزکےٰ و مقدس نفوس رکھتے ہیں پس بعد محمدؐ و بعد ختم نبوت و بعد انقطاع وحی شریعت وارث کتاب محمدی نورانی۔ اس کی عترت اور ذریت کے برگزیدہ و مصطفےٰ طاہرین مطہرین و معصومین وجود ہی ہو سکتے ہیں۔ اور ضرور وہی ہیں علیؑ ان سب میں اقدم ہیں۔ لہٰذا اوّل وارث قرآن وہی جناب ہیں۔ اور وارث قرآن خلیفہ رسول و ہادی دین و امام خلق ہے پس علیؑ بعد رسولؐ اوّل خلیفہ ہیں +

پنجم علم حقیقی واقعی وہی ہے۔ جو بہ تعلیم الٰہی ہو۔ اور تعلیم الٰہی بذریعہ وحی الہام

ہوتی ہے۔ پس حقیقی واقعی اور صحیح علم وہی رکھتا ہے۔ جو مورد وحی والہام ہو۔ اور وحی والہام ربانی انہی نفوس کو ہوتا ہے۔ جو پاک و مطہر و مزکّےٰ و معصوم ہوں۔ اور ثابت کر چکے ہیں۔ کہ گنہگار اور جھوٹے لوگوں پر شیطان نازل ہوتے ہیں۔ اور ان کو وحی کرتے ہیں۔ رحمانی وحی معصومین کے لئے۔ اور شیطانی وحی عاصیین کے لئے۔ امت محمدی میں اگر کوئی مورد وحی والہام ربانی ہو سکتا ہے۔ تو وہ اہل بیت رسالت ہی ہیں۔ اور اکثر علماء اہل سنت نے بھی تصدیق کی ہے۔ کہ علیؑ صاحب علم لدنی موہبتی الٰہی تھے۔ مثل امام غزالی و اکثر بلکہ کل صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اسی کے قائل ہیں یعنی واقعی صوفی نہ مصنوعی مدعی۔ صاحب کبریت احمر نے اس کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ اور ہم رسالہ اہل بیت میں بھی اس کی تشریح معہ حوالہ کر چکے ہیں۔ امت محمدی میں کوئی ان کے سوا نہیں۔ جو وحی والہام کا دعوے کر سکے۔ اور اس پر درست اتر سکے۔ اور جناب امیرؑ کا وقت ولادت قرآن پڑھ کر سنا دینا اور نبوت کی شہادت دینا یہ خود دلیل ہے۔ کہ علیؑ مورد وحی والہام تھے۔ ورنہ شکم مادر سے عالم قرآن پیدا ہونے کے کیا معنی؟ پس **بلاشبہ بعد رسول اللہؐ علم رسول اللہؐ کے وارث حقیقی علیؑ اور اولاد علیؑ ہی ہیں**۔ جیسے کہ جناب سیدہؑ کے لئے حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ عالمہ غیر معلمہ ہیں۔ بلا پڑھائے ہوئے عالم ہیں۔ صاحب شرح بخاری تصدیق کرتے ہیں۔ کہ حسنؑ وہ شخص تھے۔ جو سن صبا اور طفولیت میں لوح محفوظ الٰہی کا مطالعہ کرتے تھے۔ امام حسینؑ کے لئے رسول خداؐ نے فرمایا ہے۔ کہ حسینؑ کا علم میرا علم ہے۔ اور میرا علم حسینؑ کا علم۔ اور ہم ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے ہی سے جانتے ہیں۔ اور ان بزرگواروں کی ہزاروں پیشینگوئیاں موجود ہیں۔ جو ان کی علم روحانی باطنی کا ثبوت دے رہی ہیں۔ اور صاحب وحی والہام ثابت کر رہی ہیں علم قرآن انہی کے سینوں میں ہے۔ اور دعوے سے انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے یعنی بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ

فِی صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۔ پھر ان کے سوا جانشین رسول کون ہو
سکتا ہے ۔ اور جب تک کوئی شخص تعلیم الٰہی نہ رکھتا ہو ۔ کیونکہ
بندگان خدا پر حجت خدا ہادی خلق امام الناس ہو سکتا ہے ۔ بلکہ
ہم ثابت کر چکے ہیں ۔ کہ علم امامت فوق علوم مطلق نبوت ہے ۔ اور مسلمانوں کا امام
انبیائے ماسلف سے علوم میں بڑھا ہوا ہوتا ہے ۔ علم کسبی علم ناقص زوال و تغیر
پذیر ہوتا ہے ۔ وہ در اصل علم نہیں ہے ۔ بلکہ تقلید ہے ۔ جو استاد نے کہا ہے شاگرد
نے رٹ لیا ہے ۔ علم تو وہی ہے ۔ جو ذات علیم کی طرف سے قلب پر اُترے ۔ عارفین
اس کو خوب جانتے ہیں ۔ اور جناب امیرؑ نے فرمایا ہے ۔ کہ علم زمین میں نہیں ہے ۔ جو
اُگ آئے ۔ آسمان میں نہیں ہے ۔ جو برس پڑے ۔ بَلْ ھُوَ مَجْبُوْلٌ فِیْ قُلُوْبِ الْعَارِفِیْنَ
تَادَّبُوْا بِاٰدَابِ الرُّوْحَانِیِّیْنَ یَظْهَرْ عَلَیْکُمْ ۔ بلکہ وہ عارفین کی سرشت کے
ساتھ ان کے دلوں میں اُتار گیا ہے ۔ روحانیین کے آداب و اخلاق اختیار کرو ۔
تم پر بھی ظاہر ہو جائیگا ۔ علم علم باطنی روحانی ہی ہے ۔ اور امت محمدی میں علم باطنی
روحانی کے اوّل مالک علیؑ ہی ہیں ۔ اور بعد ان کے اولاد اور باقی ان سے علوم حاصل
کرنے والے ۔ اور کل علماء اسلام کا اتفاق ہے ۔ کہ جملہ علوم اسلامی ظاہری اور باطنی ۔
غریبہ و مروجہ و مدونہ کا مبدء اور منبع علیؑ ہی ہیں ۔ اور اس کا ثبوت کتب میں موجود ہے ۔
مطالب السئول ۔ فصل الخطاب ۔ ینابیع المودت ۔ مسند امام احمد ملاحظہ ہوں ۔ اور
اسی طرح کتب تواریخ ۔ اسلام و دیانت اسلام صحابہ کرام کیسے ہی ہوں ۔ چونکہ وہ پہلے
نجاست کفر و شرک و ضلالت وغیرہ میں مبتلا رہ چکے ہیں ۔ علم روحانی باطنی و علم الٰہی
کے حامل نہیں ہو سکتے ۔ یوں ان کی بزرگی میں کس کو بحث ہے ۔

ششم ۔ باتفاق اہل اسلام رسول خدا نے علیؑ ہی کو باب علم کہا ہے ۔ اور
فرمایا ہے ۔ اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا ۔ "میں علم کا شہر ہوں ۔ اور علیؑ اس کا
دروازہ" ۔ اور کوئی اس میں ان کا سہیم و شریک نہیں ہے ۔ اور یہ صاف وراثت علم محمدی

کی دلیل ہے۔ کہ وہ اوّل علیؑ ہی کے لئے ہے۔ اور خلافت علم محمدی اُن ہی میں ہے۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا وَمَنْ اَرَادَ الْحِکْمَۃَ فَلْیَاْتِہَا مِنْ بَابِہَا۔ مَیں حکمت کا شہر ہوں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جو حکمت چاہتا ہے۔ وہ دروازے سے آئے۔ اور علیؑ سے حاصل کرے۔ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِہَا۔ اس بناء پر علی دعوے کرتے ہیں۔ اور بجا کرتے ہیں۔ کہ میرے پہلوؤں میں دریائے علم ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ کاش اس کے لینے والے ہوتے۔ اور فائدہ اٹھاتے۔ مَیں زمین کے رستوں کی نسبت آسمان کے راستوں کا زیادہ عالم ہوں۔ یہ کیا ہے؟ علم قرآن ہی ہے۔ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ پس خلیفہ رسول چاہیئے۔ کہ باب مدینہ محمدی ہو۔ اور بلا شبہ **علیؑ اوّل خلیفہ و باب مدینہ ہیں۔ اور اسی طرح مثل بارہ بروج کے بارہ باب علم محمدی خلفاء ہیں۔** اور آفتاب علم رسالت انہی بارہ برجوں میں جو اس کے جانشین و قائم مقام ہیں چمکتا ہے۔ ہر خلیفہ و امام باب علم محمدی و وارث علم نبوتی و رسالتی ہے **غیر ائمہ اہل بیت نبوت و رسالت کوئی خلافت محمدیہ کا وارث اور خلیفۃ اللہ و امام الناس نہیں ہوسکتا ہے۔**

اگر عقل و علم و معرفت ہو۔ تو صرف یہی ایک ایسی فضیلت اور ایسی دلیل ہے۔ جس کا جواب نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی عاقل باب علم و حکمت کو چھوڑ کر دوسرے دروازہ پر نہیں جا سکتا۔ اور نہ علم پر جہل کو مقدم کر سکتا ہے۔

ہفتم۔ کل امت محمدی میں سے کوئی فرد بشر یہ دعوے نہیں کر سکتا ہے۔ کہ علم نبوت بالوراثت اسے ملا ہے۔ اور حقیقی تعلیم محمدی اس کو پہنچی ہے۔ کلی شرط طہارت و تزکیہ و تقدس و تقوے کامل ہے۔ کتب تواریخ و سیر و احادیث و تفاسیر کو اٹھا کر دیکھئے۔ تو ہر شخص صحابی و تابعی یہ کہتا ملیگا۔ کہ سمعت عن رسول اللہ۔ روی عن رسول اللہ۔ قال رسول اللہ۔ رسول اللہ سے مَیں نے یہ سُنا۔ (الفاظ احادیث جو مقام سماعت ہیں۔ نہ علم رسول اللہ کہ مقام قلب ہے)۔ رسول اللہ سے یہ مروی ہے

خاص شاگردان رسول و ائمہ عالم قرآن ہو سکتے ہیں

رسول خدا نے یوں فرمایا۔ کوئی نہ کہیگا۔ کوئی دعوے نہ کریگا۔ کہ رسول اللہ صلعم
نے مجھے یوں پڑھایا۔ رسول اللہ صلعم نے مجھے یہ علم عطا کیا۔ صرف ایک
علیؑ ہی ایسے نکلینگے۔ جو علی رؤس الاشہاد یہ کہ سکیں۔ اور دعوے
کر سکیں۔ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْفَ بَابٍ مِنَ الْعِلْمِ یَفْتَحُ مِنْ کُلِّ بَابٍ
اَلْفُ بَابٍ۔ رسول خدا نے مجھے وہ ہزار باب علم تعلیم دئے ہیں۔
کہ ہر باب سے ہزار ہا ہزار ابواب علم اور منکشف ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ
نہیں مکرر۔ اور کل علماء محققین وعارفین نے اس کو نقل کیا ہے پس تعلیم کتاب وحکمت
حقیقۃً علیؑ کے لئے تھی۔ اور اسے دوسروں کے لئے۔ علیؑ ہی علم وحکمت محمدی کا
اوّل خزانہ تھے۔ اور چونکہ علم وحکمت محمدی علم الٰہی سے ہے۔ آپ بارہا فرمایا
کرتے۔ کہ خزینہ دار علم الٰہی میں ہوں۔ خزینہ دار علم الٰہی کے ہوتے ہوئے
اور کون جانشین وقائم مقام مدینہ علم الٰہی ہو سکتا ہے؟ اور اگر کوئی یہاں
دعوے کر کے بیٹھ بھی جائیگا۔ تو خزانہ محمدی تو اس کو ہاتھ نہ آئیگا۔
وہ تو علیؑ ہی کے پاس رہا پس وہ ہر حال میں خلیفہ رسول ہے۔ خواہ
مسند خلافت پر بظاہر بیٹھا ہو۔ یا بوریئے مسجد پر۔ خلافت الٰہیہ وخلافت محمدیہ اس سے
سلب نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ چھننے اور غصب ہونے والی شے نہیں ہے۔ مال ودولت
چھن جایا کرتا ہے علم وحکمت نہیں چھنا کرتے۔ ؎

رَضِیْنَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِیْنَا ۔۔۔ لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُھَّالِ مَالٌ
فَاِنَّ الْمَالَ یَفْنٰی عَنْ قَرِیْبٍ ۔۔۔ وَاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَا یَزَالُ

علم بھی ہمیشہ باقی ہے۔ خلافت بھی ہمیشہ باقی ہے +

ہشتم۔ ستر طریق سے حدیث ثقلین مروی ہے۔ جس میں کتاب اللہ کو عترت
واہل بیت کے ساتھ لازم وملزوم قرار دے کر رسول اللہ صلعم نے وراثت کتاب اللہ کا فیصلہ
کر دیا ہے۔ کہ کتاب اللہ اور اہل بیت کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ اسی

ائمہ اثنا عشر میں کل اوصاف قرآن فہمی موجود ہیں - ائمہ اثنا عشر خلفاء رسول ہیں - ۲

حال میں میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائینگے - اور جو ان سے تمسک رکھیگا کبھی گمراہ نہ ہوگا - کیونکہ گمراہ ہو سکتا ہے - قرآن پر عمل کر رہا ہے - اور باب علم محمدی سے علم قرآن سیکھ رہا ہے - اور کیونکہ کتاب اللہ اہل بیت سے جدا ہو سکتی ہے - وہ ان کے وجود میں ہے - علم کا تعلق روح سے ہے نہ جسم سے - علم قرآن ارواح طیبہ اہل بیت کے ساتھ ہے - اور علم کی ذاتِ عالم سے جدائی محال - اور اس لئے قرآن کی اہل بیت سے مفارقت محال عقلی ہے - (مزید تشریح کے لئے احادیث حصہ اوّل و دوم میں دیکھو) - اور "انی مخلف فیکم" کے فقرے نے فیصلہ کر دیا - کہ آپ نے فرمایا - ہم اہل بیت کو قرآن و علم قرآن دے کر اپنا جانشین اور خلیفہ تم میں بنائے جاتا ہوں - اور اس مقام پر اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے - اور بارہ خلفاء الرسول و خلفاء اللہ کی خلافت و امامت پر یہ وہ بارھویں دلیل ہے - جس کو کل دنیا کے منصف مزاج علماء توڑ نہیں سکتے - جو ضمناً اٹھارہ دلیلوں کو شامل ہے - تامل درکار ہے -

وذالك فضل الله يوتيه من يشآء +

قرآن فہمی کی بحث میں بعض حضرات اس آیہ مبارکہ کو پیش کیا کرتے ہیں - ولقد

رفع شبہ

یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر - اور اس سے استدلال کرتے ہیں - کہ ہم نے قرآن کو آسان بنایا ہے - لہذا قرآن آسان ہے - ہر شخص سمجھ سکتا ہے - دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں - کہ جب قرآن کو ہم سمجھ ہی نہیں سکتے ہیں - تو اس کا فائدہ کیا ہے - اور کس کے لئے آیا ہے دونو باتیں نافہمی کی دلیل ہیں - کیونکہ ہر ذی علم جانتا ہے - کہ ذکر کے معنی فہم نہیں ہیں - خدا نے یہ فرمایا ہے - کہ ہم نے قرآن ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے - نہ یہ کہ ہم نے قرآن فہم کے لئے آسان کر دیا ہے - ہر شخص سمجھ سکتا ہے - سابقہ آیات اس کی مزید توضیح کرتا ہے - یعنی خدا فرماتا ہے - فھل من مدکر - کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے - پس معلوم ہو - کہ ذکر کے معنی یہاں نصیحت کے ہیں - جو قرآن میں غور کریگا - تو

یقیناً معلوم کرلیگا۔ کہ یہ کلام بشر نہیں ہے۔ کلام اللہ ہے۔ باوجود نہایت آسان الفاظ وفصاحت کلامی اس کے معانی میں متحیر رہنا اور حقائق کو نہ سمجھ سکنا ہی اس کے اعجاز کی دلیل ہے۔ انسان مجبور ہوتا ہے۔ کہ اس کو فوق کلام بشر یعنی کلام خدا تسلیم کرے۔ پھر اس سے مجبور ہوتا ہے۔ کہ اس کے معلم کی طرف رجوع کرے۔ جو خدا کے یہاں سے اس کا علم لیکر آیا ہے۔ یعنی پیغمبرؐ۔ وھذا القران یھدی للتی ھی اقوم۔ اس سے یہ نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ اسی سے یاد خدا دل میں پیدا ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ ہر ایک کو اس کی حقیقت کا علم ہوجاتا ہے۔ اور کل حقائق ومعانی اس پر منکشف ہوجاتے ہیں۔ لوگ اس کے سمجھنے سے عاجز رہتے ہیں۔ تو اس کو اعجاز تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرا شبہ یا اعتراض بھی اصول دیانت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کون کہتا ہے۔ کہ قرآن لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہے؟ قرآن صاحب قرآن پیغمبرؐ کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور پیغمبر قرآن سے لوگوں کی ہدایت کے لئے۔ فائدہ اس کا معلوم ہوچکا ہے۔ قرآن کے ساتھ اس کا معلم ہمیشہ موجود ہے۔ قرآن قلب محمدی پر اُتارا گیا ہے۔ نہ لوگوں پر۔ بس یہ اسی کے لئے آیا ہے۔ جس کے سینہ میں اترا ہے۔ جو شخص یہ دعوے کرے۔ کہ قرآن اس کے لئے آیا ہے۔ تو وہ مدعی نبوت ہے۔ کیونکہ مابہ النبوت نہیں ہے مگر قرآن۔ مدلول نبوت نہیں ہے مگر قرآن۔ قرآن خود مدلول نبوت ہے۔ اور دلیل نبوت۔ اور جس کے لئے قرآن آیا ہے۔ وہ نبی برحق ہے۔ اگر عام لوگوں کے لئے آیا ہے۔ اور وہی ان کے لئے کافی ہے۔ اور وہ اس کو تمام وکمال سمجھ سکتے ہیں۔ اور اپنی ضروریات دینی پوری کرسکتے ہیں۔ تو پھر پیغمبر کس لئے آیا ہے؟ اور پھر اس کے بعد اس کے خلفا کس لئے قائم کئے گئے ہیں؟ سلسلہ خلافت کی تاقیام قیامت کیا ضرورت ہے؟ اہل بیت نبوت ورسالت کو کیوں قرآن سے توام قرار دیا گیا ہے۔ کہ یہ دونو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ اور جو ان دونو سے تمسک رکھیگا۔ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ یہ اس لئے کہ

پیغمبر قرآن سے ہدایت کرتے تھے۔ بعد پیغمبر اہل بیت پیغمبر قرآن سے ہدایت کرنے والے ہیں۔ پیغمبر کے قلب پر قرآن نازل ہوا۔ اہل بیت پیغمبر کے سینوں میں اس کا علم ودیعت کیا گیا۔ بل ھو ایات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم۔

قرآن وجود پیغمبر سے ایک اتحاد خاص رکھتا ہے۔ اور اس لئے قرآن کا علم حقیقی پیغمبرؐ کے اتحاد و اتصال باطنی پیدا کئے بغیر محال ہے۔ جو قرآن کا حقیقی علم چاہتا ہے۔ اس کو چاہئے۔ کہ پیغمبرؐ کا صحیح اتباع کر کے اتحاد و اتصال باطنی کرے۔ روحانیت محمدی سے فیض پائے۔ ورنہ الفاظ قرآن کے معنی متصور تو ہر ایک عربی دان کے ذہن میں ہوتے ہیں۔ لیکن وہ حقائق قرآن نہیں ہیں۔ وہ اس کے تصورات ذہنیہ ہیں۔ جو ان الفاظ سے اس نے حسب استعداد و فہم و اعتقاد و معرفت اور روحانیت حاصل کئے ہیں۔ والعاقل تکفیہ الاشارہ۔

آنکہ مصباح ضمیرش نور چشم اولیا است	وانکہ بر ابواب علمش مہر ختم انبیا است
عقل او دیباچہ فہرست ابواب علوم	عدل او سرنامۂ احکام دیوان قضا است
ہم بصورت سر شہر انت منی آفتاب	ہم بمعنی بر سر تخت سلونی بادشاہ است
در شکار بیشۂ دیں آنکہ بر شیران دم	قوت سر پنجہ اش غالب بود شیر خدا است
آبروئے باغ عدل از منبع مولا علی است	فتح باب دین ز مفتاح علی با بہا است
در بیان قرب دو گیسو بوے فرق نیست	در کسے فرقے نہد چوں شانہ درخور قفا است

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ۔ وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا

تیرھویں دلیل

اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ (انبیاء)۔ اسی آیت مبارک کو ہم حقیقت امامت کے ذکر میں لکھ چکے ہیں اس میں اماموں کی نسبت امامت کی تین خاص صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ اوّل ہدایت بامر اللہ۔ دوم وحی فعل خیرات۔ سوم خاص عبادت خدا۔ اور تینوں صفتیں آپس میں

لازم و ملزوم ہیں۔ جس شخص کو امر خدا بوحی رحمانی نہ پہنچتا ہو۔ وہ ہادی بامر اللہ نہیں
ہوسکتا ہے۔ پس ہادی بامر اللہ کو مورد وحی و الہام ہونا ضروری ہے۔ تاکہ امر خدا
اس کو معلوم ہوتا اور اس کو پہنچتا رہے۔ اور جو صاحب وحی ہوگا۔ وہی ہر امر کا عالم
ہوگا۔ اور جو ان دو صفتوں سے موصوف ہوگا۔ وہ سوائے خدا کسی کی اطاعت نہ
کریگا۔ کسی کا مطیع نہ ہوگا۔ ورنہ وہ امین خدا نہیں ہوسکتا۔ خدا قرآن پاک میں فرماتا
ہے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ ان
(یہودیوں) نے اپنے علماء اور زہاد کو خدا کے مقابلہ میں اپنا رب بنا لیا۔ ایک تازہ
مسلمان یہودی نے حضرت صلعم سے عرض کیا۔ کہ اے رسول خدا اس کے کیا معنی ہیں
میں تو خود یہودی رہا ہوں۔ ہم میں سے کوئی بھی علماء و زہاد کو خدا نہیں جانتا۔
فرمایا۔ یہ مطلب نہیں ہے۔ جو تم سمجھے ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ ان علماء
نے حلال خدا کو اپنے فتووں سے حرام کیا۔ اور حرام کو حلال۔ اور تم نے ان پر
عمل کیا۔ تو تم نے انہی علماء کی عبادت کی۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہوئی۔ پس جو شخص
کسی امر میں کسی کی اطاعت کرے۔ اور عبادت میں اس کے فتوے پر عمل کرے
وہ اسی کا بت پوجنے والا ہے۔ اور ایسا شخص جو کسی امر میں غیر اللہ کی اطاعت نہ کرے۔
اور کبھی اور کسی وقت میں بھی۔ وہ صاحب وحی و معصوم ہی ہوسکتا ہے۔ ہزار ہا
شیطان کے چیلے اور اس کے مطیع ہیں۔ شیطانی کام کرتے ہیں۔ مگر اس کو خدا
نہیں جانتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ شیطان کے تابع ہیں نہ خدا کے۔ یہ تینوں
وصف امت محمدی میں صرف ائمہ معصومین اہل بیت نبوت و رسالت ہی میں
پائے جاتے ہیں۔ جو ماں کے پیٹ ہی سے علم الٰہی بوحی الٰہی لے کر آتے ہیں۔
وہ بامر اللہ ہدایت کرتے ہیں۔ اور سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہیں کرتے
ہیں کسی امر میں غیر اللہ کی پیروی نہیں کرتے ہیں۔ اور یہ سب صاحب وحی
ہونے سے جانتے ہیں۔ کہ امر خدا یہ ہے۔ اور مشیت خدا اس میں ہے۔ اور

ارادہ باری یہ چاہتا ہے۔ اس کے بغیر کبھی امام امام و بندگان خدا پر حجت خدا نہیں ہوسکتا۔ وہ امامت جو میراث انبیاء اللہ ہے۔ اس کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ وہ امامت جو امانت خدا ہے۔ اس کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی۔ دوسری آیت میں خدا فرماتا ہے۔ جَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا۔ یہاں ان ہادیان برحق کی ایک خاص صفت صبر بیان کی گئی ہے۔ بلکہ ظاہر الفاظ دال ہیں۔ کہ صبر ہی متحقق ہونے کی وجہ سے وہ امام خلق ہوئے ہیں۔ یہ صفت صبر ازل سے انہیں کیلئے مخصوص تھی فی الحقیقت ہدایت خلق نہایت اہم کام ہے۔ اور بڑے بڑے جاہلین اور راشد کافرین سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جانوروں کی تربیت کرکے آدمی بنانا ہوتا ہے۔ اور تعلیم و تربیت میں نہایت درجہ صبر و تحمل کی ضرورت ہے۔ ورنہ وہ کار ہدایت انجام نہ دے سکیگا۔ امام خلق چاہیئے۔ کہ خدائے حلیم کا مجسم مظہر کامل ہو۔ اور ہر مصلحت دینی کے موقع پر نفس پر کامل تصرف رکھتا ہو۔ اور کیسے ہی مصائب و شدائد اس پر پڑیں۔ وہ حکم خدا کو نہ چھوڑے۔ اور مصلحت دینی سے منہ نہ موڑے۔ اس وصف میں وہ معصومین ہی کامل اتر سکتے ہیں۔ جو مؤید من اللہ ہوں۔ اور یہ ایک ایسا وصف ہے۔ جس سے حضرات ائمہ معصومین مشہور و معروف ہیں۔ پس ان کے سوا بعد رسول اللہ خلفاء الرسول و ائمۃ الناس اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور علیؑ ان میں اوّل ہیں۔ اسی واسطے حضرت محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام فرماتے ہیں۔ یہ امام ہم ہیں۔ جن کے یہ اوصاف ہیں۔ اور ہمیں جملہ افعال خیر کی وحی ہوئی ہے۔ نہ صرف علم خیرات عطا ہوتا ہے۔ بلکہ ہر فعل خیر ان کو بوحی الٰہی کرنا ہوتا ہے۔ اور یہی امامت کی خصوصیت ہے۔ بلکہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیات ہم ہی ائمہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جن انبیاء بنی اسرائیل کا اوپر ذکر آیا ہے وہ ذریت ابراہیمی میں سے امامت ابراہیمی کے وارث ہیں۔ اور یہ ائمہ ذریت محمدی

بھی بنی اسمٰعیل میں سے اسی امامت ابراہیمی کے وارث ہیں پس جس طرح یہ آیت ان ائمۂ بنی اسرائیل کی شان میں ہے۔ نیز چونکہ یہ اوصاف ان کے بحیثیت امامت بیان ہوئے ہیں نہ بحیثیت ان کی شخصیت یا خاص نبوت کے۔ اور بعد رسول اللہ یہ امام ہیں۔ اور ان اوصاف سے متصف۔ لہٰذا وہ اس آیت کا ضرور مصداق ہیں۔ اور خلیفہ خدا و امام امت ضروری ہے۔ کہ صاحب وحی و الہام ہو۔ **ایضاً** خدائے عزوجل فرماتا ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سورۂ قدر) - اس آیہ مجیدہ میں خداوند عالم خبر دیتا ہے۔ کہ ملائکہ اور روح شب قدر میں جملہ امور الٰہی لیکر نازل ہوتے ہیں۔ اور یہاں تین چیزیں مسلم اور ضروری ہیں۔ اوّل آمر۔ اور وہ خدا ہے۔ دوم امر۔ جس کو فرشتے اور روح لاتے ہیں۔ یہ دونو باتیں مقتضی ہیں۔ سوم چیز گواہ اور وہ مامور شخص ہے جس کے پاس لاتے ہیں یعنی ضروری ہے۔ کہ کوئی مامور من اللہ زمین پر ہو جس کے پاس ملائکہ امر خدا لیکر نازل ہوتے ہیں۔ کیونکہ تنزیل امر از جانب خدا ضرور کسی غرض و غایت کے لئے ہوگی۔ خدا نے جو امر نازل کیا ہے۔ وہ مصلحت عباد تعلیم نوع انسانی و تربیت عالم سے ضرور متعلق ہوگا پس ضروری ہوا۔ کہ کوئی شخص زمین پر ایسا ہو۔ جس کے پاس امر خدا نازل ہو۔ اور وہ ان کو باذن اللہ جاری کرے۔ یا اس کے بندوں تک پہنچائے۔ اور جو کچھ حکم دیا گیا ہے۔ اس پر عمل کرے۔ زمانہ رسالت میں رسول اللہ پر یہ امر خدا نازل ہوتا تھا۔ بعد رسالت کس پر نازل ہوتا ہے؟ اور جب یہ معلوم ہے۔ کہ اس کی غرض اجراء اور تعلیم و تربیت نوع انسان و عالم ارضی ہے۔ تو بعض مفسرین کی یہ تاویل کہ خانہ کعبہ کی چھت پر ملائکہ امر خدا لے کر شب قدر میں نازل ہوتے ہیں۔ محض بے معنی ہے۔ خانہ کعبہ میں ملائکہ تو ضرور نازل ہونگے اور امر خدا لائینگے۔ مگر کس پر؟ خانہ کعبہ نہ خود امر خدا کو جاری کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کی چھت احکام خدا بندگان خدا تک پہنچا سکتی ہے۔ نہ اس میں ہدایت خلق کی صفت ہے۔ نہ تعلیم و تربیت انسان کی

پس محض زمین پر احکام و اوامر کا نازل کرنا بالکل بے فائدہ ہوگا۔ اور خدا کی شان اس سے بالا ہے۔ ضرور وہاں یہ امر کسی انسان پر نازل ہوگا۔ اور خود خدا قرآن ہی میں اس کی تصریح کرتا ہے۔ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ خدا ملائکہ اور روح کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔ نازل کرتا ہے۔ یہ بھی بتلا دیا گیا ہے۔ کہ کیسے نفوس پر خدا کے فرشتے نازل ہوا کرتے ہیں۔ اور امر خدا لایا کرتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ بیشک جن لوگوں نے خدا ہی کو اپنا رب مانا ہے۔ اور اسی اعتقاد پر ثابت قدم ہیں۔ انہی پر فرشتے نازل ہوا کرتے ہیں۔ کمال استقامت بر دین اور خالص اطاعت و عبادت خدا جس میں کوئی شائبہ نقص نہ ہو۔ اور کبھی شیطانی پیروی نہ کی ہو۔ صرف معصومینؑ ہی کا حق ہے۔ اور پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہ گنہگاروں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ وہ گنہگار جو دوستان شیطان کہلاتے ہیں۔ ان کے مقابل ملائکہ انہی پر نازل ہوتے ہیں۔ جو صراط الٰہی پر مستقیم ہیں۔ اور کسی گناہ میں ملوث ہو کر اولیاء شیاطین میں داخل نہیں ہوئے ہیں۔ اور یہ شان امت محمدی میں صرف ائمہ اہل بیت کی ہے۔ ان کے سوا کوئی دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ کہ کوئی صاحب وحی و الہام و مورد امر الٰہی ہے۔ پس بعد رسول اللہؐ یہ وہ امامؑ ہیں۔ جو مامور من اللہ و منصوص من اللہ ہیں۔ جن کو امر خدا عطا ہوتا رہتا ہے۔ اور اول ان میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ شب قدر کے بقا تا یوم القیامت اور نزول ملائکہ میں بیشمار احادیث مروی ہے۔ اور ایک کافی تعداد صاحب در منثور نے ان احادیث کی اپنی تفسیر میں درج کی ہے۔ بمقام ملاحظہ طول کی وجہ سے ہم ترک کرتے ہیں۔ بلکہ خود آیت کے الفاظ اور صیغۂ "تنزل" بتلاتے ہیں کہ یہ سلسلہ نزول ملائکہ بامر الٰہی ہمیشہ جاری ہے۔ رسول اللہؐ پر منقطع نہیں۔ اور اوصاف امامت کے ساتھ فی الجملہ امر اللہ کے معنی بھی معلوم ہیں۔ نہ امر فعل خیرات منقطع ہو سکتا ہے۔ اور نہ مقام ولایت میں امر تدبیری کو انقطاع ہے۔ نہ ولی اللہ کے

ملائکہ کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں

وحی تعریفی منقطع ہوسکتی ہے۔ پس نہ صرف بعد انتقال رسول خدا کسی ماموریمن اللہ صاحب وحی والہام کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہر زمانے میں تاقیامت ایسے مامور کی ضرورت ہے۔ اور چونکہ بقاء دین اسلام بارہ خلفاء پر ہے۔ لہٰذا یہ سلسلہ بارہ سے متجاوز نہیں ہوسکتا۔ بارہ خلفاء میں سے ایک نہ ایک کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے جس پر امر خدا نازل ہوتا ہے۔ اور وہی خلیفہ رسول ہے۔

چودھویں دلیل

قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران ع ۷)۔ اے پیغمبرؐ کہدو کہ اے اہل کتاب آؤ۔ اسی کلمہ کی طرف جس کے تم بھی مدعی ہو (توحید) اور ہم بھی قائل۔ اور ہمارے تمہارے درمیان متفق ہے۔ کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں سے بعض بعض دوسروں کو خدا کے مقابلہ میں رب نہ بنالیں۔ اور اگر یہ لوگ روگردانی کریں۔ تو تم کہدو۔ کہ تم گواہ رہو۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ (اور سوائے خدا کے کسی کی عبادت کو درست نہیں جانتے ہیں)۔ کسی کو کسی امر میں اس کا شریک نہیں بناتے ہیں۔ لوگوں کو معبود اور رب نہیں مانتے ہیں۔ نہ شرک فی الذات کرتے ہیں۔ نہ شرک فی الصفات۔ نہ شرک فی العبادت اور نہ شرک فی الاطاعت۔ اور جو کوئی ان چاروں قسم کے شرکوں میں سے کسی کا مرتکب ہو۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ خدا کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ خدا کی صفات میں کوئی شریک نہیں اس کی عبادت میں کوئی شریک نہیں۔ اس کی اطاعت میں کوئی شریک نہیں **سوائے ایک خدا کے کسی کی اطاعت جائز نہیں**۔ یہی توحید ہے اور یہی "لا الٰہ الا اللہ" کے حقیقی معنی ہیں۔ اور یہی حقیقت دین اسلام ہے۔ اور اسلام توحید کو کامل کرنے آیا ہے۔ اگر خدا کے مقابلہ میں یا خدا کے ساتھ کوئی اور بھی مطاع

توحید اور اطاعت رسولؐ

مانا جائے۔ جس کی اطاعت فرض ہو۔ تو صریح شرک لازم آئیگا۔ ہاں بظاہر اگر کسی کی اطاعت کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ تو صرف اسی کا جس کی اطاعت عین اطاعت خدا ہو۔ نہ کہ وہ شریک اطاعت خدا ہو۔ جیسا کہ خدا نے اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور کل اہل اسلام کے نزدیک اطاعت رسول خدا فرض ہے۔ کیا یہ شرک ہے؟ اگر نہیں۔ تو کیوں؟ اس لئے کہ اس کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے۔ اس لئے کہ رسول کا قول عین قول خدا ہے "وما ینطق عن الھویٰ" اور اس کا فعل عین فعل خدا ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ محمد ید عمالۂ الٰہی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (فتح)

بیشک اے ہمارے رسولؐ جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ وہ دراصل خدا ہی سے بیعت کرتے ہیں (نہ غیر اللہ کی بیعت جائز ہے اور نہ اطاعت)۔ اور وقت بیعت خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ چونکہ قول پیغمبرؐ عین قول خداوندی ہے۔ اور فعل محمدی عین فعل الٰہی۔ ارشاد ہوا ہے۔ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی۔ تو اس نے خدا ہی کی اطاعت کی۔ اور اس اطاعت رسول کی یہ شان ہے۔ کہ اگر بندہ عبادت میں بھی مشغول و مصروف ہو۔ تو اس کو توڑ دے۔ اور امر رسول پر عمل کرے۔ اور اس کی بات سنے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ۔ قبول کرو۔ اور مان لو خدا کی بات اور رسول اللہ کی بات۔ اس کو فوراً جواب دو۔ حدیث کتاب صحاح میں موجود ہے۔ کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ اور رسول خدا نے اس کو پکارا۔ اس نے جواب نہ دیا۔ اور بعد ختم نماز حاضر خدمت ہوا۔ آپ ناراض ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ کیوں جواب نہ دیا تھا۔ عرض کیا۔ کہ نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا۔ کیا تو نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا۔ استجیبوا الآیہ۔ جس حال میں بھی ہو۔ حکم رسول کی اطاعت کرو۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔ (احزاب) بیشک کیوں نہ ہو۔ سب کو اطاعت ایسی ہی ہونی چاہئے۔ جیسے کہ وہ

مومنین کی جان کا بھی ان سے زیادہ مالک ہے۔ اور ان پر تصرف رکھتا ہے۔ مگر قرآن ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ رسول اللہؐ کی طرح اولے الامر کی اطاعت بھی خدا نے واجب کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ اس آیت میں تین اطاعتیں ہیں۔ خدا کی و رسول خدا کی اور مثل رسول خدا اپنے اولے الامر کی"۔ اور چونکہ صیغہ "اطیعوا" مکرر نہیں لایا گیا ہے۔ جو تکرر معنی پر دال ہو سکے۔ **اس لئے رسول اور اولے الامر کی اطاعت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بعینہ مثل رسول بعد رسول اولے الامر کی اطاعت ہر مسلمان پر بحکم آیہ مجیدہ فرض ہے۔** اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ رسول کی اطاعت اس لئے فرض ہے۔ اور صحیح ہے۔ کہ وہ عین اطاعت خدا ہے۔ ورنہ شرک صریح لازم آتا ہے پس اسی طرح اگر اولے الامر کی اطاعت عین اطاعت خدا نہ ہو۔ تو یقیناً شرک ہے۔ اور بدترین شرک ہے۔ اور وجہ بھی بنص الٰہی معلوم ہو چکی ہے۔ کہ کیوں رسول اللہ کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے۔ اس لئے کہ وہ معصوم مطلق ہے۔ کسی قول و فعل میں حکم خدا سے تخطی نہیں کرتا ہے۔ جو خدا کہتا ہے۔ وہی کہتا ہے۔ جو خدا چاہتا ہے۔ وہی کرتا ہے۔ اس کا قول و فعل قول و فعل خدا ہے۔ لہٰذا اگر اولے الامر کی بھی بعینہ یہی شان نہ ہو۔ تو ممکن نہیں اس کی اطاعت مثل پیغمبر فرض ہو۔ اور وہ اطاعت خدا کہلا سکے۔ اور ایسی اطاعت معصومین ہی کی ہو سکتی ہے۔

اور چونکہ اولے الامر کی اطاعت بعد رسول اللہ ہے۔ اور معلوم ہو چکا ہے۔ اور آیہ **استخلاف** صاف دال ہے۔ کہ بعد رسول اگر کسی کا درجہ ہے۔ تو خلفاء ہی کا درجہ ہے۔ اور بعد رسول اللہ اگر کسی کی اطاعت فرض ہے۔ تو خلفاء ہی کی ہے پس اولی الامر اور خلفاء ایک ہی ہیں۔ اور ولایت امر اور خلافت دونوں ایک۔ پس **بعد رسول اللہؐ وہ خلفاء اولے الامر ہیں۔ اور ان کی اطاعت فرض ہے جو مثل رسول معصوم ہوں۔ اور عصمت نہیں ہے مگر ذریت نبی و**

ہر ایک کی اطاعت بجز معصوم

اولے الامر معصومین ہی ہو سکتے ہیں

عترت رسول کے لئے۔ لہذا بعد رسول صلعم اللہ آل رسول ہی اولے الامر ہیں۔ جن کی اطاعت عین اطاعت خدا و رسول صلعم ہے۔ اور انہی کی اطاعت مثل خدا و رسول صلعم ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور اولے الامر کے معنی خود ہی لفظ سے معلوم ہیں۔ کہ "امر" سے مراد امر خدا ہی ہو سکتا ہے۔ اور وہ اولے الامر جن کی اطاعت مثل خدا و رسول فرض ہے وہی نفوس ہو سکتے ہیں۔ جو بعد رسول امر الٰہی کے مالک ہوں۔ خواہ امر تدبیری ہو یا امر تکلیفی۔ امر سے مراد حکم ہو۔ یا امر سے مراد شغل و کار۔ کل شامل ہے۔ اور جنس امر الٰہی مراد ہے۔ اور صاحب امر الٰہی وہی ہیں۔ جن پر امر نازل ہوتا ہے۔ اور جو بامر اللہ ہدایت کرتے ہیں۔ جن پر ملائکہ امر الٰہی لیکر نازل ہوتے ہیں۔ جن کو ہر فعل خیر کی وحی ہوتی ہے۔ اور وہ موافق وحی الٰہی اس کو انجام دیتے ہیں۔ اور صراط مستقیم الٰہی پر ہمیشہ استقامت رکھتے ہیں کسی امر میں اطاعت خدا سے باہر نہیں ہوتے ہیں۔ اگر ایسے نہ ہوں۔ تو کبھی ان کی اطاعت فرض نہیں ہو سکتی ہے۔ پس ضرور بعد رسول اللہ اولے الامر۔ خلفاء الرسول ائمہ اہل بیت نبوت و رسالت ہی ہیں۔ اور یہ وہ دلیل ہے۔ جس کو کوئی مسلمان انکار کر ہی نہیں سکتا۔ ورنہ اس کو توحید سے ہاتھ دھونا اور اسلام کو سلام کرنا پڑیگا۔ اگر اولے الامر سے مراد عام شاہان اسلام لئے جائیں۔ جو کل کے کل غیر معصوم۔ جائز الخطا اور اکثر جائر و جابر ہوتے ہیں۔ تو ضرور شرک فی الاطاعت لازم آئیگا۔ ایک اطاعت کو دوسرے کی اطاعت باطل کر دیگی۔ کیونکہ اگر خدا کی اطاعت کی جائے۔ تو ظالم و جابر بادشاہ کی اطاعت نہ ہو سکیگی۔ اور ایسے بادشاہ کی اطاعت کی جائے۔ تو خدائے عادل کی اطاعت نہ ہو سکیگی۔ ورنہ ہر بادشاہ کو معصوم غیر جائز الخطا ماننا پڑیگا۔ جو محال ہے۔ اور اس لئے اولے الامر سے بادشاہ مراد لینا محال ہے۔ اور یہاں سے دو باتیں واضح ہیں۔ ایک یہ کہ خلافت و ولایت امر ایک ہی شے ہے۔ خلفاء الرسول ہی اولے الامر ہیں۔ پس اگر خلافت خلفاء اربعہ ہی پر

ختم ہو گئی - تو یہ آیت بھی اس وقت منسوخ ہو گئی - اور اس زمانے کے مسلمان اس آیت کے حکم سے نکل گئے - کیونکہ نہ اولے الامر موجود ہیں - اور نہ اطاعت فرض ہے - حالانکہ احکام قرآنی تا قیام قیامت باقی ہیں - جب تک کوئی حکم بالصراحت منسوخ نہ ہو گیا ہو - اور آج کل کے مسلمان بھی اسی طرح اطاعت اولے الامر پر مامور ہیں - جس طرح کہ اس وقت کے مسلمان تھے - جس وقت رسول خدا نے آنکھیں بند کیں - خلاصہ یہ ہے - کہ بعد رسول اللہ بھی اگر کسی کی اطاعت کی ضرورت ہے - اور بعد رسول ائمۂ خلافتِ رسول ہے - تو تحدید زمان پر کیا دلیل ہے؟ کہ وہ صرف تیس سال خلفاء اربعہ تک ہے - یا ولید بن یزید بن عبد الملک پر جس کو تاریخ الخلفاء میں اس سلسلہ خلافت کا بارھواں خلیفہ کہا گیا ہے؟ اس وقت کیوں سلسلہ خلافت قائم کیا گیا - اور آج کیوں نہیں؟ وصال محمدی کے بعد خلیفہ رسول کی کیا ضرورت تھی - اب کیوں نہیں ہے؟ اور اگر ہے - اور ضرور ہے - نص آیت ہے - تو پھر وہ کون خلیفہ رسول و اولے الامر ہے جس کی اطاعت آج بھی مثل خدا و رسول خدا فرض ہے - اور چونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے - کہ خلافت محمدیہ بارہ خلفاء میں منحصر ہے - تو ان بارہ خلفاء میں سے اب کونسا خلیفہ ہے اور کہاں؟ بلاشبہ جس خلافت محمدیہ کی وقت وفات ضرورت تھی - آج بھی ہے اور ضرور ہے - اور وہی خلیفہ رسول اولے الامر ہے - پس یا آج اطاعت اولے الامر فرض نہیں رہی - یا بارہ خلفاء رسول میں سے کوئی خلیفہ ضرور روئے زمین پر موجود ہے - اور اس کی اطاعت فرض ہے - اس کے بغیر اس صورت سے آیت کے معنی کسی طرح صادق نہیں آسکتے ہیں - اور ولایت الامر کسی طرح خلافت الرسول سے جدا نہیں ہو سکتی - جب ثابت ہے - کہ امامت و خلافت ایک ہی ہے - تو ولی الامر اور امام الناس و خلیفۂ رسول ایک ہی ہے +

دوسرے یہ کہ اولے الامر شاہان دنیا کسی طرح نہیں ہو سکتے - جو نہ صرف

غیر معصوم ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثر شاہان اسلام نہایت فاسق و فاجر گذرے ہیں۔ اور امام وہ ہے۔ جس کا ہر قول و فعل سند ہوتا ہے۔ اولی الامر وہ ہے۔ جس کا قول و فعل عین قول و فعل خدا ہوتا ہے۔ لہذا اگر ایسے اشخاص کی اطاعت فرض ہو۔ تو توحید شرک سے اور دین بیدینی سے بدل جائیگا۔ اور عین فسق و فجور دین سمجھا جائیگا۔ پانچواں بادشاہ اور ولی الامر اس خیال والوں کے نزدیک یزید ہے۔ اور بارھواں ولید ہے۔ یزید کا فسق و فجور اور محرمات سے نکاح۔ لہو لعب۔ جور و بے انصافی۔ ظلم و ستم مشہور عالم ہے۔ اگر یہ ولی الامر ہے۔ تو اس کی اطاعت فرض ہے۔ اور عین اطاعت خدا ہے۔ عین عبادت خدا ہے پس ارتکاب محرمات و فسق و فجور عبادت خدا ہوئی۔ اگر یہی اسلام ہے۔ تو اسلام سے کفر بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اور اس اسلام پر کفر ہنستا ہے۔ ولید بارھواں خلیفہ امام و ولی الامر لکھا گیا ہے۔ اور ساتھ علامہ موصوف نے لکھا ہے۔ کہ انہ کان فاسقا شریبا للخمر متهتکا لحرمات الله اراد الحج لیشرب علی ظهر الکعبة۔ وہ بڑا شراب خوار تھا حرمات الٰہی کی توہین کرنے والا تھا۔ ایک دفعہ اس نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ تاکہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب پیئے۔ اس نے قرآن کو تیر مار کر پارہ پارہ کیا۔ اس نے اپنی لڑکی سے زنا کیا۔ دیکھو خلافت الٰہیہ حصہ دوم۔ تاریخ الخلفاء وغیرہ۔ کیا یہی بادشاہ ولی الامر ہیں؟ کیا یہی خلیفہ رسول ہیں اور خلیفہ خدا ہیں؟ کیا یہی امام ہیں؟ کیا انہی کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے؟ کیا انہی پر بقاء دین اسلام ہے؟ کیا یہی مورد وحی و امر الٰہی اور صراط الٰہی پر استقامت رکھنے والے ہیں؟ کیا یہی بامر اللہ و باذن خلق خدا کو ہدایت کرنے والے ہیں؟ کیا یہی زمین خدا پر حجت خدا ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ولایت الامر خلافت اللہ۔ خلافت الرسول اور

امامت الناس ہے۔ اور وہ بعد رسول اللہ امت محمدی میں صرف ائمہ اہل بیت ہی کے لئے ہے +

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ

پندرھویں دلیل

پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ کتاب اللہ جمیع علوم ضروریہ عالم امکان کو شامل ہے یعنی قرآن پاک اور یہاں امام کی شان یہ بتلائی گئی ہے۔ کہ کل علوم وکل اشیاء کا اس کے اندر احصاء ہے۔ کل پر وہ حاوی ہے۔ اور بالکل ظاہر ہے۔ کہ یہ صفت اسی کی ہو سکتی ہے۔ جو کل علوم کتاب مبین کا عالم ہو۔ کل علوم اس کے سینے میں ہوں۔ اور یہ وصف امت محمدی میں اوّل علیؑ کا ہے۔ اور بعد ان کی اولاد کے ائمہؑ کا جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں پس بعد رسول اللہ وہ امام مبین ہیں۔ کل کتاب قولی وفعلی امام مبین میں ہے۔ اور ہر امام مبین کل علوم وکل اشیاء کا احصاء رکھتا ہے۔ بلکہ صدر آیہ (نکتب ما قدموا وآثارھم) بتلاتا ہے۔ کہ کل اعمال کا علم امام مبین کو ہوتا ہے۔ اور ضرور امام مبین کی یہی شان ہے۔ اور ایسا ہی وجود حجت خدا ہوا کرتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ ممکن نہیں۔ کہ خدا کسی کو اپنے بندوں پر حجت قرار دے۔ اور روئے زمین وآسمان کے علوم واخبار اس سے پوشیدہ رکھے۔

ایک روز حضرت علیؑ ایک وادی سے گذر رہے تھے۔ اور سلمان محمدیؓ ہمراہ تھے۔ وادی میں چیونٹیاں بیشمار تھیں۔ ان کی کثرت سے متعجب ہو کر کہنے لگے۔ کہ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا۔ جو ان کی شمار جانتا ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ایسا شخص موجود ہے۔ جو ان کی شمار جانتا ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے۔ کہ کتنے نر ہیں اور کتنے مادہ ہیں اور کتنے بچے ہیں۔ اور جوان ہیں۔ اور کتنی بڑھیاں۔ پوچھا کون ہے؟ فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے۔ وکل شیئ احصیناہ فی امام مبین یعنی امام مبین کی یہ شان ہے۔ اور میں امام مبین ہوں۔ لہذا یہ علم رکھتا ہوں۔ لاریب اللہ کے

پڑھائے ہوئے ایسے ہوتے ہیں"۔ یہی امامت فخر نبوت ہے۔ علوم علوی کی نسبت ہم آئندہ بھی کچھ ذکر کرتے گے۔ بہرحال آیت دال ہے۔ عالم علم لدنی اور کل علوم پر حاوی ہی امام خلق ہوتا ہے۔ اور یہ وصف امت محمدی میں ائمۂ اہل بیت کا ہے پس وہی بعد رسول امام مبین ہیں۔ اور مبین کا لفظ خود ان کی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کہ ان کی امامت لوگوں کے ثبوت کی محتاج نہیں ہے۔ کتاب مبین کی طرح خود روشن اور اپنی دلیل آپ ہی ہے۔ فاتو بسورۃ من مثلہ کیا ذریت رسولؐ کے سوا امت محمدی میں کوئی اور ایسا ہے۔ جو امام مبین ہونے کا دعوےٰ کر سکے؟ جس پر یہ لفظ امام مبین صادق آئے؟ اور کتاب مبین کی حقیقت جامعہ کلیہ اس کے وجود میں ہو۔ پھر کون ہے۔ جو بعد رسول اللہ امام الناس قائم مقام رسول اور امیر المومنین بن سکے؟

سولھویں دلیل

قال اللہ عز وجل ومن اوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ جس کو حکمت عطا کر دی گئی۔ اس کو خیر کثیر دے دی گئی۔ فی الحقیقت اس سے بڑھ کر خیر کیا ہو سکتی ہے۔

انبیاء اللہ علیہم السلام کو علم حکمت ہی عطا ہونا تھا۔ اور ان کی شان میں فرماتا ہے۔ لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ (آل عمران ع ۱۲)۔ حضرت عیسےٰؑ کے ذکر میں خدا فرماتا ہے۔ اذ علمتک الکتاب والحکمۃ۔ اس وقت کو یاد کر جبکہ مَیں نے تجھے کتاب اور حکمت تعلیم دی۔ وقال اللہ عز وجل۔ وَاللّٰہُ یُؤتِی الحِکمَۃَ مَن یَّشَآءُ مِن عِبَادِہٖ۔ (بقرہ ع ۲۷)۔ اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے۔ یہ وہ خاص عطیہ الٰہیہ ہے۔ کہ خاص خاص بندوں ہی کو عطا ہوتا ہے۔ اور انبیاء اور اوصیاء ہی کی شان ہے۔ وَلَقَد اٰتَینَا لُقمٰنَ الحِکمَۃَ۔ ہم نے ہی لقمان کو حکمت عطا کی۔ (حکمت طب کے معنی نہیں ہیں۔ حکمت حکمت ہی ہے)۔ آنحضرتؐ کے لئے ارشاد ہوا ہے۔

عطا کرتا ہے علم و حکمت جس کو چاہتا ہے خدا جس کو

وَاٰتَیْنَاہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔ اور ہم نے اس کو حکمت اور فصل الخطاب
عطا کیا ہے۔ وَذٰلِکَ مِمَّا یُوْحِیْ اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَۃِ۔ یہ وہ حکمت ہے جسکی
خدا تجھے وحی کرتا ہے۔ اور حقیقی حکمت وہی ہے۔ جو خدائے حکیم تعلیم دے۔ فَقَدْ اٰتَیْنَا
اٰلَ اِبْرَاھِیْمَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ۔ ہم نے ان آل ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا کی
ہے۔ حکمت عطیہ الٰہیہ ہے۔ حکمت کا معلم حکیم ازلی ہے۔ اور بعد اس کے رسول خدا
جو مظہر حکیم علی الاطلاق اور عالم کتاب اللہ ہیں۔ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ۔
پیغمبر کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا کتاب
خدا اور حکمت دو چیزیں ہیں یا ایک ہی؟ اگر دو ہیں۔ تو اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ کتاب

کتاب اللہ سراسر حکمت ہے

اللہ حکمت سے خالی ہے۔ اور جو کتاب حکمت سے خالی ہو۔ وہ کتاب اللہ منزل
من الحکیم نہیں ہو سکتی۔ حکیم مطلق کا کلام کیونکر حکمت سے خالی ہو سکتا ہے۔
اِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ۔ قرآن پاک میں خدا فرماتا ہے۔
وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (حجر)۔ ہم نے تجھے
سبع مثانی سورہ فاتحہ اور قرآن عظیم عطا کیا۔ کیا قرآن عظیم اور سبع مثانی جدا جدا
ہیں؟ اور سبع مثانی قرآن سے الگ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ سبع مثانی کی تفسیر
قرآن عظیم ہے۔ اور جو کچھ سبع مثانی سورۂ فاتحہ میں ہے۔ وہ کل قرآن مبین ہے۔
نہیں جو کچھ کل قرآن میں ہے۔ سبع مثانی میں ہے۔ پس "والقرآن العظیم"
سبع الثانی کا عطف تفسیری ہے۔ اسی طرح دراصل "والحکمۃ" کتاب پر
عطف تفسیری ہے۔ اور مطلب یہ ہے۔ کہ کتاب اللہ نہیں ہے مگر عین حکمت
و کل حکمت۔ اور یہ بالکل یقینی ہے۔ کلام حکیم قطعی حکمت ہونا چاہیئے۔ اور حکمت
کی تعریف علماء نے یہ کی ہے۔ الحکمۃ علم باحوال اعیان الموجودات علٰی
ماھی علیھا بقدر الطاقۃ البشریہ۔ یعنی کل موجودات حقیقیہ کی ماہیت
کو بقدر طاقت بشری جاننا حکمت کہلاتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ یہ بقدر طاقت البشری کی

قید بشر کے واسطے ہے۔ کیونکہ علوم کسبی کے ذریعہ ضرور نہیں ہے۔ کہ کل موجودات عالم کے حقائق کو کماہی معلوم کر سکے۔ بلکہ قطعاً محال ہے۔ ان حقائق کا جاننے والا ان کا خالق ہی ہے۔ اور ان کا عالم وہی ہو سکتا ہے۔ جس کو وہ تعلیم دے۔ پس حکمت دراصل کل موجودات کی حقیقت کا جاننا ہے۔ اور کتاب اللہ چونکہ عین حکمت ہے۔ اور تعلیم حکیم ازلی ہے۔ اس لئے وہ ضرور کل حقائق موجودات کو حاوی ہے۔ اور ضرور "تبیان لکل شیئ" "لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین" اس کی شان ہے۔ اور جو شخص اس کتاب اللہ کا پورا پورا عالم ہو۔ وہ انسان سچا حکیم اور کل حقائق کا جاننے والا ہے۔ اور جس میں کتاب اللہ کے حقائق کا علم گن گن کر ودیعت کیا گیا ہے۔ وہ امام مبین ہے۔ اور وہ امام مبین جو کتاب اللہ کا بتعلیم الٰہی و بوراثت محمدی عالم ہے۔ اور جس میں یہ کل حقائق موجود ہیں۔ وہ علیؑ حکیم ہی ہے۔ اور اس کے حکیم ہونے میں کوئی ذی عقل مسلمان شبہ نہیں کر سکتا۔ اس کی تصریح پروردگار عالم یوں فرماتا ہے۔ وَاِنَّهٗ فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ۔ بلاشک شان یہ ہے۔ کہ ہمارے نزدیک ام الکتاب میں علیؑ حکیم ہے۔ یا ام الکتاب میں ہمارے نزدیک علیؑ ہی حکیم ہے۔ حضرت صادقؑ آل محمدؐ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت حضرت علیؑ ہی کی شان میں ہے۔ اور ان کے سوا کون عند اللہ حکیم ہو سکتا ہے۔ وہ علیؑ ہے۔ اور علی اعلےٰ سے مشتق ہے۔ وہ حکیم ہے۔ کہ حکمت اللہ کا حقیقی عالم ہے۔ اور کل حقائق بطور ملکات اس کے سینے میں ہیں۔ اور کتاب حکمت اس کو عطا کی گئی ہے "فی صدور الذین اوتوا العلم" سے پڑھے ہوئے عالم علم لدنی یہی ہیں۔ اور پیغمبرؐ کا کام تعلیم کتاب و حکمت ہے۔ اور جانشین پیغمبر منصب پیغمبری کا وارث۔ لہٰذا بعد پیغمبرؐ اول سچا جانشین پیغمبر تعلیم کتاب حکمت دینے والا اور علم الٰہی پڑھانے والا خلیفہ خدا و خلیفہ رسول بلا فاصلہ بغیر علیؑ ہی ہے۔ اور

علیؑ حکیم امام مبین ہے

اس کے بعد اس کے نور کے ٹکڑے - آپؑ ہی نے فرمایا ہے - اور بجا فرمایا ہے۔ کہ اگر میں مسند فتوٰے پر بیٹھوں - تو اہل توریت کو توریت سے فتوٰے دوں - اہل انجیل کا انجیل سے فیصلہ کروں - اور اہل زبور کو زبور سے حکم دوں - اور اہل قرآن کو فرقان سے - اور میں ان کتب سابقہ کا ان تمام علمائے توریت و انجیل و زبور سے زیادہ جاننے والا ہوں - بلکہ ان کے انبیاء سے بھی زیادہ - صاحب کبریت الاحمر سنی المذہب فرماتے ہیں - فانظر الی جامعیتہ لعلم خاتم الرسل و بعلوم شرائع الانبیاء السابقین - دیکھو یہ بزرگوار کیسا جامع ہے علم خاتم الانبیاء و علوم شرائع انبیاء سابقین کو - ولیست ھذہ الجامعیہ بمطالعہ کتبھم بل جامعیۃ من الوراثۃ والعلم اللدنی والالھامات الالھیۃ - یہ جامعیت اس جنابؑ کو ان کی کتابوں کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے حاصل نہیں ہوئی - بلکہ بوراثت باطنیہ (ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا) - اور علم لدنی اور الہامات الٰہیہ کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے - اور بیشک صاحب وحی و الہام و معلم بتعلیم الٰہی ہی ان علوم پر احاطہ پیدا کر سکتا ہے - وھذہ المرتبۃ للانسان الکامل - اور یہ مرتبہ انسان کامل کا ہے - ...

...... والانسان الکامل جامع جمیع المظاہر الالھیۃ وھو نبینا و وارثہ - اور انسان کامل وہ ہے - جو جامع جمیع مظاہر الٰہیہ مظہر اکمل و اتم ہو - اور وہ انسان کامل جو مظہر کامل ہے - ہمارا نبی اور اس کا وارث و وصی علیؑ ہے - پس وارث تخت خلافت محمدیہ علیؑ حکیم ہی ہے - اور اس انسان کامل کے ہوتے ہوئے کسی ناقص کو حق خلافت محمدیہ نہیں ہے - اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم معلم کتاب و حکمت ہیں - تو ضرور ان کے بعد ان کا خلیفہ علیؑ حکیم ہے - ورنہ آنحضرتؐ سے تعلیم کتاب و حکمت کی نفی کرنی پڑیگی - اور آیت کی صاف تکذیب ہوگی ❊

سترھویں دلیل

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِہِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِہِ الْاَرْضُ اَوْ کُلِّمَ بِہِ الْمَوْتٰی بَلْ لِلّٰہِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا (رعد ۴) - اگر کوئی قرآن و حقیقی کتاب اللہ جو قابل قرات ہے کہ اگر اس کو پہاڑوں پر پڑھا جائے - تو چل نکلیں - زمین پر پڑھا جائے - تو طے الارض ہو جائے - اور مردوں پر پڑھا جائے - تو وہ بول اٹھیں - بلکہ کل امور اللہ ہی کے لئے - یہ کتاب اللہ کافی ہو - کل اس کے ذریعہ ہو جائیں - تو وہ یہی قرآن ہے نہ اور کوئی - یہی قرآن ہے جس سے رسول اللہ کل عوالم و جمیع ماسوے اللہ پر نظارت فرماتے اور تصرف رکھتے ہیں - یہی کتاب اللہ ہے - جو اسماء حسنےٰ اللہ کو جامع ہے - اور جس کے ذریعہ پیغمبر عرش تک پہنچ سکتے ہیں یہی قرآن ہے - جس سے رسول اللہ درختوں کو اپنے پاس بلا لیتے ہیں یہی کتاب اللہ حضرت کے سینے میں ہے - اور حضرت لعاب دہن سے اندھوں کو اچھا کر دیتے ہیں - قم باذن اللہ کہکر مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں - وَفِیْہِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ - ہر ایک مرض کی شفاء روحانی ہو یا جسمانی - اسی کتاب ہیں ہے - لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ - اگر یہ قرآن ہم پہاڑ پر نازل کرتے تو خوف خدا و خشیۃ اللہ سے ریزہ ریزہ ہو جاتا - وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ - یہ وہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں سے بیان کرتے ہیں - کہ شاید وہ اس میں غور و خوض کریں - پس ضروری ہوا - کہ جس سینہ میں یہ کتاب ہو - جو اس کا عالم حقیقی ہو - وہ ضرور صاحب اعجاز ہوگا - اگر چاہے - اس کے ذریعہ مردے زندہ کر دے - اگر چاہے - پہاڑوں کو حرکت دیدے - اگر چاہے چشم زدن میں طے الارض کر کے مشرق سے مغرب میں پہنچ جائے - چاہے فرش سے عرش پر باذن اللہ چلا جائے - جس امر کو چاہے - اس کتاب کے ذریعہ انجام دے سکتا ہے - اور کل امور اسی کے دست تصرف میں ہیں - وَبِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ - کل

خلیفۂ رسول معجز نما ہوتا ہے

حقیقی عالم قرآن عالم پر تصرف رکھتا ہے

اور قدرت قادر میں ہیں۔ کتاب اللہ کا حقیقی عالم ان کو کر سکتا ہے۔ اور اس کے مظہر سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ جناب امیرؑ ہی سے ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ حضرت سلیمانؑ کو یہ اعجاز عطا ہوا تھا۔ کہ ہوا و جن و چرند و پرند ان کے تابع تھے۔ ہوا پر ایک ماہ کی راہ شام و صبح طے کر لیتے تھے۔ آپ کے پیغمبر کو کیا عطا ہوا۔ آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور ارشاد کیا۔ کہ ہم اسی کتاب کے وارث ہیں۔ اور اسی کتاب اللہ سے ہم جو چاہیں باذن اللہ کر سکتے ہیں۔ فی الحقیقت قرآن اور کتاب اللہ کی یہی شان ہے۔ حضرت آصف برخیاؑ وصی حضرت سلیمانؑ صرف علم من الکتاب رکھتے تھے۔ اور روایت میں ہے۔ کہ صرف ایک اسم اعظم یاد تھا۔ چشم زدن میں تخت بلقیس ملک سبا سے اٹھا لائے۔ وَقَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ۔ جو کام جنوں سے نہ ہو سکا۔ وہ آصفؑ نے کتاب اللہ اور اسم اعظم کی برکت سے کر دیا۔ جس کے پاس کل کتاب اللہ کا علم ہو۔ اس کی کیا شان ہوگی؟ وہی تصرف فی العالم۔ اور یہی معنی ولایت کے ہیں۔ اور ولی اللہ کی یہی شان ہے۔ اور ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ حقیقت خلافت الٰہیہ تصرف فی عالم الکون والفساد کا نام ہے۔ جو یہ تصرف نہ رکھتا ہو۔ وہ خلیفہ خدا نہیں ہے۔ البتہ مراتب تصرف میں حسب درجات خلافت فرق ہے۔ ولی مطلق کامل مظہر ولی بالذات واجب الوجود ہوتا ہے۔ اور یہ تمام اوصاف بعد پیغمبر علیؑ ابن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد ہی میں پائے جاتے ہیں۔ علی عالم کتاب حکمت اللہ ہیں۔ علیؑ صاحب اعجاز ہیں۔ اور علماء کرام و صوفیائے عظام نے بیشمار معجزے حضرت کے نقل کئے ہیں۔ اور بعض عالم میں مشہور و معروف ہیں۔ رد شمس بھی آپ کے اعجازات کا ایک نمونہ ہے۔ مصنف مدینۃ المعاجز نے پانسو پچپن معجزے جمع کئے ہیں۔ یہ بھی ہم لکھ چکے ہیں۔ اور حصص سابقہ میں بھی ذکر آ چکا ہے۔ کہ بنص الٰہی ولی خدا وہ ہے۔ جو کل مخلوق سے وجود میں اقدم ہو۔ وما اشھدتھم خلق السموات ولا خلق انفسھم ۱-۲

خلیفہ بعمل تصرفات فی العالم ہوتا ہے

ولی خدا مخلوق اول ہوتا ہے

اسی کی سند ہے۔ اور علی مثل نبی اقدم موجودات ہیں۔ اور خلقت زمین و آسمان
ان کے سامنے ہوئی ہے۔ پس بعد خدا اور رسول ولی علی اور ائمہ اہل بیت نبوت
و رسالت ہی ہیں۔ اور اسی کو پروردگار عالمین نے بالتشریح فرمایا ہے۔ اِنَّمَا
وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ
الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ (مائدہ) سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ تمہارا ولی اور
تم پر متصرف علے الاطلاق اول خدائے بزرگ و برتر ہے۔ کہ تمہارا خالق و صانع و
معبود برحق ہے۔ اور پھر اس کا رسول ولی و متصرف امور ہے۔ اور
وہ اہل ایمان جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور حالت رکوع میں زکوٰۃ
ادا کرتے ہیں۔ وہ متصرف فی الامور ہیں۔ عبادت خدا میں ہوتے
ہیں۔ اور بندگان خدا کے کام بھی انجام دیتے ہیں۔ وہ خالق و
مخلوق میں واسطہ فیض اور امت وسط ہیں۔ خدا سے لیتے ہیں۔
اور بندوں کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہ ایک علیؑ ہی نہیں۔ بلکہ کل وہ ائمہ
جو نور محمدی سے پیدا ہوئے ہیں۔ مقام ولایت میں شریک ہیں۔ اور اسی لئے
بصیغہ جمع فرمایا ہے۔ کل ولی ہیں۔ کل حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرنے والے
ہیں۔ کل امت وسط ہیں۔ (دیکھو حصہ دوم) کیا کوئی ہے جس نے نماز میں
سائل کی حاجت پوری کی ہو؟ بکمال خشوع و رجوع قلب کی وجہ سے
دربار خدا میں حاضر ہو۔ وہاں سوال سائل سنے۔ اور وجود جسمانی
کے ذریعہ عالم جسمانی میں سائل کو انگشتری عطا کر دے۔ کیا کوئی
ہے۔ جو اس ولایت کا دعوے کر سکے؟ اور متصرف عالم ہو۔ ہزارہا
معجزے رکھتا ہو۔ مظہر العجائب مشہور و معروف ہو۔ خدا کے بعد رسول ولی اور
مولےٰ ہے۔ اور مثل رسول اللہ علیؑ ولی مولائے کل۔ وَالنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ
اَنْفُسِھِمْ۔ نبی مومنین کی جانوں کا ان سے زیادہ مستحق اور مالک اور ان پر

تصرف و تولیت رکھنے والا ہے۔ یہی حق بعد رسول علیؑ ولی اللہ کو حاصل ہے۔ اور یہ وہ ولایت ہے۔ کہ تمام مراتب اس کے تحت ہیں۔ حکومت دنیویہ اس کے پست ترین درجات میں سے ہے۔ اور ایسوں ہی کی اطاعت اور بیعت واجب ہو سکتی ہے۔ جس میں یہ کمال اور یہ قدرت ہو۔ اور لوگوں کی ہر ضرورت اور ہر مصیبت میں کام آسکے۔ دنیا میں بھی اور عقبےٰ میں بھی۔ ولایت کے تین درجے ہیں۔ اطاعت کے بھی تین درجے ہیں۔ ولی۔ خدا ہے۔ رسول ہے۔ اور یہ مومنین جن کی صفت مذکور ہوئی مطاع خدا ہے۔ رسول ہے۔ اور یہ ولی الامر۔ جو مالک ولایت و مالک شفاعت ہیں۔ وَلَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ جن کی اطاعت اگر عین اطاعت خدا و رسول نہ ہو۔ تو نہ ان کی اطاعت جائز ہے۔ اور نہ ان کی بیعت۔ بیعت انہی صاحبان ولایت کی ہے۔ اور اسی کا رسول اللہؐ نے خم غدیر پر اعلان کیا۔ بیعت لی۔ اور سب کو فرمایا کہ جس کا میں مولےٰ ہوں۔ اس کا یہ علیؑ بھی مولےٰ ہے۔ مولےٰ کے معنی ہم نے قرآن سے بتلا دئے۔ جو کوئی اور معنی یہاں گھڑے۔ وہ کوئی اور قرآن بنلائے۔ اور خدا اور رسول کے لئے بھی کوئی اور معنی بنلائے۔ اور کوئی اور آیت پیش کرے۔ جس میں ولایت علیؑ کو ولایت رسول اور ولایت خدا سے علیحدہ دکھلایا گیا ہو۔ یا کوئی اور ولی بتلا دیا جائے جس کی بیعت اس طرح لی گئی ہو۔ کوئی اور صاحب اعجاز پیدا کر دیا جائے۔ جس پر ولایت کے حقیقی معنی صادق آتے ہوں۔ یوں تم مولا غلام کو بھی کہتے ہیں۔ تو کیا خدا اور رسول خدا تمہارے غلام ہیں؟ معاذ اللہ! پھر معروف ولی اللہ کے معنی میں کیوں تصرف کیا جاتا ہے؟ کل اولیاء اللہ جانتے ہیں۔ کہ علیؑ قطب الاقطاب و سید الاولیاء ہیں۔ اگر کوئی ولایت جزئیہ پر فائز ہوا ہے یا ہوگا۔ تو علیؑ ہی کے فیض سے۔ ولایت کے معنی لغت میں دوستی نہیں ہیں۔ محبت اور شے ہے مودت اور چیز ہے۔ الفت اور ہے اور انس اور۔ کہاں ولایت کہاں محبت

ہمہ وکی علی ہیں اللہ ہیں

ولی اللہ مولا ہے مطلب ہے

کہاں ولی اور کہاں محب۔ ہاں ولی دوست ضرور ہوتا ہے۔ اور مولا اور آقا کی یہی شان ہے۔ کہ اپنے غلاموں پر مہربان ہو کر ان کی پرورش کا خیال رکھے۔ ان کی خوشی سے خوش ہو۔ اور ان کے رنج سے رنجیدہ۔ وہ مالک ہے۔ آقا ہے۔ مولا ہے۔ کیوں نہ اپنے بندوں پر اپنے غلاموں پر اپنے ماتحتوں پر مہربان ہو۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور۔ اللہ ولی ہے مومنین کا۔ کہ ان کو ظلمت سے نور کی طرف نکال کر لے جاتا ہے۔ ظلمت سے نور میں لانا صرف دوستی کا نتیجہ نہیں ہوسکتا۔ اس کی قدرت بھی تو ہو۔ ہم بفرض محال خلاف واقع تھوڑی دیر کے لئے بہ فرض کئے لیتے ہیں۔ کہ مولے کے معنی دوست کے ہیں۔ مگر پھر بھی اس سے مضر نہیں۔ کہ یہ دوستی وہی دوستی ہے۔ جو خدا اور رسول کو حاصل ہے۔ اور علیؑ تمہارا ایسا ہی دوست ہے۔ جیسا کہ خدا اور رسول سچا اور صادق دوست بعد رسول علیؑ ہی ہے۔ پھر علیؑ جیسے دوست کو سندی دوست کو خدا اور رسول کے مصدقہ دوست کو چھوڑ کر ہم دوسروں کی دوستی میں کیوں جائیں؟ جن کی بابت ہمیں علم نہیں۔ کہ وہ ہمارے حقیقی دوست ہیں یا نہیں ہیں۔ وہ دنیا ہی میں ہمیں دھوکا دیدینگے۔ یا ایسے دوست نکلینگے۔ جو آخرت میں کام آئیں۔ جہاں سارے دوست اور عزیز و قریب بھاگینگے۔ اور بات نہ پوچھینگے۔ وہاں خدا اور رسول ہی کام آئینگے۔ یا وہ دوست کام آئیگا۔ جو مثل خدا اور رسول ہمارا دوست ہے۔ جس کو ہر حال میں ہمارا خیال ہے۔ اور جس کی شان ایسی ہے۔ اور مصدقہ خدا اور رسول ہے۔ کہ وہاں کام آسکے۔ جہاں کوئی کام نہ آئیگا۔ بیشک علی دوست ہے حقیقی دوست ہے۔ اسی کو دوست بنائیے۔ اور غیروں کے ساتھ نہ جائیے۔ ان کی دوستی کا کیا بھروسہ ہے۔ وہ تمہارا دوست ہے۔ تم بھی اس کو دوست رکھو۔ اسی طرح جس طرح خدا اور رسول کو۔ اس کی دوستی خدا اور رسول کی دوستی سے ملی

مولا علی حقیقی دوست و حاکم

ہوئی ہے۔ ہاں بیشک آپ وہ دوست ہے۔ جس کی دوستی عین خدا اور رسول کی دوستی
ہے۔ اور جس کی عداوت خدا اور رسول کی عداوت ہے۔ اس دوست کے سوا تمہارے
کام آنے والا کوئی دوست نہیں ہے۔ اس کو اپنی کل چیزوں سے زیادہ دوست
رکھئے۔ ویسا دوست رکھئے۔ جیسا کہ خدا اور رسول کو۔ قُلْ اِنْ کَانَ آبَاءُکُمْ الآیۃ
کہدو اے پیغمبرؐ! کہ اگر تمہارے آباؤ اجداد تمہارے بیٹی بیٹے تمہارے بھائی بند
تمہاری بیویاں تمہارے مکانات تمہاری تجارت وکسب اکتساب اگر تمہیں خدا و
رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں۔ تو عذاب خدا کے امیدوار
رہو۔ اور تم ایسے فاسقین کو خدا کبھی ہدایت نہیں کرتا۔ وہ کبھی مطلوب تک
نہیں پہنچاتا۔ کل دنیا کی چیزوں کے مقابلہ میں خدا اور رسول کی محبت
زیادہ ہونی چاہیئے۔ کہ وہ تمہارے حقیقی دوست ہیں۔ ایسی ہی
محبت علیؑ اور مولائے کل ولی اللہ کی ہونی چاہیئے۔ اور خدا و
رسولؐ سے محبت کرنے کے اس کے سوا کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔
کہ ان کے احکام کی پابندی اور ان کی فرماں برداری کی جائے۔

جو خدا اور رسول کے کہنے پر نہ چلے۔ اور وہی نہ کرے۔ جس میں وہ خوش ہوں۔ وہ
کبھی خدا اور رسول کو دوست رکھنے والا نہیں کہلا سکتا۔ یہی اس مولائے کل کی
دوستی کے معنی ہونگے۔ کہ اس کے احکام کو مانو۔ اس کے قدم بقدم چلو۔ وہ کرو۔

ولی اللہ مولائے کل کی دوستی فرض ہے

جس میں وہ خوش ہو۔ یہی اصل بحث سے ہمارا مقصود ہے۔ کہ علیؑ وہ بزرگوار
ہیں۔ جن کی پیروی اور جن کی اطاعت اور جن کی معرفت بعد رسول اللہ فرض ہے۔
اور جو مسلمان علیؑ کو ان معنی میں دوست نہ رکھے۔ جن معنی میں خدا اور رسول کو دوست
رکھنا چاہیئے۔ وہ فاسق العقیدہ ہے بنص الٰہی۔ وہ مستحق عذاب خدا ہے۔ وہ کبھی
ہدایت نہیں پا سکتا۔ پس بعد رسول خدا علیؑ ہی بجائے رسول خدا مولائے کل
ہے۔ اسی کی اطاعت و محبت سب پر واجب ہے۔ وہی تمہارا ولی ہے۔

وہی بقول تمہارے سچا دوست مصدقہ خدا اور رسول دوست ہے علیؑ
جو ہے علیؑ کا دشمن وہ ہے خدا کا دشمن"

جس طرف جائیے۔ جو راہ اختیار کیجئے۔ اہل حق کے نزدیک اہل انصاف کی نظروں میں علیؑ کی اطاعت بعد رسول واجب ثابت ہوگی۔ کہئے اور صدق دل سے کہئے۔ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله واشهد علیاً ولی الله۔ کیوں اس کلمہ سے احتراز ہے؟ کیوں اس میں شبہ کیا جاتا ہے؟ لما تقولون بما لا تفعلون +

ولایت علیؑ و خلافت الٰہیہ علیؑ کے علم و قدرت کا صاف پتہ دیتی ہے۔ علم میں علیؑ سب سے افضل ثابت ہو چکے ہیں۔ اور قدرت میں علیؑ سب سے بڑھ کر ہیں۔ شجاعت

اٹھارھویں دلیل

علیؑ مشہور و زبان زد خلائق ہے۔ ہر کہ و مہ مانتا ہے۔ اپنے اور پرائے تسلیم کرتے ہیں۔ مسلم و غیر مسلم مقر ہیں۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ خلافت و امامت کے فرائض میں اقامہ حدود و حفظ سفور و حمایت خواہ اسلام شامل ہے۔ اور اسی کا نام سیاست دینی ہے۔ اور یہی ملک شرعی ہے یعنی بقانون الٰہی امت کی سیاست و تدبیر کرنا۔ اور سیاست عقلاً دو ہی چیزوں کو مقتضی ہے۔ ایک علم دوسرے قدرت و شجاعت۔ اسی کو خدا نے معیار قرار دیا ہے۔ اور سیاسی حاکم عند اللہ و عند الرسول وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جو علم و شجاعت میں سب سے بڑھ کر ہو۔ قال عز من قائله۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا۔ جالوت کے مقابلہ میں بنی اسرائیل جب لڑنے سے انکار کر رہے تھے۔ تو ایک عذر پیش کیا۔ کہ ہمارا کوئی بادشاہ تو ہے نہیں۔ ہم کیسے لڑیں۔ اس پر ان کے نبی نے کہا۔ (شموئیل) اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ کہنے لگے۔ کہ اس کو ہم پر بادشاہت کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔

جو سب سے بڑھ کر عالم اور بہادر ہے وہ خلیفہ رسول ہے

ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے مستحق ہیں۔ اس کو تو کچھ وسعتِ مال حاصل نہیں۔ وہ بڑا دولت مند اور خزانوں والا نہیں ہے۔ جو بادشاہ کہلائے۔ ان کے نزدیک بادشاہت دینی بھی شان و شوکت۔ جاہ و حشم و فوج و خدم اور مال و دولت کا نام ہے۔ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (بقر ۳۲)۔ ان کے پیغمبر نے کہا۔ وہ اس لئے تمہارا بادشاہ ہے۔ کہ اللہ نے اس کو اس کے لئے چنا ہے۔ اور برگزیدہ کیا ہے۔ اور اس کو وسعت علم و شجاعت عطا کی ہے۔ اور خدا جس کو چاہتا ہے۔ بادشاہت عطا کرتا ہے۔ اور خدا بڑی وسعت اور علم والا ہے۔ اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں۔ اوّل یہ کہ شرعی بادشاہ وہ ہے۔ جس کو خدا چنے۔ اور خود نام لے کر انتخاب کرے۔ یا نبی کو وحی کرے۔ کہ فلاں کو بادشاہ بناؤ۔ دوم یہ کہ اس کو علم عطا کرے۔ سوم شجاعت عطا کرے۔ چہارم خدا کے سوا کسی کو بالاستحقاق اور "يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ" بادشاہت دینے کے یہی معنی ہیں۔ اس کو صاحب علم و شجاعت پیدا کرے۔ اور اس کام کے لئے اس کو اختیار و پسند کرے۔ اور یہاں سے صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ بعد رسول اللہ امامتِ ناس اور ریاست امت کا حق حضرت علی علیہ السلام ہی کو حاصل ہے۔ اوّل خدا نے ان کو اسی کام کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اور خود علی حکیم فرمایا ہے۔ لسان صدق فرمایا ہے۔ ولی الامر بنایا ہے۔ رسول اللہؐ سے اعلان کرایا ہے۔ اور اسکی بیعت لوائی ہے۔ اور علم و شجاعت میں نہ کل امت محمدی بلکہ سوائے محمدؐ کل انسانوں سے افضل۔ خود قدرت نے حکمت اللہ پڑھائی ہے۔ ماں کے پیٹ سے نہیں حبیب سے نور خلق کیا علم عطا کر کے بھیجا ہے۔ ہر ایک جنگ کو

علیؑ کے ہاتھ پر فتح کیا ہے۔ بلکہ اپنی قدرت کا مظہر کامل بنا کر بھیجا ہے۔ کیا دُنیا میں کوئی ہے۔ جو علم و شجاعت میں علیؑ کا مقابلہ کر سکے۔ اور ملک شرعی و سیاست دینی کا مالک و مستحق بن سکے؟ دنیا علیؑ کی تلوار کا لوہا مانے ہوئے ہے۔ کل علماء علیؑ کے تبحر علمی کے مقر اور معترف ہیں۔ اور کل علوم اسلامیہ علیؑ کی طرف منسوب ہیں۔ پس یہ آیت بھی نص صریح ہے علیؑ کی خلافت بلا فصل پر۔ اور کوئی نہیں جو اس معیار امامت و بادشاہت شرعی پر پورا اتر سکے۔ بادشاہت الٰہی کا دارومدار علم و شجاعت پر ہے نہ مال و دولت پر۔ علم الٰہی و تدابیر الٰہیہ کے عالم ہونے پر ہے نہ اپنے حیلوں اور چالوں اور پالٹیکس اور پالیسی پر۔ ملک طبعی اور ہے۔ ملک سیاسی اور ہے۔ اور ملک شرعی اور ریاست دینی اور ہے۔ اس کے لئے مظہر خدا و رسول کی ضرورت ہے۔ مظہر علم و قدرت کی ضرورت ہے۔ اور علیؑ ایسے ہی ہیں۔ ۹

حیدر صفدر علیؑ ابن ابی طالب کہ ہست — اولیا را پیشوا و انبیا را یادگار
در معارک سر فگن در طاق کعبہ بت شکن — گاہ بر دلدل گہے بر دوش پیغمبر سوار
ہم برائے کشتی آل محمدؐ بادباں — ہم برائے چشمۂ فیض الٰہی آبشار
آنکہ از من کنت مولا رتبۂ او شد عیاں — آنکہ شد از انت منّی منصب او آشکار
آنکہ اصحاب نبی را از علومش اکتساب — آنکہ آل مصطفےٰؐ را از وجودش افتخار
پلۂ میزان زورش لا فتےٰ الا علیؑ — جوہر شمشیر او لا سیف الا ذوالفقار
مومناں را حب او از فتنۂ محشر پناہ — عاملاں را نام او از لشکر شیطاں حصار
مصطفےٰ شہر علوم و مرتضےٰ باب علوم — ہر کسے از در رسد در شہر کے یابد گذار

گفت چوں پیغمبر حق کہ حق ہمراہ اوست
اہل حق را شد امام و دور حق دا شد مدار

قال اللہ عزوجل ۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ کہدو

انیسویں دلیل

اے پیغمبرؐ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو۔ اس کے محبت کے قائل ہو۔ اس کے محب صادق ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ خدا تمہیں محبوب بنالیگا۔ یہاں مومنین کو خدا نے اپنے محبوب کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ اور نتیجہ یہ بتلایا ہے۔ کہ جو پیروی محبوب کریگا۔ وہ محبوب خدا ہوجائیگا مفہوم آیت یہ ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ پیغمبر ہمارا محب صادق ہے۔ اگر تم بھی محب ہو۔ تو اس کے قدم بقدم چل کر دکھلاؤ۔ اور چونکہ محب خدا خدا کی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور اس کی رضاء میں خوش ہوتا ہے۔ اس لئے وہ محبوب خدا ہے کیونکہ خدا اسی کو دوست رکھتا ہے۔ جو اس کی رضا میں راضی ہو۔ اس کی مرضی پر چلے۔ چونکہ رسول ایسا ہی محب صادق بلکہ عاشق صادق ہے۔ اس لئے محبوب خدا ہے۔ جو ایسا صادق محب ہو کر محبوب کے قدم بقدم چلیگا۔ وہ بھی محبوب خدا ہوگا۔

اسوۂ حسنہ محمدی

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یقیناً اسوۂ حسنہ محمدی محبوبیت خدا کی موجب ہے۔ جو آں حضرت کا مطیع۔ تابع۔ پیرو اور کل اعمال و اخلاق میں حضرتؐ کے قدم بقدم ہوگا۔ وہ ہی اوّل اسوۂ حسنہ محمدی کا مصداق ہوگا۔ اور وہی بعد رسول پیروی کا مستحق ہوگا۔ اور جس کی نسبت خدا و رسول کی سند و تصدیق ہو۔ کہ وہ محبوب خدا و محبوب رسول خدا ہے تو وہ یقیناً رسول اللہ کا سچا پیرو اسوۂ حسنہ محمدی بدرجہ اکمل واتم رکھنے والا خدا و رسولؐ کا سچا محب بلکہ عاشق ثابت ہوگا۔

اوصاف محبان خدا

خدا نے اپنے محبوبوں کے چند اوصاف بیان کئے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ خدا متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۔ خدا صابرین کو دوست رکھتا ہے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ اور خدا نکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۔ اور خدا متطہرین و پاک و پاکیزہ

نفوس کو دوست رکھتا ہے۔ اور جن میں اوصاف ذیل ہوں۔ ان کو دشمن رکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَائِنِیْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُتَکَبِّرِیْنَ۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ۔ بیشک خدا حد سے گزرنے والوں۔ حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والوں۔ فخر و ناز سے چلنے والوں۔ خائن اور گنہگاروں۔ مال دنیا پر خوش ہونے والوں اور اترانے والوں مفسدین۔ ظالمین۔ متکبرین اور کافرین کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ دین میں اسراف کرنے والوں اور گنہگاروں کو محبوب نہیں رکھتا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (صف ۱)۔ بیشک خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو اس کی راہ میں اس طرح جم کر لڑتے اور جہاد کرتے ہیں۔ کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی آہنی دیوار ہیں +

علی ابن ابی طالبؑ ان کل اوصاف سے متصف ہیں۔ جو حب الٰہی کی شرائط ہیں۔ وہ متقی ہیں۔ منصف و عادل ہیں۔ محسن و نکوکار ہیں۔ بلکہ معصوم برحق ہیں۔ مطہر و پاک و پاکیزہ ہیں۔ اور ان کل اوصاف سے بری ہیں۔ جو عدم حب الٰہی کا موجب ہیں۔ نہ وہ متکبر ہیں۔ نہ وہ مفسد ہیں۔ نہ وہ دنیا پر اترانے والے ہیں۔ نہ وہ مسرف و گنہگار ہیں۔ نہ وہ ظالم و جبار ہیں۔ نہ وہ خائن و آثم ہیں۔ خدا ان کو دوست رکھتا ہے۔ جو اس کی راہ میں جمکر لڑتے ہیں۔ اور کبھی میدان سے قدم نہیں ہٹاتے ہیں۔ یہ وہ صفت ہے۔ کہ جن میں کوئی مومن کوئی صحابی علیؑ کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف علیؑ ہی ہیں۔ جو کبھی کسی معرکہ سے نہیں بھاگے۔ کوئی اس وصف میں ان کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے جنگ خیبر کے

علیؑ میں کل اوصاف درجہ اعلیٰ جمع ہیں

علی تصدیق خدا ور سول محبوب خدا ہیں

موقع پر رسول خداؐ نے اس کی تصدیق کی ہے۔ کہ میں کل علم اسلام و رایت دین
اس کو عطا کروں گا۔ جو کرار غیر فرار ہے کبھی فرار نہیں کیا ہے۔ اور اس صفت میں وہ
منفرد ہیں۔ اگر کوئی دوسرا بھی اس صفت میں ان کا شریک ہوتا تو یہ صفت ان کی
تمیز کا موجب نہ ہوتا اور ان کی تخصیص نہ کرتا۔ جب کسی کی تعریف کرنا معرفت کرانی
منظور ہوتی ہے۔ تو اس کے اوصاف خاصہ بیان کئے جاتے ہیں۔ جن میں وہ
سب سے ممتاز اور منفرد ہو۔ پس علیؑ ہی کرار غیر فرار ہیں۔ اور وہی محبوب خدا محبوب
رسول خدا ہیں۔ اور حدیث کا فقرا اسی طرح موجود ہے۔ کہ وہ ایسا کرار غیر فرار ہے
کہ خدا ور سول کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا اور رسول خدا اس کو دوست رکھتے ہیں۔
وہ اس وقت تک اب قلعہ خیبر سے نہ مڑیگا جب تک کہ خدا اس کے ہاتھ پر فتح
نہ دیگا۔ یہ ایک نہایت زبردست سند ہے۔ علیؑ کے محبوب خدا و رسول ہونیکی
اور یہی سند ہے۔ آپ کے اسوۂ حسنہ محمدی میں کامل و اکمل ہونے کی اور یہی
سند ہے علی کو نبی کے ساتھ معیّت تامہ حاصل ہونے کی۔ کیونکہ اسوۂ حسنہ کے
معنی سوائے معیت تامہ کے اور کچھ نہیں ہیں۔ اور ان لوگوں کے اوصاف جو نبی
کے ساتھ ساتھ قدم بقدم چلنے والے اور اس کی تام و کامل معیت میں ہوں۔ اسوۂ
حسنہ کے پورے عامل ہوں۔ یہ ہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ
اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا
مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ
فِی التَّوْرٰةِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ
فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (پ ۲۶ ع ۱۲)۔
محمد رسول خدا ہیں۔ اور وہ لوگ جو انکی معیت میں ہیں۔ وہ کفار پر بڑے سخت ہیں۔
آپس میں ایک دوسرے پر مہربان۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی ہی

چاہتے رہتے ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر سجدہ کا نشان ہے یہی ان کی مثال ہے۔ توریت میں بھی اور انجیل میں بھی۔ وہ سرسبز کھیتی کی مانند ہیں۔ جس کی بوٹی نکلی۔ اور مضبوط ہو کر اپنی ساق پر کھڑی ہو گئی۔ تاکہ کفار ان سے رنجیدہ ہوں۔ اور دیکھکر جلیں۔ **اللہ تعالےٰ نے ایمان والوں میں سے ان لوگوں سے جنہوں نے اعمال نیک کئے ہیں۔ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔** اس آیت میں ان لوگوں کے جو رسول کی معیت میں ہیں چار وصف بیان کئے ہیں۔ اوّل وہ کفار پر سخت ہوتے ہیں۔ دوم آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں۔ تیسرے وہ نہایت درجہ عبادت گذار کہ جب تم انہیں دیکھو۔ تو راکع و ساجد ہی پاؤ گے۔ ان کی پیشانیوں پر سجدہ کا نشان ہوگا۔ چوتھے یہ کہ وہ ہمیشہ فضل خداوندی اور اس کی خوشنودی کے طالب رہتے ہیں۔ اور سرسبز کھیتی کی طرح کفار کے حسد کے موجب ہوتے ہیں اور اللہ نے مومنین صالحین کے لئے اجر کا وعدہ کیا ہی ہے۔ بیشک ایسے نفوس ہی خاص اجر الٰہی کے مستحق ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام ان چار وصفوں میں کامل اترتے ہیں۔ کفار پر ان کی سختی و شدت نمایاں ہے۔ اور کافروں کا کوئی گھر نہیں تھا جس میں علیؑ کی تلوار نے ماتم برپا نہ کیا ہو۔ اسی وجہ سے اکثر کینہ ور عرب اسلام سے منسوب ہونے کے بعد بھی علیؑ سے بغض و حسد اور کینہ رکھتے تھے۔ اور اولاد علیؑ کے دشمن تھے۔ مومنین کے ساتھ نہایت درجہ مہربان تھے۔ راتوں کو طعام پشت پر رکھ رکھ کر غریبوں اور مسکینوں کو پہنچاتے تھے۔ آپ بھوکے رہتے تھے۔ دوسروں کو کھلاتے تھے۔ آپ پیاسے رہتے تھے۔ دوسروں کو پلاتے تھے۔ آپ نہ پہنتے تھے۔ دوسروں کو پہناتے تھے۔ ایک شب میں دو دو ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ ہر دم خوشنودی خدا کے طالب رہتے تھے۔ اور اس کی رضا کے لئے جان تک کو بھی عزیز نہ رکھتے تھے۔ غرض بدرجہ اتم یہ اوصاف

علیؑ اوصاف اربعہ معیت رسول میں کامل ہیں

ان میں موجود تھے۔ اور اسوۂ حسنہ محمدی کی کامل مثال ان میں موجود تھی۔ اور بیشک جس کو آنحضرت صلعم سے معیت حاصل ہو۔ وہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ پھر معیت بھی کیسی تقدم خلقت میں معیت۔ نورانیت میں معیت۔ روحانیت میں معیت۔ جسمانیت میں معیت۔ عالم ارواح میں معیت۔ عالم اجسام میں معیت۔ دعوت حق میں معیت۔ طہارت میں معیت عصمت میں معیت۔ علم و حکمت میں معیت شجاعت میں معیت۔ ہدایت فطری میں معیت۔ نزول ملائکہ میں معیت ولایت میں معیت۔ محبت و مودت میں معیت۔ سلام و صلوٰۃ میں معیت۔ حرمت صدقات میں معیت۔ ہر عالم میں رسول اللہ کے ساتھ رہے۔ بچپن سے رسول اللہ کی گود میں کھیلے۔ سفر و حضر میں رسول کی معیت میں رہے۔ اگر ان میں اسوۂ حسنہ محمدی نہ پائی جائے۔ تو اور کس میں پائی جائیگی چونکہ اس اسوۂ حسنہ کے لئے بھی استعداد و قابلیت کی ضرورت ہے۔ اور علیؑ چونکہ عصمت و طہارت و نورانیت میں نبی سے اتحاد رکھتے ہیں۔ اس لئے جو قابلیت اسوۂ حسنہ کی ان میں ہے۔ اور کسی میں نہیں۔ اور جس کو اسوۂ حسنہ محمدی حاصل ہو۔ وہی محبوب خدا و رسول ہے۔ اور بعد رسول اللہ وہی مطاع و مقتدائے خلائق رسول اللہ کی جگہ ان کا نمونہ ہی بیٹھ سکتا ہے۔ خلیفہ مستخلف کا آئینہ ہی ہوتا ہے۔ علیؑ وہ شخص ہیں جن کو محبوب خدا رسول ہونے کی سند خدا اور رسول کی طرف سے ملی ہوئی ہے۔

آیہ معیت اور علماء کی گلفشانی

اور محبوب خدا کی جگہ محبوب خدا ہی بیٹھیگا۔ علیؑ کے مقابلہ میں کوئی دوسرا متبع رسول "فاتبعونی" کا صحیح اور کامل مصداق اور "یحببکم اللہ" کا مورد نہیں ہو سکتا۔ ہم یہاں یہ بھی کہدیں۔ جن حضرات نے خلاف اسلوب عرب بلکہ آیہ مجیدہ والذین معہ الآیہ کو مسخ کر کے یہ معنی لئے ہیں۔ کہ "معہ" سے مراد حضرت ابی بکر ہیں۔ اور اشداء علی الکفار سے مراد حضرت عمر ہیں۔ اور رحماء بینہم سے عثمان

بن عفان - اور اس راکع وساجد سے مراد حضرت علیؓ - انہوں نے آیہ کو مسخ کرنیکے علاوہ
صحابہ کی بھی توہین کی ہے - اوّل تو دیگر صحابہ کرام کو اسوۂ حسنہ محمدی سے نکال دیا
ہے - اور صرف ان چار کے لئے ثابت کی ہے - دوسرے ان کو بھی کامل اسوۂ
حسنہ سے درصل خارج کردیا ہے - کیونکہ اسوۂ حسنہ کے تو یہ معنی ہیں - کہ کل حسنات
محمدی میں آپ کی پیروی کی جائے - اور کامل پیروی ہو - یہاں صرف ایک ایک
وصف محمدی ایک ایک خلیفہ میں دکھلایا ہے - اور باقی اوصاف سے عاری
رکھا ہے - اس لئے اب بعض علماء اہل سنت نے ان مہمل معنی کو چھوڑ کر نئی راہ
ایجاد کی ہے - مگر اس ایجاد بندہ میں وہ اس سے بھی بڑھے ہوئے نکلے ہیں -
وہ اشداء علی الکفار - رحماء بینھم اور ترٰیھم رکعا سجدا کو
اسلام کی تین جانشین مراد لیتے ہیں - یعنی " اشداء علی الکفار " اسلام
کے قوت اور شدت کا زمانہ - اور رحما سے ضعف کا زمانہ - اور راکع ساجد سے
عبادت کا زمانہ - مگر اس نئی بدعت میں بھی پرانی ہی لکیر کے فقیر رہے ہیں - اور
رسول اللہ پر ہاتھ بھی صاف کردیا ہے - اور نہایت لغو معنی بیان کئے ہیں -
سچ ہے - ایک دروغ کے لئے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں - مگر پھر بھی کچھ نہیں
بنتا - فرماتے ہیں - کہ رسول اللہ کے وقت میں اور ان کے انتقال کے وقت
اسلام میں ضعف تھا - اور بعد رسول اللہ مسلمان مرتد ہو گئے تھے (ہمارے
ناظرین اس کو خوب ملحوظ خاطر رکھیں) - حضرت ابی بکر نے اپنی شدت و قوت
دکھائی - اور مدنی مسلمانوں کا خون بہایا - اور لڑکر اسلام کی قوت قائم کی -
اور اسی سے ان کے مذاق کے موافق کفار کی بڑی بڑی سلطنتیں اسلام کے
قبضہ میں آگئیں - پس قیصر و کسریٰ کے خزانے مسلمانوں کے ہاتھ میں آپڑے -
اور لوٹ میں فارس کی بعض شاہزادیاں بھی آئیں - اور ایک شہزادی کا نکاح
امام حسینؑ سے حضرت عمر نے کرایا - آیت کے معنی ختم ہو گئے - خلفاء کی خلافت

حق ثابت ہوگئی۔ اور اسلام کا ضعف وقوت وعبادت سب حضرت ابی بکر میں مدغم ہوکر آیت صادق آگئی +

خدا رسولؐ کی تعلیم وتربیت اور اثر تعلیم وتربیت کا ان کے متبعین صادقین میں ذکر کرتے ہوئے ان کے اوصاف بیان کرتا ہے۔ کہ جو رسول اللہ کے ساتھ ہیں۔ رسول اللہ کی معیت انہیں حاصل ہے۔ ان کے یہ اوصاف اربعہ ہیں۔ یہ کہاں فرماتا ہے۔ کہ رسول اللہ کے زمانے میں اور ان کے انتقال کے وقت اسلام ضعیف ہوگا۔ اور پھر حضرت ابی بکر کے ساتھ یہ مل کر اس کو قوت دیدینگے؟ کیا تعلق اس مضمون کو اس آیت سے کیا نسبت معیت رسول اللہ اور اسوۂ حسنہ محمدی کو قیصر وکسرے کے خزائن اور لوٹ کی لونڈیوں سے؟ کیا رحماء بینہم کے یہ معنی ہیں کہ اہل مدینہ قتل کر دئے جائیں۔ اور بے گناہ آگ میں جلائے جائیں جو نماز پڑھتے ہوں۔ اور روزہ رکھتے ہوں۔ صرف حضرت ابی بکر کو زکوۃ دینے سے انکار کرتے ہوں۔ کیا "ترٰهم رکعا سجدا" (تم ان صحابہ کو رکوع سجدہ ہی میں دیکھوگے) کے یہ معنی ہیں۔ کہ قیصر وکسرے کے خزانوں سے مالا مال ہوکر حب دنیا سے ان کے دل ان کے گھروں اور ان کی جیبوں کی طرح بھر جائینگے۔ یہ سب کچھ ہوا۔ کہ حضرت ابی بکر نے مسلمانان مدینہ کو قتل بھی کیا۔ اور ان کی صوم وصلوٰۃ کو قبول نہ کیا کسی صحابی کا مشورہ نہ مانا۔ یہ بھی صحیح ہے۔ کہ ان حضرات کے زمانے میں فتوحات ہوئیں۔ مسلمان مال ودولت میں بڑھے۔ اور کافی خونریزیاں کیں۔ بیشک روم وایران کی سلطنتیں تباہ ہوئیں۔ مگر اس آیت سے اس کو کیا نسبت ہے۔ اس آیت میں کونسی پیشگوئی اس واقعہ کی طرف۔ یہ معنی تو صرف موجد کے دماغ ہی میں ہیں۔ آیت کے الفاظ میں تو کہیں پتہ نہیں لگتا۔ والمعنی فی بطن الشاعر سے ہمیں بحث نہیں + خیر ہمیں اس سے بھی مطلب نہیں۔ کہ کوئی کیا کہتا ہے کیونکہ ہماری کتاب مناظرہ کی کتاب نہیں ہے۔ یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ جو آیت کے

معنی کرتے ہوئے آپڑا۔ ورنہ ہمارا مقصد تو اتنا ہی ہے کہ حضرات صحابہ کرام کچھ ہوں کریں۔ انہوں نے بہت کچھ کیا ہے۔ کیا کریں۔ مگر اسوۂ حسنہ محمدی کی قابلیت جو علیؑ کو حاصل ہے۔ اور کسی کو نہیں۔ اور جس درجہ کامل و اکمل معیار اتباع رسول و معیتِ رسول پر علیؑ اترتے ہیں۔ اور اس درجہ پر نہیں اترتے ہیں۔ ہم اسوۂ حسنہ محمدیؐ کا کچھ آئندہ بھی ذکر کرتے رہیں گے۔ یہاں اسی قدر کافی ہے۔ قل انکنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

بدوستی ولی و نبی اساس نہاد	جہان و ہر چہ در وہست خالق جبار
اگر نہ ذات نبی و ولی بدے مقصود	جہان بکتم عدم اوفتے ہمچو اول بار
نوشتہ بر در فردوس کاتبان قضا	نبیؐ رسول و ولی عہد حیدر کرار

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ الآیہ

بیسویں دلیل

(اعراف)۔ نجات اسی کے لئے ہے۔ جو رسول نبی امی کی پیروی کرے۔

خلافِ پیغمبرؐ کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

اور اس کو ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں۔ اور اس میں کسی مسلمان کو اختلاف بھی نہیں ہو سکتا۔ صرف دیکھنا یہ ہے۔ کہ بعد رسول اللہؐ کسی کی پیروی کی ضرورت ہے یا نہیں۔ کسی کا اتباع واجب ہے یا نہیں۔ کسی کی اطاعت فرض ہے یا نہیں؟ اور یہ سب کچھ بھی ثابت کر دیا گیا ہے۔ ضرور ہے۔ اور اس کو بھی ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ کس کی ہے۔ اس آیت میں بھی خدا اس کی تصریح فرماتا ہے۔ بلکہ یہ واضح کرتا ہے۔ کہ صرف رسول کی پیروی کافی نہیں ہے۔ بلکہ "واتبعوا النور الذی انزل معہ" نجات ان کے لئے ہے۔ جو رسولؐ نبی امی کی

پیروی کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں۔ جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ رسول اللہ کی پیروی کا تو سب مسلمان دعوے کرتے ہیں۔ اور ان کے لائے ہوئے قرآن پر بھی عمل کرنے کے مدعی ہیں۔ لیکن وہ نور کون ہے۔ جو رسول اللہ کے ساتھ ساتھ نازل ہوا ہے۔ اور اس کو معیت تامہ کاملہ ہر حال اور ہر زمان و مکان میں رسول اللہ کے ساتھ حاصل ہے۔ کیا وہ نور سوائے نور علیؑ و نور اہل بیت نبیؐ کوئی اور ہو سکتا ہے؟ کیا امت محمدی میں نور اللہ و نور رسول اللہ کوئی اور بھی ہے۔ بالکل محقق و مسلم ہے۔ کہ علیؑ نور محمدی ہے۔ نور محمدیؐ کا ٹکڑا ہے۔ اور ہم معیت علیؑ کو دکھلا چکے ہیں۔ حصہ دوم میں بھی مفصل ثابت کر چکے ہیں۔

پس بنص الٰہی رسولؐ اللہ کے ساتھ اس نور پر بھی ایمان لانا اور رسول اللہ کی جگہ اس کی پیروی کرنا فرض ہے۔ اور چونکہ بعد رسول اللہ صرف خلیفۂ رسول ہی کی پیروی فرض ہے۔ لہٰذا بعد رسولؐ اللہ خلیفہ برحق رسول جس کی پیروی بنص قرآنی مسلمانوں پر فرض ہے۔ وہ نور ہے۔ جو رسول اللہؐ کے ساتھ ساتھ نازل ہوا ہے۔ اور خود نور علیؑ نور اور وہ علی اور اولاد علی ہیں۔ جو نور محمدی ہیں۔ پس وہی جانشین رسول ہیں۔

محمدؐ کی
تامہ معیت
نور کا بیان

مزید توضیح

اس آیہ امی میں نبی امی کے ساتھ اس نور کی پیروی کا حکم ہے۔ جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ۔ بعض مفسرین کا یہ خیال ہے۔ کہ اس نور سے مراد قرآن ہے اور رسول اللہؐ کے ساتھ قرآن کی پیروی بھی ضروری ہے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ قرآن کی پیروی سب پر فرض ہے۔ اس سے کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ اس صورت میں قرآن اور رسول بالکل دو جدا جدا چیزیں ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ قرآن سینہ رسول میں ہے۔ قرآن باطن رسول ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہؐ کی پیروی سے مراد حدیث رسول کی پیروی ہے۔ اور قرآن کی پیروی

آیۂ امی میں
نور سے مراد
علیؑ ہی ہیں

سے مراد نصوص آیات کی پیروی ہے۔ لیکن آیت بتلا رہی ہے۔ کہ اصل اتباع
اتباع رسول ہے۔ اور وہ اوّل اور مقدم ہے۔ اور اس کے بعد اس نور کی پیروی
ہے۔ جو اس کے ساتھ نازل ہؤا۔ تاویل بالا کی صورت میں صاف لازم آتا ہے۔
کہ حدیث نبوی اصل اور قرآن فرع ہو۔ حدیث مقدم ہو۔ اور قرآن مؤخر ہو۔ اور یہ خلاف
ہے۔ کل اہل اسلام کے نزدیک قرآن مقدم ہے۔ حدیث سے۔ نہ بالعکس۔
علاوہ ازیں اس نور کا وصف "اُنْزِلَ مَعَہٗ" وہ نور ہے۔ جو رسول کی معیت
میں اترا ہے۔ یہ وصف بظاہر قرآن پر صادق نہیں آتا۔ کیونکہ حقیقت قرآن
نہ الفاظ ہیں۔ نہ نقوش وخطوط اور نہ تصورات ذہنیہ۔ بلکہ حقیقت قرآن حقیقت
نوریہ ہے۔ روح نورانی محمدی عین قرآن ہے۔ ہم باب اوّل میں اس حقیقت کو
ثابت کر چکے ہیں۔ اور تعلیم قرآن اوّل خلقت میں ہوئی ہے۔ "الرحمٰن علم
القرآن۔ خلق الانسان علمہ البیان"۔ تعلیم قرآن خلقت انسان سے
مقدم ہے۔ اور تنزیل قرآن مفسرین کے نزدیک اس وقت ہے۔ جبکہ آپکا
سن عالم جسمانی زمانی میں چالیس سال کو پہنچ گیا ہے۔ پس قرآن کے لئے "انزل
معہ" (اس کے ساتھ نازل کیا گیا) کیونکر صادق آئیگا؟ پھر تعلیم قرآن بلاواسطہ
من جانب اللہ ہے۔ انک لتلقی القرآن من لدن علیم حکیم۔ اور نزول
قرآن بواسطہ حضرت جبرئیلؑ ہے۔ نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک۔ فانہ
نزل علی قلبک باذن اللہ (بقرع ۱۲)۔ پس اس صورت میں بھی مقام تنزیل
کے لئے معیت نزول صادق نہیں آتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے۔ اور
نہایت غور طلب ہے۔ کہ رسول اللہ بذریعہ قرآن ہدایت خلق کے لئے آئے
ہیں۔ اور قرآن کا یہ معجزہ ہے۔ اور یہی اس کی حقانیت کی دلیل بھی ہے۔ کہ
اس میں اختلاف نہیں ہے۔ پس ان کے ماننے والوں میں اختلاف نہ ہونا
چاہئے۔ مگر مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ وہی مسلمان جو رسول اللہؐ پر ایمان

رکھتے ہیں۔ قرآن کو مانتے اور عمل کرتے ہیں۔ سخت ترین اختلافات میں مبتلا ہیں۔ سب قرآن کو مانتے ہیں۔ مگر مختلف ہیں۔ ہدایت پر نہیں ہیں۔ بہتر فرقے ناری ہیں اور ایک فرقہ ناجی ہے۔ اس سے بالبداہت ثابت ہے۔ کہ مسلمان کسی ایک چیز کو نہیں مانتے۔ جو ان کو ماننی چاہیئے۔ اور وہ بحکم آیہ مصدرہ نہیں ہے۔ مگر وہ نور جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ نازل کیا ہے۔ کل مسلمان قرآن کی پیروی کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس نور کی پیروی نہیں کر رہے ہے جس کی پیروی کا اتباع رسول کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ پس یہ نور ہرگز قرآن نہیں ہے۔ ورنہ اختلاف نہ ہوتا۔ بہتر فرق اسلام قرآن کے ماننے والے ناری نہ ہوتے ایک رکن کے اتباع کو چھوڑا ہوا ہے۔ اس لئے اختلاف ہے۔ اس لئے رسول اور قرآن کے ماننے والے بھی ناری ہیں۔ اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اس اتباع رسول اور قرآن میں تو کل فرق اسلامی متفق ہیں۔ کل تہتر فرقے مساوی ہیں۔ اختلاف اس نور کی اتباع میں ہے۔ تہتر فرقوں میں ایک فرقہ امامیہ ایسا ہے۔ جو اس اتباع رسول و قرآن کے ساتھ اتباع امام کا بھی قائل ہے۔ اور امامت اس کے نزدیک اصول دین میں داخل ہے۔ پس بہتر فرقے مشترک ہیں۔ اور ایک جدا۔ بہتر فرقے علیؑ کی اطاعت کے منکر ہیں۔ اور ایک اثنا عشری قائل۔ بہتر کا حکم ایک جیسا ہوگا۔ اور اس ایک کا جدا۔ لہذا بہتر سے جدا ہو کر نجات اسی کے لئے ہوئی۔ اس سے اس نور کے معنی معلوم ہونے کے ساتھ کہ وہ قرآن نہیں ہے اس کی تشخیص بھی ہوگئی۔ کہ وہ علی ہی ہے پس اتباع رسول اللہ صلعم کے بعد اتباع علیؑ بحکم آیہ مجیدہ الٰہی فرض ہے۔ اگر اس کا اتباع بھی کیا جائے۔ تو کل اہل اسلام کے لئے نجات حاصل ہو۔ اور اختلاف رفع ہو جائے۔ فاتبعوا النور الذی انزل معہ ❊

اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ اس نور سے مراد تو نور قرآن ہی ہے۔ مگر اختلاف

اس کے ماننے والوں میں اس کے معنی سمجھنے میں ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے مطلب کے معنی لے لیتا ہے۔ بیشک یہ صحیح ہے۔ اور ہم مانتے ہیں۔ بلکہ ثابت کر آئے ہیں۔ لیکن یہ خیال ایک عالم علم لدنی مبیّن قرآن کی معیت کو قرآن کے ساتھ ثابت کرتا ہے۔ کہ کوئی شخص ہمیشہ ایسا ہو۔ جو حقیقی معنی قرآن بیان کر کے اختلاف مٹاتا ہے۔ لہٰذا اس تاویل سے بھی ہمارا ہی مقصود ثابت ہے۔ یعنی قرآن کے ساتھ ایک ایک مبیّن قرآن کا اتباع ضرور ہے۔ ورنہ رفع اختلاف ناممکن۔ جیسا کہ بالتفصیل ثابت ہو چکا ہے +

نکتہ۔ "واتبعوا النور الذی انزل معہ" سے یہ ثابت ہوا۔ کہ اس سے وہ نور مراد ہے۔ جس کو رسول اللہ ص سے معیت خلق و نزول فی العالم الجسمانی حاصل ہے۔ اور وہ نور علیؑ ہی ہے اور نور علیؑ و اولاد علیؑ ایک ہی ہے پس یہ بہت سے نور ہو گئے۔ اور یہاں سے "والذین معہ اشداء علی الکفار الایہ" کے معنی کی اور توضیح ہو گئی۔ کہ یہ علیؑ اور اولاد علیؑ ہی ہیں۔ اور یہ وہ رسول اللہ ص کے نمونے اور اسوہ حسنہ کے مصداق ہیں۔ جن کا اتباع کل دوسرے مسلمانوں پر فرض ہے پس یہ آیت "محمد رسول اللہ والذین معہ الایہ" ائمہ اہل البیتؑ انوار محمدی کی پیروی اور ان کی اطاعت پر دال ہے۔ نہ خلفاء واربعہ کی خلافت پر۔ فتدبر فیہ +

اکیسویں دلیل

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ وَکَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْکٰفِرِیْنَ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ (پ ۲۴ ع ۱)۔ اس سے بڑھ کر ظالم و گنہگار کون ہے۔ جس نے خدا پر جھوٹ بولا۔ اور جھوٹا دعوے کیا۔ اور حق و صدق کی تکذیب کی۔ جب اس کے پاس آیا۔ کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے؟ (کیوں نہیں

صادق و مصدق

ضرور ہے)۔ اور وہ جو صدق کو لیکر آیا۔ اور جس نے صدق کی تصدیق کی۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جو در اصل متقی ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ ہے۔ جو کچھ وہ چاہیں۔ اور یہ نکوکاروں کی جزا ہے۔ جو شخص خدا پر جھوٹ بولے۔ خدا نے اس کو مقرر نہیں کیا ہے۔ اور وہ دعوے کرے۔ کہ مجھ کو خدا نے مقرر کیا ہے۔ یا ایک فتوے دے۔ اور کہے۔ کہ یہی خدا کا حکم ہے۔ اور وہ در اصل خدا کا حکم نہیں ہے۔ اور جو شخص سچائی کی قدر نہ کرے۔ سچ اور سچے کی تکذیب کرے۔ وہ سب سے بڑھ کر ظالم و کافر ہے۔ جو شخص سچائی کو لائے۔ حق لے کر آئے۔ اور جو شخص اس کی تصدیق کرے۔ وہ متقی ہے۔ وہ جو چاہے۔ خدا اسے دیگا۔ اور یہی ایسے نکوکاروں کی جزاء ہے۔ اس میں تو کوئی شبہ کرنے کی جگہ ہی نہیں ہے۔ کہ پیغمبر صادق امین حق و صدق کو لانے والے ہیں۔ هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق الایہ۔ اور ان کے اوّل المتقین و محسنین ہونے میں بھی کسی کو شبہ نہیں۔ اور ان کے بعد جو شخص ان کی تصدیق دل سے اور قولاً و فعلاً کرنے والا ہو۔ وہ ان متقین میں سے ہے۔ اور جو شخص اس میں جتنا کامل ہوگا۔ اتنا ہی متقی تر۔ اور رسول متقی سے قریب تر۔ اور جو شخص اس میں سبقت کریگا۔ وہ سب سے مقدم۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ السابقون السابقون اولئک المقربون۔ سابقین سب سے مقرب ہیں۔ پس تقدم۔ تصدیق سب سے مقدم ہے۔ جو شخص رسول اللہ کی اس وقت تصدیق کرے۔ وہ اس صادق کے ساتھ ہے۔ اور وہ جو چاہے۔ خدا سے لے سکتا ہے۔ جو مانگے۔ اُسے مل سکتا ہے۔ جو دعا کرے قبول ہو سکتی ہے۔ یہ صرف آخرت ہی سے متعلق نہیں دنیا سے بھی ہے۔ یہاں بھی جو چاہے۔ ملیگا۔ جملہ موصولہ اسی کو مقتضی ہے۔ اسی عمومیت و اطلاق کو چاہتا ہے۔ لیکن مقام تصدیق میں یہ ضروری ہے۔ کہ عالم کی تصدیق اور جاہل کی تصدیق میں فرق ہوتا ہے۔ اوّل تو کسی کی واقعی تصدیق

کامل کی تصدیق صاحب کمال ہی کر سکتا ہے

وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو اس شئے کا عالم ہو۔ جس کا وہ مدعی ہو کر آیا ہے۔ جس کی تصدیق کرنی ہے۔ ایک حکیم کی تصدیق حکیم ہی کر سکتا ہے۔ کہ ہاں یہ حکیم ہے۔ ایک طبیب کی طبیب کر سکتا ہے۔ ایک فلاسفر کی فلاسفر کر سکتا ہے۔ ایک صناع کی صناع کر سکتا ہے۔ اگر ایک فلسفی کی تصدیق علم فلسفہ سے جاہل کرے۔ تو یہ تصدیق نہیں بلکہ مزاح ہے یا حماقت وعلیٰ ہذا القیاس ؎

صائب دو چیز می شکند قدر شعر را
تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس

بے معرفت ناشناس لاعلم جاہل کی تصدیق تصدیق ہی نہیں ہے۔ وہ کمرے ایسے کی تصدیق سند وحجت نہیں ہو سکتی۔ دوسروں پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہو گا اور کوئی اس کی تصدیق کی تصدیق نہ کریگا۔ یہ فطری اصول ہیں۔ اور ہر قوم و ملت میں موجود ہیں۔ ہر روز مشاہدے میں آتے ہیں۔ اور ایک ایک علم اور ایک ایک فن کی نسبت یہ ہے۔ کہ اس علم اور اس فن کا آدمی ہی ان کا مصدق ہو سکتا ہے پس جو وجود جمیع علوم اور کل اسرار اللہ کا خزانہ ہو کر کل انبیاء مرسلین و غیر مرسلین کے کمالات کا جامع ہو۔ اور افضل المرسلین وخاتم النبیین ہونے کا دعوے کرے۔ اس کی تصدیق کون کریگا؟ اور کس کی تصدیق اس ذات کی واقعی تصدیق سمجھی جائیگی؟ کون ہے؟ جو اسی وقت اس ذات مجمع اوصاف و کمالات و مظہر تام ذات مستجمع جمیع صفات کی تصدیق کرے۔ جبکہ وہ کھڑا ہو کر اوّل اوّل دعوے کرے۔ کہ میں پیغمبر خدا ہو کر آیا ہوں۔ اور تمہیں اس کی دعوت دیتا ہوں۔ درانحالیکہ ایک مدت عمر تک انہی لوگوں میں بڑھا پلا ہو ۔ اور رات دن اس کو دیکھتے رہے ہوں۔ اور جانتے ہوں۔ کہ اس نے کہیں تعلیم بھی نہیں پائی ہے۔ کیا کوئی اس مجمع کفار و مشرکین میں ہے۔ جو اس دعوے محمدی کی تصدیق کرے اور تصدیق سند ہو سکے۔ لوگ اس کو وقعت کی نگاہ سے دیکھ سکیں؟ ہرگز نہیں۔ جو

صدیوں سے توحید و دین سے عاری ہیں۔ علوم و فنون سے جاہل ہیں۔ وہ کیونکر
تصدیق کر سکتے ہیں۔ کہ بیشک یہ پیغمبر ہی ہے۔ اور خدا کا فرستادہ ہے۔ یہ اپنے
اندر خدائی علوم رکھتا ہے۔ اس کی تصدیق وہ کر سکتا ہے۔ جو علم نبوت
سے واقف ہو۔ اسرار نبوت کا عالم ہو۔ اور ذات محمدی کو پہچانتا
ہو۔ اور در اصل ایسا ہی ہے۔ جب دعوت ذو العشیرہ کا وقت آیا۔ رسول خدا کو
حکم ہوا کہ سب سے پہلے اپنی قریبیوں کو دعوت دو "وانذر عشیرتک
الاقربین۔ قریش کو جمع کر کے آپ نے اعلان نبوت کیا۔ اور خدا کا پیغام
پہنچایا۔ تو سب خاموش اور حیران تھے۔ دم سادھے ہوئے تھے۔ صرف
ایک سب سے کم عمر لڑکا ہی تھا۔ جو تینوں مرتبہ اُٹھا۔ اور کہا۔ میں آپکی تصدیق
کرتا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ اس کار خیر میں شریک ہوں۔ اور آپ نے فرمایا۔
تو ہی میرا بھائی میرا وزیر اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے (تفصیل حصہ اوّل دوم
میں ملاحظہ ہو)۔ ایشیائی اور یورپین مورخ دونوں اس واقعہ کی تصدیق کر رہے
ہیں۔ گبن و کارلائل اس کو لکھ رہے ہیں۔ کہ اوّل اوّل تصدیق علیؑ ہی نے کی۔ اور
انہی کو حضرت نے فرمایا۔ کہ تم میرے بھائی میرے وزیر اور میرے
خلیفہ ہو۔ لوگوں سے کہا۔ کہ اس کی سنو۔ اور اس کی اطاعت کرو۔
اور معترضین نے حضرت ابو طالبؑ سے مزاح کیا۔ کہ تمہارے بیٹے کی اطاعت کا
حکم تمکو دیا ہے۔ تاریخ سے یہ واقعہ کبھی مٹ نہیں سکتا۔ اگرچہ بعض وہ مورخین
جنہوں نے تاریخ کے رنگ میں مناظرہ لکھا ہے۔ اس کو صاف اُڑا جائیں۔ مگر
دنیا سے ان تاریخوں کو نہیں مٹا سکتے۔ جو دنیا کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔
مصنف "خلافت محمدیہ" نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ یہ واقعہ ہے۔ اور
ایسا ہی ہونا چاہئے تھا علیؑ ہی سب سے اوّل تصدیق رسالت
کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ عالم تھے۔ ماں کے پیٹ سے عالم پیدا

ہوئے تھے۔ صاحبِ علم لدنی تھے۔ صاحبِ الہام تھے۔ نورِ
محمدیؐ تھے۔ نفس رسولؐ تھے۔ جزو پیغمبری تھے۔ وہ ہر زمان و
مکان میں محمدؐ کے ساتھ تھے۔ وہ جانتے تھے۔ اور پہچانتے
تھے۔ کہ رسول اللہؐ کیا ہیں؟ محمدؐ کون ہیں؟ اور ان میں کیا
ہے؟ عالم کی تصدیق عالم ہی کیا کرتا ہے۔ اور نبی کی تصدیق نبی کرتا ہے۔
یا علم نبوت کا عالم کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیلؑ نبی و رسول و امام تھے۔
ان کے مصدق حضرت لوطؑ ہیں۔ قرآن میں ذکر ہے۔ "فآمن لہ لوط" "اور
لوطؑ حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے"۔ یعنی لوطؑ نے ابراہیمؑ کی نبوت و رسالت کی
تصدیق کی۔ کیونکہ وہ عالم نبوت تھے۔ اور واقعی یہ ایسا ہی مقام ہے۔ کہ یا
نبی یہاں کھڑا ہو سکتا ہے یا وہ۔ جس میں صلاحیت نبوت ہو۔ یعنی وصی نبی
و خلیفہ نبی۔ جناب قطب الاقطاب سید علی ہمدانیؒ لکھتے ہیں۔ کہ انس بن مالک
صحابی روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے تمام انبیاءؑ
سے برگزیدہ بنایا۔ اور میرے لئے ایک وصی انتخاب و اختیار کیا۔ پس میرے ابن عم
علیؑ کو میرا وصی بنایا۔ اور اس سے میرے بازو کو قوی کیا جس طرح کہ موسےؑ کے
بازو کو ان کے بھائی ہارون سے قوی کیا۔ وھو خلیفتی و وزیری و لو
کان بعد النبوۃ لکان نبیاً" پس وہی میرے بعد میرا خلیفہ اور
وزیر ہے۔ اور اگر میرے بعد نبوت ہوتی۔ تو وہ (مثل ہارون)
نبی بھی ہوتا"۔ اس مضمون کی روایات بہت ہیں۔ جو دال ہیں۔ کہ علیؑ میں
مرتبۂ صلوح نبوت تھا۔ اور اس کی دلیل ان کا عالم علم لدنی ہونا اور ماں کے
پیٹ سے قرآن کی تلاوت کرتے پیدا ہونا ہے"۔ پس اوّل مصدق رسولؐ
اللہ حضرت علیؑ ہی ہو سکتے تھے۔ اور وہی ہیں۔ اور تصدیق
کے معنی ہی ایمان ہیں۔ علیؑ دنیا میں اوّل مصدق نبوت و اوّل مؤمن بمحمد

نبی کی تصدیق اوّل علیؑ ہی کر سکتے تھے کیونکہ علیؑ درجہ صلوح نبوت رکھتے تھے

ہیں۔ اور انہی کی تصدیق کافی ہے۔ اگر اور کوئی بھی اس وقت مصدق نہ ہو۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اسی کو خداوند عالم نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ۔ **اے پیغمبرؐ! ان لوگوں سے کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ اور شہید واقعہ اللہ کافی ہے جس نے مجھے ان کمالات کا بنا کر بھیجا ہے اور وہ جس کے پاس علم الکتاب ہے**۔ اور علیؑ کا عالم علم الکتاب ہونا بدلائل کثیرہ ثابت ہو چکا ہے۔ پس ان کا خدا کے ساتھ شاہد نبوت ہونا مسلّم ہے۔ "من عندہ علم الکتاب" کا عالم یہودیوں کو بنانا بیدینی ہے۔ "الکتاب" صاف بلا قید آنا۔ اور قرائن اس کے خلاف نہ ہوں۔ تو اس سے مراد قرآن ہی ہوا کرتی ہے۔ اور اصل الکتاب وہی ہے۔ وَذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ اور جہاں الرسول آئے۔ اس سے آنحضرتؐ ہی مراد ہوتے ہیں۔ اور اس کی تصدیق کہ علیؑ شاہد و مصدق نبوت ہے۔ اور بھی ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ۔ کیا وہ شخص جو اپنے پرودگار کی طرف سے بیّنہ لیکر آیا ہو۔ اور حجۃ باہرہ رکھتا ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا گواہ بھی جو اسی میں سے ہو پیچھے پیچھے آجائے (اس کی نبوت کا انکار ہو سکتا ہے؟) "شَاهِدٌ مِنْهُ" میں ایک عجیب لطیف اشارہ ہے۔ کیونکہ منہ کی ضمیر کا مرجع یا رب ہو سکتا ہے۔ یا "مَنْ" (رسولؐ)۔ تو معنی "شاھد منہ" کے یہ ہوئے۔ کہ وہ شاہد بھی اسی رب کی طرف سے ہے۔ یا شاہد اسی رسول میں سے ہے۔ اور اس کا ایک جزو ہے۔ ہر حال میں یہ شاہد و شہید و مصدق ثبوت محمدی علیؑ ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اور ان کے بعد کا درجہ رکھتے ہیں۔ من اللہ شاہد وہی ہیں من الرسول شاہد وہی ہیں۔ خود اسی نبی کا ٹکڑا ہیں۔ گویا یہ شاہد خود نبی ہی میں سے ہیں اور ضرور ہے۔ گویا نبی فی الحقیقت ہے۔ اور روایات موجود ہیں۔ کہ یہ آیت

علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جس طرح "قل کفیٰ" والی آیت دیکھئے ینابیع المودۃ و مودۃ القربےٰ وغیرہما[۱]۔ یہاں سے ثابت ہؤا۔ کہ علیؑ اوّل المومنین اور اوّل المسلمین ہیں۔ اور اوّل المومنین اس لئے تو وہ ہیں ہی۔ کہ نفس رسول اللہؐ ہیں۔ اور عالم نورانی روحانی میں کل مخلوقات سے پہلے اسلام لانے والے اور خدا کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ یہاں اوّل المسلمین اس لئے بھی ہیں۔ کہ ہر بچہ اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے۔ اور ماں باپ اس کو اپنا مذہب سکھا کر کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔ خواہ یہودی یا نصارےٰ یا مسلمان۔ اور سن بلوغ تک بچہ فطرت اسلامیہ پر کہلاتا ہے۔ قرآن یہی کہتا ہے۔ کہ ہر بچہ فطرت دین پر پیدا ہوتا ہے۔ اور دین فطرت انسان میں ہے۔ اور تعلیم اور صحبت ہی اس کو بے دین بناتی ہے۔ یا تقلید دین فطری سے ہٹاتی ہے۔ علیؑ اسی اصول کی رو سے اسلام پر پیدا ہوئے ہیں۔ اور فطری دین پر ہیں۔ اسی صغر سنی میں حضرت رسول اوّل المسلمین کی تربیت میں آگئے ہیں۔ انہیں کی صحبت میں رہتے ہیں۔ تعلیم۔ تربیت اور صحبت اگر کسی کی ہے۔ تو نبی کی حقیقت ایمان کی عین اسلام کی۔ اور سن بلوغ و رشد سے پہلے ہی وہ مصدقین نبوت میں داخل ہوتے ہیں۔ اور مومنین میں شامل ہیں کبھی کفر و شرک کی علیؑ کو ہوا ہی نہیں لگی۔ وہ وقت وہ زمانہ وہ موقع پیدا ہی نہیں ہؤا۔ جس میں علیؑ اسلام سے خارج ہوں۔ پھر ان کا اسلام لانا اور نہ لانا کیا معنی رکھتا ہے؟ وہ اوّل المومنین و مصدقین رسول ہیں۔ اسلام لانے کی بحث ان کے لئے ہے۔ جو پہلے کافر و مشرک تھے۔ ان میں سے ممکن ہے۔ کہ حضرت ابی بکر اول ہوں یعنی بوڑھوں میں۔ اس سے ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ مگر علیؑ تو اس امت مسلمہ سے ہیں۔ جن میں کا ایک فرد رسول اللہؐ ہیں۔ اور جس کے لئے حضرت خلیل اللہؑ

علیؑ ہمیشہ مسلمان ہیں

[۱] ابن ابی حاتم۔ ابو نعیم۔ ابن عساکر۔ ابن مردویہ بھی اس کے قائل ہیں۔ اور تفسیر درمنثور جلال الدین سیوطیؒ ملاحظہ ہو +

نے دعا کی تھی علیؑ آل رسول وعترت رسول امت مسلمہ۔ نور رسول اللہ اہل بیت نبوت
رسالت سے ہیں۔ ان کے ساتھ کسی کے اسلام لانے اور نہ لانے کا کیا مقابلہ؟ ہاں
اصحاب کا اصحاب سے مقابلہ درست ہے۔ اور ان میں یعنی مردوں میں حضرت ابی بکر
اوّل ہو سکتے ہیں۔ گو یہ محل بحث ہے۔ مگر ہمیں اس میں بحث نہیں۔ اب رہی
تصدیق قولی وفعلی۔ تو نبوت کی تصدیق قولی سے یہ مراد نہیں۔ کہ کوئی کہدے
کہ رسول اللہ رسول برحق ہیں۔ بلکہ نبوت حضرت تا قیامت باقی ہے۔ اور
مصدق نبوت وہ ہے۔ کہ جو دعوے رسول اللہ نے کیا ہے۔
اس کو منکر کے لئے ثابت کر سکے۔ اور اس طرح نبوت کی تصدیق
کرے۔ ایک شخص اگر دریافت کرے۔ کہ تمہارے رسول نے دعوےٰ

تصدیق قولی اور فعلی

کیا ہے۔ کہ قرآن میں کل علوم وفنون ہیں۔ بھلا فلاں علم کہاں
ہے۔ فلاں مسئلہ کہاں ہے؟ زمین کی خبر پوچھے۔ آسمان کی خبر
پوچھے۔ گذشتہ کی پوچھے۔ آئندہ کی پوچھے۔ جو سوال کرے۔
اس کا جواب دے۔ اور منکر کو لاجواب کردے یا منوادے۔ کسی
سوال کے جواب میں عاجز نہ ہو۔ یہ سچا اور واقعی مصدق نبوت
خاتم النبیین صلعم ہے۔ یہ صفت علیؑ ہی میں تھی۔ واقعات بتلاتے ہیں۔ کہ
علیؑ ہی نے ایسا کیا ہے۔ بعد رسول اللہ بہت سے منکرین نبوت آئے ہیں۔
اور ایسے ہی سوالات کئے ہیں۔ اور زمین وآسمان کی باتیں پوچھی ہیں۔ گذشتہ
وآئندہ کی خبریں دریافت کی ہیں۔ سب کا جواب علیؑ نے دیا ہے۔ بلکہ جب کوئی
ایسا شخص آتا تھا حضرات صحابہ کرام حضرت علیؑ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے
اور اسی طرح تصدیق فعلی بھی حضرت علیؑ ہی نے کی ہے۔ اور جو معجزہ نبوت خاتم
النبیین ان سے مانگا ہے علیؑ نے دکھایا ہے۔ ہر نبی کا معجزہ دکھایا ہے۔
کیونکہ نبی خاتم جامع جمیع کمالات ومعجزات انبیاء تھے۔ اور ختم کے یہی معنی ہیں۔ بعد

رسول اللہ اس کی تصدیق فعلی و قولی کرنے والے علیؑ ہی تھے۔ تمام صحابہ کرام ایسی ضرورتوں میں علیؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جس کے سینے میں کتاب اللہ کا علم حقیقی واقعی ہوگا۔ اس کی یہی شان ہوگی پس حقیقی مصدق نبوت اور سب سے پہلے مصدق نبوت اول المومنین واکمل المومنین وافضل المومنین بلکہ روز ازل سے امیر المومنین کہلانے والے علیؑ ہی ہیں۔ والسابقون السابقون اولئک المقربون۔ نبوت و نبی سے قریب علیؑ ہی ہیں۔ اور بعد رسول اللہ خلافت کا وعدہ اہل ایمان کے صالحین کے لئے ہے علیؑ اوّل المومنین واوّل الصالحین و صالح المومنین ہیں۔ پس وہی بعد رسول رب العالمین خلیفۃ اللہ و خلیفہ رسول نذیر للعالمین ہیں۔ ؎

قلب تو کے شود منوّر از علوم کبریا
تا لشناسیش لیقین مالک ملک انما
مالک انما علیؑ منشی قل کفے علیؑ
عالم سرہا علیؑ است زانکہ علیؑ است باصفا
زندہ جاودان علیؑ آمر کن فکان علیؑ
راحت جسم و جاں علیؑ زانکہ علیؑ است دلربا

قَالَ اللّٰهُ تُبَارَكَ وَتَعَالٰى - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - اِذَا جَآءَكَ

بائیسویں دلیل

الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ - جب منافقین تیرے پاس آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ تو رسول اللہ ہے۔ اور اللہ جانتا ہے۔ کہ بیشک تو اس کا رسول ہے۔ مگر اللہ گواہی دیتا

ے (مودۃ القربےٰ) رسول خدا نے فرمایا۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو۔ کہ علیؑ کا نام امیر المومنین کب رکھا ہے۔ تو کبھی اس کی فضیلت کا انکار نہ کریں۔ علیؑ کا نام اس وقت امیر المومنین رکھا گیا جب آدم پیدا بھی نہ ہوئے تھے یعنی جب سے رسول اللہ نبی ہیں۔ اسی وقت سے علی حق اللہ امیر المومنین ہیں اور اس میں کسی کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا ممکن ہی نہیں۔ کہ نور محمدی وصف رسالت سے متصف ہو۔ اور علیؑ جو نور محمدی ہیں۔ وہ وصف امامت سے عاری ہوں +

ہے۔ کہ منافقین اپنے اس قول میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ وہ تجھے دل سے رسول
خدا نہیں سمجھتے ہیں۔ صرف زبان سے ایسا کہتے ہیں۔ ان کا یہ ادعا غلط ہے
تاریخ اسلام شاہد ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے جس وقت انتقال فرمایا۔ تین قسم کے
اشخاص اپنے بعد چھوڑے۔ ایک[۱] وہ لوگ۔ جو کھلم کھلا اسلام کے خلاف تھے یعنی
کفار و مشرکین۔ اور ایک[۲] وہ لوگ جو صادق الاسلام مخلص الایمان تھے۔ اور ایک[۳]
وہ لوگ جو کاذب الاسلام تھے یعنی منافقین۔ اور اس کی سند کہ سارے اہل اسلام
کامل الایقان و صادق الاسلام و مخلص الایمان نہ تھے۔ اوّل یہ ہے۔ کہ خدا
فرماتا ہے۔ وَمِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ الآیہ۔
مومنین میں سے کچھ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اس عہد کو سچ کر دکھایا۔ جو انہوں نے
خدا سے کیا تھا۔ دین و اسلام عہد الٰہی ہی کا نام ہے۔ خواہ وہ عہد الست ہو یا عہد
بیعت و طاعت رسولؐ ہو۔ اور مومنین کاملین کی یہی صفت ہے۔ کہ جب بھی
وہ کوئی عہد کریں۔ اس کو پورا کریں۔ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا۔
لیکن سارے اہل اسلام ایسے نہیں ہیں۔ یہی آیت خود بتلا رہی ہے۔ خداوند عالم
جہاد سے فرار کرنے والوں کا سورہ احزاب میں ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔
وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ
مَسْئُوْلًا۔ اور حالانکہ انہوں نے پہلے یہ خدا کے رسول کے ہاتھ
پر عہد کیا تھا۔ کہ وہ میدان سے پشت نہ پھرائینگے (مگر بھاگ
گئے)۔ اور عہدِ خدا کی ضرور بازپرس ہے۔ یہ ضرور نقص ایمان ہے۔
اسی واسطے خدا فرماتا ہے۔ کہ مومنین میں سے کچھ تھوڑے لوگ ہیں۔ جو عہد الٰہی
میں پورے اترتے ہیں۔ مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا
بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ بعض ان میں سے اپنی اجل پوری کر چکے۔ اور درجہ شہادت
پر فائز ہوئے۔ بعض منتظر ہیں۔ اور انہوں نے کوئی تبدیلی عہد و ایمان میں نہیں کی جس

عہد الٰہی میں کچھ تغیر واقع ہوگیا۔ وہ کمال ایمان کے درجہ اور صداقت سے گر گیا۔
دوم خدا فرماتا ہے۔ مِنْهُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْهُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ۔
یہ لوگ جو جہاد کو جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو محض خوشنودی خدا کے لئے جاتے
ہیں۔ اور بعض دنیا کی طلب میں جاتے ہیں۔ اور مال غنیمت کی طمع انہیں لے
جاتی ہے۔ یہ ناقص الایمان لوگ ہیں۔ صادقین نہیں ہیں۔ سوم خدا فرماتا ہے
اور مسلمانوں کے آخری نتیجہ کا پتہ دیتا ہے۔ إِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ
رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا۔
(سورہ مریم) تم مسلمانوں میں سے ہر ایک شخص کنارہ جہنم پر ضرور حاضر و
وارد ہوگا۔ یہ خدا کی قضائے حتمی ہے۔ جو بدل نہیں سکتی ہے۔ پھر وہاں سے ہم
صرف اہل تقوے کو نجات دینگے۔ اور گنہگاروں کو اسی میں پڑا چھوڑ دینگے۔
نجات اہل تقوے ہی کے لئے ہے۔ اور سارے مسلمان اہل تقوے نہیں تھے
اور نہیں ہیں۔ اس کی تصدیق اس حدیث مشہور و معروف سے بھی ہوتی ہے۔
کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد میری امت کے تہتّر فرقے ہونگے۔ جو
سوائے ایک فرقہ کے کل کے کل ناری ہیں۔ پس سارے اہل اسلام متقی مخلص
الایمان۔ صادق الاسلام نہیں تھے۔ اور نہیں ہیں۔ اس آیت میں خدا ان کے
آخری نتیجہ کی خبر دے رہا ہے۔ کہ صرف ایک فرقہ متقی نجات پائیگا۔ اور باقی جہنم
میں جائینگے۔ حدیث نبوی بالکل آیت کے مطابق ہے۔ اور بیشک "ما ينطق عن
الهوى" کی یہی شان ہے۔ چہارم خدا فرماتا ہے۔ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ
انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ
شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔ کیا اگر پیغمبر مر جائے۔ یا قتل کر دیا جائے۔
تو تم ایڑیوں کے بل پیچھے کو لوٹ جاؤ گے؟ اور جو ایسا کرے۔ وہ خدا کو کچھ ضرر
نہیں پہنچا سکتا۔ اور ہم ان کو جو ایسا نہ کرینگے۔ اور شاکرین ہیں ـــــ
گے ضرور

سارے مسلمان ناجی نہیں ہیں

مسلمانوں میں انقلاب عن الدین کا احتمال تھا

جزا دینگے۔ یہ آیت بھی اہل اسلام کی خبر دے رہی ہے۔ کہ سب صادق الاسلام نہیں تھے۔ کیونکہ اگر وہ کامل الایمان وصادق الاسلام ہوتے۔ تو ان کے انقلاب کی توقع بیجا ہے۔ کیا کسی کامل الایمان کو خدا فرما سکتا ہے۔ کہ کیا تم بے ایمان ہو جاؤ گے؟ کیا تم دین سے پھر جاؤ گے؟ یہ جب ہی فرما سکتا ہے جب ان میں یہ احتمال ہو۔ اور جب ان سے یہ توقع ہو۔ ضرور اہل اسلام میں ارتداد و انقلاب کا احتمال تھا۔ بلکہ "سیجزی اللہ الشاکرین" بتلا رہا ہے۔ کہ کچھ ضرور ایسے تھے۔ جو منقلب ہو گئے۔ اور کچھ شاکر رہے۔ ورنہ "سیجزی اللہ الشکرین" کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ حالات اہل اسلام بتلا رہے ہیں۔ کہ اکثر دین سے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹتے جا رہے ہیں۔ گو بظاہر منہ اسلام ہی کی طرف ہے اور "انقلبتم علےٰ اعقابکم" کا یہی مطلب ہے۔ نہ کھلم کھلا ارتداد۔ صاف اسلام سے انکار اور کفر کا اقبال اور اظہار امت محمدی میں کبھی نہیں ہوا۔ ظاہرا مسلمان ہی رہے ہیں۔ باطناً و عملاً دین سے ہٹ گئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ یہ واقعہ ہے۔ یہ مشاہدہ ہے۔ اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے + پنجم کتب صحاح خصوصاً صحیح بخاری کے باب الفتن میں احادیث موجود ہیں۔ کہ بعض صحابہ حوض کوثر پر جائینگے۔ اور وہاں سے دھکیل دئے جائینگے۔ رسول خداؐ کہینگے کیوں! یہ تو میرے اصحاب ہیں! جواب ملیگا تمہیں معلوم نہیں۔ کہ انہوں نے تمہارے بعد دین میں کیا کیا احداث کیا۔ کیا کیا بدعتیں پھیلائی ہیں۔ حضرت فرمائیں گے۔ تباہی تباہی ہو میرے ایسے اصحاب کے لئے۔ دیکھو صحیح بخاری باب الفتن +

یہ بھی اہل اسلام کے آخری نتائج اور انجام کی خبر ہے۔ کہ سارے اہل اسلام ناجی نہیں ہیں۔ صادق الاسلام و مخلص الایمان نہیں ہیں۔ بلکہ سارے صحابہ کرام بھی مخلص الایمان ثابت نہیں ہوتے ہیں۔ یہ حدیث خاص صحابیوں کی آخری حالت اور ان کے انجام کی خبر دے رہی ہے۔ اور بعد رسول اللہ صلعم دین میں بدعت پیدا کرنے والے

منافق ہی ہوسکتے ہیں۔ اور ایسے ہی صحابیوں کو منافق کہہ سکتے ہیں۔ خواہ وہ در باطن یہود ہوں یا نصارٰے یعنی جو خیال اور اعتقاد ان کا اصلی تھا۔ اسی پر ہونگے۔ ظاہرًا اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی تھے۔ اور اکثر ان میں یہودی تھے۔ انہیں نے دین میں بدعات پیدا کیں۔ اور اہل اسلام کو برباد کیا۔

کل صحابہ عادل نہیں ہوسکتے

اس سے "صحابہ کلھم عدول" کا مقولہ غلط ثابت ہوا۔ اگر کل عدول ہوتے۔ تو حوض کوثر سے ان کو دھتکار نہ بتلائی جاتی۔ اور اسی سے صحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم بھی باطل ہے۔ کیونکہ جب سب خود ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ اور ان میں سے بعض کے لئے نجات نہیں ہے۔ تو وہ دوسروں کے لئے کیسے ہادی بن سکتے ہیں۔ **ہادی وہ بنے۔ جو مہتدی و مصدق ہدایت یافتہ صادق الاسلام مخلص الایمان قطعی نجات یافتہ ہو۔**

صحابی کالنجوم صحیح نہیں

حالانکہ یہ کالنجوم والی تو بات ہی غلط ہے۔ اس کو کوئی مسلمان کبھی تسلیم نہیں کرتا ہے۔ اگر اس حدیث کو اہل اسلام تسلیم کریں۔ تو کم سے کم یہ مذہبی بحث مباحثہ کا تو خاتمہ ہو جائے۔ کیونکہ جب صحابہ کل کے کل ہدایت یافتہ ہیں۔ جس نے جس کی اقتدا کرلی۔ وہ ہدایت یافتہ ہے۔ ناجی ہے۔ اور یہاں سے سُنّی شیعہ اور خلافت کا اختلاف بالکل اٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت علیؑ علاوہ اہل بیت نبوّت و رسالت میں ہونے کے صحابہ بھی ہیں۔ اور اُدھر حضرت ابی بکر صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ بھی صحابی ہیں۔ ابوذر غفاریؓ بھی صحابی ہیں۔ مقدادؓ بھی صحابی ہیں۔ عمار یاسرؓ بھی صحابی ہیں۔ حذیفہ یمان بھی صحابی ہیں۔ جابر بن عبداللہ الانصاریؓ بھی صحابی ہیں۔ سعد بن عبادہ بھی صحابی ہیں۔ حضرات بنی ہاشم میں سے حضرت عباس۔ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت فضل بن عباس وغیرہم صحابہ ہیں۔ اور یہ مسلّم ہے۔ کہ جہاں حضرت عمر اور ان کے بعض ہمراہیوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابی بکر کی بیعت کی جبرت سے صحابہ نے مثل سلمان فارسی و ابوذر غفاری و مقداد و عمار

حضرت عباس و عبداللہ بن عباس وغیرہم نے حضرت علی کی بیعت کی۔ یہ حضرت علی کو
ہر حال میں امام برحق مفترض الطاعۃ جانتے تھے۔ اور اس پر قائم تھے۔ یہ لوگ ہمیشہ
حضرت ابی بکر کی بیعت کے منکر رہے کسی حال میں اس حدیث کا ماننے والا ان پر
اعتراض نہیں کر سکتا جنہوں نے حضرت علیؑ کو خلیفہ مانا۔ اور ان کی بیعت کی خود بھی
صحابی ہیں۔ اور اول اول بیعت کرنے والے بھی خود صحابی ہیں۔ جو جس کے ساتھ ہو لیا
وہ ناجی ہے علی کے ساتھی ناجی ہیں۔ سب کو کیوں مجبور کیا جاتا ہے کہ حضرت
ابی بکر ہی کو پہلا خلیفہ مانیں کسی نے کسی کو بنالیا کسی نے کسی کو۔ حدیث میں "بایہم
اقتدیتم اہتدیتم" ہے نہ "باحدہم اہتدوا" اور اس اعتبار سے ہر
صحابی کو حق ہے۔ کہ وہ بیعت لے۔ اور دعوئے خلافت کرے۔ اور ہادی بنے۔
اس حدیث کے بنانے والے کبھی اعتراض نہیں کر سکتے ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کو نہیں
مانتے اور خلاف قرآن و احادیث صحاح سمجھتے ہیں۔ وہ اس کے قائلین پر اعتراض
کر سکتے ہیں ہمارے نزدیک آیات مذکورۂ قرآنی اور احادیث و صحیح بخاری
کتاب الفتن کے بالکل خلاف ہے۔ علی الظاہر بھی دیکھا جائے۔ تو اس حدیث
کے ماننے سے ایک دین کے ہزاروں دین بنتے ہیں۔ جتنے صحابی ہیں سب کی
ٹولی جدا جدا ہو سکتی ہے اگر وہ چاہیں۔ اس حدیث کی رو سے سب حق پر ہونگے۔
علاوہ ازیں اگر ہر ایک ستارہ کو راہ نما بنالیا جائے۔ تو سچے دین کا راستہ
نہ ملیگا۔ کوئی ستارہ کسی طرف ہے اور کوئی کسی طرف۔ کوئی حرکت مستقیمہ رکھتا ہے
کوئی حرکت رجعیہ ارتدادیہ۔ کوئی حرکت متحیرہ۔ کیونکہ ہر ایک سے کعبہ اسلام کا جدا جدا
راستہ معلوم ہوگا۔ اور وہ بھی تاریک راتوں میں اختلاف کے گھنگھور بادل
ہیں۔ راہ نما ستارے بھی خاص ہی خاص ہیں۔ جو حرکت مستقیمہ منضبطہ
رکھتے ہیں۔ اور خاص ایک ہی سمت میں واقع ہیں۔ اور کعبۃ الاسلام
اور قبلۃ الانام کا صاف پتہ دیتے ہیں۔ ایک ستارہ اگر کبھی غائب

اہل بیت رسالت نجوم ہدایت ہیں

ہوتا ہے۔ تو دوسرا اس کی جگہ قائم مقام ہوتا ہے۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ وبالنجم ھم یھتدون۔ لوگ (النجم) ایک نجم ہدایت سے ہدایت پاتے ہیں۔ وہ بالنجوم ہم یہتدون نہیں ہے۔ وہ ستارہ جو ہادی ہو سکے۔ ایک وقت میں ایک ہی ہوتا ہے۔ دوسرا اسی کی جگہ آتا ہے۔ وہ سب ایک سمت ایک جہت ایک راہ پر ہوتے ہیں۔ ایک ہی حرکت مستقیمہ رکھتے ہیں۔ اور کوئی ان میں سے گمراہ کرنے والا نہیں ہوتا۔ سب مسلم معیار ہدایت و راہ نمائی ہوتے ہیں۔ اور یہ صفت اوّلاً صرف اہل بیت نبوت رسالت ہی کے لئے ہے۔ اور احادیث بکثرت کتب اہل سنت میں موجود ہیں۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ اھل بیتی کالنجوم کلما غاب نجم طلع نجم میرے اہل بیت مثل ستاروں کے ہیں۔ ہر گاہ ایک ان میں سے غائب ہوا فوراً دوسرے نے طلوع کیا۔ اَھْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ کما اَنَّ النُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَآءِ میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں جس طرح کہ ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔ یہ وہ ستارے ہیں۔ کہ قیام و قوام وجود ارض و اہل ارض انہی سے ہے۔ اگر ان میں سے کوئی نہ رہے۔ تو زمین منخسف ہو جائے۔ فرماتے ہیں۔ جب ستارے نہ رہینگے۔ تو آسمان نہ رہینگے۔ اور جب میرے اہل بیت زمین سے اُٹھ جائینگے۔ تو زمین ہی نہ رہیگی۔ دیکھئے ینابیع المودۃ وغیرہ[1]۔ بہر نہج رسول اللہ ص نے جس وقت اسلام کو چھوڑا ہے۔ مسلمان صادقین و کاذبین سے مخلوط تھے۔ وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم۔ الآیہ (توبہ ١٣)۔ اور ان اعراب میں سے جو تمہارے گرد ہیں منافقین بھی ہیں۔ اور خود اہل مدینہ میں سے ایسے منافقین

---

[1] متعدد مصنفین و مؤرخین نے اس کو نقل کیا ہے۔ اور ہم رسالہ اہل البیت میں بہت کچھ لکھ آئے ہیں +

ہیں۔ جو نفاق پر سخت اڑے ہوتے ہیں۔ اے پیغمبر تم انہیں نہیں جانتے۔ کہ وہ کیسے اور کس باطن کے آدمی ہیں۔ ہم انہیں خوب جانتے ہیں۔ ہم انہیں دو مرتبہ عذاب میں گرفتار کریں گے۔ اور پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائینگے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ منافقین اب چلے گئے تھے۔ یا وہ سب مومن ہو گئے تھے۔ اور اس آیت کو پیش کرتے ہیں۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ اگر منافقین وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے۔ اور جو مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑایا کرتے ہیں۔ اپنی ان شرارتوں سے باز نہ آئے۔ تو ہم ان کے خلاف تجھے اٹھا دینگے۔ اور ان سے جنگ اور ان کے قتل پر برانگیختہ کر دینگے۔ پھر یہ تیرے پاس رہ سکینگے۔ مگر بہت کم۔ لعنت کے مارے جہاں جائینگے پکڑے جاینگے۔ اور خوب قتل کئے جائینگے۔ یہی سنت الٰہی ہے ان لوگوں میں جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اور سنت الٰہی کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اس سے کوئی استدلال اس مقصد پر نہیں ہو سکتا۔ کہ اسلام میں اس حکم کے بعد منافقین کا وجود ہی نہیں رہا تھا۔ وہ کونسی تاریخ کونسا موقع ہے۔ جب رسول اللہؐ کو ان کے خلاف کھڑا کیا گیا۔ اور ان کے قتل عام کا حکم دیا گیا تھا؟ اور حضرتؐ نے ان سے باذن خاص الٰہی جہاد کیا تھا؟ اور وہ سب قتل کروائے گئے تھے۔ جہاں لعنت مارے گئے پکڑے اور قتل کئے گئے؟ وہ دن وہ گھڑی ابھی تک عالم واقعہ میں نہیں آئی۔ جس میں یہ واقعہ واقع ہوا ہو۔ کیونکہ آیت میں حکم مشروط ہے کہ اگر منافقین باز نہ آئینگے۔ تو ہم تجھکو ان کے خلاف حکم قتل دینگے۔ اور چونکہ ایسا واقع نہیں ہوا۔ کہ حضرت کو ان کے قتل عام کا حکم دیا گیا ہو۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ شرط پوری نہ ہوئی۔ اور وہ لوگ باز آ گئے۔ اور شرارت چھوڑ دی جھوٹی خبریں

مسلمانوں میں منافقین ابھی ہیں۔

اسلام جبراً مسلمان نہیں بناتا

اڑائی ترک کردیں۔ اب اس میں بحث ہے۔ کہ باز کس چیز سے آگئے۔ منافقین کا وجود چھپانے والے کہتے ہیں۔ کہ منافقیت سے باز آنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اگر یہ منافقیت سے باز نہ آئینگے۔ اور کامل صادق الایمان والاخلاص نہ ہوجاینگے۔ تو ہم ان کے خلاف حکم دیدینگے۔ مگر یہ وہ بات ہے۔ جو عقل میں آنیوالی نہیں۔ اوّل تو اس میں ایک زبردست اعتراض اسلام اور تعلیم اسلام پر آتا ہے۔ کہ گویا نہایت جبر اور تلوار کے زور سے اسلام منوایا جاتا ہے۔ جو منکرین اسلام اعتراض کرتے ہیں۔ اس کو یہ مقولہ ثابت کرتا ہے۔ حالانکہ کبھی اسلام بزور شمشیر رسول اللہ کے زمانے میں نہیں پھیلایا گیا۔ اور ہر جہاد میں شرطیں پیش کی جاتی تھیں۔ یا اسلام یا صلح اور جزیہ حفاظت اسلام یا قتال۔ اگر بزور شمشیر اسلام پھیلانا ہی منظور ہوتا۔ تو کبھی صلح کی شرط پیش نہ کی جاتی۔ ہرگز اسلام اس طرح بزور شمشیر نہیں منوایا گیا۔ جیسا کہ منافقین کی نسبت اس آیت کے تحت میں کہا جاتا ہے۔ حکم خدا یہ ہے۔ لا اکراہ فی الدین دین میں جبر و اکراہ نہیں ہے۔ قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ بصیرت کے ساتھ دعوت اسلام ہے۔ اسلام تلوار سے منوایا اور پھیلایا نہیں گیا۔ ہاں اسلام تلوار سے بچایا گیا ہے۔ دوسرے منافقین وہ کفار ہیں۔ جو رعب اسلامی سے ڈر کر اور مقابلہ نہ کرسکنے کی وجہ سے زمرۂ مسلمین میں بظاہر شامل ہوگئے تھے۔ اور در اصل وہی کافر کے کافر رہے۔ اور اسلام میں رہنے نے بھی کوئی اثر ان میں نہ کیا۔ بلکہ جب موقع پایا۔ اسلام کے خلاف کوشش کرتے رہے۔ اور جھوٹی خبریں اڑا اڑا کر اور فساد و شرارت کر کر کے اسلام و اہل اسلام کو زک پہنچانے کے کوشاں رہے۔ اور اسی وجہ سے اس توبیخ کی ضرورت ہوئی۔ پس یہ وہ سنگدل اور پختہ مغز کفار ہیں۔ جو رسول کے معجزات سے ایمان لائے نہ کتاب اللہ کی آیات سے اسلام لائے۔ اور نہ اسلام کے رعب و سلطنت سے ایمان لائے۔ جب کچھ بن نہ پڑا۔ تو اپنے اور اپنے کفر کو بچانے کے لئے یہ صورت منافقیت اختیار کی۔ کہ وہ زبانی کہدیں۔ کہ وہ مسلمان ہیں۔ اور

منافقین جبراً مومنین مخلصین نہیں بن سکتے

رسول ؐ کے پاس پہنچ کر شہادت دیتے ہیں۔ کہ وہ ان کو رسول اللہ جانتے ہیں۔ اب محض اس دھمکی سے کیونکر وہ خالص الایقان وصادق النیت مومن بن جاینگے۔ یہ خوف قتل ان کو سچا اور پکا مومن کیسے بنا دیگا؟ خوف قتل ہی سے پہلے بھی انہوں نے یہ صورت اختیار کی تھی۔ کہ کہدیں۔ کہ وہ مسلمان ومومن ہیں۔ اب وہ یہی کہدینگے۔ کہ وہ مسلمان ومومن ہیں۔ آج کیا نئی بات اس دھمکی سے پیدا ہو جائیگی؟ جو ان کے دل میں سچی حب ایمانی پیدا کر دیگی۔ یہ قطعاً غلط وباطل ہے۔ مطلب صرف یہی ہے۔ کہ اگر یہ اپنی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں اور جھوٹی خبریں اڑانے سے باز نہ آئینگے۔ تو ہم ان کے خلاف جہاد کا حکم دیدینگے۔ مگر چونکہ حکم ایسا نہیں دیا گیا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ وہ اپنی شرارتوں سے باز آ گئے۔ پھر لا یجاورونک (اے پیغمبر! وہ تیرے ہمسایہ میں رہ ہی نہ سکیں گے) کیا مفید ہوا۔ اگر ان اور ایسے اشد کفار منافقین کے لئے قتل عام کا حکم بھی دیدیا جاتا تب بھی یہ ایمان نہ لاتے۔ قتل ہونے بھاگتے۔ مگر ایمان پر نہ آتے۔ یہی آیت کا صاف مفہوم ہے۔ یہاں "یہ پاس نہ رہ سکیں گے مگر کم" بھی فائدہ بخش نہیں ہے۔ خوب پاس نہ رہتے رسول اللہ ؐ کے ہمسایہ مدینہ میں نہ رہتے۔ ملک عرب وسیع تھا کہیں اور چلے جاتے۔ کسی اور ملک میں رہتے۔ یہ سختی ان کو راسخ العقیدہ نہیں بنا سکتی تھی۔ اور خالص حب دین ان میں نہیں پیدا کر سکتی تھی۔ سختی سے خالص ایمان کا پیدا ہونا متعذر بلکہ محال ہے۔ پس یہ **بالکل غلط اور باطل ہے۔ کہ منافقین کا وجود** ہی نہ رہا تھا۔ ہم اس باب میں بہت کچھ لکھ سکتے ہیں۔ اور بہت کھلی کھلی باتیں کر سکتے ہیں۔ اور دو سو کے قریب آیات منافقین کے حالات میں موجود ہیں۔ مگر ہم اس قدر لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور اصل نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

اسلام میں منافقین کا وجود مخصوص مومنین کو مقتضی ہے

اسلام اس حالت میں ہے۔ کہ ایک طرف کفار ہیں۔ ایک طرف منافقین۔ ایک طرف مومنین نعاقبین ہیں۔ جو تھوڑے ہیں۔ ومن المومنین رجال

صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ الآیہ۔ اور اسلام میں بعد پیغمبر ایک ایسے ہادی
ایک ایسے پیشوا ایک ایسے مقتدا کی ضرورت مسلم ہے۔ جو انہیں صراط محمدی پر لے
چلے۔ اور وہ گمراہ نہ ہونے دے۔ صدق مستقلات عقلیہ میں ہے اور ہر فرد ہر مذہب
ملت سچے کی تلاش میں ہے۔ خواہ اس کے پہچاننے میں اس نے غلطی کی ہے۔ یا صحیح
شناخت حاصل نہیں کی ہے۔ مگر ہر ایک صدق اور صادق کا طالب ضرور ہے۔
اسلام نے یہی تعلیم دی ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ
(توبہ ۱۴) ۔اے ایمان والو خدا سے ڈرو۔ اور صادقین (سچوں) کے ساتھ ہو جاؤ۔
اور یہ بالکل فطرت کے موافق ومطابق ہے۔ یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔
ایک یہ ہے۔ کہ آیا ایسی حالت میں حضرت رسول مقبول ہادی امم اس امت کو
ایسی پریشانی اور اس کشمکش میں چھوڑ گئے؟ یا کسی ایسے صادق ہادی و پیشوا اور مقتدا
کا پتہ دے گئے۔ اور بتلا گئے۔ جس کے ساتھ ہو کر امت نجات پائے۔ اگر صورت
اوّل ہے۔ تو ضرور کہا جائیگا۔ کہ معاذاللہ رسول اللہ نے وہ کام نہ کیا۔ جو ان کو کرنا
تھا۔ اور جس سے ان کی امت نجات پا سکتی تھی۔ ترک واجب کیا۔ بلکہ اغرا بالشر
دوسرے کیا ممکن ہے۔ کہ امت خود فوراً ایسے صادق کو انتخاب کرے۔ جس کے
ساتھ ہو کر وہ آخرت میں نجات پائے۔ اور صراط محمدی سے نہ ڈگمگائے؟ اگر ایسا
ہے۔ تو کیا دلیل ہے؟ کیونکر ہم پہچانیں۔ کہ وہ قطعی اور یقینی صادق کون ہے۔ جو یقیناً
ہمارا مقتدا ہو سکے۔ اور ہم بری الذمہ ہو کر نجات پا جائیں۔ جبکہ یہ مسلم ہے کہ
اہل اسلام میں منافق بھی موجود ہیں۔ ناقص الایمان بھی موجود ہیں۔ اور نجات پانے
والے بہت کم ہیں۔ ہلاک ہونے والے زیادہ۔ صادقین بہت تھوڑے۔ اور جیسا کہ
ان مسلمانوں کے بعد رسول اللہ ؐ منقلب ہو جانے کا بھی احتمال قوی ہے۔ اور خدا
خبر دے رہا ہے۔ جبکہ اسلام میں اہل اسلام کے نزدیک انقلاب کے مصداق
ناکثین و قاسطین و مارقین موجود ہیں۔ اور خارجین انہی سے نکلے ہیں۔ جو باتفاق

اہل اسلام خارج از اسلام ہیں۔ یہ مسلمانوں ہی میں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور عامہ مسلمین کے نزدیک ان کے علاوہ بھی شروع خلافت میں اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ مرتد ہوگئے تھے۔ اور حضرت ابی بکرؓ نے ان کو قتل کرایا۔ اور ان سے لڑے۔ پس ایسا صادق کون ہے۔ جس کی صداقت وحقانیت واقتدار وہدایت قطعی اور یقینی ہو؟ اور امت محمدی اس کے ساتھ ہو کر یقیناً بری الذمہ ہو جائے؟ ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ ان مسلمانوں میں کوئی بھی سچا مسلمان نہیں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ ان میں بعض کے صادق ہونے کا احتمال ہے۔ مگر ہم یقینی صادق چاہتے ہیں۔ اور خود آیہ مجیدہ "کونوا مع الصادقین" بتلا رہی ہے۔ کہ کل اہل ایمان صادقین کی معیت پر مامور ہیں۔ پس ان اہل ایمان و اسلام میں سے یقینی اور قطعی اور سندی ومصدقہ صادقین کوئی ہیں۔ جن کی معیّت واجب ہے۔ اور ایسے سندی صادقین امت محمدی میں سوائے اہل بیت عصمت و طہارت اہل بیت نبوت و رسالت کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ معصومین کے گمراہ ہو جانے بھٹک جانے منقلب ہو جانے۔ مرتد ہو جانے ناقص الایمان ہونے۔ محدث اور بدعتی ہو جانے کا کبھی احتمال نہیں ہو سکتا۔ معصوم ہی یقینی ہو سکتا ہے۔ اور امت محمدی میں معصومین کا وجود ہے۔ اور ضرور ہونا چاہئے۔ ورنہ امت ہمیشہ متحیر رہیگی۔ اور حجت خدا تمام نہ ہوگی۔ خدا و رسول نے ان کی خبر دی ہے۔ اور خدا نے ان کے اوصاف بتلائے ہیں۔ رسولِ خدا نے ان کی خبر دی ہے۔ ان کی خلافت و امامت و ولایت و وصایت کا بارہا ذکر کیا ہے۔ پس یقینی نجات بعد محمد مصطفےٰ معصومین ہی کے ساتھ ہو کر ہو سکتی ہے۔ دوسری طرف خطرہ ہی خطرہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ احتمال نجات ہو سکتا ہے نہ یقین۔ مگر صادقین کو یقیناً چھوڑ کر احتمال بھی نہیں رہتا۔ اور اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

صادقین معصومین کی بیعت بنص قرآن واجب ہے

یقینی نجات ائمہ معصومین کی پیروی میں ہے

اور عترت و ذریت نبی و اہل بیت نبی کی صداقت و حقانیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا مصدقہ و متفقہ صداقت و حقانیت ہے۔ وکونوا مع الصادقین صادقین کے بہت سے اوصاف ہیں۔ مگر ہم یہاں اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور اکثر حصہ اوّل میں ذکر آئے ہیں۔ آن اہل بیت معصومین صادقین ہیں مقدم علیؑ ہیں پس وہی بعد رسول مقتدا و پیشوا ہیں۔ اور انہی کی شان میں خدا فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ ہم نے امت پیغمبر آخر الزماں میں لوگوں کے لئے لسان صدق علیؑ کو بنایا ہے۔ رسولؐ شہر علم ہیں علیؑ باب علم۔ رسولؐ کتاب مبین خدائی ہیں علیؑ امام مبین و بیان کتاب مبین۔ رسولؐ صدق مجسم و صادق امین ہیں۔ علیؑ لسان صدق۔ وکونوا مع الصادقین۔

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین

تئیسویں دلیل

نذیرا۔ حقیقت خلافت اللہ کو ثابت کرتے ہوئے ہم لکھ آئے ہیں۔ کہ پیغمبر خاتم النبیینؐ نبی مطلق کل عوام و جمیع ماسوے اللہ پر پیغمبر ہے۔ اور کل موجودات تحت نبوت و رسالت و امامت و ولایت محمدی ہیں۔ خصوصاً جن کہ مکلّفین میں سے ہیں۔ اور آیات سورۂ جن سے یہ بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ جن بہت سے ایسے ہیں۔ جو رسولؐ اللہ و کتاب اللہ پر ایمان لائے۔ قرآن سنا۔ اور اس کی تصدیق کی۔ اور نبوت چونکہ ختم ہے۔ اس لئے یہ بھی تاقیامت اسی نبوت محمدیہ کے تحت میں ہیں۔ اور نبوت محمدیہ بصورت خلافت محمدیہ و امامت ہے پس جس طرح وہ تحت نبوت تھے۔ اسی طرح وہ تحت خلافت محمدیہ بھی ہیں۔ اور کوئی عقلی یا نقلی دلیل قائم نہیں ہے۔ کہ بنی الجان بعد انتقال حضرت ختمی مرتبت حضرتؐ کی نبوت و خلافت سے خارج ہو گئے۔ کیونکہ اس کے خلاف

خلیفہ رسول کل جن و انس پر خلیفہ ہے

تصریحات قرآنی موجود ہیں۔ پس بعد رسول اللہ جو خلیفہ رسول انسانوں پر خلیفہ ہے۔ وہی جنوں پر خلیفہ ہے۔ جس طرح انسان اس کی امت و رعیت میں داخل ہیں۔ اسی طرح جن بھی۔ جس طرح انسان اپنی ضروریات دینی و دنیوی و سیاسی میں خلیفہ خدا و خلیفہ رسول خدا کے محتاج ہیں۔ بنی جان بھی ہیں جس طرح انسان کے فیصلہ جات و قضایا خلیفہ پر ہیں۔ ایسے ہی بنی الجان کے بھی۔ جس طرح انسانوں کی فریادرسی خلیفہ رسول کا فرض ہے۔ ایسے ہی بنی الجان کی امداد و فریادرسی ان کا فرض ہے۔ قطعاً کوئی دلیل اس کے خلاف عقلی و نقلی کتاب و سنت سے قائم نہیں ہے۔ اور اس سے معلوم ہے۔ کہ خلیفہ رسول بننے کی قابلیت و استعداد ایسے شخص میں ہو سکتی ہے۔ جو علم و قدرت دونوں میں جنوں سے بڑھ کر ہو جس کا علم صرف انسانوں کے مسائل میں فتوے فیصلہ نہ دے سکے۔ بلکہ جنوں کے معاملات و مسائل و قضایا بھی طے کر سکے۔ جس کی تلوار صرف انسانوں ہی کو زیر نہ کر سکے بلکہ جنوں کی شرارتوں کو بھی دبا سکے۔ اور ان کو بھی زیر کر سکے۔ نبی کی ایک صفت شہید علی الخلق بھی ہے۔ اوّل خدا شہید علی العالمین ہے۔ الم یکف بربک انہ علیٰ کل شیءٍ شہید۔ دوم اس کی طرف سے شہید نبی ہوتا ہے۔ جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ کیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علیٰ ہؤلاء شہیدا (نساء ع ۶)۔ یہ پیغمبر کل پیغمبروں اور شہیدوں پر شہید ہے۔ اور معنی شہید حاضر علی الواقع ہیں یعنی عالم واقعات پر قبل وقوع۔ حاضر و ناظر۔ اور اس سے زیادہ صریح الفاظ میں خدا فرماتا ہے۔ قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ۔ جو عمل چاہو۔ کرو۔ تمہارے کل اعمال کو خدا اور اس کا رسول دیکھتے ہیں۔ اور یہی صفت خلیفہ۔ رسول و امام کی بھی ہے۔ بلکہ اصل امامت ہی سے اس صفت کا تعلق ہے

خلیفہ رسول جنوں کی بھی خبر رکھتا ہے

"وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض" سے ظاہر ہے کہ
علوم باطنیہ وحقائق زمین وآسمان کا علم امامت مطلقہ سے تعلق رکھتا ہے۔
چنانچہ امام کے حق میں خدا فرماتا ہے۔ یوم ندعوا کل اناس بامامھم۔ روز
قیامت ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ محشور کرینگے۔ انسان کے ساتھ حشر
میں امام ہوگا۔ امام کے ساتھ ہر شخص کا حشر ہوگا۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے۔
وجائت کل نفس معھا سائق وشھید۔ روز قیامت ہر نفس اس طرح
اُٹھیگا کہ اس کے ساتھ اس کا کھینچنے والا (سائق) اور شہید ہوگا۔ سائق عمل ہے
جو اسے جہنم یا بہشت کی طرف کھینچیگا۔ اور آیت سابقہ کو پیش نظر رکھ کر شہید
کے معنی سوائے امام کے کوئی اور نہیں ہو سکتے۔ ورنہ منافات لازم آئیگی۔ اگر
شہید کے معنی امام کے سوا کچھ اور لئے جائیں۔ کیونکہ پہلے خدا بتلا چکا ہے۔
کہ حشر امام کے ساتھ ہے۔ پس شہید امام ہے۔ اور امام شہید ہے۔ اور معنی شہید
میں بھی خدا نے اپنے اور اپنے رسول ؐ کے ساتھ ان مومنین کو شامل کیا ہے۔
جس سے یہ علوم ہوا کہ یہ شہداء امت محمدی میں سے ہیں۔ قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى
اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهٗ وَالْمُؤْمِنُونَ۔ عمل کرو۔ کہ تمہارے عمل کو خدا و رسول اور کچھ
خاص معین ومعہود مومنین دیکھتے ہیں۔ ثُمَّ تُرَدُّونَ اِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَ
الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ پھر تم قیامت میں خدائے عالم
الغیب والشہادۃ کی طرف لوٹائے جاؤگے۔ اور وہ وہاں تمہارے اعمال کی
تمہیں خبر دیگا۔ اس سے صاف معلوم ہے۔ کہ یہ رویت اعمال دنیا میں ہی
ہے۔ دنیا میں خدا اور اس کے مظاہر رسول اور مومنین خاص جن کی صفت شہید
ہے۔ یعنی امام اعمال عباد کو دیکھتے ہیں۔ اور احادیث میں اس کی تصریحات ہیں
کہ رسول اللہ پر اعمال عباد پیش بھی ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح امام پر۔ اور اس
جماعت مومنین رائی اعمال خلق وشہداء علی الناس کا خدا اس طرح ذکر کرتا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ جیساکہ ثابت ہوچکا ہے۔ اسی طرح ہم نے تمکو "امت وسط" بنایا ہے۔ تاکہ تم کل لوگوں پر شہید ہو۔ اور رسولؐ تم پر شہید رہے شہید کے معنی اور شہید کی تعریف توصیف کے بعد اب کسی ذی عقل کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس امت وسط سے وہی مومنین مراد ہیں۔ جو رائی اعمال خلق ہیں۔ جو مثل رسول شہید خلق ہیں۔ اور جن کے ساتھ لوگوں کا حشر ہوگا۔ اور بعد رسول امام ہیں۔ چونکہ وہ تحت نبوت رسول ہیں۔ رسول ان پر شہید و نگراں ہے۔ اور وہ کل امت پر شہید۔ اور چونکہ امت وسط ہیں واسطہ فیض الٰہی ہیں۔ خالق اور مخلوق کے درمیان ہر امر الٰہی انہی کے ذریعہ لوگوں تک پہنچتا ہے۔ اس لئے اس طرف سے بھی ضروری ہے۔ کہ اعمال عباد انہی کے ذریعہ دربار خداوندی میں پیش ہوں۔ بیشک جو کل عوالم پر خلیفہ خدا ہو۔ ان پر حکومت و تصرف رکھتا ہو۔ ان کا بشیر و نذیر و ہادی ہو۔ وہ کسی ایسی ہی نورانی اور روحانی قوت و طاقت والا ہو سکتا ہے۔ جو اپنی روحانیت و نورانیت سے چشم زدن میں ہر عالم میں پہنچ سکے۔ اور اپنے نور کی شعاعوں میں ان کو دیکھ سکے۔ اس کا نام حجت خدا ہو سکتا ہے۔ بیشک یہی صفت رسول اور جانشین رسول وصی رسول کی ہے۔ اور ان کی روحانیت و نورانیت کل روحانیین کی روحانیت سے قوی تر ہے۔ کہ اول مخلوق و مصنوع الٰہی ہیں۔ اور جس سینے میں کتاب اللہ کا علم حقیقی واقعی جو نور محض ہے موجود ہو۔ وہی حاجت روائے خلق مشکلکشائے خلق۔ شہید علی الناس۔ رائی اعمال عباد ہو سکتا ہے ؛

غرض نبی امت پر شہید ہے۔ اور جانشین نبی بھی اس طرح امت پر شہید ہے۔ اور امت نبی میں بنی الجان بھی شامل ہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ خلیفہ رسول ان پر شہید ہو۔ اور اس کی قوت ان سے بڑھی ہوئی ہو۔ اور ایسا وجود جو

خلیفۂ رسولؐ بنی الجان پر بھی شہید ہوتا ہے

جنوں بلکہ دیگر روحانیت سے قوی تر ہو۔ اور اپنی روحانیت سے تمام عوالم کی سیر کر سکے۔ اور اس نورانیت کی روشن شعاعوں میں عالم کا مشاہدہ کر سکے۔ وہ سوائے نفس رسول و نور محمدیؐ۔ عترت و ذریت پیغمبریؐ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ پس یہی بعد رسولؐ کل جن و انس پر اور کل عوالم پر حجت خدا ہیں۔ صحابہ کہاں یہ درجہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ جن و انس پر تصرف رکھتے ہوں؟

ایک روز جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کوفہ میں منبر رسول پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ عظیم الشان اژدہا مسجد میں داخل ہوا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ اس کو آنے دو۔ اور رستہ دے دو۔ لوگ ہٹ گئے۔ وہ قریب منبر آیا۔ اور تین مرتبہ سانس لیا۔ حضرتؑ سے کچھ عرض کیا۔ اور حضرت سراللہ فی العالمین نے جواب دیا۔ اور وہ واپس چلا گیا۔ لوگوں نے اس راز کی حقیقت پوچھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ جنّ ہے۔ انصار میں سے ایک شخص نے جس کا نام "جابر بن سمیع" ہے بلا کسی اذیت کے اس کے بچے کو مار ڈالا ہے۔ یہ فریاد لیکر آیا تھا۔ مَیں نے قاتل کے حق میں اس کے بچے کا خون اس سے بخشوا لیا۔ یہ سُن کر ایک لمبے قد کا آدمی کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے کہا کہ ہاں فلاں مقام پر مَیں نے آج ایک سانپ مار ڈالا۔ اور جب سے مَیں نے اس کو مارا ہے۔ ہر جگہ جہاں مَیں جاتا ہوں تو چیخ و پکار کی آواز سے ٹھیر نہیں سکتا ہوں۔ اور اس کو ایک ہفتہ ہو گیا۔ اب مَیں جامع مسجد میں آکر ٹھیرا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اسی مقام پر جا کر اپنا اونٹ ذبح کر دے۔ پھر تجھ پر کوئی خوف نہیں ہے۔ ایسے واقعات متعدد جناب امیرؑ کے متعلق ہیں۔ زمانہ رسول اللہؐ میں چند مواقع ہیں۔ جہاں حضرت مظہر العجائب والغرائب سراللہ فی العالمین امیر المومنینؑ جنوں سے لڑنے بھیجے گئے۔ بیئر علم۔ وادی جن۔ قارع جن کے واقعات مروی و مستند

حضرت علیؑ اور دیگر ائمہؑ جنوں کی بھی مشکلات دور فرماتے تھے

خلیفہ رسولؐ کل عوالم پر حجت ہے

ہیں۔ اور اسی طرح ان کی اولاد کا۔ حاملان اسرار الٰہی کے ساتھ ایسے بہت سے واقعات پیش آئے ہیں۔ بنی الجان حسینؑ کی نصرت کو کربلاء میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے قبول نہیں کی۔ اور کہا۔ تمہارے ہاتھ سے مَیں نانا کی ان باغی امتوں کو ہلاک کرانا نہیں چاہتا۔ و علےٰ ہذا القیاس۔ یہ اسرار الٰہیہ ہیں۔ ان کا لطف اہل معرفت اور اہل کشف و کرامات صاحب باطن صاحب دل ہی اٹھا سکتے ہیں۔ ان کو روحانیین ہی سمجھتے ہیں۔ قشریین ان کو ادراک نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ مادی اور نیچری۔

ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز امام حسن علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ مشرق و مغرب عالم میں خدا کے دو شہر ہیں۔ جن کی فصیلیں آہنی ہیں۔ اور ہر فصیل میں ستر ہزار دروازے ہیں۔ ستر ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ہم ان سب کو جانتے ہیں۔ اور اس وقت میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے سوا کوئی ان پر حجت خدا نہیں ہے۔ حضرت امام موسےٰ کاظمؑ فرماتے ہیں۔ کہ وہ امام ہے۔ جو کل زبانیں جانتا ہو۔ حضرت صادقؑ آل محمدؐ فرماتے ہیں۔ خدا کے بارہ ہزار عالم ہیں۔ ہر ایک ہمارے سبع سموات و سبع ارضین سے بڑا ہے۔ (بہت عالم اب عام تحقیق میں آ رہے ہیں) اور مَیں ان پر حجت خدا ہوں۔ ایک یمنی نجومی حضرت محمدؐ بن علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بہت سی نجوم کی باتیں ہوتی رہیں۔ آخر میں آپ نے نجومی سے پوچھا۔ کہ تیرے شہر میں کوئی عالم بھی ہے؟ کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ اس کا علم کتنا ہے؟ عرض کیا۔ وہ طائر سے فال اور سنگریزوں سے شگون لیکر ایک ساعت میں تیز رفتار سانڈنی سوار کی ایک ماہ کی راہ طے کر لیتا ہے۔ (یعنی اتنی دور تک کی باتیں ان علوم کے ذریعہ معلوم کر لیتا ہے)۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ تو عالم مدینہ تمہارے عالم سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ عرض کیا۔ عالم مدینہ کا علم کتنا ہے؟ فرمایا۔

بغیر فال اور شگون مذکور ایک چشم زدن میں آفتاب کی مسافت طے کر لیتا ہے۔ بارہ برج۔ بارہ بر۔ بارہ بحر۔ بارہ عالم طے کر جاتا ہے۔ لاریب باب علم مدینہ الٰہی کی روحانی سیر ایسی ہی ہونی چاہیئے۔ نذیر للعالمین کا نائب ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ رحمۃ للعالمین کا جانشین ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ مشکلکشائے خلق وحجت خدا کی شان یہی ہے۔ **اسی واسطے عارفین نے ان خاصان خدا و برگزیدگان الٰہ کی نسبت لکھا ہے۔ اَسْرَارُ اللّٰہِ الْمُودَعَۃِ فِیْ اَھْیَاکِلِ الْبَشَرِیَّۃِ۔ یہ تو بشری صورتوں میں اسرار الٰہی ہیں۔** آج بھی دنیا کے عارفین واہل کشف انہی سے کسب اسرار الٰہی کرتے ہیں۔ یہی نفوس قدسیہ کل عوالم پر حجت خدا۔ امام الناس۔ ہادی خلق۔ خلیفہ خدا و خلیفہ رسول اللہ ہو سکتے ہیں۔ زمین پر بھی ہدایت کر سکتے ہیں۔ آسمان پر بھی ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ کہ وہ اس کو انجام دے سکے۔ ؎

کار ہر کس نیست رفتن ہمچو عیسےٰ بر فلک

کارہائے این چنیں ہمت بلنداں میکنند

روحی وروح المومنین لہم الفدا۔ محی الدین العربی جناب امیر المومنینؑ سر اللہ فی العالمین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے اور آپ پر درود بھیجتے ہیں (والصّلوٰۃ والسّلام) عَلٰی سِرِّ الْاَسْرَارِ۔ مَشْرِقِ الْاَنْوَارِ۔ اَلْمُھَنْدِسِ فِی الْغُیُوْبِ الْھَاھُوْتِیَّۃِ۔ اَلسَّبَّاحِ فِی الْبِحَارِ اللَّاھُوْتِیَّۃِ۔ اَلسَّیَّاحِ فِی الْفَیَافِیْ الْجَبَرُوْتِیَّۃِ۔ اَلْمُصَوِّرِ لِلْھَیُوْلِیِ الْمَلَکُوْتِیَّۃِ۔ اَبُوْ الْاَوْلِیَاءِ النَّاسُوْتِیَّۃِ اُنْمُوْذَجِ سِرِّ الْوَاقِعِ وَشَخْصِ الْاِطْلَاقِ۔ اَلْمُنْطَبَعِ فِیْ مَرَایَا الْاَنْفُسِ وَالْاٰفَاقِ سِرُّ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ سَیِّدُ الْاَوْصِیَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ۔ اَلظَّاھِرِ بِالْبُرْھَانِ اَلْبَاطِنِ بِالْقُدْرَۃِ وَالشَّانِ۔ بَسْمَلَۃِ کِتَابِ الْمَوْجُوْدِ۔ فَاتِحَۃِ مُصْحَفِ الْوُجُوْدِ۔ مَادَّۃِ الْعُلُوْمِ الْغَیْرِ الْمُتَنَاھِیَۃِ۔ حَقِیْقَۃِ النُّقْطَۃِ الْبَائِیَّۃِ۔ اَلْمُتَحَقِّقِ

بالمراتب الانسانیۃ۔ حیدر اجام الابداع الدوائر فی معارک الاختراع۔ البدر الجلی والنجم الثاقب امام الائمۃ علی ابن ابیطالب (علیہ السلام)۔ اوہ! ہم حقیقت خلافت محمدیہ سے "سر الخلافۃ الالٰہیہ" کی طرف نکل گئے۔ اور کہاں سے کہاں چلے گئے۔ اب ہم پھر اپنے مسلک کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ موقع عارفین و روحانیین صاحبان دل کے لئے چھوڑتے ہیں۔ ؎

آفتاب وجود اہل صفا — قرآن امام مبیں ولی خدا
آں امامیکہ قائم است بحق — در زمین و زمان و ارض و سمائ
عالم وحدت است مسکن او — او بروں در صفات ما فیہا
اوست جان حقیقت انساں — جملہ فانی و جاں بود ہرجا
جنبش او بود ز حی قدیم — گردش او بود بگرد لقا
نقد آں گنج علم بے پایاں — ہست مقصود آں علیؑ علا
بود با جملہ انبیاء در سر — بود با مصطفٰیؐ علیؑ جہرا
در شریعت در مدینۂ علم — در حقیقت امیر ہر دو سرا
سر او دید سید کونین — در شب قرب در مقام دنیٰ
از علیؑ می شنید نطق علیؑ — میر علی جز علیؑ نبود آنجا
رہروان طالبند او مطلوب — ناطقان صامت اند او گویا
علم جاوید شد برش روشن — گرد تحقیق سر ما او رسے
گفت با امتاں ز راہ یقیں — کہ علیؑ ہست رہنمائے شما
صادقان جملہ رہ بدو دادند — کو امیر است وہادی و مولا
اول و آخر او بود در دین — ظاہر و باطن او بود بخدا
ما ہمہ ذرہ ایم او خورشید — ما ہمہ قطرہ ایم او دریا

چوبیسویں دلیل

قَالَ اللّٰہُ تبارک وتعالیٰ۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے۔ جو تم پر شاہد (شہید) ہے۔ جیساکہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ مسلّمہ اہل اسلام ہے۔ کہ یہ رسول مثیل موسےٰ۔ رسول بنی اسمٰعیلؑ۔ رسول امی عربی ہی ہے۔ اور چونکہ کل مسلمانوں کے نزدیک یہ مسلم ہے۔ کہ رسول عربی مثیل موسےٰ ہیں۔ اس لئے تمثیل موسوی کی تفصیل کی یہاں چنداں ضرورت نہیں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ تشبیہ و تمثیل رسالت میں ہے۔ نہ شخصیت و شخصی خصلت میں۔ یعنی اس کے معنی یہی ہیں۔ کہ وہ رسول ہیں۔ جس طرح حضرت موسےٰ رسول تھے۔ نہ یہ کہ وہ فضیلت میں بھی مثل موسےٰ ہی ہیں۔ نہیں وہ حضرت موسےٰ سے بدرجہا افضل ہیں۔ نہ مشبہ ہمیشہ افضل ہوا کرتا ہے۔ الشمس کالمرآۃ فی کف الاشل۔ آفتاب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیساکہ رعشہ والے آدمی کے ہاتھ میں آئینہ۔ آئینہ کے مشبہ بہ ہونے سے آئینہ آفتاب سے افضل نہیں ہوگیا۔ بہرحال ازروئے رسالت و تمثیل ضروری ہے۔ جو جو باتیں حضرت موسےٰ میں ازروئے رسالت تھیں۔ وہی حضرت رسول میں ہونی ضروری ہیں۔ اور زیادتی ختم رسالت اس سے بالا رہیگی۔ یہاں کل تمثیلات کو نہیں دکھلاتے۔ وہ تو متفق علیہ ہیں بعض باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ حقیقت خلافت محمدیہ واضح تر ہو جائے۔ جس وقت حضرت موسےٰ کو حکم ہوا۔ کہ فرعون کے پاس جاؤ۔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ۔ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ۔ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ۔ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ ھَارُوْنَ اَخِیْ اشْدُدْ بِہٖ اَزْرِیْ کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیْرًا وَّنَذْکُرَکَ کَثِیْرًا اِنَّکَ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی (طٰہٰ ع ۲)۔ پروردگارا! میرا سینہ کھول۔ میرے امر کو آسان کر۔

میری زبان کی گرہ کھول دے۔ کہ میری بات سمجھیں۔ اور میرے اہل میں سے
میرا ایک وزیر اور قوت بازو بنا دے۔ یعنی میرے بھائی ہارونؑ
کو۔ اس سے میری کمر قوی کر دے۔ اور اس کو میرے اس امر رسالت
میں شریک بنا دے۔ تاکہ ہم دونوں مل کر خوب تیری تسبیح کریں۔ اور خوب تیرا
ذکر کیا کریں۔ بیشک۔ تو ہماری حالت دیکھ رہا ہے۔ ارشاد باری ہوا۔ اے
موسےؑ تمہارا سوال قبول ہوا۔ اور جو کچھ تم نے مانگا۔ دیا۔ تمہارا سینہ کھول دیا
گیا۔ زبان کھول دی گئی۔ اور امر آسان کر دیا گیا۔ مشکل حل کر دی گئی۔ تمہارے
بھائی ہارون کو جو تمہارے اہل بیت سے ہیں تمہارا وزیر اور قوت بازو بنا کر
تمہارا شریک نبوت کر دیا گیا)۔ چنانچہ موسےؑ اور ہارون دونوں ہی بحکم خدا رسول
ہو کر فرعون کے پاس ہدایت کے لئے گئے۔ حکم خدا تھا۔ اِذْهَبَا اِلٰی فِرْعَوْنَ
اِنَّهٗ طَغٰی فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى۔ تم دونو فرعون کے
پاس جاؤ۔ کہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ اور دونو اس سے نرم گفتگو کرو۔ ممکن ہے کہ
وہ نصیحت پکڑے یا ڈر جائے۔ غرض حضرت موسےؑ کے ساتھ حضرت ہارونؑ
ان کی دعا کے موافق شریک نبوت کئے گئے۔ وزیر و قوت بازو بنائے گئے۔
اور دونو اکٹھے طاغیوں باغیوں سرکشوں کی طرف بھیجے گئے۔ اور حضرت موسےؑ
اگر کہیں باہر جاتے۔ تو حضرت ہارونؑ ان کے خلیفہ رہتے۔ اور وہ فرما جاتے
قال موسی لاخیہ ھارون اخلفنی فی قومی۔ حضرت موسےؑ نے اپنے بھائی
ہارون سے کہا۔ کہ اے ہارون میری قوم میں میرے خلیفہ رہو۔ اور حضرت موسےؑ
کا میقات سے واپس آ کر بنی اسرائیل کو گوسالہ پرست دیکھ کر حضرت ہارونؑ
پر خفا ہونا ان کے درجہ و مرتبہ کو کم نہیں۔ بھائی کا بھائی پر حق ہوتا ہے۔ اور
ناز رکھتا ہے۔ خصوصاً چھوٹے بھائی پر۔ اور حضرت موسےؑ کا حضرت ہارونؑ
پر ناراضگی کا اظہار اسی واقعہ (گوسالہ پرستی) کی عظمت دکھانا تھا۔ اور حضرت

موسےٰؑ امر دینی میں نہایت غصہ ور تھے۔ اس سے نہ حضرت ہارونؑ کی نبوت جاسکتی ہے۔ نہ خلافت اور نہ ان کے مرتبہ میں فرق آتا ہے۔ نہ وزارت اور اخوت میں یہ ایک غلط فہمی ہے۔ جو کہے کہ اس سے حضرت موسےٰؑ نے حضرت ہارونؑ کی توہین کی ہے۔ کہ ڈاڑھی پکڑلی۔ جو شخص پیغمبروں کے دینی جوش اور ان کے سرِ تبلیغ وہدایت جانتا ہے۔ وہ اس میں اسرار نبوت وہدایت پاتا ہے۔ بہر حال حضرت موسےٰؑ کے مثیل حضرت محمدؐ عربی کو ہم اس مثال رسالت میں دیکھتے ہیں۔ تو ان کے لئے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ الایہ موجود ہے۔ کہ اے محمدؐ! کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا؟ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ اور کیا۔ ہم نے تمہارے بار کو ہلکا نہیں کر دیا جس نے تمہاری پشت توڑ رکھی تھی۔ اور تمہارا ذکر بلند نہیں کیا؟ ضرور کیا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن کیا حضرت مثیل موسےٰؑ کا ان کے اہل بیت میں سے کوئی وزیر نہیں بنایا گیا؟ اس کو شریک تبلیغ رسالت نہیں کیا گیا۔ اس سے پشت محمدی قوی نہیں کی گئی۔ اور کسی قوت بازو بھائی سے بازو قوی نہیں کیا گیا؟ اگر نہیں تو تمثیل کہاں درست ہوئی۔ حضرتؐ مثیل موسےٰؑ کیسے ہوئے؟ کیا کوئی اور مثیل موسےٰؑ ہوگا؟ ماننا پڑیگا۔ کہ ضرور حضرتؐ کے اہل بیتؑ میں سے آپ کے بھائی علیؑ کو آپ کا وزیر اور قوت بازو شریک تبلیغ اور خلیفہ و جانشین بنایا گیا۔ حضرتؐ نے انہی الفاظ میں اسکی دعا کی۔ کتب میں اس دعا کا ذکر موجود ہے۔ خصوصاً کتب مناقب میں۔ اور روز اوّل اظہار بعثت ہی حضرتؐ نے اس کا اظہار کر دیا۔ اور لوگوں کو بتلا دیا۔ اور قریش کو دعوت اوّل دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ میں خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور تمہیں اس کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ فَاَیُّکُمْ یُوَازِرُنِیْ عَلٰی هٰذَا الْاَمْرِ عَلٰی اَنْ یَّکُوْنَ اَخِیْ وَوَصِیِّیْ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْکُمْ۔ پس تم میں سے کون ہے۔ جو اس امر تبلیغ وہدایت خلق میں میرا قوت بازو بنے۔ اور میری پشت قوی کرے۔

اور وہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ بنے۔ سارے خاموش رہے۔ سب
قریش و بنی عبد المطلب جمع تھے۔ صرف علیؑ ہی نے اٹھ کر جواب دیا۔ کہ میں اس
میں آپ کا ساتھ دیتا ہوں۔ اور رسول اللہ صؐ نے فرمایا۔ "اِنَّ هٰذَا اَخِيْ وَوَصِيِّيْ
وَخَلِيْفَتِيْ فِيْكُمْ۔ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْهُ" اے لوگو۔ یہ علیؑ میرا بھائی
میرا وصی اور تم پر میرا خلیفہ ہے۔ اس کی ہی بات سنو۔ اور اس
کی اطاعت کرو۔ (ابن اثیر) پس مثیل موسٰے محمد مصطفٰےؐ کے بھائی علیؑ جو
ان کے اہل بیت سے ہیں۔ اسی دن سے شریک نبوت اور قوت بازو، وزیر اور
خلیفہ قرار پائے۔ اور دونو بھائیوں نے سرکشان عرب کو ہدایت کرنا شروع کیا۔
اور جب ایک جنگ کے موقع پر حضرت خود تشریف لے گئے۔ تو حضرت علیؑ کو
اپنا خلیفہ بنا گئے۔ اور ان کے اصرار پر فرمایا۔ اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ
ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو۔ کہ
تم مجھ سے ایسے ہو۔ جیسے کہ ہارونؑ موسٰےؑ کے لئے تھے۔ جو منزلت اور درجہ
ہارونؑ کا موسٰےؑ کے ساتھ تھا۔ وہی تمہارا میرے ساتھ ہے۔ مگر یہ کہ میرے
بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ لہذا تم نبی تو نہ ہوگے۔ باقی کل امور میں تم مثل ہارونؑ ہو۔
یہ حدیث "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ" مشہور و معروف ہے۔ محمد
بن اسمٰعیل بخاریؒ نے بھی لکھا ہے۔ اور اکثر کتب احادیث و سیر میں موجود
ہے۔ یہ حدیث عین مطابق آیت قرآنی ہے۔ اس حدیث کا انکار آیت کا
انکار اور حضرت کے مثیل موسٰے ہونے سے انکار ہے۔ ورنہ
کوئی ہارون محمدی بتلانا چاہیئے۔ تاکہ تمثیل پوری ہو۔ بلا شبہ حضرت علیؑ مثل
حضرت ہارونؑ شریک تبلیغ و ہدایت خلق اور حضرت کے قوت
بازو اور کل دشمنوں کو زیر کرنے والے اور آپ کے بھائی اور
وزیر اور خلیفہ ہیں۔ اور یہ خدا و رسول کی نص ہے۔ خلافت علیؑ

ابن ابی طالبؑ پر جیسے اور نصوص مذکورہ وغیر مذکورہ کوئی اس
کا انکار نہیں کرسکتا۔ اور خلافت بلافصل و بافصل کی بحث بھی یہاں
نہیں چلتی۔ حضرت ہارونؑ اور حضرت موسےٰؑ میں کوئی اور حائل و حاجب فاصل
نہیں ہے۔ حضرت ہارونؑ دوسرے تیسرے یا چوتھے نمبر پر خلیفہ نہیں ہیں
حضرت موسےٰؑ کی زندگی ہی سے خلیفہ ہیں۔ بھائی ہیں۔ وزیر ہیں۔ اسی طرح
حضرت علیؑ بھائی ہیں۔ وزیر ہیں۔ خلیفہ ہیں۔ اگر حضرت علیؑ کو خلیفہ بافصل لیا جائے
اور چوتھا خلیفہ مانا جائے۔ تو پھر تمثیل ہارونؑ موسوی غلط ہو جائیگی۔ اور تشبیہ
صادق نہ آئیگی۔ موسےٰؑ کی غیبت میں ہارون ہیں۔ اور محمد مصطفےٰؐ کی غیبت میں
ہارون محمدی علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ پس حضرت علیؑ کو بافصل خلیفہ کہنا صاف
ان آیات سے انکار کرنا ہے۔ خود حدیث ذوالعشیرہ میں کہیں قبلیت
و بعدیت نہیں ہے۔ یہی فرمایا ہے۔ کہ یہ علیؑ میرا بھائی میرا وزیر اور تم پر میرا
خلیفہ ہے۔ فصل و بلافصل کیسا۔ حضرت علیؑ کی اس خلافت الٰہیہ میں کوئی شریک
نہیں ہے۔ پھر فصل و بلافصل کیا معنی؟ وہی خلیفہ ہیں۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد
شیعہ فضول لفظ بلافصل بڑھا کر دوسروں کو چڑاتے ہیں۔ ہم خلافت محمدیہ میں مجازاً
بعض جگہ بلافصل کا لفظ بغرض توضیح ذکر کرتے آئے ہیں۔ ورنہ ان کی ضرورت
نہیں ہے۔ تعجب ہے۔ کہ ان احادیث کو تسلیم کرنے والے پھر خلافت محمدی
میں بحث کرتے ہیں ٭ مخالفین روایت دعوت ذوالعشیرہ کو نقل کرتے ہیں کہ
رسول اللہ نے علیؑ کو تبلیغ اسلام میں اپنا خلیفہ بنایا تھا مگر اس کا یہ مطلب نہیں
تھا۔ کہ آپ نے بعد انتقال حکومت کا خلیفہ بنایا تھا۔ جا دو وہ جو سر پہ چڑھ کر
بولے۔ یہ تو تسلیم ہے۔ کہ علیؑ کو رسول اللہؐ نے تبلیغ اسلام میں اپنا جانشین
بنایا۔ ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ بعد رسول اللہؐ تبلیغ اسلام اور ہدایت خلق کے لئے
باتفاق علماء جانشین و خلیفہ رسولؐ کی ضرورت ہے۔ اور تصریح پیغمبری لقائدتائید

بعض مخالفین کے خیالات

دین اسلام وجود خلیفہ ہی پر ہے ۔ اور علیؑ ایسے ہیں ۔ کہ زمانہ رسول اللہؐ میں تبلیغ
دین اسلام میں جانشین رسول تھے ۔ (جس طرح حضرت ہارونؑ جانشین موسٰیؑ تھے)
پس وہی بدرجہ اولٰے بعد انتقال رسول اللہ ہادی دین اسلام ہیں ۔ اس سے بھی یقیناً
امامت وخلافت علوی ثابت ہے ۔ اور ان کے پیشوائے برحق ہونے میں کسی کو
شبہ نہیں ہو سکتا ہے ۔ حالانکہ یہ صرف مخالف کا اعتقاد ہے ۔ جو لفظ خلیفتی
کی تاویل کی ہے ۔ ورنہ لفظ عام اور مطلق ہے ۔ اور رسول اللہؐ نے یہ فرمایا ہے
کہ "یہ علیؑ تم پر میرا خلیفہ ہے" یہ کس لفظ سے نکلا ۔ کیونکر مفہوم ہوا ۔ کہ میرے زمانے
میں تبلیغ دین میں میرا خلیفہ ہے ۔ اور میرے انتقال کے بعد حکومت میں میرا
خلیفہ نہیں ہے ۔ یہ معنی تو شاعر کے پیٹ ہی میں ہونگے ۔ روایت کے الفاظ
تو کہیں نہیں ہیں ۔ نہ یہاں قبلیت و بعدیت کی بحث ہے ۔ اور اسلام اور حکومت
کی ۔ دین اسلام میں جو جانشین رسول اللہؐ ہے ۔ وہی حکومت میں جانشین رسولؐ
اللہ ہے ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جس حکومت کے وہ بانی ہیں ۔ وہ اسلامی حکومت
نہیں ہے ۔ بلکہ اسلام سے خارج ہے ۔ اور اسی لئے ہادی اسلام و مبلغ اسلام
شریک ہدایت خلق ۔ وزیر پیغمبر کو اس کا حق نہیں جانتے ہیں ۔ لکم دینکم
ولی دین ۔ حکومت کو خلافت علوی سے جدا کرتے ہیں ۔ بہت اچھا خلافت
علوی تو مان لیجئے ۔ حکومت اپنے بادشاہوں کے لئے رہنے دیجئے ۔ یونہی سہی
ورنہ در اصل تو تمدن و تدین امامت و نبوت دو چیزیں نہیں ہیں ۔ اگر حکومت
رسالت سے علیحدہ ہے ۔ تو حکومت میں خلافت رسالت کے کچھ معنی ہی نہیں
ہیں ۔ جو تبلیغ دین اسلام میں خلیفہ رسول ہے ۔ وہ وہی حاکم و امیر اسلام امام امت
ہے ۔ یہ کبھی بطور تنزل ہے ۔ حکومت اسلامی مراتب امامت میں سے ایک ادنٰے
امر ہے ۔ اور قطعی امامت و خلافت محمدیہ حکومت پر موقوف نہیں ہے ۔
بہر کیف آیات سورہ طٰہٰ و سورہ الم نشرح ۔ حدیث منزلت ۔ روایت

دعوت۔ ذوالعشیرہ نہایت صریح اور واضح نصوص ہیں۔ خلافت
علیؑ ابن ابی طالبؑ پر۔ اور رسول و وزیر محمدیؐ پر۔ اور جو کہتے ہیں۔
کہ خدا و رسول نے کسی کی خلافت کی تصریح نہیں کی۔ اور نص نہیں فرمائی۔ وہ صاف
ان آیات کے منکر ہیں۔ خدا اپنے رسول پر اپنے احسانات و انعامات گن رہا ہے
اور بصیغہ ماضی فرماتا ہے۔ کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا۔ کیا ہم نے تمہارا
بوجھ ہلکا نہیں کر دیا جس نے تمہاری پشت توڑ رکھی تھی۔ اور کیا ہم نے تمہارے
ذکر کو بلند نہیں کیا۔ بیشک تنگی اور سختی کے بعد راحت و آسانی ہے۔ بیشک ایسا
ہی ہے۔ پس جب تم فارغ ہو جاؤ۔ تو نصب کر دو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف
مائل ہو۔ کل اہل علم جانتے ہیں۔ کہ "وزر" کے معنی بار۔ بوجھ کے ہیں۔ لفظ وزیر
اس سے مشتق ہے۔ وزیر بادشاہ کی طرف سے بادشاہت کا بوجھ اُٹھانے
والا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو وزیر کہتے ہیں۔ حضرت ہارون حضرت موسےٰ
سے بار رسالت کے بٹانے اور اس کے اٹھانے والے تھے۔ وزیر حضرت
موسےٰ ہوئے۔ یہاں خدا نے رسول کو خبر دی ہے۔ احسان جتایا ہے۔ کہ ہم نے
تمہارے بار کو ہلکا کر دیا۔ یعنی تمہارے بار کا اٹھانے والا تمہارا وزیر بنا دیا ہے۔
جملہ اہل اسلام سے سوال ہے۔ کہ وہ بتلائیں۔ کہ ان آیات کے مطابق و موافق
وہ کونسا وزیر پیغمبرؐ ہے۔ جو زمانہ پیغمبری میں خدا نے خود مقرر کیا۔ اور رسول اللہؐ
نے اس کی خبر دی۔ کہ فلاں میرا وزیر ہے؟ اگر رسول اللہؐ کی حیات ہی میں کوئی
وزیر مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ تو یہ آیات معاذاللہ جھوٹی ثابت ہوتی ہیں۔ کیا غیر از
علیؑ اسلام میں کسی وزیر محمدی کا پتہ چلتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ علیؑ ہی وزیر محمدی
ہیں۔ ان کو خدا نے وزیر بنایا۔ ان کے ذریعہ بار محمدی اُٹھایا۔ وزر محمدی وزیر محمدی
سے ہلکا ہوا۔ اسی واسطے روایت ذوالعشیرہ میں رسول اللہؐ نے لفظ یوازرنی
فرمایا ہے۔ کون میرا بار اٹھوائیگا۔ اور اس بوجھ میں میرا شریک ہوگا۔ وزیر ہوگا

وزارت اور وزیر کے معنی

خلیفہ موسیٰؑ تھے۔ وزیر محمدی خلیفہ محمدؐ ہوئے۔ اور فرمایا۔ یہ علیؑ میرا بھائی میرا
وزیر اور تم پر میرا خلیفہ ہے۔ اس سے بڑھ کر تصریح خدا اور رسول خلافت محمدی پر
اور کیا ہو سکتی ہے؟ وزیر موسیٰؑ ان کے سامنے انتقال کر گئے۔ ورنہ وہی بعد
موسیٰؑ بھی خلیفہ موسیٰؑ ہوتے۔ یہاں ایک راز ہے۔ ایک عجیب نکتہ ہے۔
نبوت موسیٰؑ ختم نبوت نہیں ہے۔ آپ کے بعد بار نبوت اٹھانے والے بہت
سے پیغمبر آنے والے تھے۔ وزیر موسیٰؑ شریک تبلیغ و ہدایت موسیٰؑ حضرت
ہارونؑ کا زندہ رکھنا ضروری نہ تھا۔ مگر نبوت محمدیہ ختم نبوت ہے۔ قیامت
تک یہ نبوت باقی ہے۔ یہاں ضروری اور لازمی تھا۔ کہ شریک تبلیغ اور بار
نبوت اٹھا لینے والا وزیر باقی رہے۔ اور بعد رسول اللہ قائم مقام و جانشین
رسول ہو۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ فاذا فرغت فانصب
والی ایک فارغب۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء +

اس موقع پر یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے۔ کہ جب حضرت علیؑ کے لئے
یہ ثابت ہو گیا۔ کہ آپ خلیفہ رسول ہیں۔ اور خلافت اللہ و خلافت محمدیہ حضرتؐ
کے بعد آپ ہی کا فرض ہے۔ اور خلافت مال میں بھی ہوتی ہے۔ خلافت
اہل میں ہوتی ہے۔ اور خلافت منصب و عہدہ میں۔ اور جو مطلقاً خلیفہ ہے
وہ سب باتوں میں خلیفہ ہے۔ خلیفہ فے المال بھی ہے۔ اور خلیفہ فی الاہل
بھی ہے۔ خلیفہ فے المنصب بھی ہے۔ پھر حضرت رسالت مآبؐ کا حضرت
علیؑ کو ایک جنگ کے موقع پر بقول بعض اہل سنت اپنے اہل و عیال کی نگرانی
اور خبر گیری کے لئے اپنا جانشین اور خلیفہ بن جانا منافی خلافت سیاسیؐ مانتی
نہیں۔ بلکہ مثبت ہے۔ اور وقت ہجرت حضرتؐ کو لوگوں کی امانات جو رسول اللہ
کے پاس تھیں سپرد کرنے اور اپنی صاحبزادی اور جو آپ کی اہل میں ہیں انکو لانے
اور ان کی نگرانی و حفاظت کے لئے حضرت علیؑ ہی کو خلیفہ بنایا ہے۔ خلافت

خلافت کے مراتب ثلثہ

نی المال و خلافت نی الاہل کی مثبت ہے۔ جو خلافت فی المنصب میں داخل و شامل ہے۔ یہ نقص نہیں کمال ہے۔ عزت و ناموس کا معاملہ نہایت اہم ہوتا ہے۔ اس کو اہل حمیت و غیرت ہی جانتے ہیں۔ دنیاوی اصول کے مطابق بھی سیاست میں تو کسی کو بھی جانشین بنایا بھی جاسکتا ہے۔ مگر اہل و ناموس میں جانشین اور گھر و بار کا مالک تو اسی کو بنایا جا سکتا ہے۔ جو مثل اپنے نفس کے ہو۔ جس پر اعتماد کلی ہو۔ جس کی عفت عصمت مستند ہو۔ پس یہ علیؑ کی منتہائی فضیلت ہے۔ کہ حضرت اہل و عیال پر بھی خلیفہ حضرت ہی کو بناتے تھے۔ حتے کہ احادیث و روایات موجود ہیں۔ کہ حضرت اپنی ازدواج کو بوقت ضرورت و حسب مصلحت طلاق دیدینے کا حکم دیدیا تھا۔ یہ علیؑ کے نفس رسول و حقیقی قائم مقام رسول ہونے کی ایک نہایت بیّن دلیل ہے نہ نقص خلافت +

پچیسویں دلیل

پہلے بھی مسلم و متفق ہے۔ اور ہم اسی کتاب میں مفصل ثابت کر چکے ہیں۔ کہ رسول اللہ ہدایت خلق کے لئے قانون الٰہی کتاب اللہ چھوڑ گئے ہیں۔ اور خلیفہ رسولؐ کے فرائض اوّلیہ میں ہے کتاب اللہ کی تعلیم اور اس سے حکم کرنا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ۔ اگر تم خود بینات الٰہیہ اور زبر انبیاءؑ کو نہیں جانتے۔ تو اہل ذکر سے پوچھو۔ وہ تعلیم دیدینگے۔ گویا اس آیت میں امور دینی میں اہل ذکر کی اطاعت و متابعت کا صریح حکم دیا گیا ہے۔ اور جو اہل الذکر ہیں۔ وہی بعد رسول مطاع و متبوع و مقتدا و پیشوائے دین ہیں۔ اہل الذکر کے معنی اگر تقلیدی نظر سے دیکھے جائیں۔ تو شاید بہت گھڑ لئے جائیں۔ مگر خود قرآن اہل الذکر کے معنی صاف بتلا رہا ہے۔ ذکر کے معنی مصدری بھی ہیں۔ اور اسمی بھی اور علمی بھی۔ جہاں اعلام کے طور پر "ذکر" آیا ہے۔ وہاں صرف دو ہی چیزوں کا نام ذکر رکھا گیا ہے۔ اوّل ذکر رسولؐ اللہ کو کہا گیا ہے۔ قد انزل

علم قرآن اہل الذکر سے حاصل کرو

اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم اٰیات اللہ بینات (طلاق ع ۱) بتحقیق کہ خدا نے تمہاری طرف ایک ذکر نازل کیا ہے۔ جو رسول ہے۔ وہ تم پر آیات الٰہی مفصل تلاوت کرتا ہے۔ اور حدیث میں تصریح ہے۔ کہ ذکر نام ہے جناب رسول خداؐ کا۔ جو کتاب اللہ کی تلاوت کرنے آئے ہیں۔ دوم ذکر نام ہے خود کتاب اللہ کا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (محمدؐ ۱)۔ ہم نے تمہاری طرف (کتاب) اُتاری ہے جو ذکر ہے۔ اور بیشک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ باتفاق محققین اسلام ذکر قرآن کا نام ہے۔ اور اس سے اہل الذکر کے معنی خود ہی معلوم ہو گئے کہ اہل الذکر کون ہیں؟ یعنی اہل القرآن۔ اور اہل القرآن کون ہیں؟ یعنی اہل محمدؐ۔ آل محمدؐ اہل بیت نبوت و رسالت۔ اور اس سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ بعد رسول امت کو انہی سے کتاب کے پوچھنے اور علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور ہم اہل بیت محمدؐ و آل محمدؐ کے عالم علم قرآن ہونے کی کئی دلیلیں دے چکے ہیں۔ اور ثابت کر چکے ہیں۔ کہ وہ نفوس جن کے سینے میں قرآن بطور آیات بینات موجود ہیں۔ اہل بیت ہی ہیں۔ جو قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ اور وہ ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ۔ اور اس اوتوا العلم کے معنی بھی خود ہی معلوم ہو گئے۔ کہ وہ لوگ ہیں۔ جو علم کو بطور کسب و اکتساب حاصل نہیں کرتے۔ کسی سے پڑھنے لکھنے نہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے علم عطا کیا جاتا ہے۔ اور اوتوا العلم والے زمانہ محمدیؐ میں معروف تھے۔ اس وقت بھی جو بات کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ان سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال انفا

اہل الذکر یعنی آل محمدؐ ہی ہیں

بعد انتقال رسول اللہ بھی عام مسلمانوں کا یہی فرض ہے۔ کہ وہی اوتوا العلم (علم الٰہی) والوں سے پوچھیں۔ ان کی پیروی کریں۔ ان سے علم حاصل کریں۔ جو باب علم محمدی ہیں۔ اب بھی یہی فرض ہے۔ یہ آیت بھی نص ہے۔ کہ آل محمدؐ سے علم قرآن حاصل کرو۔

اور ان کی اقتداء کرو۔ ص

امام جن وانس علیؑ بود کہ علیؑ — زکل خلق فزوں است از صغار وکبار
زنام اوست معلق سما وکرسی وعرش — زذات اوست مطبق زمین ہیں بچار
علیؑ امام وعلیؑ امین علیؑ ایماں — علیؑ امین علیؑ سرور و علیؑ سردار
علیؑ علیم وعلیؑ عالم وعلیؑ اعلم — علیؑ حکیم وعلیؑ حاکم وعلیؑ گفتار
بحق دین محمدؐ بخون پاک حسینؑ — بحق مردم نیکؐ مہاجر و انصار
کہ نیست دین ہدیٰ رابقول پاک رسولؐ — امام غیر علیؑ بعد احمدؐ مختار
بدشمنان منشیں حافظا تولاکن — نجات خویش طلب کن بحب ہشت و چہار

یہ ہیں ہماری پچیس دلیلیں خلفاء اثناء عشر کی خلافت پر۔ جن میں سے ہر ایک

تذبیب

سر دفتر دلیل ہے۔ اور ایک بھی قابل رد و انکار نہیں ہے۔ بغیر تکذیب آیات اللہ کسی کا بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اور پنجتن پاک کے نام پر ہر ایک کی طفیل بالفعل ہم نے پانچ پانچ دلیلیں دی ہیں۔ اور ہر ایک دلیل کئی کئی آیات کو شامل ہے۔ جن میں سے ہر ایک اپنے مقام پر مستقل دلیل ہے۔ مگر ہم نے اختصار کو مد نظر رکھا ہے۔ کچھ تلافی حصہ چہارم میں کرینگے ابھی بہت سے دلائل قرآنیہ باقی ہیں۔ ولو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا مثلہ مدداً۔ ان کلمات اللہ کی تشریح و تفسیر کون کر سکتا ہے۔ یہ جو کچھ لکھا ہے۔ انہی نورانی نفوس قدسیہ کی برکت ہے۔ ص

خدا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں پانچوں تن
محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ حسینؑ و حسنؑ

یہ وہ پنجتن پاک ہیں۔ جو وقت نزول آیہ تطہیر کسا پیغمبری میں ایک جگہ جمع تھے۔ اور اس لئے آل عبا بھی کہلاتے ہیں۔ کل اہل اسلام میں مشہور

معروف ہیں۔ یہ وہ پنجتن پاک ہیں۔ جو وقت مباہلہ کفار نجران کے مقابلہ میں گئے۔ اور کفار نجران ان پانچ انوار قدسیہ کو دیکھ کر مبہوت رہ گئے۔ اور دیکھتے ہی ان کا اسقف کہنے لگا۔ کہ میں وہ صورتیں موافق و مطابق مکاشفہ یوحنا دیکھتا ہوں۔ کہ اگر یہ پہاڑ پر دعا کریں۔ تو ریزہ ریزہ ہو جائے۔ یا اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔

پنجتن پاک کی اصطلاح

اب پنجتن کی اصطلاح بھی چودھویں صدی میں نئی قایم ہوئی ہے۔ اس زمانے میں بعض جدت طراز صاحبان کے نزدیک پنجتن کی اصطلاح رسول خدا و خلفاء اربعہ کے لئے تراشی گئی ہے۔ ہمیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ ولا مناقشۃ فی الاصطلاح۔ اصطلاح میں کبھی بحث نہیں ہوا کرتی پہلے لوگ زنگی حبشی۔ غلام کا نام کافور رکھتے تھے۔ اب بھی لوگ اپنے فقیر بیٹے کا نام بادشاہ اور شاہ جہاں رکھ دیتے ہیں۔ حضرات خلفاء ثلثہ کو اسی طرح پنجتن میں ان کے مقلدین کے نزدیک شامل کیا جا سکتا ہے۔ یعنی نئی اصطلاح قائم کی جا سکتی ہے۔ اور بھی پنجتن کی نئی اصطلاحیں ہو سکتی ہیں۔ خلافت اجماعیہ کے پہلے پانچ خلیفہ حضرات ثلثہ۔ میر معاویہ اور امیر یزید بھی پانچ تن ہیں۔ اور اگر ایک عورت شامل ہونی ضروری ہو۔ تو حضرت ابوسفیان۔ معاویہ۔ ہندہ۔ یزید اور مروان موروث پنجتن پاک کے مقابلہ میں ہو سکتے ہیں۔ حضرت طلحہ۔ زبیر۔ حضرت عائشہ معاویہ اور یزید بھی پنجتن پاک کے مقابل پانچ تن ہیں۔ اور بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر رسول اللہ صلعم کے ساتھ عصمت و طہارت میں شریک تو علیؑ و فاطمہ و حسنینؑ ہی ہیں۔ پنجتن بہت ہو سکتے ہیں۔ مگر "پنجتن پاک" تو یہی پانچ تن آل عبا و اصحاب کساء ہی کہلائینگے۔ حضرات ثلثہ پنجتن کی اصطلاح میں آ سکتے ہیں۔ پنجتن پاک کی اصطلاح میں نہیں آ سکتے۔ جو ایک مدت دراز کفر و شرک مبتلا رہے۔ وہ پاک رسول کیساتھ کیونکر پاک ہو سکتے ہیں۔

باب اوّل میں حقیقت خلافت الٰہیہ و امامت حقہ اور اس باب دوم میں

نتیجہ دلائل طیبہ و آیۂ استخلاف

ان پچیس لاجواب دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے خلافت محمدیہ کے وارثین حضرات ائمہ معصومینؑ خصوصاً اوّل الخلفاء الراشدین حضرت امیرالمؤمنینؑ کی خلافت و امامت کا ثبوت دے چکے۔ اور ثابت کر چکے۔ اب آیۂ استخلاف وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (نور ۷) (اللہ تعالیٰ نے تم امت محمدی میں سے مومنین صالحین سے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائیگا۔ جیسا کہ اس نے انہیں خلیفہ زمین بنایا۔ جو ان سے پہلے تھے۔ اور اس دین پر انہیں قدرت و تمکین عطا کریگا۔ جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا وہ میری عبادت کرنے والے ہیں۔ اور کسی کو میرا شریک نہیں بناتے ہیں۔ اور اس کے بعد جو انکار کرے۔ وہی فاسق ہے) کو پڑھ کر فیصلہ کر لیجئے۔ کہ کیا اس خلافت الٰہیہ کا مالک و وارث مستحق۔ سزاوار ان بارہ خلفاء راشدین کے سوا اور کوئی ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اس میں ان باتوں پر غور کرنا ہے۔ اوّل یہ وعدۂ خدا ہے۔ دوم یہ وعدہ امت محمدی میں سے مومنین صالحین سے ہے۔ ظالمین و گنہگار اس سے خارج ہیں۔ وہ اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ سوم یہ سب خلیفہ فی الارض ہوں گے۔ نہ کسی ایک ملک یا ایک براعظم یا ایک جزیرہ پر۔ چہارم یہ ویسے ہی خلیفہ خدا ہونگے۔ جیسے کہ ان سے پہلے بنائے گئے ہیں۔ قرآن میں یہ وعدہ ہے۔ اور قرآن میں جن خلفاء کا ذکر

آیۂ استخلاف اور ائمہ اثنا عشر

ہے۔ کہ خدا نے انہیں ان سے پہلے خلیفہ بنایا۔ اور بالصراحۃ ذکر ہے۔ بالاسم ذکر ہے۔ وہ تین خلیفہ ہیں۔ اوّل حضرت آدمؑ۔ دوم حضرت داؤدؑ۔ سوم حضرت ہارونؑ۔ اور ویسے ہم ثابت کرچکے ہیں۔ کہ کل انبیاء اللہ وارث خلافت الٰہیہ سب خلفاء اللہ ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ حضرت آدم جو خلیفہ فی الارض ہیں۔ نہ وہ کہیں کے بادشاہ تھے۔ نہ وہ مالکِ تاج و تخت تھے۔ نہ جاہ و حشم رکھتے تھے۔ اور نہ طبل و علم۔ نہ انہوں نے بہت سے ملک فتح کئے تھے۔ مگر خلیفہ فی الارض تھے۔ خدا نے انہیں علم عطا فرما کر اور تصرف فی العالم عنایت کرکے تعلیم و تربیت عالم کے لئے اپنا جانشین بنایا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر خلفاء اللہ اسی معنی میں خلفاء تھے۔ اور حکومت اس کے تحت میں ہے۔ اگر کسی کو اس کا موقع مل جائے۔ تو ان کا منصب ہے۔ جو مصالح الٰہیہ پر موقوف ہے۔ مگر ان کے خلیفہ ہونے کی شرط حصول سلطنت و حکومت نہیں ہے۔ نہ مال و دولت نہ فتوحات۔ ورنہ نہ تو حضرت آدمؑ خلیفہ رہینگے۔ اور نہ حضرت داؤدؑ۔ نہ حضرت ہارونؑ۔ بلکہ کل انبیاء اللہؑ جو خلفاء اللہ ہیں خلافت کے ساتھ نبوت سے کبھی عاری رہ جائینگے۔ چہارم خدا ان مومنین صالحین اور ان خلفاء کو اس دین پر قدرت و تمکین عطا کریگا۔ کہ بآسانی تمام ارض (کل روئے زمین) پر اس کو جاری کرسکیں۔ اس دین پر قدرت دیگا۔ جو ان کے لئے اس نے پسند کیا ہے۔ اور صورت اس کی یہ ہوگی۔ کہ ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا۔ وہ کیسے لوگ ہیں؟ جو خدا ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں گردانتے ہیں۔ اس کے بعد جو ان کا انکار کرے۔ وہ فاسق ہے۔ اس آیت میں "امنوا" کی ضمیر مضمر ھم۔ عملوا میں ضمیر مضمر ھم۔ لیستخلفنھم کی ضمیر ھم۔ من قبلھم کی ضمیر ھم۔ یمکننھم اور یبدلنھم کی ضمیر۔ یعبدوننی۔ ولا یشرکون کی ضمیر سب "الذین" کے صلہ اور شامل اور ان خلفاء اللہ کے اوصاف ہیں۔ اور منکم "منکم" کی ضمیر کے مخاطبین باقی اہل اسلام ہیں۔ جن میں سے اور جن پر یہ خلفاء

ہونگے۔ اب اس میں غور کرلو۔ کہ آیا یہ خلفاء اثنا عشر ہی اس کا مصداق ہیں یا کوئی
اور۔ یہ صالحین ہیں۔ صادقین ہیں۔ کاملین ہیں۔ سابقین ہیں۔ طاہرین معصومین
ہیں۔ خلافت معصومین ہی کا حق ہے۔ خلافت امامت میں ہے۔ اور امامت سے
ظالمین ہمیشہ سے محروم ہیں۔ اور ان کے سوا کل صحابہ کسی نہ کسی ظلم میں آلودہ نظر
آتے ہیں۔ جو مدت تک کفر و شرک میں رہے ہوں۔ وہ ان صالحین و معصومین اور
سابقین کے ذیل میں نہیں آسکتے۔ یہ ایسے ہی خلفاء اللہ ہوئے ہیں۔ جیسے کہ آدمؑ
و داؤدؑ و ہارونؑ وغیرہم۔ اسی کا انہوں نے دعوے کیا ہے۔ اور اس کو ثابت کردیا
ہے۔ خدا نے ان کو ان اوصاف پر خلق کیا ہے۔ جو خلافت الٰہیہ کے معیار ہیں۔
اور صاف بذریعہ پیغمبر اور بذریعہ وحی بتلا رہا ہے۔ کہ یہ خلیفہ ہیں۔ جیسا کہ ہم ثابت
کر آئے ہیں۔ اور اس طرح یہ وعدہ خلافت مسلمانوں سے پورا کردیا۔ کل روئے زمین
پر یہی حجتِ خدا۔ یہی پیشوا۔ یہی مقتدا ہیں۔ یہی معلم الٰہی ہیں۔ ماننا یا نہ ماننا یہ مکلفین
و مبعوث الیہم کا فرض ہے۔ جو نہیں تسلیم کریگا۔ وہ اپنے لئے۔ جو نہ کریگا اپنے
لئے۔ اور یہاں ماننے والوں کی قلت و کثرت اس خلافت میں تغیر پیدا نہیں کرسکتی

وعدۂ خلافت الٰہیہ بارہ خلفاء کیلئے ہے نہ چار کے لئے

یہ وہ بزرگوار ہیں۔ جو خالص عباد الرحمٰن اور خاص وکانوا لنا عابدین کے مصداق
ہیں۔ یہ کل کے کل اوصاف و کمالات خلافت الٰہیہ و خلافت محمدیہ و امامت ان کی
و سیاست الامت سے متصف تھے۔ ان کا خدا نے اظہار کیا۔ ان کو رسول اللہؐ
نے علی الاعلان بیان کیا۔ ان کے نام بتلائے۔ ان کے کام بتلائے۔ ان کو
دکھلایا۔ اور لوگوں کو پہچنوایا۔ اور خدا کے کسی کو خلیفہ بنانیکے یہی معنی ہیں۔ یہ وعدہ
کل خلفاء محمدی سے ہے۔ اور خلافت محمدی بارہ میں منحصر ہے۔ اور ان بارہ
کا خاتمہ قیامت پر ہے۔ دین محمدی تا قیامت ان بارہ پر قائم ہے۔ اس لئے
جو وعدے ہوئے ہیں۔ ان کے یہ معنی نہیں۔ کہ وہ ہر ایک میں جدا جدا متحقق ہوں
نہیں من حیث المجموع ہیں۔ خواہ ان میں سے کسی کے ہاتھ پر ہو [illegible] تمکن بردین

بارہ خلیفے قیامت تک پورے ہونے ہیں

در رفع خوف و تبدیل امن بھی حقیقی معنی میں ان کے لئے حاصل ہو جائیگا۔ نہ دین
اسلام ختم ہوگیا۔ نہ ان خلفاء اللہ کا خاتمہ ہوگیا۔ نہ خدا کہیں چلا گیا۔ رسول خدا سے
خدا نے وعدہ کیا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ
عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ مگر دین محمدی کو ابھی تک ایسا غلبہ حاصل
نہیں ہوا۔ کہ کل ادیان پر دین محمدی کا ظاہر بظاہر غلبہ آجائے۔ کل مذاہب عالم
موجود بلکہ کروڑوں انسان ان باطل مذاہب کے پابند اور ان کے ماننے والے
ہیں۔ کہاں غلبہ دین محمدی کو حاصل ہوا ہے ہاکون اس کا دعوے کرسکتا ہے؟
توکیا اس سے دین محمدی باطل ہوگیا؟ اور آنحضرتؐ سچے پیغمبر نہ رہے؟ ہرگز نہیں
ضرور ہیں۔ کیونکہ نبوت حضرت کی قیامت تک متصل ہے۔ اور اس عرصہ میں غلبہ
کا امکان ہے۔ بلکہ یقینی ہے۔ یہی حال خلافت کا ہے۔ اور دونو دراصل ایک
ہی ہیں۔ خلفاء دین محمدی کو یہ قدرت حاصل ہونا کہ کل روئے زمین پر جس پر کہ
وہ خلیفہ ہیں اس دین کو جاری کرسکیں۔ جو ان کے لئے پسند کیا ہوا ہے۔ اور
دین محمدی کو تمام ادیان پر ظاہر بظاہر غلبہ ہونا جس کو "لیظهره" واضح کررہا ہے
ایک ہی وقت میں ہیں۔ یہ وعدہ محمدی اسی وقت پورا ہوگا۔ جبکہ "لَهٗ اَسْلَمَ مَنْ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا" صادق آئیگا۔ ہر فرد بشر مسلمان ہوگا۔
اور بغیر اسلام لائے اس کو چارہ نہ ہوگا۔ یہی دن اس کے خلفاء کے دین پر
قدرت پانے اور کل عالم میں دین محمدی پھیلانے اور خوف کے مطلقاً اٹھ
جانے کفار کے مٹ جانے اور امن کلی حاصل ہوجانے کا ہے۔ یہ زمانہ ابھی
مہلت کفار کا ہے۔ ابھی وہ خلفاء اللہ مظلوم ہیں مستضعف ہیں۔ مگر بعض
ان میں سے موجود ہیں۔ دین محمدی موجود ہے۔ شرع موجود ہے۔ خلافت موجود
ہے۔ اور انشاء اللہ تمکین بر دین کا وقت قریب ہے۔ اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا
تَسْتَعْجِلُوْهُ۔ اور اس کو یہ آیت اور واضح کردیتی ہے۔ اور صاف پتہ دیتی

ہے۔ کہ وَنُرِيدُ أَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ (قصص ۱)۔ اور ہم ارادہ رکھتے ہیں۔ کہ ان لوگوں پر احسان رکھیں۔ اور اپنا فضل و انعام کریں۔ جو زمین میں مظلوم و ضعیف ہو کر رہے ہیں۔ اور ہم انہیں امام بنائیں۔ اور کل زمین کا وارث بنائیں۔ اور انہیں زمین میں قدرت و تمکین عطا کریں۔ اور فرعون وہامان اور ان کے لشکروں کو وہ عذاب چکھائیں۔ جن سے وہ بچتے تھے خلفاء المسلمین میں سے کون خلیفہ ہے۔ جس کے زمانے میں فرعون وہامان اور ان کے لشکروں کو عذاب چکھایا گیا؟ وہ فرعون وہامان اور ان کے لشکر کون؟ کہاں تھے؟ کب وہ مغلوب و مفتوح ہوئے؟ کب یہ وعدہ پورا ہوا؟ وہ زمانہ شاہان اسلام کی حکومت میں کب آیا۔ جس میں وہ دین جوان کے لئے خدا نے پسند کیا تھا۔ تمام روئے زمین پر غالب آیا۔ اور ان کو قدرت حاصل ہوئی۔ کہ وہ تمام دنیا میں بلا رکاوٹ الٰہی دین کو جاری کر سکیں۔ یہ وعدہ صرف قرن اوّل کے مسلمانوں سے نہ تھا۔ بلکہ کل اہل اسلام سے تھا۔ اور ہے۔ ورنہ آیت اسی زمانے کے لوگوں کیلئے مخصوص اور اس وقت منسوخ سمجھی جائیگی۔ اور اس وقت اس سے بحث فضول ہوگی۔ "منکم" کی ضمیر "کم" کے مخاطب کل اہل اسلام ہیں تاقیام قیامت۔ اور اس لئے آج ہم بھی اس کے مخاطب ہیں۔ کہ تم میں سے ہم خلیفہ بنائینگے۔ ہم میں سے ہم پر آج کون خلیفہ خدا ہے؟ کیا غیر از مہدی منتظرؑ کوئی اور خلیفہ خدا آج ثابت ہو سکتا ہے؟ پس ضرور دین محمدی ایک دن غالب ہوگا۔ خلفاء اللہ اور خلفاء محمدی کو قدرت و تمکین بر دین حاصل ہوگی۔ اور دنیا میں دین اسلام ہی نظر آئیگا۔ اور اس وقت وہ خلفاء جن کی شان الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ "(وہ لوگ کہ اگر ان کو ہم زمین میں قدرت

دیدیں - تو وہ نماز کو روئے زمین پر قائم کردیں - زکوٰۃ ادا کریں - اور نیکی کا کام کریں - اور منکر سے روکیں - اپنے اس دین مرتضےٰ و دین مرتضوی کو جاری کرسکیں گے - یہ بھی یاد رہے - کہ صاحبان دین اور ہیں - اور امت اور عام محکومین دین اور - اور یہ معلوم ہے - کہ اگر خدا کسی کے لئے دین کامل کردے - اور اس کو ان کے لئے اور ان سے پسند کرے - تو ضرور اس کے یہی معنی ہونگے - کہ وہ کامل دین خدا رکھتے ہونگے - اور علماً و عملاً کوئی دینی کمی ان میں نہ ہو - اور ایسے شخص اسلام میں وہی ہو سکتے ہیں - جو کامل علم قرآن رکھتے ہوں - جن میں شک وشبہ و اشکالات و مشبہات نہ ہوں - اور کامل عمل ان کو اس پر حاصل ہو - جب خدا اس کو کامل کر سکتا ہے - اور جب ہی خدا اس کو پسند کر سکتا ہے - اور ایسا ہی دین خدا کا کامل کیا ہوا دین ہو سکتا ہے - مگر مسلمانوں کو دیکھتے ہیں - تو وہ آج تک بھی کمال دین نہیں رکھتے - نہ علماً نہ عملاً - ہزاروں اختلاف موجود ہیں - بلکہ دین مسخ نظر آرہا ہے - کیونکہ تمام مسلمانوں کو کامل دیندار کہا جا سکتا ہے ؟ کیا کوئی منصف ایسا کہہ سکتا ہے ؟ پس اگر خدا نے دین ان کے لئے کامل کردیا ہے - تو ان کے از روئے دین ناقص ہونے اور سیکڑوں متضاد فرقے ہونے کے کیا معنی ہیں ؟ کون مسلمان ہے - جو کامل علم قرآن اور اس پر کامل عامل ہونے کا اب یا پہلے دعوے کر سکے ؟ دین خدا اپنے انبیاء اور اوصیاء کے لئے کامل کرتا ہے - اور عالم لوگ ان کاملین سے دین سیکھتے اور ان کی پیروی کرتے ہیں - حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں - یَا بَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ - اے بیٹو! خدا نے تمہارے لئے دین کو چنا اور مصطفےٰ بنایا ہے - تم نے مرنا مگر اسلام ہی پر - دین خدا ہمیشہ کامل ہے - مگر کامل دیندار وہ ہے جس کیلئے خدا دین کامل کردے - جس کو دین عطا کردے - اور یہ کاملین انبیاء و اوصیاء انبیاء ہی

ہو سکتے ہیں۔ اور وہی ہوتے ہیں نہ عام امت۔ پس آیہ مجیدہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" میں "لَکُمْ" کا مصداق عامہ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ بلکہ خاص وہی خلفاء اللہ مراد ہیں جن کا دین دین مرتضے ہے۔ اور اس دین مرتضے پر قدرت نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ اور وہ انہیں کے ہاتھ پر ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ اب غور سے "اکملت لکم دینکم" و "رضیت لکم الاسلام دینا" کو پڑھو۔ اور اس کے حقیقی معنی میں غور کرو۔ اس کا مصداق سوائے خلفاء اثنا عشرہ جن کا سلسلہ دین محمدی کے ساتھ قیامت تک متصل ہے اور کوئی ثابت نہیں ہو سکتا۔ ذالک ذکری للذاکرین +

بعض حضرات کا خیال ہے۔ کہ آیہ استخلاف میں اسلام کا ضعف اور خوفِ اعداء اور اس کے بعد رفع خوف اور حصول امن کا وعدہ خلفاء کے ہاتھ پر دیا گیا ہے۔ اور یہ چونکہ خلفاء اربعہ (بلکہ ثلثہ کہئے۔ چوتھے کو کب امن نصیب ہوا) کے زمانے میں ہوا۔ اس لئے وہی آیت کے مصداق ہو گئے۔ اور اس کا ثبوت یوں بنایا گیا ہے۔ کہ اوّل ظہور اسلام کے وقت جب حضرت مکہ میں تھے۔ اسلام ضعیف تھا۔ اور خوفِ اعداء حاصل تھا۔ اور واقعہ ہجرت اس ضعف اور خوف کی دلیل ہے اور مدینہ میں جا کر اسلام کو قوت حاصل ہوئی۔ اور خوف رفع ہو گیا۔ لہٰذا خلفاء اربعہ (ثلثہ) کی خلافت برحق ثابت ہو گئی۔ انہی سے رفع خوف ہوا۔ وہ اس آیت کے اس ترتیب سے مصداق ہوئے۔ آیہ مجیدہ کا مصداق تو ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں۔ مگر یہاں یہ دکھانا ہے کہ اس تاویل اور اس معنی سے اصل دعوئے خلافت خلفاء ثلثہ کو باطل کر دیا ہے۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ مکہ میں مسلمان مظلوم تھے۔ تھوڑے تھے۔ دشمنوں کا خوف تھا۔ کفار طرح طرح کی اذیت دیتے تھے۔ اور آخر کار واقعہ ہجرت نے اس خوف اور ضعف کا ثبوت دیدیا۔ اور بعد ہجرت یقیناً مسلمان قوی

ہو گئے۔ وہ ضعف جاتا رہا۔ خوف جاتا رہا۔ یہاں تک کہ کل عرب مغلوب ہو گیا۔ حدود روم تک فتح ہو گئی۔ دولت بھی آئی۔ سلطنت اسلامی قائم ہو گئی۔ اور وہ خوف امن سے بدل گیا۔ جوق جوق لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور جو باقی رہ گئے تھے اور ایمان نہ لائے تھے۔ وہ خوف اسلام سے ظاہرًا اسلامی لباس میں داخل ہو گئے۔ اور منافق بن کر جان بچائی۔ دور دور کی سلطنتوں کے سفرا آئے۔ یقیناً و قطعاً وہ خوف و ضعف جو مکہ میں تھا۔ جاتا رہا۔ اور یہ امن حاصل ہوا۔ مسلمانوں پر جو ظلم پہلے ہوتے رہے تھے۔ اس کی تلافی ہوئی۔ اور مسلمان اسی مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ اس کی خدا نے مبارک باد دی۔ اور اس کو فتح نمایاں کہا۔ انا فتحنا لك فتحاً مبینا الآیہ۔ لیکن یہ ضعف و خوف اور یہ امن و فتح دونوں پیغمبر اسلام کی زندگی سے متعلق ہیں۔ اور انہی کی حیات میں یہ سب کچھ ہو لیا۔ مگر آیہ استخلاف میں تو وعدہ خلفاء رسول کی بابت کیا گیا ہے نہ رسول کی بابت پس اگر یہ تاویل صحیح ہے۔ تو خلافت صرف ختمی مرتبت کی ثابت ہوئی۔ نہ خلفاء ثلثہ یا اربعہ کی۔ وہ جناب اس کا مصداق ہیں نہ کہ خلفاء اربعہ۔ اگر دوسرے مسلمان اس میں بوجہ نصرت نبیؐ میں شریک کئے جائیں۔ تو بلا استثناء کل شریک ہیں۔ نہ صرف حضرات خلفاء ثلثہ۔ ہاں اگر خصوصیت ہو سکتی ہے۔ تو اس جرنیل اسلام کی جس کے ہاتھ پر اسلام کی ہر ایک فتح زمانہ محمدی میں ہوئی۔ یعنی شیر خدا علیؑ مرتضےٰ۔ پس اس آیت کو خلفاء ثلثہ کی خلافت سے کوئی تعلق نہ ہوا۔ صرف رسول اللہؐ کی خلافت سے تعلق ہوا۔ حالانکہ دعوےٰ یہ ہے۔ کہ یہ آیت آنحضرتؐ کے خلفاء کی شان میں ہے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ دعوےٰ خلفائے اربعہ کی خلافت کا کیا گیا ہے۔ اور ثابت رسول اللہؐ کی رسالت و خلافت کی ہے۔ اور اس خلافت کے مصداق سے نبوت نے خلفاء کو علیحدہ ہی کر دیا۔ چلئے سب کچھ ہو لیا۔ ضعف بھی ہو لیا۔ خوف بھی ہو لیا۔ اور امن وہ بھی رسولؐ کو

حاصل ہو لیا۔ اب ضعف کے لئے اس کی کیا بحث؟ ان سے ہاتھ اٹھائیے۔ ؎

شادم کہ با رفیقاں دامن فشاں گذشتی
گو مشتِ خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

مجھے تعجب ہے اس شخص سے۔ جو بکمال حیرت یہ دعوے کرتا ہے۔ کہ ان آیات نے خلافت خلفاء اربعہ کا صاف فیصلہ کر دیا۔ کیونکہ مکہ میں مسلمان مظلوم تھے۔ اور خدا نے ان مظلومین کے لئے وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر ہم ان کو زمین میں قدرت دیدیں۔ تو نماز کو قائم کریں۔ زکواۃ ادا کریں۔ امر بالمعروف کریں۔ نہی عن المنکر کریں۔ مدینہ میں خدا نے ان کو حکومت دی۔ اور انہوں نے نماز کو قائم کیا۔ اور زکواۃ ادا کی۔ اور ان مہاجرین میں چاروں خلفاء تھے۔ لہذا چاروں کی خلافت برحق ثابت ہوئی انتہی۔ کیا مکہ میں صرف یہ چاروں یار ہی تھے؟ کیا مظلوم صرف یہ چار ہی تھے؟ کیا ہجرت کے بعد مدینہ میں پہنچکر حکومت و خلافت ان کو ہی ملی یا رسول اللہ صلی اللہ کو؟ اس وقت حاکم و بادشاہ اسلام رسول اللہ صلعم تھے یا چار یار؟ کیا رسول اللہ صلعم کے زمانے میں اقامۂ صلوٰۃ و ادائے زکوٰۃ و امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں ہوئی؟ کیا ایسے خیال سے معاذاللہ آنحضرت صلعم کی نبوت باطل قرار نہیں پاتی۔ یا کم سے کم یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ رسول اللہ صلعم اپنے زمانے میں اقامۂ صلوٰۃ و ادائے زکوٰۃ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کر سکے؟ کیا "انا فتحنا لك فتحاً مبینا" رسول اللہ صلعم کے لئے نہیں آیا۔ چار یاروں کے لئے آیا ہے؟ کیا واقعی آنحضرت صلعم کے زمانے میں دین الٰہی نہیں پھیلا۔ بلکہ خلفاء کی خلافت کے زمانے میں پھیلا؟ کیا دین اسلام صرف ملکوں کے فتح کرنے اور مال غنیمت لوٹنے ہی کے لئے آیا ہے؟ کیا اسلام اور بادشاہت دنیویہ ہم معنی ہیں؟ کیا خلافت محمدیہ بادشاہت ہی کا نام ہے؟ اور جب حضرت علیؑ کو تمہارے خیال کے مطابق فتوحات نصیب ہوئیں نہ دولت نہ امن۔ پھر کیونکر وہ ان خلفاء میں داخل کئے گئے؟ جن کے لئے خدا نے فتوحات کا

اور خلفاء کے زمانے میں ہوئی۔

وعدہ کیا ہے؟ چاروں خلفاء کے زمانے میں سلسلہ جنگ برابر قائم رہا ہے۔
مسلمانوں کے ساتھ بھی اور غیر مسلمانوں کے ساتھ بھی۔ تو امن کے معنی جنگ میں؟
جنگ جاری ہے۔ اور زمانہ امن کا کہلاتا ہے عجیب منطق ہے۔ ہجرت رسول اللہ صلعم
کریں۔ فتح مبین رسول اللہؐ کو حاصل ہو۔ خلافت اصحاب ثلثہ کی ثابت ہو؟ خوب۔
ہم فرض کرتے ہیں۔ کہ مظلوم مسلمانوں سے خدا نے نصرت و فتح کا وعدہ کیا تھا
اور وہ بعد انتقال رسول اللہ صلعم آپ کے خیال کے موافق پورا ہوا۔ ان مظلوم مہاجرین
کو فتح دی گئی۔ مظلومیت میں تو سارے مسلمان شریک ہیں۔ ہجرت میں شریک
ہیں۔ اسلام میں شریک ہیں۔ وعدہ سب سے تھا۔ بادشاہ یہ تین یا چار بنے۔
ان میں ان اوصاف مشترک کے ساتھ کونسی صفت ممیزہ تھی۔ جس نے ان کو خصوصیت
سے اس کا مصداق بنا دیا؟ اس وعدے میں ان چاروں کے ساتھ کل مسلمان
شریک ہیں۔ اور ایک وقت میں ان چار میں سے دو مدعی خلافت ہیں۔ ایک
ابو بکرؓ اور ایک علیؑ۔ اس آیت میں کونسی دلیل ہے۔ جو ابو بکرؓ کو اس وقت خلیفہ
ثابت کرتی ہے۔ اور علیؑ کو نہیں کرتی؟ درآنحالیکہ علیؑ بلا مبالغہ سیکڑوں ممیزات
رکھتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ ابو بکر چونکہ ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے مان لیا۔ تو
وہی خلیفہ ہو گئے۔ تو اوّل دعوائے بحث اس ہو جانے میں نہیں ہے۔ بحث اس
میں ہے۔ کہ اس ہونے کی کیا اصلیت ہے۔ جائز ہوئے یا بیجا۔ حق سے اس جگہ
بیٹھے یا ناحق۔ وہ اس کے اہل تھے یا نہیں؟ ورنہ اس سے کس کو انکار ہے کہ
ایک واقعہ ایسا ہوا تھا۔ حضرت ابی بکر بادشاہ بنے تھے۔ لوگ ان کے ساتھ
ہوئے تھے؟ اس میں غور کیجئے۔ اور بادشاہت کے لئے نبوت کو پائمال نہ
کیجئے۔ اور ہمارے اتنے ہی بیان سے استدلال اصلاً باطل ہو گیا۔ زیادہ لکھنے
کی ضرورت نہیں۔ اور ہم حصۂ اوّل میں بھی اس پر بہت کچھ لکھ آئے ہیں۔ کچھ
حسب ضرورت حصہ چہارم میں ذکر کرینگے۔ اور کسی قدر باب سوم میں۔ یہ ہے

ہمارا دعوےٰ اور ہمارا ثبوت خلافت خلفاء ائمہؑ اثنا عشرؑ کی شان میں۔ اور یہ کہ حضرت علیؑ ہی بعد رسولؐ خلیفہ برحق و امام امت و مقتدائے مسلمین ہیں۔ اوّل خلافت الٰہیہ و خلافت محمدیہ انہی کا حق ہے۔ مگر حسب تصریح خدائی اس میں بھی شک نہیں ہے۔ کہ حضرت علیؑ چوتھے خلیفہ ہیں۔ اوّل حضرت آدمؑ کی خلافت کا ذکر ہے۔ دوم حضرت داؤدؑ کی۔ سوم حضرت ہارونؑ کی اور چہارم مثل ہارونؑ۔ وزیر و برادر شبیل ہوئے حضرت علیؑ کی۔ اس لحاظ سے خلافت الٰہیہ کا چوتھا خلیفہ حضرت علیؑ کو کہہ سکتے ہیں۔ اور حضرتؐ نے بھی بعض اوقات ایسا فرمایا ہے۔ اور یہی ثبوت دیا ہے۔ چلئے چار خلفاء کی اصلاح اہل سنت میں بھی ہے۔ وہ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کو چار یار کہتے ہیں۔ ہم حضرت آدم ابی البشرؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت ہارونؑ اور حضرت علیؑ کو خلفاء اربعہ مذکورہ فی القرآن کہتے ہیں۔ ولا مناقشۃ فی الاصطلاح۔ ان کا وہ مسلک اور ہمارا یہ لکم دینکم ولی دین۔ حیدریم قلندرم مستم۔ بندۂ مرتضےٰ علیؑ ہستم ؎

قول محمدیؐ شنو۔ راہ محمدیؐ برو   روئے محمدیؐ بہ بیں تا برسی بہ منتہا

شاہ ولایتم علیؑ جام شہادتم علیؑ   عین ہدایتم علیؑ راہ نمائے اتقیا

ناصر انبیاء علیؑ حاصل اولیاء علیؑ   واصل کبریا علیؑ تا مکنی تو ماجرا

نکتہ ہا ہو علیؑ خازن لا و ہو علیؑ   وا ہمہ شئے ہو علیؑ زانکہ علیؑ است از خدا

شمس علیؑ است در دلم نور علیؑ است حاصلم   من لعلیؑ چہ واصلم یافتہ ام سرِّ خدا

بابِ سوم

(العلیؑ والاصحابؓ)

اِس باب میں ہمیں کچھ زیادہ کہنا نہیں ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ باب دوم میں جو کچھ لکھ چکے ہیں۔ وہ خود علیؑ اور اصحاب کے فیصلہ کے لئے کافی ہے۔ دوم ہمارا مسلک چونکہ یہ نہیں ہے۔ کہ لوگوں کے نقائص ثابت کریں۔ اسلئے اِس باب کو طول دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بحث صرف حقانیت و صداقت میں ہے۔ دعوئے خلافت و امامت میں ہے۔ اگر ہم توحید کو لکھیں۔ تو اوّل تو اس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ کہ فرعون ونمرود یا فرعون کے وزیر ہامان کا ذکر کریں۔ اور بفرض محال اگر ضمناً ان کا ذکر آبھی جائے۔ تو ہمیں ان کے شخصی نقائص وعیوب گنانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صرف یہی کافی ہے۔ کہ یہ دعوے الوہیت وربوبیت میں جھوٹے تھے۔ الوہیت وربوبیت شان خالق وصانع عالم ہے۔ نہ مخلوق ذلیل کی۔ اگر ہم نبوت کی بحث کریں تو قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ کہ آنحضرتؐ کی نبوت کے اثبات میں "مسیلمۃ الکذاب" کے ادعائے نبوت کا بھی ذکر کریں۔ اور کریں تو نہ کہ اس کے ذاتی عیب کہا ہیں۔ بس یہی کافی ہے۔ کہ آنحضرتؐ ان دلائل سے پیغمبر برحق تھے۔ اور وہ اس دعوے میں

مطاعن کی چنداں ضرورت نہیں

علیؑ سے صحابہؓ کا مقابلہ نہیں ہو سکتا

جھوٹا تھا۔ اور اس کے لئے یہی کافی ہے۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ جو خدا پر جھوٹ موٹ افترا اٹھائے۔ کہ خدا نے اس کو نبی یا پیغمبر یا امام بنایا ہے۔ اسی طرح اثبات امامت و ذکر خلافت الٰہیہ اور ذکر خلفاء اثنا عشر کے ساتھ اصحاب کے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اور ہم اس کو اچھا نہیں سمجھتے۔ کہ ان کے ذاتی عیوب بیان کریں۔ اور مطاعن گنائیں۔ ہاں بس اسی قدر کہ وہ اس دعوئے امامت میں حق پر نہ تھے۔ اس عہدۂ خلافت الٰہیہ کے مستحق نہ تھے۔ حقیقت خلافت الٰہیہ و امامۃ الناس ان میں نہ تھی۔ اس معیار پر وہ پورے نہ اترے تھے۔ اور اس کے لئے یہ دو باب کافی سے بھی زیادہ ہیں۔ حصۂ اوّل و دوم مزید براں۔ تیسرے ہم اگر بوجہ اس کے کہ لوگ خلافت میں اصحابؓ کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ہمیں مجاشاۃ ضروری ہے تو کسی قدر حصہ چہارم میں کرینگے۔ یہاں ہمیں صرف بعض امور کا ذکر کرنا ہے اور علیؑ اور اصحاب کبار کی بحث اور ان کے مقابلہ کا فیصلہ تو مدت ہوئی علماء محققین ورؤساء مذاہب کر گئے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے اس طرح اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ ایک روز ان کے ایک صحابی نے اصحاب رسولؐ کی نسبت سوال کیا۔ آپ نے ان اصحاب اور ان کے فضائل و مناقب کا ذکر کیا۔ جو اس کے قابل تھے۔ اور مخصوص فضائل رکھتے تھے۔ اور خاموش ہو گئے۔ سائل نے پوچھا۔ اور علیؑ؟ آپ نے علیؑ کا ذکر نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اصحاب کا ذکر کر رہا ہوں۔ علیؑ تو اہل بیت نبوت و رسالت سے ہیں "ولا یقاس بھم احد" "اہل بیتؑ کے ساتھ کسی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا"۔ اور امام شافعی فرما ہی گئے ہیں۔ کہ علیؑ تو وہ ہیں۔ جن کی خدائی میں شبہ ہو رہا ہے۔ کہ کہیں علیؑ خدا تو نہیں ہے۔ پھر ان کی خلافت و امامت کی بحث کیسی۔ در اصل امام موصوف کا یہ مقولہ اس حقیقت خلافت الٰہیہ کو ثابت کر رہا ہے۔

جو ہم ثابت کر آئے ہیں۔ انسانی کمال یہ ہے۔ کہ وہ خدا سے قریب تر ہو۔ اور جو خدا سے قریب تر ہوگا۔ اسی قدر اس میں انعکاس انوار جلال وجمال الٰہی زیادہ ہوگا۔ اسی قدر اس میں تجلیات صفات جلالیہ وجمالیہ الٰہیہ اشد واکد واقوٰی ہونگی۔ علیؑ چونکہ منتہائے کمال اور انتہائی قرب پر بعد رسول اللہؐ پہنچے ہوئے ہیں۔ اس قدر تشابہ پیدا ہوگیا ہے۔ کہ لوگ خدائی کا شبہ کر بیٹھے۔ اور بعض نے اپنی جہالت سے خدا مان لیا۔ حدیث قدسی میں ہے۔ کہ بندہ برابر نوافل کی مواظبت سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں۔ کہ وہ اس سے سنتا ہے۔ میں ہی اس کی آنکھ بن جاتا ہوں۔ کہ وہ اس سے دیکھتا ہے۔ میں ہی اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں۔ کہ اس سے حملہ کرتا ہے۔ میں اس کا پیر بن جاتا ہوں۔ کہ اس سے وہ چلتا ہے۔ یہ محض عبادت کاملہ کا اثر ہے۔ جو شخص خلقت وعبادت وکرامت وشرافت میں سب سے مقدم ہو۔ وہ کیا ہوگا؟ پھر علیؑ کے عین اللہ۔ اذن اللہ و ید اللہ وجہ اللہ ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ شافعی نے کوئی نادر بات نہیں کہی۔ فضیلت کا اظہار کیا ہے۔ بیشک وہ ید اللہ تھے۔ وجہ اللہ تھے۔ خود رسول اللہؐ نے حدیث خیبر میں تصدیق فرمائی ہے۔ کہ علیؑ دست خدا ہے۔ کیونکہ آخری فقرے میں حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ "وہ کرار غیر فرار اس وقت تک واپس نہ ہوگا۔ جب تک کہ خدا اس کے ہاتھ پر قلعہ کو فتح نہ کریگا" یہ نہیں فرمایا۔ کہ وہ اس وقت تک واپس نہ ہوگا۔ جب تک وہ فتح نہ کریگا۔ مطلب صاف ہے۔ کہ فتح خدا کریگا۔ فتح خدائی ہوگی۔ ہاتھ علیؑ کے ہونگے۔ اور جو فتح علیؑ کے ہاتھ پر ہوگی۔ وہ خدا کی طرف منسوب اور خدائی فتح کہلائیگی۔ پس علیؑ دست خدا ہے۔ خدا اپنے اس ہاتھ سے فتح کرتا ہے یقیناً علیؑ مثل رسولؐ فوق مخلوق وتحت خالق ہے۔ اس کا مقابلہ کس سے کیا

جائے ؟ صرف علیؑ نہیں ۔ بلکہ کل ائمۂ طاہرینؑ و حجج اللہ اسی شان کے ہیں ۔ اور ابن ابی الحدید نے اس کو ظاہر کیا ہے ۔ خدا کی کوئی آیت ان سے بڑھ کر نہیں ہے ۔ یہ خدا کی وہ آیات کبرے ہیں ۔ کہ کل آیات اللہ ان سے پست ہیں ۔ ملائکہ ان کے تحت ہیں ۔ اور یہ کمال کی حد ہے ۔ صحابہ کرامؓ یہاں کہاں آ سکتے ہیں ۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ۔ وَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ مِنْھُمْ فَاِنَّ الْمِسْکَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ ۔ اگر تو کل مخلوقات سے فوقیت رکھتا ہے ۔ تو کوئی تعجب و حیرت کی بات نہیں ہے ۔ مشک بھی ہرن کا خون ہی ہوتا ہے ۔ مگر وہ اس کے اور کل اجزاء پر بدرجہا فضیلت و فوقیت رکھتا ہے ۔ کہ کوئی مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا ۔ باقی نجس ۔ حرام ۔ بیکار محض اور اس (مشک) کا ایک ذرہ موتیوں میں تلنے والا ۔ پاک پاکیزہ ۔ حلال طیب ۔ ہزاروں مرضوں کی دوا ۔ مفید خلائق اور ہر ایک دماغ کو معطر کر دینے والا ۔ پھر علیؑ انہی مخلوقات میں ہو کر سب سے فوق ہو ۔ تو کوئی تعجب نہیں ۔ ضرور ہے ۔ انسان مٹھی بھر خاک ہے ۔ مگر مخلوقات سے اشرف ہے ۔ اور کل مخلوقات و مصنوعات کا نمونہ ۔ ان کی مثال ۔ ان کے خواص اس میں مع شے زائد موجود ہیں ۔ پھر یہ انسان کامل جو مظہر جامع جمیع مظاہر ولی امر و نفس رسول ہے ۔ کل انسانوں کے کمالات کا مثل رسول مجموعہ اور مخزن ہو ۔ تو کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے ۔ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ ۔ خدا جو چاہتا ہے ۔ خلق کرتا ہے ۔ اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے انتخاب کرتا ہے ۔ بالکل زیبا اور مناسب ہے اگر کہا جائے ۔ ع

پشتِ دوتائی فلک راست شد از خرمی	تا چو تو فرزند زاد مادرِ ایام را
حکمت محض است اگر لطف جہاں آفریں	خاص کند بندۂ مصلحتِ عام را

دولتِ جاوید یافت ہر نکونام زیست	کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را
وصف ترا گر کنند ور نکند اہل فضل	حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را

جس کی خدا جا بجا تعریف کرے۔ اور "انہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم"۔ "وجعلنا لھم لسان صدق علیا"۔ "فھذا صراط علی مستقیم"۔ "بلغ ما انزل الیک فی علیؑ" فرماتے ہیں۔ اور چار جگہ اپنی کتاب نام لیکر ذکر کرے۔ اور بقول حضرت امام احمد بن حنبل تین سو آیات اس کی شان میں ہوں اس کا وصف ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ؎

فَذَاتُ المَخلُوقِ وَ وَصفُ لِخَالِقِ	وَقَد حَارَتِ الاَلبَابُ اٰیَۃُ حَیرَۃٍ
کون حیدر کا مرتبہ سمجھا	کوئی بندہ۔ کوئی خدا۔ سمجھا

ذاتی کمال اور نسبی شرافت

کمال دراصل وہی ہے۔ جو ذاتی ہو۔ اور اسی کو اہل کمال دیکھتے ہیں "پدرم سلطان بود" کو کوئی عقلمند نہیں پوچھتا۔ اسلام میں اس کا بہت خیال رکھا ہے۔ یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مادہ سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنا دئے ہیں۔ تاکہ پہچانے جاؤ۔ بیشک خدا کے نزدیک معزز و مکرم تو وہی ہے۔ جو سب سے بڑھ کر متقی ہو۔ پھر جو امام المتقین ہو۔ اس کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ "لِلّٰہِ العِزَّۃُ وَلِرَسُولِہٖ وَلِلمُومِنِینَ"۔ عزت بس خدا کے لئے ہے۔ اس کے رسولؐ کے لئے اور مومنین کے لئے۔ جس میں کمال ایمان نہو۔ وہ کیسا ہی عزت دار بن جائے۔ کہیں کا بادشاہ ہو جائے۔ کسی قوم کا پیشوا کہلائے۔ تخت و تاج حاصل کرے۔ یا فتوحات۔ مومنین کاملین و صالحین کی عزت کو نہیں پہنچ سکتا۔ ؎

کمال وہی ہے جو ذاتی ہو

جواں مردی و لطف است آدمیت بدست آوردن دنیا ہنر نیست	ہمیں نقش ہیولانی مپندار یکے را گر توانی دل بدست آر

"کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی"

لوگوں نے دراصل عزت کے معنی غلط سمجھے ہوئے ہیں۔ روپیہ پیسہ۔ جاہ و حشمت۔ مال و دولت اور حکومت و ریاست کو عزت و کمال جانتے ہیں حالانکہ یہ وہ چیزیں ہیں۔ جو کاملین و اہل عزت کی نظر میں ہمیشہ ذلیل رہی ہیں۔ اور ان پر لات مارتے رہتے ہیں۔ انما الحیوۃ الدنیا لھو و لعب و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال و الاولاد سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ زندگی دنیا تو بس لہو و لعب و زینت اور آپس کا فخر اور مال و اولاد کی کثرت کا مقابلہ ہے۔ پھر اسلام میں اس عزت کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ اسلام جاہ و حشمت و تاج و تخت و مال و دولت کو کیا سمجھتا ہے۔ اسلام کی نظر میں سب سے بڑا عزت دار اور دراصل شاہنشاہ دین و دنیا وہ فقیر ہے۔ جو کہتا ہے۔ "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" (فقیری ہی میرا فخر ہے)۔ بہر حال کمال وہی ہے۔ جو ذاتی کمال ہے۔ نہ یہ کہ فلاں کا باپ کیسا کامل تھا۔ اور اصول کمال عقلاً چار ہیں۔ حیات۔ قدرت۔ علم اور ارادہ۔ جو ان میں کامل ہے۔ وہی دراصل انسان کامل ہے۔ باقی کل اوصاف ان کے تحت میں ہیں۔ اور اس لئے ذات کامل صرف واجب الوجود ہی ہے۔ باقی کل ناقص۔ ہاں پھر کامل وہ ہے۔ جو اس سے قریب تر ہو۔ اور مقام تکلیف میں قرب کی صورت صرف ایمان کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے۔ اور یہی غرض انسان کو مکلف بنانے کی ہے۔ کہ یہ اس ایمان کے ذریعہ قرب خدا حاصل کر کے کامل بنے۔ اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بالذات کامل تو صرف خدا ہی ہے باقی کے لئے مقام تکلیف میں کسب کمال ہے۔ اور کسب کمال میں استعداد و قابلیت کا فرق نمایاں ہے۔ ایک اُستاد کے پاس ایک ہی جماعت اور ایک سبق میں بہت سے شاگرد شریک ہوتے ہیں۔ مگر ہر ایک یکساں اس علم میں کامل نہیں ہوتا۔ ہر ایک اپنی اپنی

کسب کمال بقدر استعداد ہوتا ہے

[illegible]

قابلیت و استعداد کے موافق کسب کمال کرتا ہے۔ اور یہ وہ بدیہی مقدمات ہیں جن کا کوئی ذی عقل انکار کر ہی نہیں سکتا۔ دنیا میں تحصیل علوم میں تفاوت و تغایر درجات اسی استعداد کی بنا پر ہے۔ ہاں بعض اوقات اسباب ممد و غیر ممد شامل ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی جس میں قابلیت و استعداد تام نہ ہو۔ وہ اسباب کے ہوتے ہوئے بھی ناقص رہتا ہے۔ اسباب کی امداد انہی کو مفید ہوتی ہے۔ جس میں قابلیت و استعداد تام ہو۔ پھر استعداد کے درجات ہیں۔ استعداد بعید۔ استعداد متوسط۔ استعداد قریب۔ اور کمال فعلی استعداد قریب سے اقرب ہوتا ہے۔ جس میں استعداد استعداد قریبی ہوگی۔ اس میں حصول کمال فوری ہوگا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اس استعداد میں یقیناً و قطعاً وراثت وقابلیت نسبی شامل ہے۔ اور توارث مال کی طرح توارث صفات مسلمہ عقلائی ہے۔ ؎

آخرش گرگ زادہ گرگ شود
گرچہ با آدمی بزرگ شود

اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کہ "افعی را کشتن و بچہ اش را نگاہ داشتن۔ کار خردمنداں نیست۔" کیونکہ سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوگا۔ اور زہر ہی اُگلیگا۔ ؎

نیش عقرب نہ از پے کین است
مقتضائے طبیعتش ایں است

بچھو کی کتنی ہی تربیت کرو۔ وہ ڈنک مارنے سے باز نہ آئیگا۔ اِلّا یہ کہ اس کا ڈنک ہی نکال کے پھینک دیا جائے۔ التمرۃ اخت التمرۃ والقتادۃ اخت السمرۃ۔ تیندوی تیندوی ہی کی بیٹی ہے۔ اور قتادہ ببول کی بہن مشہور عام و خاص ہے۔ بلکہ مستند و محقق۔ الولد سر لابیہ۔ باپ کے آثار و خواص بیٹے میں ضرور پائے جاتے ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے۔ ع

ماں پر پوت پتا پر گھوڑا + بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا

تعلیم و تربیت جو اثر خاندانی شرفاء کے بچوں میں دکھلا سکتی ہے۔ قدیم اراذل کے بچوں میں کبھی نہیں دکھا سکتی ہے۔ ؎

پرتو نیکاں نگیرد آنکہ بنیادش بدست
تربیت نااہل را چوں گردگاں بر گنبد ست

اصل بد از خطا خطا نکند

قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ لَا تُضَیِّعُوا الْحِکْمَۃَ عِنْدَ غَیْرِ اَھْلِھَا۔ نااہلوں کے پاس علم و حکمت کو ضائع نہ کرو۔ ڈاکوؤں، چوروں، زانیوں، زنازادوں، بدمعاشوں، جرائم پیشہ لوگوں کو سدھانا۔ آدمی بنانا۔ اخلاق و آداب سکھانا۔ انسانیت کا جامہ پہنانا نہایت دشوار ہے ؎

بسکہ مشکل ہے ہر ایک کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

یہ مضمون بھی حدیث صحیح میں آیا ہے۔ جبل ٹلے اور جبلت نہ ٹلے۔ اِذَا سَمِعْتُمْ جَبَلًا زَالَ عَنْ مَکَانِہٖ فَتَصَدِّقُوْہُ۔ وَاِذَا سَمِعْتُمْ رَجُلًا زَالَ عَنْ جِبِلَّتِہٖ فَلَا تُصَدِّقُوْہُ

شست و شو سے گو ہوا اُجلا رذیل
جامۂ اصلی میں دھبہ رہ گیا

کمینے حاکم ظلم کرتے ہیں

وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اَلْوَضِیْعُ اِذَا رُفِعَ تَکَبَّرَ وَاِذَا حَکَمَ تَجَبَّرَ۔ کمینہ جب بڑھ جائیگا۔ تو تکبر کریگا۔ اس کا ظرف اس منصب و عہدہ عالیہ کا متحمل نہ ہو سکیگا۔ پھوٹ نکلیگا۔ اور حاکم بنا دیا جائیگا۔ تو جبر و تشدد کریگا۔ اور لوگوں کو ظلم و ستم و جور و تشدد کا نشانہ بنائیگا۔ خصوصاً جو شے اصلاً پلید ہو۔ اس کو کسی طرح پاک کر ہی نہیں سکتے ہیں۔ اور اس لئے حدیث میں آیا ہے۔ حرامزادہ دشمن خدا و رسولؐ بوئے بہشت نہ سونگھیگا۔ ؎

ہیچ صیقل نکو نداند کرد	آہنی را کہ بدگہر باشد	؎
چوں بود اصل جوہرے قابل	تربیت را در د اثر باشد	

سگ بدریائے ہفتگانہ بشو	چونکہ تر شد پلید تر باشد
خر عیسےٰ گرش بمکہ برند	چوں بیاید ہنوز خر باشد

اسلام ان فطریات کے خلاف کہاں تعلیم دے سکتا ہے۔ چہ جائیکہ ان کے خلاف خود کاربند ہو۔ اس نے ہمیشہ اس اصل کو مدنظر رکھا ہے۔ اور اسی واسطے فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ سلسلہ ہدایت خلق و حکومت دینیہ کو ہمیشہ ذریت انبیاءؑ ہی میں رکھا ہے۔ وَجَعَلَ فِیْ ذُرِّیَّتِہِمَا النُّبُوَّۃَ وَالْکِتٰبَ۔ اور اس نے ہمیشہ نبوت اور کتاب نبوت کی وراثت حضرت نوحؑ اور نوحؑ کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں قرار دی ہے۔ وجعل فی ذریتہ النبوۃ والکتاب وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبیہ۔ ہمیشہ نبوت وکتاب نبوت ذریت ابراہیمؑ میں قرار دی گئی۔ اور ابراہیمؑ نے اس کو اپنے اعقاب میں کلمہ باقیہ الیٰ یوم القیامۃ بنا دیا ہے۔ اور اسی واسطے فرمایا ہے۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ پھر ہم نے یہ کتاب قرآن بطور وراثت باطنیہ انہی بندوں کو دی ہے۔ جن کو ہم نے مصطفےٰ بنایا ہے کیونکہ جو استعداد وقابلیت ان میں ہے۔ اور کسی میں نہیں ہو سکتی ہے۔ ؎

شمشیر نیک ز آہن بد چوں کند کسے
ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس

الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات ؕ

اس سلسلہ ذریت انبیاءؑ کے یہ معنی ہیں۔ کہ مثلاً اول حضرت آدمؑ نبی ہوئے۔

سلسلۂ ذریّتِ انبیاءؑ

ان کی اولاد ہوئی۔ اس اولاد میں سے حضرت شیثؑ حضرت کے وصی ووارث علوم وبہا نبوت ہوئے۔ باقی اولاد یہاں سے جدا ہو گئی۔ پھر حضرت شیثؑ کی اولاد میں سے ایک وارث نبوت وکتاب ہوا۔ باقی یہاں سے الگ ہو گئے۔ اسی طرح مثلاً حضرت

ذریت انبیاء کے معنی

ادریسؑ کا ایک وارث ہؤا۔ اور سلسلہ اسی اصول کے موافق حضرت نوحؑ تک پہنچا۔ حضرت کے تین بیٹے ہوئے۔ سام۔ حام۔ یافث۔ سام وارث نبوت و وصایت ہوئے۔ باقی دونو یہاں سے جدا ہو گئے۔ اسی طرح اسی اصول پر یہ سلسلہ حضرت ابراہیمؑ تک پہنچا۔ یہاں حضرت کے دو بیٹے ہوئے۔ حضرت اسحٰقؑ و حضرت اسمٰعیلؑ۔ یہ دونو نبی ہوئے۔ ایک سلسلہ بنی اسرائیل کہلایا۔ اور حضرت عیسےٰؑ تک یہ سلسلہ آیا۔ ایک بنی اسمٰعیل۔ اور حضرت خاتم النبیینؐ تک یہ سلسلہ آیا۔ اور حضرت خاتم النبیینؐ سے ان کی ذریت میں یہ سلسلہ قیامت تک۔ پس یوں تو کل انسان اولاد انبیاء ہی ہیں۔ کیونکہ حضرت آدم صفی اللہؑ کی ہی اولاد سے ہیں۔ مگر **ذریتِ مصطفےٰ کے معنی یہ ہیں**۔ اور اس کو خدا فرماتا ہے ان اللہ اصطفےٰ ادم و نوحا و ال ابراھیم و ال عمران علی العالمین ذریۃ بعضہا من بعض۔ الایۃ۔ اس صورت میں مثلاً جناب رسول خداؐ ایک لاکھ چوبیس ہزار برگزیدگان کے برگزیدہ فرزند ہیں۔ اور ہمیشہ نور جسمانی محمدی کسی نبی یا وصی نبی کی پشت میں رہا ہے۔ ایک حدیث طویل کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ ھکذا ینقل اللّٰہ نوری مِن طَیِّبٍ اِلٰی طَیِّبٍ وَمِنْ طَاہِرٍ اِلٰی طَاہِرٍ اِلٰی اَنْ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ اِلٰی صُلْبِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَمِنْہُ اَوْصَلَہٗ اِلٰی اُمِّیْ اٰمِنَہ۔ یعنی اسی طرح خدا میرے نور کو منتقل کرتا آیا طیب سے طیب کی پشت میں طاہر سے طاہر کی پشت میں یہاں تک کہ میرے باپ عبد اللہ بن عبد المطلب کی پشت میں پہنچایا اور وہاں سے میری ماں آمنہ کے شکم میں۔ وقال علیہ السلام۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے صلب آدمؑ میں زمین پر اتارا۔ اور سفینہ نوحؑ میں ہم پشت نوحؑ میں تھا اور جب ابراہیمؑ آتش میں ڈالے گئے۔ تو ان کی پشت میں۔ ثم لم یزل اللّٰہ ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ الی الارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من بین ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط۔ پھر اسی طرح خدا مجھے اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ میں نقل کرتا لایا۔ یہاں تک کہ مجھے میرے والدین سے پیدا کیا۔ جو کبھی بھی سفاح (زنا) کے

ساتھ آپس میں اکٹھے نہیں ہوئے۔ شرعی نکاح پر جمع ہوتے رہے۔ قال صلی اللہ علیہ
والہ وسلم۔ لَیسَ فِی آبَائِی مِن لَدُن آدم سِفَاحٌ کُلُّنَا بِنِکَاحٍ۔ میرے آباء و اجداد میں
آدمؑ سے لیکر اس وقت تک کبھی زنا نہیں آیا۔ ہم سب نکاح شرعی ہی سے پیدا ہوئے ہیں۔
وقالؐ خَرَجتُ مِن نِکَاحٍ وَلَم اَخرُج مِن سِفَاحٍ مِن لَدُن آدَمَ اِلیٰ اَن وَلَدَنِی اَبِی
وَاُمِّی۔ ایضاً وَمَا وَلَّدَنِی فِی مِن سَفَاحِ الجَاهِلِیَةِ شَیٌٔ وَمَا وَلَدَنِی اِلَّا
نِکَاحٌ کَنِکَاحِ الاِسلَامِ۔ آدمؑ سے لیکر تا ایں دم میں کسی پشت ونسل میں زناء سے پیدا
نہیں ہوا کبھی میرے آباؤ اجداد وامہات میں جاہلیت کی رسومات نہیں آئیں۔ اور
جاہلیت کے زنا سے پیدا نہیں ہوئے۔ میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا ہوں یعنی
تمام میرے آباؤ اجداد وامہات جن کی پشت وشکم میں رہا ہوں۔ اور دنیا میں آیا ہوں۔
ان میں کبھی جاہلیت نہیں آئی کبھی ان میں زنا نہیں ہوا سب اسلامی نکاح سے پیدا ہوئے
ہیں۔ اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللہِ الاِسلَامُ۔ خدا کے نزدیک دین بس اسلام ہی ہے۔"
ہر پیغمبر دین اسلام ہی کی تبلیغ کرتا تھا۔ جس کی تکمیل محمد مصطفےٰؐ پر ہوئی۔ یہ ذریت طاہرہ
طیبہ انبیاء ہے جس میں سلسلہ خلافت الٰلیہ رہا ہے۔ اور طاہرین کی یہی نشانی ہے۔
اور یہاں سے معلوم ہے کہ جو شخص حضرت کے آباء کو کسی پشت ونسل میں کافر و بیدین
کہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ کاذب ہے۔ ان طاہرین کا دشمن ہے۔ اور اسی طرح آباء علیؑ۔ کیونکہ
یہ ایک ہی سلسلہ ہے۔ اور نور علیؑ و محمدؐ صلب عبد المطلب میں منقسم ہوا ہے۔ ایک حصہ
صلب عبداللہ میں آیا اور ایک صلب ابی طالبؑ میں۔ کیا جس صلب میں نور محمدی و علوی ہو
وہاں کفر کا دخل ہو سکتا ہے؟ لا واللہ محال ہے قطعاً محال ہے۔ بالکل خلاف واقع ہے۔
سلسلہ خلافت وصایت ذریت اسحاقؑ میں مسلسل حضرت عیسےٰؑ تک پہنچا۔ اور یہی سلسلہ ذریت
اسمٰعیلؑ میں برابر رہا۔ یہاں تک اس سلسلہ میں حضرت ہاشم سید العرب وصی ہوئے۔ اور
نور محمدی ان کی پیشانی پر بدرجہ کمال نمایاں ہوا۔ اور پھر حضرت عبد المطلب وصی حضرت اسمٰعیلؑ
ہوئے۔ پھر حضرت ابو طالبؑ۔ اور پھر حضرت رسول مقبولؐ۔ اور یہاں دونوں شاخیں وصایت کی

مل گئیں (مزید تفصیل حصہ چہارم میں آئیگی - انشاء اللہ) - اور حضرت رسول مقبول صلعم کے وصی حضرت علیؑ ہوئے - اور ان کے حسنؑ اور ان کے حسینؑ - وعلیٰ ہذا القیاس - نور محمدی نے مشکوٰۃ نور الٰہی حضرت فاطمہ طاہرہ طیبہؑ میں ظہور کیا - اور علیؑ و فاطمہ مزدوج ہوئے - نور علیٰ نور کا مصداق ہوئے - اور دو نورانی موتی ان سے پیدا ہوئے حسنؑ اور حسینؑ - اور پھر حسینؑ سے نو گہر آبدار - کیا اچھا کہا ہے ؎

زد چو مشیت از ازل غوطہ بہ بحر ایزدی
درج قدر بر آمد از رشحہ سحاب احمدی

نور را دہ بر قدر نافت زفیض سرمدی
یافت دو در شاہوار از صدف محمدی

آں بر ضا عقیق شد واں بہ فضا زبر جدی
نہ گہرش ز یک صدف ساخت عیاں علیؑ علیؑ

سلسلہ ذریت انبیاء طیبہ طاہرہ یہ ہے - اور ظاہر ہے - کہ اخذ تعلیم و تربیت اسلام وکسب مکارم اخلاق محمدی وضبط فیض انوار فیوضات الٰہی بنور احمدی کی جو استعداد و قابلیت بلکہ استعداد قریب ان میں ہو سکتی ہے - وہ دوسرے میں کبھی نہیں ہو سکتی ہے - اور اصحاب کبارؓ میں سے اس فضیلت و شرافت کے مقابلہ میں کہ سیکڑوں پشت سے یہ سلسلہ طیبہ و طاہرہ مقدسہ چلا آ رہا ہے۔ یہاں کسی نجاست وضلالت کے اثر کا گمان بھی نہیں ہو سکتا - فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ - یہاں کفر و شرک دخل نہیں پا سکتا - یہاں بد اخلاقی جگہ ہی نہیں لے سکتی - بالکل سچ ہے - امام احمدؒ کا مقولہ اور عین مطابق آیات احادیث ہے - اور ہم ثبوت کافی سے زیادہ دے چکے ہیں - کہ علیؑ ان اہلبیت طہارت و عصمت میں سے ہیں - جن کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا - افضلیت و مفضولیت کا سوال باقی اصحاب کے درمیان وفیما بینہم ہو سکتا ہے - اہل بیت طہارت و عصمت ان سے مستثنےٰ اور جدا ہیں -

ایں زمیں را آسمانے دیگر است

پس بلا شبہ شرافت نسبی و نسلی مسلم ہے - اور ضرور دین و اخلاق و آداب اور انسانیت میں مؤثر ہے - اور زبردست اثر رکھتی ہے - اور جو بیٹا اپنے باپ کے

ح کوئی کھرا ہو ہی نہیں سکتا

آثار و خواص کا ملاً رکھتا ہے۔ اور پشتہا پشت سے یہی کمال چلا آرہا ہو۔ اس کا فخر آبائی بجا و درست ہے۔ اگر شاعر باکمال کہتا ہے۔ تو درست کہتا ہے ؎

عمر گذری ہے اس دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں

رسول اللہ صلعم نے خود اس پر فخر کیا ہے۔ ہاں اگر بیٹا وہ کمال بالکل نہ رکھتا ہو۔ اور باپ کے کمال پر فخر کرے۔ تو یہ فخر وہ ہے جس کو "پدرم سلطان بود" کی مثال واضح کرتی ہے۔ اور جس کو عقلاء پسند نہیں کرتے ہیں۔ توارث صفات مسلم ہے۔ بیٹا باپ کی صفات کا وارث ہوتا ہے۔ اور ضرور ہوتا ہے۔ اگر اچھی ہیں تو۔ اور بری ہیں تو۔ اور چور کا بیٹا چور ہوگا۔ جب تک خاص تربیت سے اس کو نہ روکا جائے۔ ایک کافر کا بیٹا کافر ہوگا۔ اور مومن کا بیٹا مومن۔ جب تک کہ خاص تغیر پیدا نہ ہو۔ اور ایک مومن زادے کو اخلاق پیغمبری اور احکام اسلام سکھلانا جتنا آسان ہوگا کافر زادے کو نہیں ہو سکتا۔ العادۃ کالطبیعۃ الثانیہ۔ عقلاء کا مسلمہ ہے۔ عادت دوسری طبیعت بن جایا کرتی ہے۔ اور طبیعت کا بدلنا در اصل محال ہے۔ عادت کا بدلنا اگر محال نہیں تو سخت دشوار اور متعذر ضرار ہوتا ہے۔ بڑی سخت کوشش کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے ہر منصب میں شرافت ذاتی و خاندانی دونوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اور شرافت نسبی بھی ذاتی ہی ہے۔ کہ وہ بچہ ان اوصاف و کمالات سے متصف ہے۔ اور یہی حکم اسلام میں ہے۔ جیسا کہ ثابت ہوا۔ اور علماء محققین کاملین سنی و شیعہ نے اس عہدۂ خلافت و منصب امامت میں شرافت نسبی کو شرط قرار دیا ہے۔ علامہ ابن خلدون انبیاءؑ اور ان کے اوصیاءؑ کا ذکر کرتے ہوئے اور انبیاءؑ کی علامات بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ایک علامت ان کی یہ ہے۔ کہ ان یکونوا ذوی حسب فی قومھم) "وہ اپنی قوم میں بڑے حسب و نسب والے ہوں۔" اور اس کی سند میں ہرقل کا مقولہ لکھا ہے۔ کہ جب اس کو رسول عربی کی بعثت کا حال

انبیاءؑ و اوصیاءؑ خاص خاندان شرفاء ہی سے ہوتے ہیں

سُنایا گیا۔ تو اس نے کہا۔ وہ اپنی قوم میں کیسا ہے؟ کہا گیا۔ کہ بڑی حسب نسب والا ہے۔ کہا۔ کہ ہاں انبیاء ہمیشہ ذوی حسب ہوتے ہیں۔ انتہی۔ اور تاریخ شاہد ہے۔ کہ کوئی نبی یا وصی ہی ارازل اقوام سے مبعوث نہیں ہُوا۔ بلکہ ہمیشہ یہ سلسلہ طیبین اور طاہرین میں چلا آیا ہے۔ جس کا ہم تینوں حصوں میں ثبوت دے چکے ہیں۔ کیونکر ممکن ہے۔ کہ یہ خصوصیت سلب ہو جائے۔ اور اسلام میں ایک نئی بدعت پیدا ہو۔ ہر گز نہیں۔ یہ سلسلہ خلافت کبھی ذریت طیبین وطاہرین سے باہر نہیں جا سکتا۔ اور مصنف خلافت محمدیہ کا یہ مقولہ کہ "شرافت نسبی کوئی چیز نہیں ہے" محض بے اصل ہے۔ السعید سعید فی بطن امہ والشقی شقی فی بطن امہ کی حقیقت یہی ہے۔ "سالے کہ نکو است از بہارش پیدا"

اس کے بعد ہمیں راہ نہیں ملتی۔ کہ کس بات میں اوّل المخلوقین اوّل السابقین

مقابلہ علیؑ اور اصحابؓ

اوّل المسلمین۔ اوّل المومنین صالح المومنین معصوم۔ طاہر۔ طیب۔ عالم۔ عارف۔ کامل شجاع۔ حیدر۔ باب علم وخزینہ اسرار الٰہی۔ صاحب وحی والہام وعلم لدنی جو اسلام پر پیدا ہُوا۔ اسلام میں پرورش پائی۔ پیغمبر اسلامؐ کی گود میں بڑھا اور پلا۔ شریک تبلیغ وہدایت ہُوا۔ کبھی ایک چشم زدن کے لئے غیر اللہ کے آگے سر نہ جھکایا۔ اور نہ قدرت نے اسے موقع دیا۔ کہ وہ ایک دن کے لئے غیر مسلم رہے۔ غیر اللہ کو سجدہ کرے۔ کفر وشرک وجاہلیت کی عادات قبیحہ میں مبتلا ہو۔ اور معصوم بنا کر اس سے بدل جانے اور ان عادات کے کسی زمانے اور وقت میں پھر جانیکے احتمال کو بھی بالکلیہ اس سے مٹا دیا۔ اس کا مقابل کون ہے؟ اس کا ساتھی تو رسولؐ ہی ہو سکتا ہے۔ جس کا وہ نفس ہے۔ اصحاب اس کے ساتھ کہاں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ تاریخ ابوالفداء دیکھئے۔ کہ رسول اللہؐ نے مہاجرین وانصار میں عقد اخوت باندھا۔ اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنا دیا۔

دو مہاجر آپس میں بھائی نہیں بنائے گئے۔ مگر حضرت علیؓ کو حضرتؐ نے اپنا بھائی بنایا۔ حالانکہ دونو مہاجر ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اور کوئی نہ تھا۔ جو رسول اللہؐ کا بھائی بن سکتا۔ علیؓ ہی رسولؐ کے کفو تھے۔ اور علیؓ ہی فاطمہؓ کے کفو اور زوج بن سکتے تھے۔ ورنہ فاطمہؓ بضعۃ الرسول کا کوئی کفو نہ تھا۔

استعداد و قابلیت کا فرق اور تدریجی تعلیم اسلام

اسلام فطرت کے موافق ہے۔ کیونکہ فطرتی دین ہے۔ فطرت کا اقتضاء ہے۔ کہ تعلیم حسب قابلیت دی جائے پہلے بچے کو حروف مفردہ پڑھائے جائیں۔ پھر مرکبہ۔ پھر فقرات۔ پھر عبارات۔ اور پھر علوم وفنون شروع کراتے ہیں۔ جوں جوں اس کی استعداد و قابلیت بڑھتی ہے۔ تعلیم بڑھتی جاتی ہے۔ تعلیم دین اسلام بھی اسی طرح ہوئی ہے۔ کیونکہ ناممکن تھا۔ کہ جو لوگ پشتوں سے جاہل اور بدین چلے آرہے تھے۔ عادات قبیحہ کے سخت عادی تھے "الاعراب اشد کفرا ونفاقا" تھے۔ عرب کفر میں بھی نہایت سخت تھے اور جب منافق بنے۔ تو نفاق میں بھی کمال ہی کر دیا۔ ان کو اگر ایک دم سے کل احکام اسلام۔ کل معارف دین۔ کل فرائض عبادت تعلیم دئے جاتے۔ تو کبھی قبول نہ کر سکتے۔ اور کبھی کل عبادات کو فوراً بجا نہ لا سکتے۔ عادات رفتہ رفتہ ہی چھڑائی جاتی ہیں۔ اور تعلیم جستہ جستہ ہی دی جاتی ہے۔ اسی واسطے تعلیم قرآن میں تنزیل رکھی گئی ہے۔ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا۔ (بنی اسرائیل ع ۱۲) لاتعجل بالقرآن حتی یقضی الیک وحیہ۔ قرآن سنانے میں جلدی نہ کرو۔ جب تک کہ ہم حکم نہ دیں۔ کہ اب سناؤ اور پہنچاؤ۔ چنانچہ پہلے پہل رسول اللہ صرف اسی قدر تعلیم دیتے تھے۔ قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ لا الٰہ الا اللہ کہو۔ نجات پاؤ گے۔ پہلے فقط توحید کا اقرار لیا گیا۔ پھر

بیعت عقبہ کے موقع پر بیعت انہی مسلمانوں سے لی گئی۔ یعنی چار باتوں پر۔ خدا کے سوا کسی کو معبود نہ مانیں۔ بتوں کو چھوڑ دیں۔ چوری نہ کریں۔ زنا نہ کریں۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ اور بس۔ جب اس میں پختہ ہو گئے۔ تو نماز سکھائی گئی۔ وہ اوّل دو دو رکعت۔ پھر چار چار رکعت پڑھوائی۔ روزے بعد ہجرت ۲ھ میں فرض کئے گئے۔ قبلہ بھی کعبہ کو اسی وقت بنایا۔ کیونکہ لوگ بیت المقدس کی طرف عبادات کے عادی ہو رہے تھے۔ یعنی یہود و نصاریٰ کے اسلام میں داخل ہوتے ہی بیت المقدس کا چھوٹنا دشوار تھا۔ شراب بھی ہجرت کے بعد اور مدت بعد علی الاعلان حرام کی گئی۔ یہ نہیں۔ کہ معاذ اللہ کسی زمانہ سابق میں شرعاً حلال تھی۔ اور اب حرام کی گئی۔ بلکہ مدعا یہ کہ اب سے ان عادات والوں کو روکنا شروع کیا۔ پھر بھی بہت سے مسلمان تھے۔ جن کے زناء کے مقدمات رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اور اسی طرح شراب بھی سارے مسلمانوں نے ایک دم سے نہیں چھوڑ دی تھی۔ بلکہ رفتہ رفتہ جو عادات کے چھٹنے کا عام طریقہ ہے۔ بہت کم اور خاص ہی آدمی ہوئے ہیں۔ جو عادات کو فوراً نفس پر سخت جبر کر کے چھوڑ دیتے ہیں +

مسلمان بالتدریج مدارج اسلامی پر پہنچتے ہیں

صاحب المستطرف "الامام الاوحد العالم العلامہ اللوذعی الفہامۃ الشیخ شہاب الدین احمد الابشیہی" رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ قد انزل اللہ تعالیٰ فی الخمر ثلث آیات الاولیٰ قولہ تعالیٰ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما فکان من المسلمین من شارب ومن تارک الی ان شرب رجل فدخل فی الصلوٰۃ فہجر فنزل قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ الآیہ فشربہا من شربہا من المسلمین وترکہا من ترکہا فشربہا عمر رضی اللہ عنہ فاخذ لحی بعیر وشج بہ راس عبد الرحمان ابن عوف ثم قعد ینوح علی قتلیٰ بدر بشعر

الاسود بن یعفر ۔ یقول ؎

وکائن بالقلیب قلیب بدر	من الفتیان والعرب اکرام
ایوعدنی ابن کبشۃ ان سنحیا	وکیف حیاۃ اصداءٍ وھام
ایعجز ان یرد الموت عنی	وینشرنی اذا بلیت عظامی
الا من مبلغ الرحمٰن عنی	بانی تارک شھر الصیام
فقل للہ یمنعنی شرابی	وقل للہ یمنعنی طعامی

فبلغ ذالک رسول اللہ فخرج مغضبا یجر رداہ فرفع شیئا کان فی یدہ فضربہ بہ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ فانزل اللہ تعالیٰ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون فقال عمرؓ انتھینا انتھینا انتھیٰ موضع الحاجۃ ✤

یعنی خدا نے شراب (خمر) کے ذکر میں تین آیتیں نازل فرمائی ہیں۔۔ اوّل یسئلونک الآیہ ۔لوگ تجھ سے شراب کا سوال کرتے ہیں۔ اور جوئے کو پوچھتے ہیں۔ ان سے کہدو۔ کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے۔ اور لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں۔ اور ان کا گناہ منافع سے بہت بڑا ہے۔ بعض مسلمانوں نے چھوڑ دی۔ اور بعض پیتے رہے۔ پس ایک روز ایک شخص نے شراب پی۔ اور نماز پڑھنے لگا۔ تو بہک گیا۔ اور کچھ کا کچھ پڑھ گیا۔ تو خدا کا یہ قول نازل ہوا "نماز میں شراب کی حالت میں نہ جایا کرو۔ کہ تم سمجھتے نہیں۔ کہ کیا کر رہے ہو"۔ پھر بعض پیتے رہے بعض نے چھوڑ دی

ع

"چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی"

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب پی۔ اور بدر کے کنوئیں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف آ گئے۔ ایک اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اٹھا کر ان کے سر میں

ماری۔ اور اسود بن لعفر کے یہ شعر پڑھنے لگے۔ اور بدر کے مقتولوں کو رونے لگے۔ یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچ گئی۔ حضرت غضبناک نکلے۔ اور آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی (چھڑی وغیرہ تھی)۔ وہی اٹھا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماری۔ تو آپ نے کہا۔ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا اور اس کے غضب سے۔ اس وقت یہ تیسری آیت نازل ہوئی۔ کہ شیطان تو چاہتا ہے۔ کہ شراب وجوئے کے ذریعہ تم میں عداوت پھیلائے۔ اور ذکر خدا و نماز سے تمہیں باز رکھے پس کیا تم اس سے باز آنیوالے نہیں ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم باز آگئے۔ ہم باز آگئے۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت سلمان رضؓ و ابوذر رضؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک روز حضرت ابی بکر اپنی بیوی کے پاس کھڑے کچھ شعر پڑھ رہے تھے۔ جن کا مضمون قریب قریب اسود بن لعفر کے اشعار کے تھا (ہم نے اشعار نقل نہیں کئے۔ کہ کوئی غرض ان سے ہمیں نہ تھی)۔ ہم پہنچ گئے۔ اور ان کو رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ حضرت عمر نے سفارش کی کہ حضور نشاء میں یہ اشعار منہ سے نکل گئے۔ خدانخواستہ ان کا عقیدہ تو یہ نہیں ہے۔ اور حضرت نے درگذر فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس کل عادات کا یہی حال ہے۔ کہ رفتہ رفتہ جھوٹا کرتی ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ اس کے بعد حضرت عمر نے کبھی شراب نہیں پی۔ ہاں شراب نبیذ پی لیتے تھے۔ سو وہ مذہب امام ابو حنیفہ میں جائز ہی ہے۔ وہ کوئی قابل اعتراض نہیں۔ مورخین لکھتے ہیں کان شدیدًا علیٰ من یشرب الخمر ووضع ثمانین جلدۃ علی شارب الخمر۔ حضرت عمر شراب خواروں پر نہایت سخت تھے۔ اور انہوں نے شاربین خمر پر اسی دُرّے مقرر کئے۔ اسی طرح پھر کبھی حضرت ابی بکر کی بابت نہیں سنا گیا۔ کہ انہوں نے ایسا کیا ہو۔ بلا شبہ یہ بھی ایک کمال ہے۔ اور ضرور کمال ہے۔ چالیس چالیس سال کی عادات کو ترک کر دینا معمولی کام نہیں ہے

طیبین وطاہرین کسب کمال کی خاص استعداد رکھتے ہیں

یہ ضرور فیض محمدی ہی کا اثر تھا۔ اور کیوں نہ ہو۔ پیغمبر عربی کامل معلم واتالیق تھے۔ یہ حضرت کی صحبت میں رہتے تھے۔ صحبت کا لحاظ ضروری تھا۔ مگر طیبین طاہرین کی شان جو کبھی کفر وشرک وجاہلیت میں آلودہ ہی نہیں ہوئے۔ پشتوں درپشتوں سے پاک وپاکیزہ چلے آرہے ہیں۔ اصلاب طاہرہ وارحام طیبہ میں رہے ہیں کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ اور یہاں سے کسب واکتساب کا فرق معلوم ہوجاتا ہے۔ وہ فطرۃً اس کو کسب کرنے کی استعداد رکھتے ہیں۔ اور یہاں اکتساب ہوتا ہے۔ کسب سراسر خیر ہی خیر ہے۔ اور اکتساب شر بھی ہوتا ہے۔ لھا ماکسبت وعلیھا ما اکتسبت۔ جو ان نفوس نے کسب کیا۔ وہ ان کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ اور جو ان نفوس نے اکتساب کیا۔ وہ ان کے خلاف ہے۔ "لھا" اور "علیھا" کا فرق اہل علم خوب جانتے ہیں۔ پس کسب کمال محمدی وانوار قرآن کی جو قابلیت واستعداد حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں تھی اصحاب کبار میں نہ تھی۔ اسی استعداد تام روحانیت ونورانیت وقابلیت ذاتی فطری کی وجہ تھی۔ کہ آپ پیدا ہوتے ہی حافظ کلام اللہ آئے۔ اور حضرت عمرؓ مدت تک سورۂ بقر یاد فرماتے رہے۔ حضرت علیؑ کل علوم قرآن کے عالم ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ کلام اللہ کے معنی سمجھنے کی آخر عمر تک کوشش کرتے رہے۔ یہی حال بعض دیگر اصحاب کرام کا بھی تھا۔ یہ علیؑ ہی کی قابلیت تھی۔ کہ ایک اشارہ محمدی میں ہزارہا ابواب علوم ان کو آجاتے تھے۔ ایک چشم زدن کے لئے رسولؐ سے سرگوشی کی۔ اور فرمایا۔ رسول اللہؐ نے مجھے ایسے ہزارہا ابواب علوم تعلیم دیدئے۔ کہ ہر باب سے ہزار ہزار باب علم منکشف ہوتے ہیں۔ کہاں وہ نفس جو ایک چشم زدن میں ہزارہا باب پڑھ جائے۔ اور قرآن پڑھتا ہوا دنیا پر آئے۔ کہاں وہ جو رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا علم قرآن حسب استعداد وقابلیت سیکھیں۔ بیشک اصحاب میں بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے بہت کچھ حاصل کیا۔ بہت کچھ سیکھا۔ اور ضرور یہ کمال ہے۔ کہ کفر سے اسلام میں اپنی سعی سے داخل ہوئے۔ مال ودولت بھی بعض نے رسول پر خرچ کیا۔ مگر

خلافت الٰہیہ کی شان ان میں نہیں آسکتی۔ وہ معصومین و طاہرین ہی کے لئے ہے
ظالم کا امامت میں حق ہی کیا ہے۔ اور کفر ظلم ہے۔ شرک ظلم ہے پس جو کافر و مشرک

ظالم کا امامت میں حق نہیں

رہ چکے۔ وہ ظالمین میں شامل ہو گئے قبل و بعد کی کوئی قید آیت میں نہیں ہے۔
صاف ہے لاینال عہدی الظالمین ہے۔ کل اصحاب کبار اس "ظالمین" کی حد
میں آجاتے ہیں۔ صرف معصومین اس سے مستثنیٰ رہتے ہیں۔ اور اس لئے حضرت
علیؑ سے کسی کا مقابلہ نہیں ہو سکتا محاشاۃ کچھ حضرت ابوبکر کا مقابلہ حضرت علیؑ
سے کرتے ہیں۔ اور قبل اسلام قبل ہجرت۔ قبل وفات رسول اور قبل وفات خود
چاروں زمانوں کے متعلق مقابلہ کرتے ہیں۔

اصل میں تو حضرت علیؑ کے لئے اسلام سے قبلیت و بعدیت ہی نہیں ہے۔

حضرت علیؑ قبل اسلام

اسلام تو علیؑ کے وجود کے ساتھ ہے۔
حقیقت اسلام پیغمبر اسلام ہے۔ وہ
علیؑ کے ساتھ ہے۔ تعلیم اسلام قرآن ہے۔ وہ علیؑ کے ساتھ ہے۔ دین اسلام
فطرت انسانی ہے۔ اور وہ علیؑ کے ساتھ ہے۔ علیؑ پر کبھی باتفاق اہل اسلام کفر
طاری ہی نہیں ہوا پھر قبلیت و بعدیت اسلام کیسی؟ مطلب ہمارا یہ ہے۔ کہ قبل
بعثت و اظہار نبوت حضرت علیؑ کی کیا شان ہے۔ مگر اس زمانے میں حضرت کا سن
دس یا زیادہ سے زیادہ تیرہ سال ہے اصطلاحاً دنیا میں تو داخل ہی نہیں ہیں۔ جو
دنیاوی سوانح اور کارنامے یہاں درج ہو سکیں۔ ہاں علیؑ اس وقت ایک چاند کی مانند

ظہور اسلام سے پہلے علیؑ کی حالت

ہیں۔ جو شمس رسالت کے ساتھ ساتھ پھرتا نظر آتا ہے۔ اور جسم بے سایہ کے پرتو میں
رہتا ہے۔ اور جب یہ آفتاب رسالت اس کو گود میں لئے ہوتا ہے۔ تو قران
السعدین نظر آتا ہے۔ جب ایک حجرے میں ہوتے ہیں۔ تو ایک برج میں
شمس و قمر جمع ہو جاتے ہیں۔ علیؑ اس وقت بھی نور ہے۔ نور کی صحبت میں ہے۔
نور کے پرتو میں ہے۔ اسلام کی گود میں ہے۔ اسلام کی تعلیم میں ہے۔ اسلام کی تربیت

میں سے پیغمبر اسلامؐ کی حرکات و سکنات کا مطالعہ کر رہا ہے۔ اور قدرت کا تماشا دیکھ رہا ہے۔ قلب شفاف و نوری ہے۔ کبھی باطنی چمکارا پڑتا ہے۔ روحانی کرشمہ نظر آتا ہے۔ رسولؐ سے کچھ تپکے سے کہتا ہے۔ اور حضرت فرماتے ہیں۔ انک تری ما اری و تسمع ما اسمع۔ اے علیؑ تو بھی وہ دیکھتا ہے۔ جو میں دیکھتا ہوں۔ اور بیشک تو وہ سنتا ہے۔ جو میں سنتا ہوں

کل اہل اسلام جانتے ہیں۔ کہ علیؑ کو بچپن سے رسول اللہؐ ہی نے پالا ہے۔ قحط سالی میں حضرت ابو طالب کی اولاد حضرت عباسؓ و رسول خداؐ نے تقسیم کر لی تھی۔ ابن ہشام وغیرہ مورخین لکھتے ہیں۔ اور خصم کو بھی اقرار ہے۔ کہ علیؑ کو رسول خداؐ اپنے گھر اپنے پاس بغرض تربیت لے آئے تھے۔ اس میں ایک خاص راز ہے۔ ہمیشہ قاعدہ ہے۔ کہ ولی عہد کی تعلیم کا خاص بند و بست ہوا کرتا ہے۔ خاص معلمین و اساتذہ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کامل

ولی عہد کی تربیت

اتالیق معین کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی وہی اہتمام ہے۔ اس وقت حضرت علیؑ کم سن ولی عہد کی شان رکھتے ہیں۔ دست قدرت نے ان کی تعلیم و تربیت کا خاص انتظام کیا ہے۔ اور خود شاہنشاہ دین و دنیا ہی کے سپرد کیا ہے۔ اور کون تھا۔ جو ولیعہد رسالت کو اس وقت تعلیم دے سکتا؟ علیؑ اسی وقت سے راز ہائے سیاست دینی سے واقف ہو رہے ہیں۔ یہ خصوصیت صرف علیؑ ہی کو حاصل ہے اور ولی عہد شاہنشاہ کونین کی گودی میں پل رہا ہے۔ کبھی کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور کبھی جھولا ہلا رہے ہیں۔ کبھی ساتھ ساتھ لئے جا رہے ہیں اور کبھی راز کی باتیں سنا رہے ہیں۔ وہ معلم کامل جو بیس سال اصول ہدایت پر کامل غور کر چکا ہے۔ اور عنقریب علے الاعلان عملاً کار ہدایت شروع کرنا چاہتا ہے۔ اور اس حالت میں بچوں کو راستوں میں کھیلتے دیکھ کر قبل اس کے یہ آیت منزلہ سنائے۔ وما الحیوۃ الدنیا الا لھو و لعب الآیہ فرما رہا ہے۔ کہ اے بچو ! ہم کھیلنے

علیؑ کے اتالیق نبی ہی ہیں

کے لئے پیدا نہیں ہوئے ہیں"۔ علیؑ کا اتنا لبق ہے۔ کیا حال ہوگا اس ولی عہد کا جو استعداد تام رکھتا ہے؟ فیض کامل ہے۔ مبدء فیض فیاض ہے۔ اور وجود مستفیض مستعد و قابل؟ لوح نفس صاف۔ بیشک کامل عکس پڑیگا۔ اور کامل جانشین بنیگا۔ اور اسی کی یہ شان ہوگی۔ کہ دعوت اسلام کے وقت جب سب خاموش ہونگے۔ یہ بول اٹھیگا۔ کہ اے رسول اللہؐ میں ہی تمہارے ساتھ ہوں۔ اور اس کام میں شریک اسی دن سے دینی بھائی بھی بن جائیگا۔ عہدۂ وزارت بھی پائیگا۔ اور خلافت کے اس عہدے کا خطاب بھی اسی دن مل جائیگا۔ اسی دن کے لئے اس کو پالا تھا۔ اور قدرت نے یہ انتظام کیا تھا۔ وفعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔ و رموز سلطنت خویش خسرواں دانند +

چونکہ حضرت ابی بکرؓ اس وقت کفر و شرک میں ہیں۔ لہذا دینی پہلو سے یہاں ان میں نظر ہی نہیں کی جا سکتی۔ ابھی دین اور اسلام سے انکو کوئی

حضرت ابی بکرؓ قبل اسلام

تعلق ہی نہیں ہے۔ ہاں اس سے قطع نظر کر کے ان میں بہت سی باتیں ہیں۔ آپ شیوخ عرب سے ہیں۔ ایک بڑے جتھے سے تعلق رکھتے ہیں۔ تجارتی امور اور لین دین سے خوب واقفیت ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک رکھتے ہیں۔ حتے کہ بعض لوگوں کی بکریاں بھی اپنے ہاتھ سے دودھ دیا کرتے تھے۔ لوگوں کا سودا سلف بھی بازار سے لادیا کرتے تھے۔ اہل قبیلہ ان کی عزت کرتے تھے۔ کیونکہ یہ ان کے کام آتے تھے۔ اور قریش کے خیر و شر سے خوب واقف تھے۔ مہمان نواز بھی تھے۔ مگر ان تمام باتوں میں کوئی خاص خصوصیت ایسی نظر نہیں آتی۔ جو ان کو خلافت اللہ کے استحقاق سے قریب تر کردے۔ علیؑ اس عمر تک جو کچھ بھی ہیں۔ اخلاق و آداب محمدی کا نمونہ ہیں۔ جس کی شان اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ میں اسی لئے

اوّل خلیفۃ المسلمین اور ان کے بعض حالات قبل اسلام

بھیجا گیا ہوں۔ کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔ پھر علیؑ کا مقابلہ جو شاگردِ خاص متمم مکارم اخلاق ہیں کیونکر ہوگا۔ اس وقت علیؑ نور ہیں۔ ابی بکرؓ ظلمت۔ حضرت علیؑ مسلم ہیں۔ حضرت ابی بکرؓ کفر میں۔ حضرت علیؑ ولی عہد ہیں۔ گہوارۂ نبوت و رسالت میں تربیت پا رہے ہیں۔ اور حضرت ابی بکر کفر و کفرستان میں۔ ہاں ان کافروں میں اچھے ہیں۔ اور بہت سی نیک اور اچھی خصلتیں رکھتے ہیں +

حضرتِ علیؑ قبل ہجرت

یہ تو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے پیغمبر اسلامؐ کی گود میں تربیت پائی ہے۔ اور وقت دعوت اوّلی شریک تبلیغ ہو کر رسولؐ کے قوت بازو بن گئے ہیں

ہجرت سے پہلے علیؑ کے کارنامے

دعوت اسلام شروع ہے۔ رسولؐ کسی قدر خاموشی سے اسلام پھیلا رہے ہیں۔ علیؑ پرتو جسم محمدیؐ کی طرح ساتھ ساتھ ہیں۔ کبھی کعبہ میں کبھی کوہ حرا پر اور کبھی رسول اللہؐ کے ساتھ دیوار کعبہ کے سایہ میں نماز پڑھتے دیکھے جاتے ہیں۔ کفار مکہ یہ دیکھ کر تعجب کرتے ہیں۔ کہ یہ محمدؐ اس لڑکے کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ کبھی کھڑا ہوتا ہے۔ کبھی جھکتا ہے کبھی نیچے گر پڑتا ہے۔ شعب ابی طالب میں رسولؐ خوف کفار سے چھپ گئے ہیں۔ اور اس وقت بعض اصحاب خصوصاً حضرت ابی بکر اسلام لا چکے ہیں۔ رسول اللہؐ ایک شب خفیہ طور پر خانہ کعبہ میں جاتے ہیں۔ ہمراہ صرف ولی عہد ہی کو لیتے ہیں۔ اور بت شکن کے ساتھ سنت ابراہیمی ادا کرتے ہیں۔ اور چھپ جاتے ہیں۔ مگر کفار بعد میں سمجھ جاتے ہیں۔ اور علیؑ کو دیکھ کر کہتے ہیں۔ کہ اسی سرخ چشم کا یہ کام ہے۔ الولد سر لابیہ۔

علیؑ کی بت شکنی

ابراہیمؑ کی ذریت سے ہیں۔ آثار ابراہیمی ہر طرح نمایاں ہیں۔ حضرت رسول اللہؐ سے جدا مال و دولت رکھتے ہی نہیں ہیں۔ جو ان پر خرچ کریں۔ جان ہے۔ وہی ہر وقت حاضر ہے۔ مگر کبھی کوئی موقع ہی نہیں آیا۔ جو وہ کام آتی۔ اور علیؑ سے کوئی خاص کام لیا جاتا۔ کفار نے جب بہت تنگ کیا۔ تو رسولؐ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ اور مدینہ کا قصد کیا۔ اسی کا نام ہجرت ہے۔ خفیہ نکلنے کا موقع ہے۔ کفار نے خانہ رسولؐ

پر جاسوس چھوڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ فکر ہے۔ کہ موقع پاکر بستر ہی پر رسولؐ کو قتل کر دیں۔ ہر وقت جاسوس تاک میں ہیں۔ رسولؐ کو اتنی فرصت درکار ہے۔ کہ بستر پر نہ ہوں۔ اور محفوظ جگہ جاکر چھپ جائیں۔ آخر ولی عہد کو بلا لیا۔ اور واقعہ سنایا۔ فوراً عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ آپ تشریف لے جائیے۔ حضرت تشریف لے گئے۔ غار میں جا چھپے۔ اہل و عیال پر ولی عہد کو خلیفہ کیا۔ مال اور لوگوں کی امانات پر ولی عہد خلافت کو قائم مقام اور نائب مناب بنایا علیؑ بے فکر بلا تکلیف اس بستر رسولؐ اور جائے رسولؐ پر سو رہے جس کو کفار گھیرے ہوئے تھے۔ نہ کسی ثواب و جزا کی طمع میں۔ بلکہ محض خوشنودی خدا اور رسولؐ اور اپنا فرض ادا کرنے کے لئے۔ آخر یہ خوشنودی کا پروانہ خدا کی جناب سے حاصل کیا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ **بعض لوگ وہ بھی ہیں جو خوشنودی خدا کے لئے اپنی جان بیچ دیتے ہیں۔** اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ مومنین کی جان و مال کو خدا نے بہشت کے عوض خرید لیا ہے۔ بہشت مومنین کی ملکیت ہے۔ اور جان و مال مومنین خدا کا مال۔ اب اس پر ان کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ کہ اس کے دینے میں بخل کریں۔ وہ راہ خدا میں لڑتے اور قتل کرتے اور قتل ہو جاتے ہیں۔ مومنین نے جان و مال بہشت کے عوض بیچا۔ اور امیرالمومنین نے جان صرف خوشنودی خدا کے لئے بیچی۔ نہ بہشت کے عوض۔ یہاں اخلاص محض ہی ہے۔ حضرت ابی بکرؓ اگر کچھ مال راہ خدا میں صرف کر دیں۔ تو خدا کا مال ہے۔ کرنا چاہئے۔ اور اچھا کام ہے۔ مگر علیؑ کے لئے یہ سند ہے۔ کہ اس نے محض خالصاً للہ خوشنودی خدا کے لئے جان بیچی اور دیدی۔ مگر چونکہ خالصاً خدا کا مال ہو چکی تھی۔ خدا نے خود حفاظت کی۔ یہ دوسرا خطاب اور دوسرا خوشنودی کا پروانہ ہے۔ جو خدا سے

علیؑ کی جان فروشی

خوشنودی کا پروانہ

ملا۔ اور ولی عہدی کی شان کچھ اور بڑھی۔ اگر کسی کے پاس ایک ہی روپیہ ہو اور وہی خالصاً لوجہ اللہ راہ خدا میں صرف کر دے۔ اور اپنے لئے کچھ نہ رکھے۔ اور ایک کے پاس لاکھ روپے ہوں۔ اس میں سے ہزار راہ خدا میں دیدے۔ بڑھا ہوا کون ہے؟ وہ ایک والا۔ کیونکہ وہ جہد المقل ہے۔ فقیر کی منتہائی کوشش ہے۔ اور اگر وہ لاکھ والا لاکھ ہی خرچ کر دے۔ اور کچھ ایک پیسہ ایک کوڑی اپنے لئے نہ رکھے تو وہ اس کے برابر ہے۔ کیونکہ جو جس کے پاس تھا۔ وہ اس نے دیدیا۔ وَلَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا۔ ہر نفس پر اتنی ہی تکلیف ہے جتنی کہ اس میں استطاعت ہے۔ لیکن خدا کی خوشنودی مال و دولت پر نہیں ہے۔ نہ مال کی کثرت و قلت پر ہے۔ بلکہ تقوے و نیت پر ہے۔ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ خدا کو تو نہ مال پہنچتا ہے۔ نہ دولت۔ اس کو تو تمہارا تقوے پہنچتا ہے۔ علیؑ خوشنودی کا پروانہ تقوے کی سند نیت کا صلہ پا چکے۔ **غرض شروع اسلام سے ہجرت تک چار خصوصیتیں حضرت علیؑ کو حاصل ہوئیں۔ بت شکنی۔ جان فروشی اور بستر رسولؐ پر خواب نوشین۔ اہل و عیال رسولؐ پر خلافت۔ مال و امانات رسولؐ پر خلافت۔ ان میں حضرت ابی بکرؓ شریک نہیں ہیں+**

خدا کی خوشنودی مال و دولت میں نہیں ہے

حضرت ابی بکر قبل ہجرت

حضرت ابی بکر اسلام لائے۔ اور حضرتؐ کے ساتھ رہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ بہت سا مال آپ نے حضرتؐ کے ساتھ صرف کیا۔ اور بعض مصیبت زدہ غلاموں کو خرید کر آزاد کر دینا بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ وہ امور ہیں۔ جو محاسن شمار ہوتے ہیں۔ تاریخ تمدن اسلامی والا لکھتا ہے۔ جب ابو بکر اسلام لائے۔ تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ جو اس وقت ایک خاص ثروت شمار ہوتی تھی انہوں نے سب اسی میں خرچ کر دیا مع اس کے جو تجارت سے کماتے تھے۔ اور

ہجرت سے پہلے ابوبکر کی خدمات

بازار سے لاتے تھے۔ ہجرت کی شب رسول خداؐ نے حکم دیدیا۔ کہ مثلاً نو بجے سب اپنے اپنے دروازے بند کرلیں۔ کوئی باہر نہ نکلے۔ اور حضرت کفار سے چھپ کر غار ثور کی طرف چلے۔ حضرت ابی بکر بھی پیچھے پیچھے ہو لئے۔ اور غار میں حضرتؐ ساتھ ہی لے گئے اسی وجہ سے آپ کو یار غار کہا جاتا ہے۔ ہجرت کے وقت آپ نے اپنی اونٹنی بھی رسول خداؐ کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ اور حضرتؐ کے ساتھ ہجرت کی۔ علیؑ اہل وعیال رسولؐ کو لیکر اور امانات ادا کرکے پیچھے سے راہ میں آملے۔ کفار دیکھتے ہی رہ گئے۔ اس کے بعد سن ہجری شروع ہوجاتا ہے۔ اگرچہ بعض تواریخ میں یہ بھی ہے۔ کہ حضرت ابی بکر مالی حیثیت سے بہت مفلس تھے۔ اور ان کے بعض اطفال اس حال میں دیکھے گئے ہیں۔ جو ان کی منتہائی غربت وافلاس کو ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ہمیں اس میں بحث نہیں ہے۔ مال کا ہونا کوئی محال بات نہیں ہے۔ اور نہ ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے رسول اللہؐ پر کچھ خرچ کیا۔ جو ان سے ہوسکا۔ جو انہوں نے مناسب سمجھا۔ اور مصلحت سمجھا کیا۔ مگر علیؑ کی خصوصیات مذکورہ کا اس سے مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ اس سے خلافت اللہ سے کوئی خصوصیت پیدا ہوتی ہے۔ ان سے بھی مالدار صحابی تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف بڑے دولتمند تھے۔ اور لوگوں اور صحابیوں نے بھی مال اپنی حیثیت کے موافق خرچ کیا ہے۔ مگر خلافت الٰہیہ اور امامۃ الناس وسیاست الامت وملک شرعی ایسی شے نہیں ہے۔ جو ایک دینار یا ہزار دینار یا چالیس ہزار یا ساٹھ ہزار درہموں میں بکتی ہو۔ یہ باتیں الگ ہیں۔ وہ علیحدہ۔ خلافت اللہ کی حقیقت کچھ اور ہے۔ اور مال کی حقیقت کچھ اور۔ معیار خلافت الٰہیہ علیحدہ ہے۔ جو حضرت ابی بکرؓ میں کسی طرح ثابت نہیں۔ حضرت آدمؑ خلیفہ بنائے جاتے ہیں۔ تو اس لئے نہیں کہ عالم روحانی میں انہوں نے بہت سا مال خرچ کیا تھا۔ اور ملائکہ اس لئے خلافت سے محروم رکھے جاتے ہیں۔ کہ انہوں نے مال نہیں خرچ کیا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ خلافت الٰہیہ کی حقیقت آدمؑ میں پائی جاتی تھی۔ اور

تصرف مال اور اولاد انسان کو مقرب خدا اور رسولؐ نہیں بنا سکتے ہیں

وہ اسی لئے پیدا کئے گئے تھے۔ حضرت ابی بکر اگر فرشتہ بھی ہوں۔ تو بھی خلافت الٰہیہ کے وارث نہیں ہو سکتے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی۔ تمہارے اموال و اولاد میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو ہم سے کچھ بھی قرب پیدا کر سکے۔ چہ جائیکہ مقام خلافت اللہ پر پہنچا سکے ع

این سعادت بزورِ بازو نیست

ہمارا یہ دعوےٰ نہیں ہے۔ کہ ان حضرات اصحاب سے افعال خیر مطلقاً نہیں ہوئے ہوں گے ضرور ہوئے۔ اور خدا ان کو ان کی نیت کا پھل ضرور دیگا۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ مگر پھل یہ نہیں ہے۔ کہ سب کو خلافت ہی مل جائے۔ وہ تو اور ہی خصوصیت چاہتی ہے۔ یہ باتیں تو عام صحابہ میں مشترک ہیں۔ یہ حضرت ابی بکر کو خاص ممتاز فضیلت نہیں دیتی ہیں۔ کہ سب کے امیر وہ بن سکیں۔ وجہ ترجیح ہونی چاہئے۔ ہجرت سے قبل تکلیفیں کل صحابہ نے اٹھائیں خصوصاً ان بیچاروں نے جو جتھے والے نہ تھے۔ یا غریب الوطن تھے۔ جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی اذیتوں میں گرفتار تھے۔ اگر خلافت ان تکالیف کا صلہ ہے۔ تو پہلے ان کا حق ہے۔ جو مکہ میں ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ ترجیح بلا مرجح محال ہے۔ اور خلاف عقل و نقل۔ ویوت کل ذی فضل فضلہ والمعروف بقدر المعرفۃ؂

قبل وفات پیغمبر علیؑ کے کارنامے

یعنی ہجرت سے حضرت کے وصال تک کے عرصے میں حضرت علیؑ کی حالت اور شان بھی اسلام کے عروج و شیوع کا زمانہ ہے

حضرتِ علیؑ قبلِ وفاتِ پیغمبرؐ

اسی میں اسلام نے سیاسی صورت بھی پیدا کر لی ہے۔ مخالفین اور حملہ آوروں کا دفاع کیا جاتا ہے۔ سیاسی اور فوجی خدمات انجام دی جاتی ہیں۔ فتوحات اسلامی ہو رہی ہیں۔ اس لئے یہ اتنا وسیع مضمون ہے۔ کہ ہزار صفحات بھی اس کے لئے کافی

نہیں ہو سکتے۔ لہذا یہاں نہایت ہی اختصار سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ یہاں ہم اتنا ہی لکھنا چاہتے ہیں۔ اسلام کے عنفوان کے زمانے میں اس کی نشوو نما کے ساتھ ساتھ ولی عہد اسلام بھی جوان ہو چکا ہے۔ اور تاریخ اسلام اور اس زمانے کے کارنامہائے اسلامی و پیغمبری پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس وقت ولی عہد کی شان ایک جرنیل بلکہ وزیر جنگ کی ہے۔ اب شمشیر حیدری ہے۔ اور مخالفین اسلام کی گردنیں۔ جہاں جہاں ذوالفقار صفدری کفار کے قطرات خون گراتی ہے۔ وہیں اسلام کی بنیاد قائم ہوتی جاتی ہے۔ اور ہر ایک اہم معرکہ اس سے سر ہوتا ہے +

جنگ بدر اور علیؑ

اسلام کی یہ پہلی شاندار لڑائی ہے۔ اس میں بڑے بڑے بہادران قریش جمع ہیں۔ اور دشمن قریشیوں کا اعلان ہے۔ کہ مہاجرین قریش ہی ہمارے مقابل آئیں۔ انصار مدینہ نہ آئیں۔ قریش کی طرف سے بہادر نکلے۔ عتبہ۔ شیبہ۔ ولید۔ اور ادھر سے تین بہادر نکلے۔ علیؑ۔ حمزہؓ۔ عبیدہؓ۔ علیؑ کے مقابل ولید آیا۔ حمزہؓ کے عتبہ اور عبیدہؓ کے شیبہ۔ علیؑ نے فوراً اپنے مقابل کو خون میں نہلا یا۔ حمزہؓ نے اپنے مبارز کو خاک و خون میں غلطاں کیا۔ عبیدہؓ زخمی ہو گئے۔ علیؑ کی تلوار شیبہ کے سر پر چلی۔ اور وہ بھی اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔ اور کفار پر اسلام کا رعب چھا گیا۔ دشمن کے ستر آدمی قتل ہوئے۔ جن میں سے چھتیس کو علیؑ نے قتل کیا۔ بڑے بڑے جبار ان قریش علیؑ ہی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ یہ جنگ ۲ھ میں ہوئی۔ علیؑ کی خدمت کل اہل اسلام سے نمایاں رہی +

جنگِ بدر

جنگ احد اور علیؑ

۳ھ یکم شوال کو لشکر اسلام مشرکین کے حملہ اور ان کی تیاری کی خبر سن کر کوہ احد کے قریب پہنچ گیا۔ لشکر اسلام کے تین علم تھے۔ ایک علم حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دیا گیا۔

جنگِ اُحد

ایک سعد بن عبادہ کو ملا تیسرا حباب بن منذر کو طلحہ بن ابی طلحہ کفار کے لشکر کا علمدار تھا۔ یہ جنگ بھی اسلام میں خاص یادگار ہے۔ اور کئی خصوصیتیں رکھتی ہے۔ اسلامی کمانڈر انچیف نے موقع جنگ پر غور کر کے ایک دستۂ فوج ایک درہ پر معین کر دی ہے۔ کہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ ابوسفیان سردار کفار پورا مسلح اور لشکر کثیر جمع کر کے آیا ہے۔ اسلام صرف ایک ہزار جانباز رکھتا ہے۔ جن میں صرف ایک سو زرہ پوش ہیں۔ جنگ شروع ہوئی۔ کفار مبارز طلب نکلتے تھے۔ اور بہادران اسلام کے ہاتھوں قتل ہو رہے تھے۔ کفار اپنا سامان چھوڑ کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے۔ اور مسلمان لوٹ کے لئے گر رہے۔ درہ کی محافظ فوج نے ابن جبیر اپنے افسر کا حکم نہ مانا۔ گھاٹی چھوڑ کر لوٹ کے لئے دوڑی۔ خالد بن ولید نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے حواس باختہ ہو گئے۔ اور بھاگنا شروع کر دیا۔ صرف چودہ مسلمان میدان احد میں رہ گئے۔ حضرت علیؓ۔ ابوبکرؓ۔ عبدالرحمٰن۔ سعد وقاص۔ طلحہ۔ زبیر۔ ابوعبیدہ جراح۔ حباب بن منذر۔ عاصم بن ثابت۔ حارث بن صمہ۔ سہیل بن حنیف۔ سعد بن عبادہ۔ محمد بن سلمان۔ ابودجانہ۔ مگر اب لڑائی کا رنگ اور تیز ہو گیا۔ مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر کفار کے دل بڑھ گئے۔ اور شدت سے حملہ کیا۔ اس موقع پر چھ مسلمان اور بھاگے۔ صرف آٹھ رہ گئے۔ رسولؐ پکارتے تھے۔ اور کوئی نہ سنتا تھا۔ بھاگ بھاگ کر مسلمان پہاڑوں پر چڑھے جاتے تھے۔ قرآن میں ہے۔ اذ تصعدون ولا تلوون والرسول یدعوکم فی اخراکم الایہ (دیکھو حصۂ اوّل)۔ اور طلحہ۔ زبیر۔ حارث۔ ابودجانہ۔ حباب۔ عاصم۔ سہل اور علیؑ باقی رہ گئے۔ مگر کہاں لشکر کفار اور کہاں یہ چند جرار۔ کفار کا حوصلہ بڑھتا گیا۔ اور آخر مجبور ہو کر ان میں سے بھی چھ کو میدان چھوڑنا پڑا۔ اور صرف علیؑ اور ابودجانہ

باقی رہ گئے۔ رسول مقبول بنفس نفیس جنگ میں مصروف تھے۔ زخمی ہو چکے تھے۔ دندان مبارک پر ضرب لگی۔ خون جاری ہوا۔ ابودجانہ انصاری بھی جان توڑ کر لڑے۔ اور خوب داد شجاعت دی۔ مگر زخموں سے چور چور ہو کر آخر گر پڑے۔ اور جبریل اسلام علیؑ ابن ابی طالبؑ نے ان کو اٹھا کر رسولؐ کے پاس لا کر ڈال دیا۔ میدان میں خون برس رہا تھا۔ رسول کو کفار چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ کفار خوش تھے۔ کہ آج اسلام اور رسول اسلام کا خاتمہ کر کے چھوڑیں گے۔ ان کی آنکھ میں کھٹکنے والا حرف ایک ہی کانٹا رہ گیا تھا۔ علیؑ۔ مگر علیؑ سے پہلے وہ پیغمبر اسلامؐ کا خاتمہ چاہتے تھے۔ اور یہی ان کی ایک غلط فہمی تھی۔ یہ ممکن ہی نہ تھا۔ کہ علیؑ کی زندگی میں وہ رسولؐ پر فتحیاب ہو سکیں عجیب رن پڑ رہا تھا علیؑ ہر طرف خوج کو دھکیلتے اور مارتے چلے جاتے تھے۔ ہر طرف حملہ کرتے تھے۔ مگر رسول تنہا تھے۔ واپس آتے اور رسول کو دیکھ جاتے۔ آتے تو رسولؐ نے سوال کیا۔ اے علیؑ تم کیوں نہیں بھاگے؟ فرمایا۔ "لا کفر بعد الایمان یا الکفر بعد الایمان"۔ ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاؤں؟ مجھے آپ سے اقتداء ہے نہ ان لوگوں سے"۔ ملاء اعلےٰ میں یہ منظر خاص توجہ سے دیکھا جا رہا تھا۔ اور لب قدرت سے صدا آتی تھی۔ دیکھو۔ بھائیؐ (علیؑ) بھائی کے ساتھ کیسی غمخواری کر رہا ہے۔ جبرئیلؑ آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں"۔ ھذہ لمواساۃ" بیشک ہمدردی و غمخواری اسی کا نام ہے۔ رسولؐ فرماتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ "ھو منی وانا منہ"۔ وہ مجھ سے ہے۔ میں اس سے ہوں۔ ایک نور ایک خون ایک گوشت ایک پوست۔ جبرئیل عرض کرتے ہیں"۔ وانا منکما"۔ میں تم دونو سے ہوں +

علیؑ کا ایمان

پھر علیؑ کے حملے شروع ہوئے۔ علیؑ نے کفار کا قلع قمع کیا۔ اور یہاں لب قدرت سے ملائکہ کی زبانی یہ خطاب پایا۔ رسول محبت سے علی کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اے علیؑ تم بھی سن رہے ہو۔ کہ ایک فرشتہ کہہ رہا ہے۔ لا فتیٰ

لا فتےٰ الا علیؑ

الا علی لا سیف الا ذوالفقار" پس جواں مرد علیؑ ہی ہے اور تلوار ذوالفقار"۔ آخر کار علیؑ نے کفار کو اتنا پسپا کیا۔ کہ بھاگے ہوئے مسلمان واپس آنے لگے۔ اور اسلامی شکست علیؑ کی بدولت فتح سے بدل گئی۔ اور یہ وہ فضیلت ہے۔ کہ جس کے مقابل دنیا میں کوئی فضیلت ہو نہیں سکتی۔ کل تواریخ اور کل مورخین اسلام متفق ہیں۔ کہ اس جنگ میں علیؑ ہی نے سب سے زیادہ جرأت و شجاعت دکھلائی۔ اور یہاں بھی زیادہ مقتولین علیؑ ہی کے ہاتھ سے ہوئے۔ غزوہ بنی نضیر علیؑ ہی کے ہاتھ سے سر ہوا۔ غزوہ بنی مصطلق میں علیؑ ہی سرخرو رہے۔ صلح حدیبیہ میں علیؑ ہی نے کارنمایاں کیا۔ حضرت عمر نے سفارت سے انکار کر دیا*

جنگ خندق

جنگ احزاب یا جنگ خندق اور علی علیہ السلام

اس جنگ کا بھی قرآن میں خاص اہمیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں کفار کی تعداد کم سے کم دس ہزار تھی۔ اور بڑی تیاری سے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اسلام کے سپہ سالار نے یہاں جنگ کے لئے خندق کھود کر سیاسی نقطۂ نگاہ کا ثبوت دیا۔ اور کامیابی ہوئی۔ کفار کا سب سے بڑا بہادر عمرو بن عبدود اپنے جوہر دکھانے لشکر سے نکلا۔ اور مبارز طلب ہوا۔ کوئی بہادر اسلام اس کے مقابلہ کو نہ نکلا۔ تین مرتبہ پیغمبر اسلامؐ نے سوال کیا۔ اور تینوں مرتبہ وزیر۔ بھائی اور جانشین بولا "یا رسولؐ اللہ! میں"۔ رسول اللہؐ نے اپنے دست مبارک سے تلوار باندھی۔ زرہ پہنائی۔ اور عمامہ سر پر رکھا۔ اور علیؑ خراماں خراماں دشمن کی طرف بڑھے۔ ادھر اسلام کا جبریل سب سے بڑا بہادر۔ ادھر کفار کا سب سے مشہور بہادر شجاع عرب۔ کفر مجسم۔ رسول اللہؐ کی زبان سے ایسے ہی موقع پر یہ فقرہ موزوں ہو سکتا تھا۔ برز الاسلام کلہ الی الکفر کلہ۔ "اسلام مطلق و کل اسلام حقیقت دین اسلام عین دین اسلام کفر مجسم کی طرف نکلا ہے۔ خداوندا اس کی مدد کرنا۔ عبیدہ کو تو نے بدر میں اٹھا لیا۔

اور حمزہؓ کو احد میں میرے ساتھ پس علیؓ ہی رہ گیا ہے۔ اس کی حفاظت کرنا۔ آخر عمرو مع دیگر بہادران کفار کے مارا گیا۔ اور میدان علیؓ کے ہاتھ رہا۔ اور یہاں یہ فتح مند جبریل اسلام۔ شاہزادۂ کونین۔ ولی عہد خلافت نے شاہنشاہ دین و دنیا کی زبان "لا ینطق عن الھوی" کی زبان۔ خدا کی زبان گویا سے یہ خطاب پایا۔ لمبارزۃ علی یوم الخندق افضل منی اعمال امتی الی یوم القیامۃ۔ بیشک خندق کے دن علیؓ کا جہاد میری امت کے قیامت تک کے کل اعمال سے افضل ہے۔ بیشک اعمال امت محمدی آثار دین اسلامی ہیں۔ اور بقاء اسلام۔ حفاظت اسلام۔ حمایت اسلام آج علیؓ ہی کے ہاتھ سے ہوئی ہے۔ یہ جبریل اسلام ضرور ایسے ہی خطابات کا مستحق ہے۔ یہ بھی الفاظ مروی ہیں۔ لضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین۔ خندق کے دن علیؓ کی ضرب جن و انس کی عبادت سے افضل ہے (دیکھو تاریخ بغدادی۔ روضۃ الصفا طبری اعثم کوفی وغیرہا)۔

ضرب علیؓ اور عبادت امت

کفار کا مشہور ترین بہادر عمر بن عبدود مارا جا چکا ہے۔ اسلام کی فتح ہو چکی ہے۔

دشمن کی زبان سے علیؑ کی تعریف و توصیف

میدان فوجوں سے خالی ہو رہا ہے۔ عمرو کی بہن بھائی کی لاش پر آتی ہے۔ دیکھتی ہے کہ قاتل نے اس مقتول کی نہایت قیمتی زرہ نہیں اُتاری ہے۔ جو تمام عرب میں مشہور تھی۔ بیساختہ زبان سے نکلتا ہے۔ "ما قتلہ الا کفو کریم" اس کو کسی شریف ہمسر نے ہی قتل کیا ہے۔" اور جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کے بھائی کا قاتل علیؓ ہے تو وہ بجائے بُرا کہنے یا کوسنے کے یہ شعر پڑھنے لگی۔

دشمن کی زبانی علیؑ کی تعریف

لو کان قاتل عمرو غیر قاتلہ ۔۔۔ لکنت ابکی علیہ آخر الابد
لکن قاتلہ من لا لباب بہ ۔۔۔ من کان یدعی قدیماً ببیضۃ البلد

کہتی ہے۔ کہ "اگر اس شریف النفس اللسان کے سوا عمر کا قاتل کوئی اور ہوتا۔ تو میں اس کو ابدالآباد رو یا ہی کرتی۔ لیکن اس کا قاتل تو وہ شریف بہادر کریم النفس اللسان ہے۔ جس کو کبھی کوئی عیب لگایا ہی نہیں جا سکتا۔ جو ہمیشہ سے شہر کا سردار اور مدینہ کا تاج پکارا جاتا ہے" علیؑ آج ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ہمیشہ ہی سے مسلمان ہی ان کی عزت نہیں کرتے۔ بلکہ کفار بھی کرتے تھے۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ **اس جنگ میں علیؑ نے وہ عزت و کمال کا تمغہ رسولؐ خدا سے پایا ہے۔ جو قیامت تک کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتا۔** قیامت تک کوئی مسلمان علیؑ کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ وہ کونسا غزوہ یا سریہ ہے۔ جہاں علیؑ کا نام آتا ہو۔ دوست و دشمن کی زبان پر "علیؑ علیؑ علیؑ" ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب لب قدرتؐ سے رسولؐ گونجا پہنچ رہی ہے۔ نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب کل هم و غم سینجلی بنبوتک یا محمد بولایتک یا علی علی علی ✦

اِس کی تفصیل میں ہمیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خیبر کے قلعہ خموص پر اصحاب باری باری علم اسلام لے کر جاتے

جنگ خیبر اور علیؑ ۷ ہجری

اور پسپا ہو کر واپس آ رہے ہیں۔ کفار کا دم بڑھتا جاتا ہے۔ اور آخر پیغمبر اسلام سپہ سالار اسلام نے یہ اعلان کر دیا ہے۔ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا كرارا غير فرار يحب الله و رسوله و يحبه الله و رسوله لا يرجع حتى يفتح الله على يديه۔ اسلام کا جرنیل۔ شاہزادہ۔ آشوب چشم میں گرفتار ہے۔ اس لئے ہر ایک امیدوار بنا ہوا ہے۔ کہ شاید کل اسے علم اسلام ملے۔ اور یہ فضیلت اس کے ہاتھ آئے۔ مگر نہیں۔ یہ فضیلت تو علیؑ ہی کے لئے مخصوص تھی۔ بلائے گئے۔ لعاب دہن پیغمبریؐ نے آنکھوں کو شفا بخشی۔ اور رایت اسلام

جنگ خیبر

آج سے رسول اسلامؐ نے علیؑ کو بخش دیا۔ عطا کر دیا۔ عطیہ رسولؐ خدا کب واپس ہو سکتا ہے۔ علیؑ آج سے رایت اسلام کے مالک و وارث قرار پائے۔ یہ شاہزادہ رسالت ولی عہد خلافت جبرئیل اسلام کی خدمات نمایاں کا شاندار انعام تھا۔ فتوحات کیں۔ اسلام کو پھیلایا۔ اسلامی پھریرہ تمام عرب میں لہرایا۔ رسول خداؐ سے رایت اسلام پایا۔ بالاستحقاق پایا۔ دلیل برہان سے پایا۔ دعوے سے پایا۔ یہ صرف عنایت محمدی ہی نہ تھی۔ حق بھی تھا۔ ہوا بھی وہی جو پیغمبر خداؐ نے فرمایا۔ کہ وہ باقی علمدار و اصحاب مثل حضرت ابی بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان (طبری۔ روضۃ الصفا) واپس نہ ہوگا۔ پسپا نہ ہوگا۔ اس وقت تک قدم نہ ہٹائیگا جب تک خدا اس کے ہاتھ پر فتح نہ دے۔ قلعہ فتح کر کے ہی دست خدا پیچھے ہٹا۔ نہ صرف قلعہ خیبر فتح کیا۔ باب خیبر اکھاڑا۔ ہاتھ میں اٹھایا۔ پل بنایا۔ اور امت محمدی کو پار لگایا۔ اور روز ید اللٰہی تمام عالم کو دکھلایا۔ کوئی دنیا میں ہے۔ جو علیؑ کی اس فضیلت کا مقابلہ کر سکے؟ ہرگز نہیں۔ مخصوص بالفضل کلہ۔

پتھر پہ علم کو جا کے گاڑا کس نے؟	مرحب سے پہلواں کو پچھاڑا کس نے؟
اصحاب پیمبر تو سب ہی تھے موجود	بولو! در خیبر کو اکھاڑا کس نے؟

ولمّا تلاقی المسلمون بخیبر	وانہزم الثانی منہ کاوّل
وخاطرھما قائد الجیش ھادیا	واضطرب الابطال کالمتخیّل
فنادی لاعطی رایتی لمحارب	ھزبر مکرّ مقدم ومعقّل
جسور محام لایوب عن الوغا	یفلق ھامات العدیٰ بالمنصّل
حبیب لرب العالمین ونورہ	محبّ لمعبود وخل لمرسل
ففاز علی رایۃ الفتح غدوۃ	واقلع باب الحصن مثل النخزبل

اب روز بروز اسلام بڑھ رہا تھا۔ اور کفار زیر ہو رہے تھے۔ ہر موقع پر ذوالفقار چمکتی تھی۔ اور ان کے سروں پر بجلی کی طرح گرتی تھی۔ اور کبھی دم

لیتی تھی ؎

خلاف راہ صواب است و رعکس رائی اولے الالباب ذوالفقار علیؓ در نیام و زبان سعدی در کام۔ اور آخر ایک دن آ گیا۔ کہ یہ اسلام کا جرنیل شاہزادہ اور ولیعہد خلافت کے ساتھ لشکر اسلام اسی شہر مکہ میں داخل ہو گیا۔ جہاں سے خوف زدہ ہو کر مسلمان نکلے تھے۔ اور ہجرت پر مجبور ہوئے تھے۔ اور اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا کی خوشگوار صدا زبان قدرت سے رسول عربیؐ نے سن لی۔ مسلمان خوش ہوئے۔ اور اسلام کے سارے کھٹکے رفع ہو گئے۔ علیؓ نے دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر جو کہا تھا۔ اور وعدہ کیا۔ یعنی نصرت و حمایت و اشاعت اسلام اس کو کر دکھایا۔ اور حق وزارت ادا کیا۔ ہارونی منزلت میں رسولؐ کا قوت بازو بن کر ثابت کیا۔ کہ رسولؐ کی پشت اسی پشت و پناہ دین اسلام سے قوی ہوئی ؎

خاص اعلان خلافت

آخر کار تبلیغ اسلام ختم ہوئی۔ تمام مشکلیں آسان ہوئیں۔ تمام مہمیں سر ہوئیں۔ رسول کا بوجھ ہلکا ہوا۔ سختی کے بعد آسانی نظر آئی۔ تکلیف کے بعد راحت دکھائی دی۔ اور قدرت خدا کا جلوہ نظر آیا۔ کہ ایک دن تھا۔ کہ یہی یتیم عبد اللہ مکہ کی گلیوں میں کس مپرسی کی حالت میں پھرتا تھا۔ کوئی اس کو نہ پہچانتا تھا۔ اور کوئی اس کی نصرت نہ کرتا تھا۔ آج وہی شاہنشاہ دین و دنیا فاتحانہ مکہ میں موجود ہے۔ ہر طرف "لا الہ الا اللہ" و "اللہ اکبر" کی صدائیں بلند ہیں۔ اسلام کا بول بالا ہے۔ وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ھی العلیا۔ اعلاء کلمۃ اللہ ہو رہا ہے۔ ذکر محمدی ہر طرف بلند ہے۔ ان سب باتوں کا خدا ذکر کرتا ہے۔ اور اپنے احسان جتلاتا ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا وَّاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۔ ۵

وزارت علیؑ

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ پس جب تو کار تبلیغ سے فارغ ہو جائے۔ تو اپنی جگہ ولی عہد کو نصب کر دے۔ اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر۔ اور وصال ولقاء کے لئے تیار ہو جا۔ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف رجوع کر۔ برضا ورغبت جوار الٰہی میں آ۔ تو بھی خوش اور راضی۔ اور خدا بھی تجھ سے خوش اور راضی۔ میرے بندوں میں داخل ہو۔ اور بہشت میں آجا۔

ولی عہدی کی رسم

یہ حکم خدا دے چکا تھا۔ یہ امر پہنچا چکا تھا۔ رسولؐ تبلیغ سے فارغ ہو کر حجۃ الوداع کو تشریف لے گئے۔ بیت اللہ وحرم خدا سے رخصت وو داع ہونے لگے۔ بڑا مجمع اہل اسلام کا ساتھ تھا۔ علیؑ یمن گئے ہوئے تھے۔ ادھر سے آملے۔ اور رسول اللہؐ نے علیؑ کی طرف سے قربانی ادا کی۔ حج سے فارغ ہوئے تعلیم اسلام ختم ہوئی۔ حکم پہنچا۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔ اے رسولؐ پہنچا دو وہ حکم جو تمکو دیا گیا ہے۔ اور تم پر نازل کیا گیا ہے۔ پس اگر تم نے اس کو نہ ادا کیا۔ تو تم نے میری رسالت ہی نہیں ادا کی۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائیگا۔

تبلیغ رسالت اور علیؑ کی ولایت

اس آیت میں لوگ کچھ بحث کریں۔ مگر ہمیں تو صرف یہ کہنا ہے۔ کہ رسولؐ اللہ کی شان یہ ہے۔ کہ جو حکم ان کو بھیجا جائے۔ اور وہ اعمال سے تعلق رکھتا ہو۔ یعنی روزہ ونماز حج وزکوٰۃ وغیرہ۔ تو اس میں تاخیر تخلی اور تخلف قطعاً محال ہے۔ اگر کسی عبادت کا حکم دیا جائے۔ اور رسول اسے نہ کرے۔ تو وہ رسول نافرمان خدا ہے۔ رسالت سے خارج ہے۔ پس یہ تو ناممکن ہے۔ کہ کوئی امر عبادتی جو عمل پیغمبری

یا فرائض امت سے تعلق رکھتا ہو۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ رسول پر نازل کیا گیا ہو۔
اور رسول نے اس کو نہ کیا ہو۔ یا امت کو نہ پہنچایا ہو۔ اور یہ آیت چند خبریں بتلا رہی
ہے۔ اوّل رسولؐ پر کوئی حکم نازل کیا گیا ہے۔ دوم فان لم تفعل اسکی فعلیت کو
ظاہر کر رہا ہے یعنی وہ کوئی ایسا امر ہے جس کو کرنا ہے فعل پیغمبری سے تعلق رکھتا
ہے۔ اور یہ کہ رسولؐ نے ابھی اس کو ادا نہیں کیا ہے۔ سوم وہ کوئی ایسا امر ہے۔ کہ
اس کو ادا نہ کیا۔ تو رسول اللہؐ نے گویا کار رسالت ہی نہیں کیا۔ اختتام و انجام کار رسالت
اس کی تکمیل فعلی پر موقوف ہے۔ نہ صرف تبلیغ قولی پر۔ کیونکہ خدا یہ نہیں فرماتا۔ فَاِنْ
لَمْ تُبَلِّغْ۔ اگر اے رسول تم نے اس کو نہ پہنچایا یا تبلیغ نہ کی۔ تو کوئی کار رسالت نہیں کیا۔
بلکہ "اِنْ لَمْ تَفْعَلْ" فرمایا ہے۔ اگر اس کو فعلاً و عملاً ادا نہ کیا۔ تو کوئی کار رسالت نہ کیا۔
چہارم وہ کوئی کام ہے جس میں خطرہ ہے۔ اور خدا رسول سے فرماتا ہے۔ کچھ پروا
نہ کرو۔ خدا تمہیں بچائیگا۔ نماز رسول پڑھتے اور سب کو سکھا چکے ہیں "صلوا کما
رأیتمونی اصلی"۔ اسی طرح تم سب نماز پڑھو جس طرح مجھکو پڑھتے دیکھتے ہو۔
زکوۃ وصول کرتے ہیں۔ اور مسلمان ادائے زکواۃ کے پابند ہیں۔ اس کے احکام
جانتے ہیں۔ جہاد سے خوب واقف ہیں حج کے احکام سے واقف ہیں۔ اور
کر چکے ہیں۔ اور رسول اللہؐ کا آخری اور الوداعی حج ہے نہ ابتدائی۔ پس ناممکن
ہے۔ کہ ان احکام عبادتی میں سے رسول خداؐ نے کوئی آج تک نہ پہنچایا ہو۔ چہ
جائیکہ خود نہ کیا ہو۔ عبادت میں تخلف و تاخیر محال ہے۔ وہ کوئی ایسا ہی کام ہو
سکتا ہے جس میں تاخیر جائز ہے نہیں بلکہ وہ وقت فراغ تبلیغ سے متعلق ہے۔
اور وقت و موقع و مصلحت و فرصت کی ضرورت ہے۔ اور اس کی تبلیغ ہو چکی ہے
عمل باقی ہے۔ لوگوں سے خطرہ ہے۔ اس لئے موقع کے منتظر ہیں۔ ان سب باتوں
پر جو ذی عقل غور کریگا۔ تو صاف اس نتیجہ پر پہنچیگا۔ کہ یہ امر سیاست رسالتی سے متعلق
ہے۔ اور وہ سوائے نصب جانشین و قائم مقام و حافظ دین اسلام اور کوئی نہ تھا۔

احکام دین و عبادات یا خاص احکام حج پہنچانے میں رسول اللہؐ کو کس سے خوف ہو سکتا تھا؟ جب کہ اسلام غالب آچکا ہے۔ ملک عرب تمام فتح ہو چکا ہے۔ افواج اسلامی سرحد روم تک پہنچ چکی ہیں۔ دنیا میں رعب و دبدبہ اسلام ظاہر ہو چکا ہے۔ اب احکام دین مکہ میں جاری کرنے سے پیغمبر اسلامؐ کو کیا خوف ہو سکتا تھا۔ وہ بھی ایسا کہ خود آپ بھی عمل نہ کریں۔ ضرور یہ ایک ایسا امر تھا جس سے صرف اہل اسلام یعنی منافقین اسلام ہی سے خطرہ تھا۔ جو چاہتے تھے۔ کہ پیغمبر اسلامؐ کی آنکھیں بند ہوں۔ تو ہم اسلام کو پھر مٹا دیں۔ اور اگر کوئی حامی و محافظ اسلام رسول اللہؐ کی جگہ قائم ہو گیا۔ تو ہماری کوشش رائگاں جائیگی۔ اور ان کی سر توڑ اور خفیہ کوشش یہی ہوگی کہ کوئی ایسا شخص جانشین رسول نہ ہو جائے۔ جو مثل رسول غمخوار اسلام ہو۔ جو اسلام کے ایک ایک حرف پر جان فدا کر دے۔ ایک ایک ذرہ ملک اسلام پر کنبہ کو قربان کر دے۔ خود مٹ جائے مگر اسلام کو نہ مٹنے دے۔ ہم بڑے دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ مسئلہ اعلان تقرری ولی عہد خلافت ہی ایسا مسئلہ تھا جس پر تبلیغ رسالت موقوف تھی۔ اور یہ بالکل صاف اور بدیہی ہے۔ کہ دین اسلام قیامت تک کے لئے ہے۔ اور پیغمبر اسلامؐ کو وصال کا حکم ہو رہا ہے۔ پس اگر کوئی داعی اسلام۔ ہادی دین پیشوائے خلق۔ محافظ اسلام۔ مبین قرآن معلم قرآن حقیقی مبلغ اسلام خدائے اسلام اور پیغمبر اسلام کی طرف سے مقرر نہ ہو گیا۔ اور قیامت کے لئے اس کا انتظام نہ کیا گیا۔ تو قیامت دین محمدی کے باقی رہنے کے کوئی معنی ہی نہ ہونگے۔ دین بغیر صاحب دین، علیحدہ کوئی حقیقت نہیں ہے۔ دین صاحب دین کے وجود سے وابستہ ہوتا ہے۔ دین صاحب دین ہی لاتا ہے۔ اور بقائے دین صاحب دین کے ساتھ ہے۔ ہم امتِ محمدی ہیں نہ صاحبِ دین الٰہی۔ اگر صاحبِ دین نہ ہیں۔ تو دین بھی نہیں۔ خود بخود نہ کبھی لوگوں نے آج تک ہدایت پائی۔ اور نہ علوم سیکھے ہیں۔ اور نہ کبھی کسی کتاب اللہ نے خود بخود بغیر مبین و معلم لوگوں کو علوم سکھائے۔ اگر

رسم ولیعہدی کی ضرورت

دیندار بنایا ہے۔ یقیناً ضرورت ہے۔ فطرۃً ضرورت ہے۔ عقلاً ضرورت ہے۔
شرعاً ضرورت ہے۔ انما انت منذر ولکل قوم ھاد کہ قیامت کے لئے
حفاظت اسلام کا انتظام ہو۔ بعد پیغمبرؐ ہادیٔ اسلام نصب کیا جائے۔ اور یہ کام
خدا اور رسولؐ ہی کا کام ہے۔ جس کو ہم باب اوّل میں ثابت کر چکے ہیں۔ ضرور یہی حکم
تھا۔ کہ یہی امر نازل ہُوا تھا کہ سب کچھ ہو لیا۔ سب مشکلیں حل ہو گئیں جب تبلیغ سے
فارغ ہو جاؤ۔ تو قائم مقام نصب کر دو۔ اور ہمارے پاس آ جاؤ۔ بغیر اس کے تکمیل
رسالت نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر خدا نے اپنی طرف سے اور رسول خداؐ نے اپنی زندگی میں
کوئی ہادی اسلام۔ صاحب دین۔ حافظ اسلام مقرر نہیں کیا۔ تو دین محمدی کے بعد محمدؐ
باقی رہنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ کہہ دیجئے۔ کہ دین محمدی انتقال محمدی کے وقت
ان کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ مگر نہیں ایسا نہیں ہے۔ وہ دین کو ساتھ نہیں لے گئے۔
وہ چھوڑ گئے۔ علم دین قرآن ہے۔ اس کو چھوڑ گئے۔ معلم دین ہادی دین اہل بیتؑ ہیں
ان کو چھوڑ گئے۔ اور فرما گئے۔ کہ میں دین و قرآن ساتھ نہیں لئے جاتا ہوں۔ تم میں
دو بڑی چیزیں قرآن اور اہل بیتؑ چھوڑے جاتا ہوں۔ جب تک تم ان سے تمسک
رکھو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ دین قرآن
ہے۔ اور صاحب دین عترت رسولؐ۔ اور علیؑ ان میں مقدم۔ پس اوّل بعد رسولؐ
صاحب دین و حافظ دین و ہادی دین علیؑ ہی ہیں۔ انہی کے نصب کا حکم تھا۔ وزیر
پیغمبرؐ بارِ رسالت بعد پیغمبرؐ اُٹھا سکتا تھا۔ اور انہی کے علی الاعلان و علیٰ رؤس
الاشہاد مقرر و نصب ہو جانے پر الیوم اکملت لکم دینکم الایہ کے معنی صادق
آ سکتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے۔ جس سے رسول اللہؐ کو خطرہ تھا۔ اور رسولؐ جانتے
تھے۔ کہ اسلام میں ایسے لوگ ہیں۔ جو علیؑ سے کاوش رکھتے ہیں۔ اسلام کی بقا نہیں
چاہتے ہیں۔ اور نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ کہ نبوت و خلافت ایک ہی خاندان بنی ہاشم
میں جمع ہو جائیں۔ مگر قدرت یہ کر چکی تھی۔ یہی الفاظ آیت سے مستنبط ہیں یہی اس کا

مقصد ہے۔ اور وہ امر جس کی فعلی تبلیغ کا حکم اس میں ہے "اذا فرغت فانصب" ہے۔ کوئی دوسرا پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اور کسی پر یہ معنی صادق نہیں آ سکتے۔ اور کسی میں خوف نہیں ہو سکتا یہی ہُوا۔ اور ایسا ہی ہُوا۔ رسول اللہؐ نے حج آخری سے

غدیر خم

واپس ہوتے ہوئے تمام مسلمانوں کو جمع کیا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کا مجمع ہُوا۔ پالانوں کا منبر بنایا گیا۔ آخری عام خطبہ پڑھا گیا۔ علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا۔ اور فرمایا۔ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ۔ اے مسلمانو! کیا میں تم پر تمہاری جانوں سے زیادہ متصرف اور ان کا مالک نہیں ہوں؟ سب نے "بلٰی" کہا۔ اور تین دفعہ یہ اقرار کیا۔ پھر فرمایا۔ فَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ "پس جس مسلمان کا میں مولا اور آقا ہوں

اولےٰ و مولےٰ

اس کا یہ علیؑ مولا اور آقا ہے"۔ علیؑ انہی معنی میں مولا ہے۔ جن میں رسول اللہؐ مولےٰ ہیں۔ اور اس کے معنی خدا نے خود بتائے ہیں۔ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم۔ رسول اللہؐ نے انہی معنی کا اقرار لیا ہے۔ اور اسی کا اثبات علیؑ کے لئے کیا ہے۔ ؎

زیں سبب پیغمبرؐ با اجتہاد	نامِ خود وان علیؑ مولا نہاد
گفت ہر کس را منم مولا و دوست	ابن عم من علیؑ مولائے اوست
کیست مولا آنکہ آزادت کند	بند رقیت ز پایت برکند

([illegible])

مولا وہی ہے۔ جو قید جہنم سے آزاد کرا دے۔ اور ہم پچیس دلیلوں سے علیؑ کا مولائے کل و آقائے کل و خلیفہ خدا و خلیفہ رسولؐ ہونا ثابت کر آئے ہیں۔ صرف اس پر ثبوت ولایت موقوف نہیں ہے۔ بلکہ یہ واقع ہے۔ رسول اللہؐ کی طرف سے اس کا اظہار ہے۔ اور آخری اظہار یہ تقرر عملی ہے۔ اور قولی اکثر ہوتا رہا ہے۔ یہ اعلان آج کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ قاعدے کے موافق صرف رسم ولی عہدی پوری کی گئی ہے۔ اور اسی فعلیت کا خدا خواہاں تھا۔ اسی کو "ان لم تفعل" کہہ رہا تھا۔ یہ وہی اعلان خلافت و ولی عہدی علیؑ ہے۔ جو اوّل

روز بعثت ہو چکا تھا۔ جس کو خود مخالفین جانتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا۔ کہ علیؑ ہی ہے کہ بعد میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہے۔ تاویل کا میدان وسیع ہے۔ انکار میں بہت گنجائش۔ انکار کرنے والے تو رسول ہی سے انکار کرتے اور قرآن ہی نہیں مانتے ہیں۔ بہت سے معجزات محمدی کے منکر ہیں۔ خدا نے ابھی تک کسی کی زبان بندی کا حکم نہیں دیا ہے۔ کسی کے منہ پر قفل نہیں لگایا ہے۔ اور نہ کسی کو اعتقاد پر مجبور کیا ہے۔ ہزاروں کے مجمع میں یہ کام ہوا۔ لوگوں نے بیعت علیؑ کی مبارکبادی دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بخ بخ لک یا علی صبحت مولای و مولا کل مومن و مومنۃ۔ مدحیہ قصائد پڑھے گئے۔ حسان بن ثابت نے قصیدہ پڑھا۔ جو اب تک مشہور و معروف اور موجود ہے۔ اور روایات اس باب میں اتنی ہیں۔ کہ ایک کتاب میں کہاں سما سکتی ہیں۔

بعض روایات غدیر خم

حذیفہ بن اسید غفاری صحابی اس کے راوی ہیں۔ جبیر بن مطعم صحابی اس کے راوی۔ سلمان فارسی صحابی اس کے راوی ہیں۔ ابوذر غفاری صحابی اس کے راوی ہیں۔ زید بن ارقم صحابی اس کے راوی ہیں۔ بریدہ صحابی اس کے راوی ہیں۔ ابو طفیل اس کے راوی ہیں۔ اور حضرت علیؑ نے حدیث مناشدہ میں سترہ صحابیوں کے سامنے بعد رسول اللہؐ اس کا اقرار صحابیوں سے لیا ہے۔ ان سترہ صحابیوں نے کھڑے ہو کر علیؑ کے قسمیہ پوچھنے پر شہادت دی کہ روز غدیر رسول خداؐ نے ایسا کیا۔ اور علیؑ کے لئے یہ کہا۔ سہل بن سعد۔ عدی بن حاتم۔ عقبہ بن عامر۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو سعید خدری۔ ابو شریح خزاعی۔ ابو قدامہ انصاری۔ ابو لیلیٰ انصاری۔ ابو الہیثم بن التیہان وغیرہم۔ یہ سب حجۃ الوداع میں اس واقعہ کے وقت شریک تھے۔ اور اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے یہ جشن اور جلسہ دیکھا ہے۔ نوادر الاصول۔ مودۃ القربیٰ۔ ینابیع المودت۔ مشکاۃ شریف۔ حلیۃ الاولیاء وغیرہا کتب موجود ہیں۔

محمد بن الجریر طبری نے پچھتر طریق سے اس حدیث غدیر کو روایت کیا ہے

اور اپنی کتاب الولایت میں جمع کیا ہے۔ محمد بن سعید بن عقدہ نے ایک سو پانچ طریق سے کتاب الموالات میں اس حدیث غدیر کو لکھا ہے۔ اتنے صحابیوں کی شہادت اور ایک سو پانچ دلیلیں کہاں گم کر دی جائینگی۔ کس کس پر خاک ڈالی جائیگی۔ والسلم کا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ اس حدیث کے ذکر میں علماء محققین اہل سنت مثل شیخ امام غزالی نے اٹھائیس اٹھائیس بلکہ اس سے بھی زیادہ جلدیں حدیث ولایت میں لکھی ہیں۔ مگر ہمیں یہاں ان سے کوئی بحث نہیں ہے *

حکمت اللہ

حکمت اللہ کا ہم قرآن سے ثبوت دے چکے ہیں۔ کہ اعلان خلافت الٰہیہ خلقت خلیفہ پر بھی مقدم ہے۔ قبل آدم حضرت آدمؑ کی خلافت کا اعلان کیا گیا۔ اور قبل امت آدم آدمؑ کو خلافت دی گئی۔ اور فرشتوں سے سجدہ کرا کر تعظیم خلافت دلوائی۔ اور ان کی خلافت کو منوایا گیا۔ یا بیعت لی گئی۔ یہ سنت ہمیشہ جاری رہی۔ ہر خلیفہ خدا ہر نبی اپنی حیات میں اپنے بعد آنے والے نبی اور وصی کا اعلان کرتا رہا ہے۔ اور سلسلہ نبوت کے ساتھ سلسلہ وصایت اسی طرح جاری رہا ہے۔ اور پیغمبر مطلق کی ہر ایک نبی بشارت دیتا اور اعلان کرتا آیا ہے۔ پس خلافت سے اعلان خلافت مقدم ہے۔ اور تقرر خلیفہ حیات خلیفہ اوّل و نبی سابق میں ضروری اور مقدم۔ یہ سنت اسلام میں بدل نہیں سکتی۔ اس کی علت بھی ہم بیان کر آئے ہیں۔ رسول اللہ ص و خاتم النبیین سے کیونکر ممکن ہے۔ کہ سنت الٰہی کو بدل دیں۔ یا چند لوگ امت کے مل کر کیونکر ہو سکتا ہے کہ سنت اللہ و سنت الانبیاء کو بدل دیں۔ سنت الٰہی ہے۔ کہ خلافت کا اعلان پہلے سے ہو۔ خصوصاً جبکہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اور قیامت تک کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اور دین کا بقاء خلفاء خاتم النبیین پر ہے۔ سنت الانبیاء ہے۔ کہ اپنے خلیفہ اور وصی کا پہلے سے

حکمت اللہ اور اعلان خلافت

اعلان خلافت سنت اللہ ہے

اعلان کردیں - اگر اسلام میں اس کے خلاف ہو - تو بدعت ہے - ضرور اسلام میں بھی یہ سنت اللہ و سنت انبیاء اللہ جاری رہی - خلافت علیؑ ابن ابی طالب کا اعلان مختلف پہلوؤں سے ہوتا رہا - روز بعثت اوّل ہوا - اور اس کے بعد حجۃ الوداع پر ظاہری تقریر اور فعلی اعلان ہوا - ہاتھ پکڑ کر اور بلند کر کے کل مسلمانوں کو دکھایا گیا - اور بتلایا گیا - رسم ولی عہدی فعلاً بھی پوری کی گئی "فاذا فرغت فانصب" اور "بلغ ما انزل الله الیک الایہ" کی تعمیل ہوئی - اور اس کے ثبوت میں نفس الفاظ آیت ہی کافی ہیں - ہاں عقل ہی نہ ہو - اور یا اس سے کام ہی نہ لیا جائے "فاذا فرغت فانصب" کے یہ معنی گھڑنا کہ "اے پیغمبرؐ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو رنج اٹھا" نہایت لغو ہیں - نہ یہاں نماز کا ذکر ہے - اور نہ نماز کے بعد رنج اٹھانے کے کوئی معنی ہیں - اس میں نبوت اعلاء کلمۃ اسلام اور بعد فراغ نبوت نصب خلیفہ نبی کا ذکر بالکل مناسب اور نہایت موزون ہے - موافق فطرت ہے - مطابق عقل - موافق سنت اللہ ہے - اور کیا چاہیئے - تو دوسری بات ہے - تقلید ضرور آدمی کو اندھا کر دیتی ہے - حب الشی یعمی و یصم محبت آدمی کو اندھا بہرہ بنا دیتی ہے - ہمارے مقدمات و ہدایات کو پیش نظر رکھ کر باب اوّل کو پڑھ کر ثبوت خلافت علیؑ ابن ابی طالبؑ میں غور کیجیئے - تو عین مطابق حق پائیگا - ورنہ "کل حزب بما لدیہم فرحون" "کس نگوید کہ دوغ من ترش است" - دین خدا و رسول سے لینا چاہیئے - نہ کہ دین کے اعتقادات اِدھر اُدھر سے لیکر قول خدا و رسول کی تاویل کرنا اور محمل قیاس و آراء - ان دین الله لا یصاب بالقیاس - دین خدا قیاس سے حاصل نہیں ہو سکتا - واوّل من قاس ابلیس - سب سے پہلے جس نے اجتہادی غلطی کی - اور قیاس سے کام لیا - ابلیس ہے - ورنہ "الحق ابلج" حق کبھی پوشیدہ نہیں ہو سکتا - سب سے زیادہ روشن ہے +

غرض ولی عہد اسلام - شاہزادہ رسالت اور جرنیل اسلام کی عملی ولی عہدی

کی رسم یوں پوری ہوئی - وبلغ الکتاب اجلہ - واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ - بیشک بحالات ظاہری ہی اگر غور کیا جائے - تو علیؑ کی ان خدمات کا کون مقابلہ کرسکتا ہے - علیؑ کی ہی تلوار کے سایہ کے نیچے شجرۂ اسلام نے نشو و نما پائی ہے - اور آئندہ اسلامی ترقی اس کے دنیاوی پھل تھے - جو دوسروں نے کھائے - آج زمانہ محمدی میں علیؑ کی تلوار اسلام کو مستحکم نہ کردیتی - تو بعد رسول اللہ ص اسلام مدینہ کی چاردیواری سے باہر نہ جاسکتا - اور وہی اس کا حقیقی محافظ ہوسکتا تھا - والجنۃ تحت ظلال السیوف +

ابی بکرؓ قبل وفات پیغمبر ص اوران کے کارنامے

حضرت ابی بکرؓ قبل وفات پیغمبر ص

ہجرت سے پہلے حالات تو معلوم ہو ہی چکے ہیں - ہجرت سے اسلامی خدمات خاصہ کا زمانہ شروع ہوتا ہے - اور اس زمانے کو دیکھا جائے - تو حضرت ص کی مدنی زندگی زیادہ سیاسی رنگ لئے ہوئے ہے - بایں معنی کہ اسی دن سے مخالفین اسلام سے مقابلہ و جنگ آزمائی شروع ہوگئی - اور حضرت کی آخری عمر تک یہی سلسلہ رہا ہے - تبلیغ احکام اہل اسلام کو ہوتی رہی ہے - اور اہل اسلام کا اس معیار الٰہی سے امتحان ہوتا ہے - اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا مِنْکُمْ وَیَعْلَمَ الصَّابِرِیْنَ بہشتی مسلمانوں کا معیار الٰہی بہت سی آیتوں میں یہی قرار دیا گیا ہے - کہ دیکھیں کون جہاد کرتا ہے - اور کون جہاد میں ثابت قدم رہتا ہے - اور میدان سے قدم نہیں ہٹاتا ہے - یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰہُ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (سورہ انفال ع ۳) - اے مسلمانو! جب کافر تم پر چڑھ آئیں - تو ان کے مقابلہ میں پشت نہ دو - اور جو شخص پیٹھ پھیر دے - تو وہ مغضوب الٰہی ہے - اور اس کی بازگشت

جہاد سے فرار موجب جہنم ہے

دیندار و دنیادار مجاہدین

جہنم ہے۔ اور بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ سوائے اس کے جو کسی مورچہ کی طرف مُڑے۔ یا اپنی کسی جماعت سے ملنے کے لئے مقام چھوڑے۔ باقی مغضوب الٰہی ہیں۔ اس سے پتہ لگتا تھا۔ کہ بعض دنیا کے لئے جہاد میں جانے لگے۔ اور بعض دین کے لئے۔ منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرۃ۔ مگر جوں جوں اسلام میں دولت بڑھتی جاتی تھی۔ لوگ حب دنیا میں مبتلا ہوتے جاتے تھے۔ ایک وقت وہ تھا۔ ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین الآیہ۔ اگر تم میں سے بیس ثابت قدم ہوں۔ تو دو سو کفار پر غالب آئینگے۔ اور اگر سو ثابت قدم ہوں۔ تو ہزار پر (انفال ۷)۔ آخر زمانہ پیغمبری میں اس حکم میں تخفیف ہو گئی۔ اور ارشاد ہوا۔ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ وَعَلِمَ فِیْکُمْ ضُعْفًا۔ فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ الآیہ۔ اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی۔

حب دنیا ضعف ایمان کا موجب ہے

اور ضعف کو معلوم کر لیا۔ اب اگر تم میں سے سو ثابت قدم ہوں۔ تو صرف دو سو پر غالب آئینگے۔ یا بیس دو سو پر غالب آتے تھے۔ یا سو دو سو پر غالب آتے ہیں۔ پانچ درجہ قوت کم ہو گئی۔ بدر میں کوئی مسلمان نہ بھاگا تھا۔ احد میں سوائے سپہ سالار اور جرنیل کے سب بھاگ گئے۔ خیبر میں بھاگے پسپا ہوئے۔ پیٹھ پھرائی۔ حنین میں بھاگے اور شکست کھائی۔ اور جنگ احد سے ثابت ہے۔ کہ طمع مال اور لوٹ ہی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرۃ۔ غرض یہ اسلام میں جان و مال فدا کرنے کا وقت تھا۔ حضرت ابی بکر کے مال خرچ کرنے کا ذکر تو پہلے آچکا ہے۔ جان فدا کرنے کا یہ موقع تھا۔ اکثر جہادوں میں یہ شریک ہوئے ہیں۔ جنگ احد میں بھی کافی دیر ٹھہرے۔ پہلے چودہ بھاگنے والوں میں سے ایک آپ بھی تھے دوسرے اہم موقع پر یہ البتہ نہ ٹھہر سکے۔ جنگ حنین میں نہ ٹھہر سکے۔ خیبر میں پسپا ہوئے (دیکھو حصہ اول)۔ ملاحظہ ہو جنگ حنین (بخاری شریف میں)۔

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ جان و مال سے جہاد میں شریک ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ رسول خدا صلعم کو ان کے مال سے فائدہ پہنچا۔ آپ کی تجارت اچھی تھی۔ مگر جہادوں میں کسی تاریخ میں یہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ کہ آپ نے فلاں شجاع و بہادر کافر قریش کو قتل کیا۔ اور یہ بھی موقع نہیں ملا۔ کہ کوئی میدان آپ کے ہاتھ رہا ہو۔ ایک مرتبہ یہ شرف حاصل ہوا۔ کہ علمدار بن گئے۔ یعنی خیبر پر۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ حکمت عملی سے واپس بھاگ آئے۔ "والفرار فی وقتہ ظفر" شاید یہیں صادق ہو۔

تاریخ میں رسول اللہ صلعم کی مدنی زندگی کے زمانے میں حضرت ابی بکر کی نسبت اور کوئی خاص امتیازی موقع نظر نہیں آتا۔ ہاں ایک مرتبہ سورہ برأت لے کر مکہ روانہ کئے گئے تھے۔ کہ وہاں جا کر لوگوں پر تلاوت کریں۔ مگر حکم خدا ہوا۔ کہ یہ ان کا کام نہیں ہے۔ اور رسول اللہ ص نے یہ پیغام دے کر واپس بلالیا۔ لایبلغ عنی الا انا او رجل منی۔ تبلیغ گویا مجھے کرنی چاہئے یا اس شخص کو جو مجھ سے ہو۔ حضرت علیؑ بھیجے گئے۔ اور یہ کام بھی انہوں نے انجام دیا (ینابیع المودۃ۔ ترمذی۔ مشکاۃ شریف)۔ یہاں بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ مگر اصل غرض کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ حضرت ابی بکر کی خدمات یہ ہیں۔ جو مذکور ہوئیں۔ مگر جو امتیازات حضرت علیؑ کو حاصل ہیں۔ ان میں حضرت ابی بکر منزلوں دور ہیں۔ ان تمام واقعات

علیؑ کے امتیازات

گزشتہ پر نظر ڈالنے سے ثابت ہے۔ کہ علیؑ "لا فتی الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار" "ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین" کے تمغے پا چکے ہیں۔ عین حقیقت اسلام و مجسمہ دین ثابت ہو چکے ہیں۔ کرار غیر فرار۔ محبّ خدا۔ محبّ رسول اللہ۔ محبوب خدا۔ محبوب محبوب خدا۔ دست خدا اور مالک رایۃ الاسلام بن چکے ہیں۔ وزارت پا چکے ہیں۔ اور

ولی عہدی کی رسم ان کے لئے ادا ہوئی ہے۔ اور مولائے کل کہلائے۔ حضرت ابی بکرؓ کے لئے ان میں سے کوئی خصوصیت بھی نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ کوئی موضوع اور مجہول روایت بھی ایسے اختیارات کی بابت نہیں ہے +

پس حضرت ابی بکر اس زمانے میں ایک حاضر باش ہم صحبت۔ ساتھی اور ادنے خادم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور حضرت علیؑ ایک نہایت معزز۔ مفتخر۔ ذی اقتدار جرنیل اور با اختیار وزیر کی اعلےٰ شان رکھتے ہیں۔ البتہ علیؑ نبیؐ کے داماد ہیں۔ اور حضرت ابی بکرؓ سسر۔ لہذا رشتہ ان کا بڑا ہے۔ اور سالے سسر دل کی خاطر بھی خاص ہوا کرتی ہے۔ لیکن شاعرانہ خیال کچھ اور ہی کہتا ہے۔ ع

مگر اپنے سے بہتر دیکھ کر داماد کرتے ہیں

حضرت علیؑ بعد وصال محمدیؐ تا آخر عمر

اس مقام پر تو دفتر کے دفتر چاہئیں۔ اور اس لئے کتاب کا اقتضاء یہ ہے۔ کہ یہاں بہت اختصار سے کام لیں +

اس عرصے میں سب سے پہلا واقعہ انتقال پُرملال محمدی ہے۔ اسلام پر

حضرت علیؑ اور رسولؐ اللہ کی آخری خدمت

آفت کا وقت ہے۔ آفتاب رسالت غروب ہو چکا ہے۔ ایسے وقت میں اہل درد اہل ایمان کی جو کچھ حالت ہو۔ وہ کم ہے۔ موقع متقضی ہے۔ کہ اس وقت انہیں کسی طرف کا ہوش نہ رہے۔ اور کل مسلمان با گریہ و بکا میں مصروف ہوں۔ یا پیغمبرؐ اسلام کی آخری خدمت میں۔ کل اہل اسلام جانتے ہیں۔ کہ مردے کی تجہیز و تکفین کل اہل اسلام پر فرض کفائی ہے۔ خواہ کوئی مسلمان ہو۔ پھر کیا حکم ہوگا

خود پیغمبر اسلامؐ کی تجہیز و تکفین کا؟ اس وقت سب سے اہم و اقدم فرض صرف تجہیز و تکفین و تدفین پیغمبرؐ ہی ہے ۔ علیؑ ایسے ہی ثابت ہوئے ۔ سب کچھ بھول گئے ۔ اور اس فرض کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے ۔ اور صحابہ کرام سقیفہ بنی ساعدہ میں بادشاہت اسلام کا فیصلہ حسب دلخواہ خود کرنے جمع ہو گئے ۔

حضرت علیؑ خبر ہونے پر بھی اُدھر نہ گئے ۔ ممکن ہی نہ تھا ۔ کہ پیغمبر اسلامؐ کا جنازہ پڑا ہوا چھوڑ کر فدائی اسلام بادشاہت کی فکر میں لگ جائے ۔ کیونکہ یہ ملک طبعی نہیں ۔ ملک سیاسی نہیں ۔ ملک شرعی ہے ۔ اور شریعت صاحب شریعت کو بے گور و کفن چھوڑنے کی کب اجازت دیگی ۔ غرض علیؑ ادھر مصروف ہوئے ۔ اور صحابہ اُس طرف ۔ اور وہاں کامیابی حاصل کی +

علیؑ اور جمع و ترتیب قرآن

دُوسرا فرض

دُوسرا فرض علیؑ کا یہ تھا ۔ کہ اسلام کے جواہرات نفیسہ یا رسول اسلامؐ کے دل کے ٹکڑے یعنی اوراق قرآنی کو بترتیب تنزیل ایک جگہ مدون و مرتب و جمع کریں ۔ چنانچہ مشہور و معروف ہے کہ حضرتؑ نے بار بار فرمایا ۔ کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لونگا ۔ کندھے پر چادر نہ ڈالونگا ۔ اور باہر نہ نکلونگا ۔ (البرہان میں بحث جمع قرآن و تحریف قرآن مفصل ہے) +

فرائض خلافت اور علیؑ

اس کے بعد **تیسرا فرض** فرائض خلافت کو ادا کرنا تھا ۔ مگر حالات بدل چکے تھے ۔ سقیفہ میں بیعت و مسئلہ حکومت اسلام بقول حضرت عمر فلتۃً طے ہو چکا تھا (حصہ اوّل و دوم مع حوالہ ملاحظہ ہوں) ۔ اور اس لئے فطرۃً ادائیگی فرائض میں تغیر ضروری تھا ۔ سیاست اسلام ہاتھ میں نہ رہی تھی ۔ آ ۔ احکام کا اجرا اور انفاذ کلی اختیار میں ہوتا ۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی خدمت دین و اسلام کی ہو سکتی تھی کرتے رہے ۔ ہمیشہ اپنے علم و فضل و کمال سے اسلام و پیغمبر اسلامؐ کی تصدیق کرتے رہتے ہر ایک منکر و مخالف کو جواب دیتے تھے اور خاموش خدمت کرتے تھے ۔ جو سوال ہوتا جواب دیتے ۔ قولاً اور فعلاً ثابت کرتے ع

علیؑ ہر حال میں اسلام کے حامی رہے

"سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے"

چونکہ محافظ اسلام حقیقی تھے۔ کبھی اگر ان بن جانے والے بادشاہان اسلام نے مشورہ لیا۔ تو بہترین مشورہ دیا۔ عمر بیت المقدس کے حملہ کے وقت خود جانے لگے۔ تو فرمایا۔ مناسب نہیں۔ کہ بادشاہ خود جائے۔ تم بعد فتح جانا۔ سرداران لشکر کو بھیجو۔ ہر ایک اہم علمی مسئلہ اور قضیہ میں یہ شاہان اسلام علیؑ ہی سے مدد لیتے تھے۔ اور بیسیوں مرتبہ حضرت عمر کو یہ کہنے کا موقع ملا "لولا علیؑ لھلک عمر"۔ "اگر علیؑ نہ ہوتے۔ تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ آپ حقیقی محافظ اسلام و ہادی دین تھے۔ ان کا فرض ہے۔ کہ جس صورت سے ممکن ہو۔ اسلام کو کوئی فائدہ ان کی ذات سے پہنچ جائے۔ وہ ہدایت خلق کے موقع پر یہ نہیں دیکھتے تھے۔ کہ یہ عمر ہے یا بکر ہے۔ زید ہے یا خالد ہے۔ ہادی کو اس سے کیا۔ ہاں جو بات ان کی استطاعت میں نہ رہی تھی۔ اس سے معذور تھے۔ یہ تو وہ زمانہ ہے۔ کہ اسلام میں پہلے تین بادشاہوں کی حکومت تھی۔ عثمان محصور ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اور محصوریت کے زمانے میں ان پر اہل مدینہ نے پانی بند کر دیا۔ چونکہ شرع محمدی میں یہ امر ناجائز ہے۔ حضرت علیؑ نے حسنینؑ کے ہمراہ پانی ان کو پہنچوایا۔ اور اسی واسطے کہا ہے۔ اور کہنے والا بھی مروان ہے۔ کہ سب سے زیادہ عثمان سے دشمنوں کو دفع کرنے والے علیؑ ہی تھے (النصائح الکافیہ)

ہادیٔ دین کسی سے ذاتی عداوت نہیں رکھتا

کیونکہ ہادی دین و پیشوائے خلق کو کسی سے کبھی ذاتی عداوت نہیں ہوتی ہے۔ وہ تو دین ہی کو مقدم رکھتا ہے۔ محبت بھی دینی ہوتی ہے عداوت بھی دینی۔ الحب للہ و البغض للہ۔ اگر یہ لوگ غالب آ گئے تھے۔ اور حکومت اسلام لے بیٹھے تھے۔ تو انہوں نے اپنا ہی کچھ بگاڑا نقصان اسلام کا۔ کہ اگر اسلام ہی کی حکومت کی باگ ایک **شجاع عالم اور عالم علم لدنی نفس رسول و جرنیل اسلام کے ہاتھ میں ہوتی۔ تو خدا جانے وہ کہاں سے کہاں پہنچتا۔** اور ترقی کرتا۔ علیؑ کا ذاتی اس میں کوئی نقصان نہ تھا۔ اگر وہ چاہتے تھے۔ تو ہدایت خلق جواب بھی کر رہے تھے۔

علیؓ اور باغیوں کی اصلاح

اس صورت میں اور زیادہ کر سکتے۔ کیونکہ اس وقت قوت امضائیہ تھی۔ مگر قوت اجرائیہ آپ کے ہاتھ میں نہ تھی حجت ظاہری تمام نہ ہوئی تھی۔ حضرت عثمان کے قتل کے بعد لوگوں نے حسب عادت آپ پر اجماع کیا۔ مگر حاسدین نے اب بھی آرام نہ لینے دیا۔ اوّل طلحہ و زبیر نے نکثِ بیعت کیا۔ اور حضرت ام المومنین عائشہ کو سردار لشکر بنا کر بصرہ میں مدمہ لگایا۔ علیؑ کو نہیں دبانا ضروری تھا۔ کہ اندرونی فساد بیرونی سے ہمیشہ موثر ہوا کرتا ہے۔ آخر جنگ فتح کی۔ جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ پھر امیر شام نے خلاف کیا اور مقابلہ کے لئے فوج جمع کی۔ اور خون عثمان کے بہانے سے لڑنا شروع کیا۔ اور اپنے لئے علیحدہ بیعت لی۔ جنگ صفین مشہور و معروف ہے۔ ابو موسےٰ اشعری کی حماقت اور عمرو عاص کی شرارت سے انگشتری کا ادل بدل ہوا۔ اور اس حیلہ سے معاویہ کی عام خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ علیؓ کے لشکر میں نفاق پیدا ہو گیا۔ اور یہیں سے خارجیوں کا فرقہ پیدا ہوا۔ اور پھر نہروان میں حضرت ان سے لڑے اور زیر کیا۔ اور ناکثین بیعت قاسطین و ظالمین اسلام اور مارقین عن الاسلام سے لڑے۔ اور اس وقت بھی حق جہاد فی سبیل اللہ ادا کیا۔ اور منہاج نبوت کو ملحوظ رکھا جب تک کہ دوسری طرف سے چڑھائی نہیں ہوئی۔ آپ نے فوج کشی نہیں کی تینوں جہاد دفاعی تھے جیسے کہ رسولؐ اللہ کے۔ اور آخر کار ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۴۰ھ میں مسجد میں شہادت پائی ع

"کعبہ میں ولادت ہوئی مسجد میں شہادت"

غرض اوّل الذکر کی نسبت بیان سابق سے معلوم ہو ہی چکا ہے۔ کہ آپ پیغمبر اسلامؐ کی آخری خدمت سے محروم ہے۔ اپنی بادشاہت کے

حضرت ابی بکر بعد وصالِ محمدیؐ تا آخر عمر

اول فتنۂ اسلام اور اس کی اصلاح

زمانے میں کچھ ایسے خاص کام نہیں کئے جو نمایاں ہوں۔ کیونکہ زمانہ بہت قلیل تھا۔ صرف ایک ہی اہم واقعہ ہے یعنی جس کو قتال اہل الردہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کہ کچھ اہل مدینہ نے آپ کو مال زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور وہ یہ کہتے تھے۔ کہ ہم سے نماز

بابت اتحاد حضرت ابوبکر و عمر

قبول کرلو۔ زکوٰۃ نہ لو۔ مسلمان تھے۔ مگر آپ کو مستحق مال زکوٰۃ نہ جانتے تھے۔ اور خلیفہ تسلیم نہ کرتے تھے۔ آپ نے ان کی تنبیہ کے لئے قتال و جدال کا ارادہ کیا۔ کل صحابہ نے رائے دی۔ کہ ایسا نہ کرو۔ حتیٰ کہ حضرت عمر نے بھی منع کیا۔ مگر آپ نہ مانے (تاریخ تمدن اسلام)۔ باقی خلافت کا کام زیادہ تر حضرت عمر ہی انجام دیتے تھے۔ اور ان کو خود اس کا اقرار تھا کہ خلیفہ عمر ہی ہیں۔ چنانچہ کتاب **ادب الدنیا والدین** میں ہے کہ آپ نے خالد بن ولید کو ایک جاگیر کا قبالہ لکھا۔ جس میں حضرت عمر کی بھی گواہی ضروری تھی۔ سب نے گواہی کردی۔ عمرؓ نے نہ کی۔ اور ٹلا دیا۔ تو وہ چل کر حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ کہ میں نہیں جانتا۔ کہ خلیفہ آپ ہیں۔ یا عمرؓ۔ آپ نے ایک چیز دی اور وہ نہیں دینے دیتے۔ اور دستخط نہیں کرتے۔ کہا۔ **خلیفہ وہی ہیں لیکن وہ میں ہوں**۔ یہاں بھی کوئی امتیاز حضرت ابی بکرؓ کو امیر المومنین قائد الغر المحجلین یعسوب الدین علیؑ ابن ابی طالبؑ پر ظاہر نہیں ہوا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ ابوبکر نے اہل ردہ کو (گو وہ در اصل مرتد نہ تھے) قتل کیا۔ تو علیؑ نے قطعی ناکثین و قاسطین و خارجین کو قتل کیا۔ ورنہ خدا جانے کیا ہوتا۔ اور اسلام کیا انقلابی حالت پیدا کرتا۔ اور اس کے علاوہ جو کچھ خدمات دینی حضرت علیؑ نے بوریے مسجد اور اپنے حجرے میں بیٹھ کر ادا کیں ہیں۔ وہ حضرت ابوبکر کے کارنامہائے مسند خلافت سے کہیں زیادہ ہیں اور حضرت عمر نے سیکڑوں مرتبہ اس کا اقرار کیا ہے۔

علیؑ کے اوصاف ایسے نہیں ہیں۔ جو تحریر کے احاطہ میں محدود و محاط ہو سکیں

فضائل و کمالات علیؑ اور اسلامی خدمات

ان کی فصاحت و بلاغت کو دیکھیں۔ جس میں فصحاء و بلغاء دہر متحیر ہیں۔ اور اس فصاحت سے کلام کا ہر فقرہ اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ شجاعت و نجدت کو دیکھیں۔ کہ بڑے بڑے شجاعان عرب

لوہا مانے ہوئے ہیں۔ اور آپ اشجع العرب مشہور و معروف ہیں۔ پہلوان ہوں مگر علیؓ کے مقابل کوئی نہیں کھڑا ہو سکتا۔ ہ

پہلواں اپنے مقاموں پہ اکڑ لیتے ہیں
جب سُنا نام علیؓ کان پکڑ لیتے ہیں

کرم و سخاوت کو کہیں کہ اونٹوں کی قطار کتب سیر کے حروف کی صفوں میں ابتک صاف نظر آ رہی ہے۔ پشت مبارک پر اس بار کی وجہ سے جو پشت پر بیواؤں یتیموں اور مسکینوں کے لئے اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اور تقسیم فرماتے تھے۔ اور بیواؤں کے پانی کی مشکیں اٹھا کر لے جاتے تھے۔ زخموں کے نشان اب تک عارفین و کاملین کے مشاہدے میں آ رہے ہیں۔ اور اہل کشف صاف معائنہ کر رہے ہیں۔ زہد و تقوٰے پر مسجد کوفہ کے بوریے اور ستوؤں کی تھیلی سر بمہر شہادت دے رہی ہے۔ دنیا کو بارہا طلاق دی ہے۔ علم و حکمت کا ذکر کریں۔ جس کے چشمے تمام عالم میں ابتک جاری ہیں۔ اور اپنے پرائے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ دشمن و دوست اقرار کر رہے ہیں۔ علماء و فقہاء۔ عارفین و کاملین لطف اٹھا رہے ہیں۔ دشمن اس کی تعریف و توصیف و تمجید پر مجبور ہیں۔ صاحب مطالب السئول لکھتے ہیں۔ کہ ایک روز معاویہ نے ضرار بن صرد سے کہا۔ کہ علیؓ کی کچھ توصیف کر۔ کہنے لگا۔ مجھے اس سے معاف رکھ۔ کہا نہیں۔ کچھ توصیف کر۔ کہا معاف کر۔ کہا نہیں ضرور کچھ کہو۔ کہا۔ پھر جو کچھ مجھے معلوم ہے۔ کہوں؟ کہا۔ ہاں کہو۔ قال واللہ کان علیہ السلام بعید المدیٰ شدید القویٰ یقول فصلا و یحکم عدلا یتفجر العلم من جوانبہ و تنطق الحکمۃ من نواحیہ یستوحش من الدنیا و زھرتھا و یستانس باللیل و ظلمتہ کان واللہ غزیر الدمعۃ طویل الفکرۃ یقلب کفیہ و یخاطب نفسہ یعجبہ من اللباس ما خشن و من الطعام ما خشب و کان واللہ کاحدنا یجیبنا

علیؓ کے اوصاف معاویہ کے دربار میں

اذا سئلناہ وینبئنا اذا اتیناہ ویاتیناہ اذا دعوناہ ونحن واللہ مع تقریبہ لنا وقربہ منا لا نکلمہ لھیبتہ ولا نبتدیہ لعظمتہ ان تبسم فعن اللؤلؤ المنظوم یعظم اھل الدین ویحب المساکین لا یطمع القوی فی باطلہ ولا ییئس الضعیف فی عدلہ فاشھد باللہ لقد رایتہ فی بعض مواقفہ وقد ارخی اللیل سجوفہ وغارت نجومہ وقد مثل فی محرابہ قابضا علی لحیتہ یتململ تململ السلیم ویبکی بکاء الحزین وکانی اسمعہ وھو یقول یا دنیا یا دنیا ابی تعرضت ام الی تشوقت ھیہات ھیہات غری غیری قد اینتک ثلاثا لا رجعۃ فیک فعمرک قصیر وعیشک حقیر وخطرک کثیر آہ آہ من قلۃ الزاد وبعد السفر ووحشۃ الطریق قال فذرفت دموع معاویۃ علی لحیتہ فما یملکھا وھو ینشفھا بکمہ وقد اختنق القوم بالبکاء فقال معاویۃ رحم اللہ ابا الحسن کان واللہ کذالک وقال فکیف حزنک علیہ یا ضرار قال حزن من ذبح ولدھا فی حجرھا فلا ترقاء عبرتھا ولا یسکن حزنھا۔

خلاصۂ ترجمہ۔ اے معاویہ! خدا کی قسم علیؑ نہایت ہی جری۔ بہادر۔ شدید القوت تھے۔ دوٹوک بات کہتے تھے۔ ہمیشہ عدل و انصاف سے حکم دیتے تھے۔ علم کے چشمے ان کے پہلوؤں سے نکلتے اور بہتے تھے۔ اور حکمت ہر طرف سے بولتی تھی۔ وہ دنیا سے اور اس کی زیب و زینت سے وحشت کرتے تھے۔ رات اور اس کی تاریکی سے مانوس تھے (شب تاریک میں عبادت و مناجات ہی کو پسند کرتے تھے)۔ خدا کی قسم بہت رونے والے اور بہت زیادہ سوچنے والے۔ ہاتھ ملتے تھے اور اپنے نفس سے خطاب کرتے تھے۔ اور سمجھاتے تھے۔ لباس کھردرا پسند تھا اور کھانا خشک۔ بن چھنے آٹے کی روٹی کھاتے اور بغیر صاف کئے ہوئے ستو پیتے تھے۔ اور ہمارے

ساتھ اس طرح ملتے تھے۔ کہ گویا ہم میں سے ہی ہیں۔ کچھ غرور و تکبر اپنی بڑائی اور بزرگی اور فضیلت کا نہ کرتے تھے۔ جب ہم پوچھتے۔ تو جواب دیتے۔ جب ان کے پاس آتے۔ تو خود ابتدا کرتے۔ جب ہم بلاتے۔ تو آجاتے۔ اور باوجود اس قرب و محبت کے ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم ان سے بات نہ کر سکتے تھے۔ اور ان کی عظمت و جلالت کی وجہ سے ان سے بولنے میں ابتدا نہ کرتے تھے۔ اگر مسکراتے تو دندان مبارک موتی کی لڑی معلوم ہوتے۔ دینداروں کی عزت کرتے مسکینوں کو دوست رکھتے۔ وہاں کوئی قوی باطل کی طمع نہ کر سکتا تھا۔ اور ضعیف عدل اور انصاف سے مایوس نہیں ہوتا تھا۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ میں نے ان کو بعض موقعوں پر دیکھا ہے۔ جب رات کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور ستارے ڈوبے ہوئے تھے۔ اور آپ محراب عبادت میں کھڑے تھے۔ ریش مبارک ہاتھ میں۔ اور اس طرح تلملا اور رو رہے تھے۔ جیسے کہ سانپ کا کاٹا ہوا تلملاتا ہے۔ اور جیسے کوئی سخت مصیبت زدہ روتا ہے۔ اور گویا اب تک میرے کان میں آواز گونج رہی ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔ اے دنیا! اے دنیا! کیا مجھ سے متعرض ہوئی ہے۔ اور اپنا شائق و شیفتہ بنانا چاہتی ہے۔ ہیہات ہیہات۔ بہت بعید ہے۔ کسی اور کو دھوکا دے۔ میں تجھے تین بائین طلاقیں دے چکا ہوں۔ اور کبھی تیری طرف رجوع نہ کرونگا۔ تیری عمر کوتاہ ہے۔ تیرا عیش حقیر ہے۔ اور خطرات کثیر۔ آہ! آہ! توشہ کم ہے۔ سفر دور و دراز اور راہ وحشتناک۔ راوی کہتا ہے۔ کہ یہاں تک ضرار پہنچے تھے۔ کہ معاویہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور ڈاڑھی پر گرنے لگے۔ وہ ضبط نہ کر سکتا تھا۔ اور آستین سے آنسو پوچھتا جاتا تھا۔ اور تمام حاضرین رونے روتے بیتاب ہو گئے۔ اور ان کے دم گھٹنے لگے۔ پس معاویہ نے کہا۔ اے ضرار! خدا کی قسم ابو الحسن علیؑ ابن ابی طالبؑ ایسے ہی تھے۔ خدا ان پر رحم کرے۔ اے ضرار ان کے فراق میں تمہارا غم و حزن کیسا

ہے؟ عرض کیا۔ ایسا۔ ایسا کہ کسی عورت کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر ڈالا جائے۔ بس اس کے افسوس رنگ ہوں۔ اور اس کو غم وحزن سے تسلی نہ آتی ہو +

ایسی مثالیں ہزاروں ہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ کہ آپ عبادت الٰہی میں ایسے مصروف ہوتے تھے۔ کہ جب آپ سجدہ میں جاتے تھے۔ تو دنیا ومافیہا کو بھول جاتے تھے۔ اور اکثر شبہ ہو جاتا تھا۔ کہ علیؑ نے دنیا سے انتقال کیا حدیث ابو درداء اس باب میں مشہور ومعروف ہے۔ کہ علیؑ سجدہ میں تھے۔ اور ان کو انتقال کا شبہ ہو گیا تھا۔ بعض حالات محمدیؐ ہم باب اول میں لکھ چکے ہیں۔ علیؑ کو دیکھ کر اسوۂ حسنہ محمدیؐ کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ اور کل فضائل واوصاف وکمالات میں علیؑ آئینہ محمدیؐ نظر آتے ہیں۔ جو کچھ نبیؐ میں دیکھنا چاہو۔ وہ ولی وصی میں دیکھ لو۔ بلکہ نبی چونکہ مجمع اوصاف انبیاء تھے۔

حسن یوسفؑ دم عیسٰےؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

علیؑ اور جملہ اوصاف انبیاءؑ

آپ کی شان تھی۔ اور علیؑ نبیؐ کا نمونہ۔ پس جو کچھ تمام انبیاء میں دیکھنا چاہو۔ وہ علیؑ میں دیکھ لو۔ چنانچہ امام البیہقیؒ فضائل الصحابہ میں روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ جو چاہے۔ کہ آدم کو ان کے علم میں۔ نوح کو ان کے تقوے میں۔ ابراہیم کو ان کے حلم میں۔ موسےٰ کو ان کی ہیبت میں۔ عیسےٰ کو ان کے زہد وعبادت میں دیکھے۔ پس اس کو چاہیئے۔ کہ وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو دیکھے۔ لاریب۔ علیؑ مجمع اوصاف وکمالات انبیاء ہیں۔ بلکہ فخر الانبیاءؑ ہیں۔ اور ولی اللہ المطلق امام الناس ہادی الخلق کی یہی شان ہے۔ اب کونسی صفت رہ گئی ہے۔ کہ جو علیؑ کے لئے ثابت کی جائے۔ بلا شبہ علیؑ سوائے محمد مصطفےٰؐ کل انبیاءؑ سے افضل ہیں +

"عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" کی حقیقت اور "اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا" کے اسرار میں غور کیجئے۔ اور اسرار

علم علیؑ اور خدمات اسلام

علیؑ کی علمی خدمات

امامت کو پہچانئے۔ خلافت محمدیہ۔ تبلیغ احکام محمدی۔ تعلیم واشاعت علوم قرآنی وہدایت خلق خدا وسیاست امت محمدیہ کا نام ہے۔ علیؑ کو ایک مدت گوشۂ عزلت میں بٹھا دئے گئے ہیں۔ مگر اس فرض سے کبھی غافل نہیں رہتے۔ اور ہمیشہ چشمہائے علم وحکمت آپ ہی سے جاری ہوتے رہے علماء کا اتفاق ہے۔ کہ کل علوم اسلامی اصولاً وفروعاً علیؑ کی طرف منسوب ہیں +

علم الکلام

علم اصول کے حاملین متکلمین کہلاتے ہیں۔ اور علم کلام میں چار فرقے ہیں۔ شیعہ امامیہ۔ معتزلہ۔ اشاعرہ اور خارجیہ۔ شیعہ تو ظاہر ہے اور مسلم ہے کہ کل علوم ومعارف کو اسی جناب اور اس کی اولاد طاہرینؑ ہی سے لیتے ہیں۔ اور معتزلہ صاف صاف اپنے کو علیؑ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اشاعرہ کے اول عالم علم کلام ابوالحسن البصری ہیں۔ وہ ابو علی جبائی کے شاگرد تھے۔ اور ابو علی جبائی اپنے کو صاف علیؑ کی طرف منسوب کرتے اور آپ ہی کا شاگرد بتلاتے ہیں۔ اور خوارج علیؑ ہی سے جدا ہوئے ہیں۔ اور ان کے بزرگ تلامذہ علیؑ ہی تھے۔ دشمن ہو کر الگ ہو گئے۔ اور علم کلام علم التوحید۔ علم القضاء والقدر۔ علم النبوات۔ علم المعاد وعلم احوال القیامت کو شامل ہے۔ اور ان تمام علوم میں جو کچھ ہے۔ وہ علی علیہ السلام سے ہے۔ اور اس قدر تفصیلات حقائق علوم مذکورہ ہیں۔ کہ کتابیں پُر ہیں۔ اور ایک ایک فقرہ کی تفسیر میں علماء متحیر ہیں۔ ایک ایک خطبہ میں حضرتؑ نے ڈیڑھ ڈیڑھ سو صفات باری تعالےٰ بیان کی ہیں۔ جو کل صرف اسی ذات واجب الوجود سے خصوصیت رکھتی ہے۔ اور کل ماسوائے سے ممتاز دکھاتی ہیں۔ اور حقائق

زمین و آسمان و موجودات ارضی و سماوی و کائنات الجو و علوم بواطن زمین و آسمان کو اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ گویا آپ کھڑے ہو کر ان کی خلقت کو دیکھ رہے اور کل حقائق کا اس وقت بھی مشاہدہ و معائنہ کر رہے ہیں۔ اور عرب کی کھجوریں گویا انکی سب سے زبردست رصدگاہ (اوبزرویٹری) ہیں۔ جہاں سے کل اجرام سماوی کی حرکات و سکنات و اقترانات اور ان کے آثار و خواص کا مطالعہ کرتے ہیں۔ نہیں لوح محفوظ سامنے ہے۔ اور اس کو پڑھ رہے ہیں نہیں بلکہ قلب ولی اللہ لوح محفوظ حقیقی ہے۔ محل مشیت الٰہی ہے۔ نہیں بتصدیق علماء اسلام ان کے بچے لوح محفوظ پڑھتے ہیں۔ بیشک منتہائی علم معرفت و کشف یہی ہے۔ اور یہ اسی کی شان ہو سکتی ہے۔ جو مقام معرفت میں یہاں پہنچا ہوا ہو۔ کہ مجمع مخالفین میں پکار کر کہدے۔ "لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا" اگر پردہائے حواجب مادیہ و غواشی طبیعہ میرے سامنے سے اٹھا دئے جائیں۔ تو میرے علم الیقین میں کچھ زیادتی نہ ہوگی کشف نام کے درجہ کو میں اس عالم مادی میں پہنچا ہوں یہی ہے مہیمن اللہ علی الخلائق و امینہ علی الحقائق +

علم الفروع میں منبع علوم علیؑ ہی ہیں۔ علم الفرائض جو نصف العلم ہے۔ آپ ہی سے پھیلا اور منتشر ہوا ہے۔ علم تفسیر کی ابتدا عبداللہ بن عباس سے ہے۔ اور آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ علم القراۃ کا سب سے بڑھ کر عالم عاصم ابن ابی النجود ہے۔ اور وہ شاگرد ہے عبدالرحمن کا۔ اور عبدالرحمن علیؑ کا۔ علم النحو کے موجد آپ ہی ہیں۔ اور مسلم ہے۔ کہ ابو الاسود الدؤلی کو آپ نے اس کے اصول تعلیم دئے۔ علم الفصاحت و البلاغت آپ سے خاص طور سے مخصوص ہے۔ اور ثبوت کے لئے ایک کتاب نہج البلاغہ کافی ہے۔ جس کے حقائق کی تفسیر میں بڑے بڑے فصحاء و بلغاء اپنے عجز و قصور کے معترف

علم الفروع

علم نحو

علم فصاحت و بلاغت

علم تزکیۂ نفس

ہیں۔ علم تصفیۃ الباطن وتزکیۃ النفوس آپ ہی کا حق ہے۔ اور کل علماء و
عارفین قائل ہیں۔ کہ کمال معرفت کی ابتدا و انتہا علیؑ سے ہے۔ اور علم التذکیر
بایام اللہ ونحوست وسعادت ایام وسنین و شہور وساعات علیؑ ہی سے
پھیلا ہے۔ صوفیوں کے اصولاً پانچ فرقے ہیں۔ اور پھر ان کی آگے شاخیں۔
قلندریہ۔ قادریہ چشتیہ۔ سہروردیہ اور نقشبندیہ۔ اور سب تحصیل معرفت وکشف
میں علیؑ کرم اللہ وجہہ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ سلسلہ قادریہ اپنے سلسلے

علم معرفت واسرار معرفت

سے معروف کرخی پر منتہی ہوتا ہے۔ اور معروف کرخی اپنے فیوض کے سلسلہ
سے حسن بصری سے بیعت رکھتے ہیں۔ اور وہ حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں۔ نیز
معروف کرخی امام رضا علیہ السلام سے لیتے ہیں۔ وہ حضرت بتوالد و حضرت
علیؑ سے چشتیہ سلسلہ عبدالواحد بن زید سے متصل ہے۔ اور وہ حسن
بصری سے۔ اور وہ علیؑ سے۔ سہروردیہ سلسلہ بھی دوسرے سلسلہ سے
معروف کرخی کی طرف منسوب ہے۔ اور وہ امام علیؑ کرم اللہ وجہہ سے متصل ہے
ہی۔ نقشبندیہ خواجہ بایزید بسطامی سے ہے۔ اور وہ حضرت صادقؑ سے
اور وہ بسلسلہ آباء طاہرین علیؑ سے۔ قلندریہ سلسلہ خواجہ عبدالعزیز مکی
سے ہے۔ اور وہ حضرت علیؑ سے لینے والے ہیں۔ غرض تمام علوم باطنیہ
وغیرہ اور اسرار کشف وشہود حضرت علی علیہ السلام ہی سے منکشف ہوئے۔
اور اس مظہر رب العالمین کا ہی فیض ہے۔ جس صورت سے بھی کسی کو پہنچتا
ہو۔ لوگوں نے اپنی طرف سے جو بدعات پیدا کر لی ہیں۔ ان کا اس جناب سے
کوئی تعلق نہیں ہے۔ جہاں کہیں کچھ کمال معرفت ہے۔ وہ فیض ولی اللہ ہی کا ہے۔

علم زہد

علم الزہد والورع کے راس رئیس ابوذر غفاری ہیں۔ اور وہ حضرت کے ادنے
شاگرد تھے۔ علم الاخلاق میں حضرت بعثت لاتمم مکارم الاخلاق کی پوری پوری
تفسیر تھے۔ علم تہذیب الاخلاق کا گویا شعبہ ہے۔ جس میں علیؑ کے علم کا جلوہ

نہ ہو۔ اور آپ کی تحقیق اور علمی نموتہ اس میں شامل نہ ہو خلاصہ یہ ہے۔ کہ قرآن جامع جمیع علوم شرعیہ و علوم لسانیہ و علوم معارف و علوم حقائق و علوم حکمیہ و علوم بواطن ہے۔ اور علیؑ اس کے استاد الکل فی الکل۔ دنیا میں کل علوم کے اصول کلمات علیؑ میں موجود ہیں۔ اور بہت سے علوم کی بہت سی تفصیلات بھی۔ علم الطبیعات۔ علم ما بعد الطبیعہ۔

فہرست علوم

علم الخلقت و بدو آفرینش۔ علم تکون العالم۔ علم ہیئۃ العالم۔ علم فطرت و خلقت انسان۔ علم الارواح۔ علم النفس۔ علم الدہور۔ علم الحکمت۔ علم الافلاک والہیئۃ۔ علم النجوم۔ علم المناظر والمرایا۔ علم الاکر۔ علم کرہ متحرکہ۔ علم کائنات الجو۔ علم الہوا۔ علم المیاہ۔ علم کائنات المیاہ۔ علم نوامیس المیاہ۔ علم میاہ البحر۔ علم الجراثیم۔ علم تکون الارض۔ علم اقطاع و بقاع الارض۔ علم طبقات الارض۔ علم التشریح۔ علم تشریح الانسان۔ علم الحیوانات۔ علم النباتات۔ علم الاسباب والعلل۔ علم حشرات الارض۔ علم الاقوام۔ علم الانساب۔ علم العادات والاخلاق۔ علم الفراستہ۔ علم الکیمیا۔ علم النور۔ علم الاصوات۔ علم الالوان۔ علم الالسنہ۔ علم العرافۃ۔ علم الغایات۔ علم الاعضار۔ علم الطب۔ علم التشخیص۔ علم امور عامہ۔ علم الادویہ۔ علم النقد والانتقاد۔ علم المعدن والمدنیات۔ علم جر ثقیل۔ علم الجبال۔ علم المساحہ۔ علم اقلیدس۔ علم الحساب۔ علم الہندسہ۔ علم المثلثات۔ علم الجبر والمقابلہ۔ علم المنطق۔ علم التعلیم والتربیت۔ علم تقویم البلدان۔ علم الفلاحت۔ علم الریاحین۔ علم الانسان۔ علم الصنعت۔ علم صنائع الید۔ علم تدوین الحساب۔ علم العروض والقوافی۔ علم المجاز والاستعارہ۔ علم الاقتصاد۔ علم الاقتصاد السیاسی۔ علم فلسفۃ التاریخ وغیرہا من العلوم والفنون والصنائع والحقائق۔ سب میں تعلیم علیؑ موجود ہے۔ یا بلاواسطہ یا بواسطہ اولاد طیبین طاہرین۔ اور باب مدینہ علم محمدی کے یہی معنی اور یہی اس کا کام ہے۔ کوئی فرد بشر عالم علمی خدمت میں علیؑ کے مقابل کھڑا ہی نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ مقابلہ کر سکے۔ یہ اکثر علوم ظاہریہ مروجہ ہیں۔ بلکہ یہ سب آج کل رائج ہیں۔ اور پڑھائے جاتے ہیں۔ اور علوم غریبہ و علوم اسرار

علوم غریبہ

مثل علم حروف وغیرہ یہ خاص علیؑ ہی سے مخصوص ہیں۔ اور کل علم الحروف والے اسی جناب اور اس کی اولاد سے لینے والے ہیں۔ چنانچہ الشیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن احمد البسطامیؒ اپنی کتاب مرأۃ المعارف میں لکھتے ہیں۔ آدمؑ نبی ہیں اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے خلق فرمایا۔ اور اپنی روح قدس ان میں پھونکی۔ اور آپ پر دس صحیفے نازل کئے۔ اور وہی پہلے شخص ہیں

علم الحروف کی ابتدا

جنہوں نے علم الحروف کو بیان کیا (یہ کل صحائف علم الحروف میں ہیں)۔ اور سفر الخفایا اس علم میں آپ ہی کی کتاب ہے۔ اور دنیا میں یہ **علم الحروف میں پہلی کتاب** ہے۔ جس میں عجیب وغریب اسرار بیان کئے ہیں۔ نیز کتاب الملکوت آپ کی **دوسری کتاب** ہے۔ اور صاحب ہیکل احمر نے شیثؑ بن آدمؑ سے یہ کتاب الملوک کی نقل کی۔ آپ کی تیسری کتاب **سفر المستقیم** ہے۔ آپ کی عمر دنیا میں ۹۳۰ سال (شمسی حساب سے) ہوئی۔ ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے حروف کو خلق کیا۔ اور ان میں اسرار ودیعت کئے۔ اور آدم علیہ السلام کو خلق کرکے ان میں اسرار حروف قرار دئے۔ "وعلم آدم الاسماء کلھا" اور ملائکہ یہ اسرار نہ رکھتے

آدم ع

تھے پس آدمؑ کی زبان پر یہ اسرار بانواع واقسام کی اصوات ولغات میں جاری ہوئے اور اللہ تعالےٰ نے آدم کو ان کی اولاد کے اسرار اور قیامت کے حالات سے مطلع کرایا۔ اور تمام علوم حرفیہ واسرار عددیہ انہی کتابوں سے دنیا میں پھیلے ہیں۔ پھر

شیث ع

ان کے بعد ان اسرار علوم وحروف کے وارث آدمؑ کے بیٹے شیثؑ ہوئے۔ جن کو "اغاثاذیمون" کہتے ہیں۔ آپ پر خدا نے پچاس صحیفے نازل فرمائے۔ آپ ہی آدمؑ کے وصی اور ولی عہد ہیں۔ آپ کی بھی ایک کتاب جلیل الشان علم الحروف میں ہے۔ اور یہ اس علم کی دنیا میں **چوتھی کتاب** ہے۔ آپ ۹۰۰ سال زندہ رہے۔ پھر ان اسرار وعلوم کے وارث ان کے فرزند **انوشؑ** ہوئے۔ پھر ان کے بیٹے **قینانؑ** خط قینادی انہی کی طرف منسوب ہے۔ پھر ان کے فرزند **مہلائیل** پھر ان کے

فرزند "یارد"۔ انہی کے زمانے سے دنیا میں بُت پرستی کی ابتدا ہوئی ہے۔ یعنی تقریبًا پانچ ہزار برس سے۔ ان کے بعد ان کے فرزند ہرمس حکیم ادریسؑ پیغمبر وارث علوم واسرار ہوئے۔ آپ پر خدا نے تیس صحیفے نازل کئے۔ اور آپ پر ہی رسالت علوم حرفیہ واسرار عددیہ ولطائف الحکمیہ والاشارات الفلکیہ منتہی ہوتی ہے۔

ادریس ع

(خصوصیت سے ان علوم ریاضیہ میں اوّل مدرس حضرت ادریسؑ ہی ہیں۔ اور انہی کے بعض شاگرد ہندوستان میں آئے۔ اور علم حساب وعلم نجوم وغیرہ پھیلائے) اور تمام حکماء وفلاسفہ وعلماء نے انہی سے فیض علوم پایا۔ اور آپ نے کتاب "کنز الاسرار وذخائر الابرار" لکھی۔ یہ ان علوم کی دنیا میں پانچویں کتاب ہے۔ جبرئیلؑ نے آپ کو "علم الرمل" بھی سکھایا۔ اور اسی سے آپ کی نبوت کا اظہار ہوا۔ آپ نے ستر شہر بسائے۔ اور چالیس ہزار فلاسفہ نے آپ سے علم سیکھے۔ سب سے بڑھ کر ان ہرامسہ میں "اسقلبنوس" (یا اسقلی بیوس) تھا۔ یہی ابوالحکماء والاطباء ہے۔ اور پہلا طبیب ہے۔ یہ حضرت ادریسؑ کے خادموں میں سے تھا۔ع

"ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد"

پھر ان اسرار کے وارث ان کے فرزند "متوشلخ" ہوئے۔ پھر ان کے فرزند "لامک"۔ پھر نوح علیہ السلام۔ اور آپ نے بھی ایک کتاب علم الحروف میں لکھی یہ دنیا میں اس علم کی چھٹی کتاب ہے۔ پھر آپ کے وارث سامؑ ہوئے پھر ان کے فرزند ارفخشد۔ پھر ان کے فرزند شالخ۔ پھر ان کے فرزند عابر یعنی حضرت ہود علیہ السلام۔ پھر آپ کے فرزند "فالغ"۔ پھر ان کے فرزند یقطن۔ وھو قاسم الارض بین الناس۔ پھر ان کے فرزند صالحؑ نبی۔ پھر "ارغواء" ابن فالغ۔ پھر ان کے فرزند اسروع۔ پھر ان کے فرزند ناحود۔ پھر ان کے فرزند تارخ۔ پھر حضرت ابراہیمؑ بن تارخ خلیل اللہ۔ آپ پر خدا نے بیس صحیفے نازل کئے۔ اور آپ نے سب سے پہلے "علم الوفق" میں گفتگو کی۔ آپ کی بھی ایک

نوح ع

ہود ع

صالح ع

ابراہیمؑ خلیل اللہ

کتاب اس علم میں ہے۔ اور یہ اس علم کی دنیا میں ساتویں کتاب ہے۔ پھر آپ کے فرزند اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ ان علوم و اسرار کے وارث ہوئے۔ پھر حضرت یعقوبؑ۔ پھر یوسفؑ۔ پھر موسےٰؑ۔ اللہ نے ان پر توریت نازل کی۔ اور ان کو علم الکیمیا تعلیم دیا۔ آپ اس زمانے میں علم الحروف والاسرار اور وفق المسلس کے سبب سے بڑھ کر عالم تھے۔ آپ نے تابوت یوسفؑ نیل سے نکالا۔ پھر حضرت موسےٰؑ کے وصی حضرت یوشع بن نون وارث علوم و اسرار ہوئے۔ پھر الیاسؑ۔ پھر حزقیل (اور زردشت نے بعض اصحاب موسےٰؑ سے علم الحروف سیکھا۔ اور اس سے جاماسپ حکیم نے جیسا کہ بعض روایات میں ہے)۔ پھر حزقیل سے حضرت داؤدؑ وارث ہوئے۔ پھر ان کے فرزند حضرت سلیمانؑ۔ اور ان سے ان کے ذاکر اور وصی آصف بن برخیا۔ ان کے بعد اشعیاؑ پیغمبر۔ پھر ارمیاؑ پیغمبر۔ اور ان سے عیسےٰؑ۔ پھر وراثت علوم و اسرار حضرت محمد مصطفےٰؐ پر منتہی ہوئی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰؐ کو علم الحروف ہی کی طرف دعوت دی گئی۔ اور یہی اسرار ان کو تعلیم دئے گئے۔ اور علم الحروف "لام الف" میں ہے۔ اور "لام الف" "الف" میں۔ اور علم الالف نقطہ میں۔ اور علم النقطہ معرفت اصلیہ میں۔ معرفت اصلیہ علم الازل میں۔ علم الازل مشیت میں۔ یعنی معلوم میں۔ اور علم المشیت غیب ہو یتی میں۔ اور اسی کی طرف خدا نے نبی کو بلایا۔ لا یظھر علی غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول۔ وقال۔ فاعلم انہ لا الہ الا اللہ۔ والھاء اشارۃ الی الھویتہ۔ قال علی علیہ السلام العلم نقطۃ کثرھم الجاھلون۔ علم ایک نقطہ ہے۔ جاہلین نے اس کو پھیلادیا ہے۔ سب علم نقطہ میں اور علیؑ نقطہ تحت باء ہیں۔ سب علم مقام مشیت میں ہیں۔ جو مقام معلوم ہے۔ اور علیؑ محل مشیت الٰہی ہے)۔ پھر آنحضرتؐ سے علیؑ کرم اللہ وجہہ وارث علوم و اسرار الٰہیہ ہوئے۔ اور اسی کی طرف

علیؑ اور علم الحروف

رسول اللہؐ نے اشارہ کیا ہے "میں شہر علم ہوں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ" حضرت علیؑ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے "دقق ماتہ فی المائتہ" وضع کیا ہے۔ پھر آپ سے حسنینؑ وارث علوم و اسرار ہوئے۔ پھر علیؑ بن الحسینؑ۔ پھر محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ باقر العلوم۔ پھر ان کے فرزند جعفر الصادقؑ۔ آپ نے اس کے رموز کی گرہوں کو کھولا۔ اور ان کے خزانوں کے طلسموں کو توڑا۔ اور آپ ہی نے فرمایا ہے۔ ہمارا علم غابر ہے۔ مزبور۔ کتاب مسطور فی رق منشور ہے۔ نکت فی القلوب و مفاتیح اسرار الغیوب ہے۔ نقر فی الاسماء ہے۔ ہمارے پاس جفر ابیض ہے۔ جفر احمر ہے۔ جفر اکبر ہے۔ جفر اصغر ہے۔ جامعہ ہے۔ صحیفہ فاطمہؑ ہے۔ کتاب علیؑ ہے۔

بعض اسمائے علوم اہل البیت

اور اسی طرح یہ تمام علوم ان کی اولاد میں متوارث ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ منتہی ہوتے مہدی آخر الزمان علیہ السلام پر۔ والمہدی اکثر الناس علما و حکما انتہی (ینابیع)۔

یہ ہے سلسلہ علوم و اسرار الٰہیہ جس کو علم الحروف جامع ہے۔ اور مقطعات القرآن میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور وصی خاتم الانبیاءؐ کل انبیاءؑ کے علوم و اسرار کے وارث ہیں۔ اور خزائن اسرار محمدیؐ کے طلسم آپ نے ہی کھولے ہیں۔ اور ان بیانات اور ان حقائق ان علوم و معارف کو دیکھکر ہر دیدہ ور شخص تصدیق کرتا ہے۔ کہ وصی برحق و خلیفہ مطلق پیغمبرؐ خاتم الانبیاء علیؑ مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اور خلافت الٰہیہ بسلسلہ ذریت انبیاءؑ و اوصیاءؑ بعد محمد مصطفےٰؐ انہی پر منتہی ہوتی ہے۔ حقائق قرآنی کے قفل علیؑ ہی نے کھولے ہیں۔

کلام علیؑ دلیل نبوت ہے

اور آپ نے اپنے بیان کتاب اللہ و باب مدینۃ اللہ بلکہ لسان اللہ الناطق بلکہ کلام اللہ الناطق ہونے کا ثبوت دیدیا ہے۔ بلکہ کلام علوی دلیل صداقت و حقانیت محمدی ہے۔ اور کتاب "نہج البلاغہ" میں حقائق و معارف دیکھ کر ایک غیر مسلم یورپین فلاسفر کہ اٹھتا ہے۔ کہ اگر محمدؐ عربی کی نبوت کی کوئی دلیل ہمارے پاس نہ ہوتی۔ تو صرف یہی ایک کتاب اس کی صداقت کے لئے کافی ہے۔ یہ کتاب ظاہر کرتی ہے

کہ جس کا یہ کلام ہے۔ وہ اگر خود دعوٰے نبوت کرتا۔ تو دنیا اس کو قبول کرتی۔ اور یہ خود محمدؐ عربی کی نبوت کی تصدیق کرتا ہے۔ بلکہ کمال محبّت واخلاص وصداقت و بکمال معرفت سے کہدیتا ہے۔ کہ مَیں محمدؐ کے غلاموں سے ایک غلام ہوں۔ سعادتمند شہزادے اور ولی عہد کی یہی شان ہونی چاہئے +

اس سے واضح ہے۔ کہ جو خدمت دین اسلام وخدمت علوم وفنون اسلامی تعلیم۔ اسرار وحقائق قرآن علیؑ نے کی ہے۔ وہ کسی نے نہیں کی ہے۔ اور نہ کوئی کر سکتا تھا۔ اور یہی خلیفۂ خدا کا اولین فرض ہے۔ حکومت اس کے ادنیٰ نتریس مراتب میں سے۔ اور اس کی فضیلت اسباب ظاہریہ کے حصول پر مبنی ہے خلیفۃ اللہ کو حکومت وریاست روحانی باطنی ہمیشہ وہر وقت وہر عالم میں جمیع عوالم پر حاصل ہے۔ بلاشبہ علیؑ ہی خلیفۂ خدا خلیفۂ محمدؐ۔ وصی محمدؐ وامام امت ہیں۔ اور اصحاب علیؑ کے مقابلہ میں کہیں کھڑے نہیں ہو سکتے +

ہم حصۂ اوّل میں لکھ آئے اور ان کی حقیقت پر روشنی ڈال آئے ہیں۔ کہ

اُصُول اربعۂ خلافتِ اجماعیہ
علیؑ اور اصحاب کا محاکمہ

اجماع نص شوریٰ وغیرہ دلائل نہیں۔ واقعات ہیں

خلافۃ المسلمین کے قائلین کے نزدیک خلافت کی چار دلیلیں ہیں۔ اوّل اجماع۔ دوم پہلے خلیفہ کی نص وتصریح۔ سوم شوریٰ۔ چہارم غلبہ وسلطنت۔ لیکن جب ان کے واقعات پر نظر ڈالی جائے۔ اور تاریخ اسلام اور علم استدلال واحتجاج کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ان میں کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ واقعات ہیں۔ جو بعد رسول اللہ صلعم اسلام میں واقع ہوئے ہیں۔ اور اکثر ان میں فلتۃً اور ناگہانی واقع ہوئے ہیں۔ ایک واقعہ کے واقع ہونے کے بعد اس کا نام دلیل رکھ لیا گیا ہے۔ جیساکہ ہم حصہ اوّل ودوم میں لکھ چکے ہیں۔ کہ علیؑ اور بنی ہاشم واحباب واصحاب علیؑ دفن وکفن رسولؐ میں

مصروف رہے۔ اُدھر سقیفہ میں مہاجرین وانصار جمع ہوئے۔ اور نبوت کو حکومت بنا کر بادشاہت کی بحث ہونے لگی۔ انصار اپنے لئے دعوے دار ہوئے۔ اور مہاجرین الگ۔ اور آخرکار حضرت عمر نے حضرت ابی بکر کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بعدازاں تین شخصوں نے وہیں بیعت کرلی پھر جوں جوں لوگ ملتے گئے۔ ان سے ہاتھ پر ہاتھ رکھواتے رہے جب یہ واقعہ ہوچکا۔ اور علیؑ تجہیز نبوی سے فارغ ہوئے۔ تو اس واقعہ کا نام اجماع رکھا گیا۔ اور کہا گیا۔ کہ ابوبکر کی خلافت پر اجماع ہوگیا۔ اس لئے وہی خلیفہ برحق ہوگئے۔ حالانکہ اصطلاحاً اجماع سب کی رائے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں رایوں میں انتہائی اختلاف تھا۔ نہ سب لوگ متفق ہوئے تھے۔ نہ سب مجتمع ہوئے تھے۔ کل اہل اسلام تو کہاں کل اہل مدینہ بھی نہ تھے۔ کل مہاجرین بھی نہ تھے۔ بنی ہاشم علیؑ اور اکثر اصحاب نبی وہاں نہ پہنچے تھے۔ بہت سے نے مرتے دم تک بیعت ہی نہ کی حتیٰ کہ انصار میں بھی ایسے تھے۔ مثل سعد بن عبادہ وغیرہ۔ بہر حال یہ واقعہ ہوچکا۔ تو اس کا نام اجماع رکھا۔ اور اس کو دلیل حقانیت خلافت واستحقاق قرار دے دیا۔ حالانکہ دعوئے حق اور استحقاق مدعی کے وقت اس اجماع کا نام بلکہ ذہنوں میں تصور بھی نہ تھا۔ کہ اجماع دلیل حقانیت وصداقت ہوا کرتا ہے۔ اور حضرت ابوبکر کے خلیفہ بنانے کی دلیل اجماع ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے مرتے وقت حضرت عمر کو ولی عہد وخلیفہ بنا دیا۔ اور کہدیا کہ بس تم ہی میرے جانشین ہو۔ اور یہی مسلمانوں سے کہدیا۔ ایک تحریر بھی لکھی گئی۔ وہ خلیفہ ہوگئے۔ اور اس کے بعد یہ کہا گیا۔ کہ خلیفہ اوّل کی نص دلیل خلافت ہے۔ حالانکہ جب اوّل صاحب ہی کی خلافت مسلم نہ ہو۔ تو ان کی نص کیونکہ دلیل ہوئی۔ اوّل تو اوّل ہی میں بحث ہے۔ چہ رسد بہ ثانی۔ نص صریح حصۂ اوّل میں دیکھو۔ نص خدا و رسول سند ہے (نہ اسکی نص جو خود منصوص من اللہ نہ ہو)۔ اس کے بعد حضرت عمر نے اپنے بعد کی خلافت کی

اجماع

نص

شوریٰ یا کیبنٹ

تشخیص و انتخاب کے لئے چھ ممبروں کی کیبنٹ بنا دی۔ اور اس میں ایسی شرطیں رکھیں۔ کہ بس حضرت عثمانؓ ہی خلیفہ ہوں نہ علیؑ۔ چنانچہ ایک مشہور شرط یہ تھی۔ کہ اس شخص سے اقرار لیا جائے۔ جو خلیفہ ہے۔ کہ وہ کتاب اللہ سنت رسولؐ اللہ اور سنت شیخین پر عمل کریگا۔ حضرت علیؑ نے صاف کہدیا۔ کہ میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ پر عمل کرونگا۔ اور ان میں اپنے علم سے کام لونگا۔ نہ سنت شیخین پر۔ کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ باب علم محمدی۔ ولی اللہ المطلق۔ مالک اسرار و علوم الٰہی حضرات شیخین کی سنت پر عمل کرے۔ جبکہ وہ صاف سنت رسول اللہؐ سے جدا ہو۔ کیونکہ سنت شیخین عین سنت رسول اللہؐ ہوتی۔ تو اس کی علیحدہ شرطیت کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔ ہر مسلمان جانتا ہے۔ کہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ ہی دین و مدرک دین و منشاء دین ہے۔ کسی آیت کی رو سے سنت شیخین مدرک و منشاء دین نہیں ہو گئی۔ خیر یہ تو ناظرین کے لئے چھوڑتے ہیں۔ اس طرح آخر کار حضرت عثمان کا انتخاب ہو گیا۔ ان کے بعد حضرت علیؑ پر پھر اجماع ہوا مگر معاویہ نے بغاوت کی۔ علیؑ سے جنگ ہوئی۔ جنگ صفین میں عمر عاص کی چال نے اصحاب علیؑ میں اختلاف ڈلوا دیا۔ اور روپیہ خرچ کر کر کے علیؑ کے آدمی توڑ لئے گئے۔ پھر مصالحت کی بنا ڈالی گئی۔ اور عمر عاص اور ابو موسےٰ کی انگشتریوں کی ردو بدل نے معاویہ کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ آخر ایک دن رفتہ رفتہ معاویہ کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ سلطنت بن گئی۔ اور علیؑ اس دن سے خلافت سے الگ سمجھ لئے گئے۔ اور کہا گیا۔ کہ غلبہ اور سلطنت دلیل خلافت ہے۔ جو غالب آ جائے۔ وہی خلیفہ رسولؐ ہے ؛

ان امور میں جو غور کریگا۔ وہ یہی کہیگا۔ کہ یہ واقعات ہیں۔ جو سلطنت اسلامی میں بعد رسول اللہؐ واقع ہوئے ہیں۔ نہ یہ دلائل ہیں۔ کوئی دلیل عقلی قائم نہیں ہے کہ لوگوں کا اجماع کسی کی دیانت۔ صداقت و حقانیت کی دلیل ہے؟ جس کو ہم

ثابت کر چکے ہیں۔ (حصہ اول دیکھو)۔ نہ کوئی آیت قرآن اس کی سند ہے۔ کہ اجماع دلیل حقانیت وصداقت واستحقاق خلافت محمدیہ ہے۔ بلکہ آیات صریحۃ الدلالۃ اس کے خلاف ہیں۔ اور ثابت کر رہی ہیں۔ کہ لوگوں کو ان امور میں کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ عام لوگوں میں مشہور بھی نہ تھا۔ کہ اجماع دلیل ہے۔ اور جس پر اجماع ہو جائے۔ وہ خلیفہ نبی ہوا کرتا ہے۔ اصحاب کے ذہن اور کان دونوں نا آشنا تھے۔ نہ کبھی امم سابقہ میں اس کی نظیر و مثال ملتی ہے کبھی کسی امت میں ایسا ہوا ہی نہیں۔ کہ کوئی نبی یا وصی نبی اجماع سے ہوا ہو۔ اور اس کو دلیل حقانیت سمجھا گیا ہو۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ ان کی خلاف کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کوئی ثبوت نہیں دے سکتا۔ کہ کسی پہلی امت میں اجماع و اجتماع عوام الناس کو کسی خلیفہ یا وصی کی حقانیت کی دلیل سمجھا گیا ہے۔ یہ بالکل نئی بات ہے۔ جو مسلمانوں نے نکالی۔ اور اس کے نتائج دیکھے۔ اور اسی پر شورے کو قیاس کر لیجئے۔ اس کا بھی یہی حال ہے۔ جب بہت سوں کا اجماع سند نہیں۔ تو چند کا مشورہ کیا فائدہ دیگا شورے اپنے امور و معاملات میں ہوتا ہے۔ نہ خدائی معاملات میں +

یہ جو کہا گیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت کبھی باطل پر جمع نہ ہوگی۔ اس لئے اجماع امت سند ہے۔ تو اول تو اجماع محقق نہیں۔ دوسرے کل امت باطل پر جمع نہ ہوگی۔ اور بیشک کل امت اب بھی جمع نہ ہوئی تھی۔ بلکہ بہت سے بے خبر تھے۔ بہت سے افراد الگ تھے۔ بہت سے منکر تھے۔ اور بالفرض ایک فرد بھی رہ جاتا۔ تو کل امت کا اجماع نہ کہلاتا۔ اور ایک اہل حق باقی رہ جاتا۔ تو صداقت حدیث کے لئے کافی تھا۔ اور ہے۔ اور اس کی موید حدیث نبوی موجود ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ جماعت حق کا نام ہے۔ جو حق پر ہے۔ اگرچہ ایک ہی ہو وہی اہل جماعت سے ہے۔ یعنی سنت الٰہی و سنت نبوی پر ہے (ینابیع المودۃ)۔ غلبہ و سلطنت ملک طبعی میں سند نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر ہم اپنے مقدمہ میں تصدیق

علامہ ابن خلدون ملک طبعی کو باطل کر آئے ہیں۔ اور ثابت کر آئے ہیں۔ کہ ملک شرعی میں غلبہ وسلطنت کوئی شئے نہیں ہے۔ جو غلبہ وسلطنت وجبر وتشدد سے حکومت وسیاست کی جاتی ہے۔ وہ حیوانوں اور درندوں کی سی حکومت وسیاست ہے۔ سیاست دینی میں غلبہ وسلطنت کیا معنی؟ بیشک یہ صحیح ہے کہ کل امت محمدیؐ بلا استثنا واحد گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ کیونکہ کم سے کم معصومؑ ضرور علیحدہ رہیگا۔ اجماع اگر کہیں سند ہو سکتا ہے۔ تو اس صورت میں کہ مع معصوم کل افراد امت جمع ہوں۔ اور چونکہ معصوم گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ مجمع حق پر ہوگا جس میں کوئی معصوم ہستی ہو (حصۂ اوّل دیکھو) پس **وہ دلیل** پیش کی جائے۔ جو وقت دعوئے خلافت خود حضرت ابوبکر جو مدعی خلافت ہیں پیش کر سکیں۔ یا ان کے بنانے والے۔ اس وقت جب یہ دعوے اور یہ محاکمہ پیش ہے۔ نہ یہ باتیں جو بعد میں وقوع میں آئی ہیں۔ ہم اس وقت عدالت اسلامی میں دو مدعی یا ایک مدعی اور ایک مدعا علیہ پیش کرتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے۔ کہ علیؑ اور ابوبکرؓ دونو مدعی ایک وقت میں جمع ہیں۔ اور دونو خلافت کا دعوے کر رہے ہیں۔ کہ میں مستحق خلافت محمدیہ ہوں۔ یا علیؑ ابوبکر پر دعوے کر رہے ہیں۔ کہ تم کیوں میرا حق چھینتے ہو۔ اس کا وارث ومالک ومستحق وسزاوار میں ہوں۔ تو اس وقت میں ابوبکر کیا کیا دلیلیں اپنے خلیفۃ الرسول اور خلیفہ خدا ہونے کی پیش کرینگے۔ اور کیا کہینگے؟ اور حضرت علیؑ کیا دلیلیں دینگے؟ یا حضرت ابوبکر علیؑ کو کیا جواب دینگے؟

علیؑ اور ابوبکر کا مرافعہ عدالت اسلام میں

حضرت ابوبکر مثلاً کہ سکتے ہیں۔ کہ میں سب سے پہلا بوڑھا مسلمان ہوں۔ میں مہاجر ہوں۔ میں یار غار ہوں۔ میں خسر ہوں۔ یہ سب کچھ صحیح۔ لیکن اسلام ایمان۔ ہجرت۔ صحابیت یہ سب اوصاف مشترکہ بین الاصحاب ہیں۔ کل مسلمان ہیں کل مومن مثلاً ہیں۔ کل اہل مکہ مہاجر ہیں مثلاً۔ یا کل صحابی ہیں۔ کیا ہر مسلم خلیفہ رسولؐ ہے؟ کیا ہر مومن خلیفہ رسول ہے؟ کیا ہر مہاجر خلیفہ خدا ہے؟ کیا ہر صحابی امام الناس

اوصاف مشترکہ نہیں ہوا کرتے

ہے؟ یہ کوئی دلیل عقلی یا مسلمہ اسلام ہے۔ کہ کل مہاجر خلیفہ؟ کل صحابی خلیفہ؟
اگر نہیں۔ تو پھر صورت استدلال اور تقریب کیونکر صحیح ہو گی؟ ان تمام اوصاف مشترکہ
سے جدا اور مشخص و ممتاز کرنے والی کوئی فصل ممیز پیش کی جائے۔ جو اور کسی میں
نہ ہو۔ صرف ان میں ہو۔ وہ کونسی صفت ممیز یا فصل ممیز ہے جس کو تمام اہل اسلام
کل مومنین کل صحابہ اور خصوصاً اہل بیت عصمت و طہارت کے مقابلہ میں پیش
کر سکیں۔ اور وہ سب پر آپ کو ترجیح دے سکے؟ اگر کہا جائے۔ کہ وہ یار غار
ہیں۔ تو کہا جائیگا۔ کہ غار میں یار ہونا ملزوم خلافت الٰہیہ محمدیہ نہیں ہے۔ کہ
جو یار غار ہو۔ وہی خلیفہ ہوا کرتا ہے۔ یہ مقدمہ مسلم نہیں۔ اگر وہ کہیں۔ کہ انہوں نے
چالیس ہزار درہم خرچے ہیں۔ تو کہا جائیگا۔ کہ اس کا اجر انہیں ملیگا۔ یہ خلافت
اللہ کی قیمت نہیں ہے۔ نہ وہ خریدی جاتی ہے۔ اور اہل ایمان نے بھی بہت
کچھ خرچا ہے۔ بلکہ جان دی ہے۔ اگر کہا جائے۔ کہ وہ سب سے بوڑھے ہیں۔
تو کہا جائیگا۔ کہ ان کے والد ماجد بھی بوڑھے اس وقت زندہ ہیں۔ اور سلمان
فارسی تین سو بیس سال کی عمر رکھتے ہیں۔ اور سلمان اہل البیت کا خطاب پائے
ہوئے ہیں۔ بلکہ صاف کہا جائیگا۔ کہ "بزرگی بعقل است نہ بسال"۔ اب حضرت
ابی بکر کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ جو تو اوصاف مشترکہ سے نکال کر انہیں اوصاف
خاصہ مختصہ پر ممتاز کرے۔ کیا وہ کہینگے علیؑ کے جواب میں کہ میں چونکہ آئندہ حجرہ
رسولؐ میں دفن ہونے والا ہوں۔ اس لئے میں خلافت رسول اللہؐ کا مستحق ہوں؟
کیا یہ چار سال بعد آنے والا طوفان اس وقت ان کے استحقاق خلافت کی
دلیل ہو گا؟ یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور ان میں سے ایک کو سقیفہ میں وقت
اجتماع و استدلال انصار کے مقابلہ میں پیش نہ کر سکے۔ نہ تو انہوں نے یہ کہا۔
اور نہ یہ کہ میں چونکہ ہو جاونگا۔ اس لئے مجھے خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے۔
اور اس لئے میں خلیفہ ہوں۔ نہ کوئی حدیث و آیت اپنے استحقاق کے ثبوت میں

پیش کی۔ نہ پیشنمازی کا دعوے کیا۔ چہ جائیکہ پیش نمازی کا اجانہ خلافت الٰہیہ و امامت الناس و ریاست عامہ تامہ کی سند سمجھا جائے۔ نہ انہوں نے غار کی معیت پیش کی۔ نہ دریہوں کی تھیلی دکھلائی۔ نہ یہ کہا۔ کہ میں سب سے بوڑھا ہوں نہ یہ کہا۔ کہ میں رسول اللہؐ کا خسرا ہوں۔ اور وہ ایسا کیوں کہتے۔ کیا انہوں نے خلافت کے لئے ڈولا دیا تھا؟ وہ ایسے نہ تھے۔ انہوں نے اگر پیش کیا ہے۔ تو یہی۔ کہ وہ قبیلہ رسول اللہؐ سے ہیں اور مہاجر ہیں۔ سو اس کا جواب اسی وقت انصار نے دیدیا۔ کہ اگر قرابت کا سوال ہے۔ تو علیؑ ہیں ہی۔ انہی کو رکھئے۔ اس کی بحث کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس کو خاموشی اور سکوت میں ٹلا دیا گیا۔ مہاجرت صفت مشترکہ ہے ہی۔ صفت مختصہ ممیزہ کونسی ہے۔ جو جملہ اصحاب رسولؐ پر حضرت ابی بکر کو ترجیح دے۔ جتے کہ اہل البیت سے بھی بڑھادے۔ جن کے ساتھ کسی کا قیاس ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت ابی بکر کوئی خاندانی شاہزادہ اور رفیقِ روسائے وامراء و اہل سیاست سے کبھی نہ تھے۔ جو یہ کہا جائے۔ کہ امور سیاسی سے خوب واقف تھے۔ کپڑے کی تجارت کو اصول سیاست سے کیا نسبت ہے۔ علیؑ تو بھصر سید العرب ہاشم کی نسل سے ہیں۔ رئیس مکہ عبد المطلب کے پوتے ہیں حجاز و محافظ بیت اللہ و حرم خدا ابوطالب کے بیٹے۔ شاہنشاہ دین و دنیا کے بھائی۔ جگر کے ٹکڑے اور داماد ہیں۔ قرابت کا حق حضرت ابی بکر کو زیادہ کہاں سے مل سکتا ہے۔ اور سیاسی قابلیت ان میں کیونکر زیادہ ہوسکتی ہے۔ سیاست شرعی کو وہ زیادہ جان سکتا ہے۔ جس نے بادشاہ اسلام کی گود میں پرورش پائی اور ہر دم اس کے ساتھ اور پاس رہا ہو۔ خلافت الٰہیہ محمدیہ کو تجارت سے کوئی خاص مناسبت نہیں ہے۔ سیاست دینی علم دین پر موقوف ہے۔ سیاست دینی علم منہاج نبوت پر مبنی ہے۔ سیاست دینی کمال دیانت پر موقوف ہے۔ سیاست دینی کمال ایمان بلکہ کمال عصمت پر موقوف ہے۔

حضرت علیؑ کے دلائل

ہمیشہ دینی سیاست کے مالک معصومینؑ ہوتے آئے ہیں۔ بخلاف اس کے حضرت علیؑ اس وقت کہہ سکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ میں اوّل المخلوقین والمصدقین۔ اوّل السابقین۔ اوّل المسلمین۔ اوّل المومنین۔ اوّل المصدقین۔ اوّل المقربین و صالح المومنین ہوں۔ میں ولی اللہ المتصرف فی العالم ہوں۔ میں صاحب معجزات و کرامات و کشف الکرامات ہوں۔ میں نورِ خدا اور رسول خدا ہوں۔ میں معصوم ہوں۔ میں ظالمین سے نہیں ہوں۔ میں طاہر و مطہر ہوں۔ میں خواہشات نفس امارہ سے پاک ہوں۔ میں عالم علم لدنی ہوں۔ میں صاحب وحی ہوں۔ میں قاتل المشرکین ہوں۔ میں قاتل عمرو و عنتر و مرحب ہوں۔ میں قاطع باب خیبر سید العرب ہوں۔ میں مالک رایت اسلام ہوں اور فارس الحجاز شہسوار عرب ہوں۔ میں محبوب خدا ہوں۔ میں محبوب محبوب خداؐ ہوں۔ میں محب خدا اور رسول خداؐ ہوں۔ میں وجہ اللہ ہوں۔ میں ید اللہ ہوں۔ میں لسان اللہ ہوں۔ میں کلام اللہ الناطق ہوں۔ میں مصدق صادق ہوں۔ میں عالم جمیع علوم قرآنی ہوں۔ میں واقف اسرار ربانی ہوں۔ میں مفسر و مبین قرآن مبین ہوں۔ میں امام مبین ہوں۔ میں ثانی ثقلین ہوں۔ میں ہادی ثقلین (جن و انس) ہوں۔ اور میں نفس رسولؐ الثقلین ہوں۔ اور ساری کی ساری دلیلیں ہیں خلافت الٰہیہ کے استحقاق پر۔ جو جملہ اصحاب و مسلمین و مومنین سے آپ کو ممتاز کرتی ہیں۔ خلیفہ اللہ کا فرض لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالنا ہے۔ یہ کام نور ہی کا ہے۔ اور علیؑ نور خدا و رسولؐ ہیں۔ خلیفہ شافع روز محشر ہیں۔ اور یہ مقربین کا کام ہے۔ علیؑ مقربین خدا میں سے ہے۔ خلیفہ کا کام لوگوں کا حشر ہے۔ اور حاشر امام ہوتا ہے۔ اور علیؑ امام و شہید علی الناس ہیں۔ خلیفہ خدا ہمیشہ معصوم ہوتا ہے۔ علیؑ معصوم ہیں۔ اور عصمت دلیل خلافت۔ خلیفہ طاہر و مطہر و مقدس ہوتا ہے۔ علیؑ طاہرین میں سے ہیں۔ اور طہارت دلیل عصمت ہے۔ اور عصمت دلیل خلافت و امامت۔

خلیفہ و امام مورد وحی ہوتا ہے۔ علیؑ مورد وحی ہیں۔ خلیفہ مہبط ملائکہ ہوتا ہے
علیؑ مہبط ملائکہ ہیں۔ خلیفہ عالم جمیع علوم و اسرار و جامع السنہ ولغات ہوتا ہے
علیؑ ایسے ہی ہیں۔ خلیفہ خدا و خلیفہ رسولؐ ہادی جن و انس و حاکم جن و انس
صاحب کرامات و معجزات ہوتا ہے۔ اور علیؑ ولی اللہ ایسے ہی ہیں۔ جن و انس
پر حاکم ہیں۔ خلیفہ خدا ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتا ہے علیؑ ایسے ہی ہیں
خلیفہ خاص محبوب خدا اور رسولؐ ہوتا ہے علیؑ محبوب خدا و رسولؐ ہیں۔ یعنی مستند و
مصدق محبوب خدا اور رسول خدا۔ خلیفہ و امام ہمیشہ ذریت خاص انبیاءؑ سے
ہوتا ہے علیؑ اسی میں سے ہیں۔ خلیفہ خدا و امام خلق مصطفےٰ و برگزیدہ ہوتا ہے
علیؑ ولی مرتضےٰ ہیں۔ اور بس علیؑ ہی کہ سکتے ہیں۔ کہ میں وہ مظہر العجائب والغرائب
ہوں۔ جس کو خدا نے اس کام کے لئے بنایا۔ اس کے لئے منتخب کیا۔ اس جگہ
ٹھایا نص کی تصریح کی۔ رسول اللہ نے اعلان کیا۔ اظہار کیا۔ اور میری ایک
ضربت خدمت اسلام و بقاء و اعلاء اسلام میں کل امت محمدی کے اعمال سے بہتر
ہے۔ میں کرار غیر فرار ہوں علم و شجاعت میں سب سے افضل و اکمل ہوں۔ دزا
دہٗ اللہ بسطۃً فی العلم والجسم۔ بلکہ وہی سر اللہ فی العالمین ہیں برمجمع عام
میں کہ سکتے ہیں۔ بمجمع مخالفین و موافقین میں کہ سکتے ہیں۔ انا سر الاسرار۔ انا
شجرۃ الانوار۔ انا دلیل السموات انا انیس المسبحات۔ انا خلیل
جبرئیل وانا صفی میکائیل۔ انا قائد الاملاک۔ انا سمندل الافلاک۔
انا فلک النجم وانا حجۃ الحج۔ انا ولی الاولیاء انا ورثۃ الانبیاء۔ انا
شدید القوی انا حامل اللواء۔ انا امام المحشر۔ انا ساقی الکوثر۔
انا یعسوب الدین وانا امام المتقین۔ انا قالع الباب۔ انا مفرق
الاحزاب۔ انا مفسر البینات۔ انا مبین المشکلات۔ انا مصباح
الظلم وانا النون والقلم۔ اخرہ۔ الدر النظیم۔ کمال الدین ابوسالم

محمد بن طلحہ الشافعی الحلبی رحمہ اللہ - کیا دنیا میں کوئی ہے - جو علیؑ کے سوا اس خلافت الٰہیہ و خلافت محمدیہ کا دعوے کر سکے؟ اور علیؑ کے ساتھ محاجہ و محاکمہ کر سکے؟ ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ - کیا بینا اور نابینا برابر ہو سکتے ہیں؟ اَمْ ھَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ - یا ظلمت و نور مساوی ہیں؟ (رعد ع ۲) - وما یستوی الاعمیٰ والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور - نہیں ہرگز نہیں - اندھے اور سہاانکھے برابر نہیں ہو سکتے - اور نہ ظلمت و نور ایک ہو سکتے ہیں - اور نہ سایہ اور سخت دھوپ یکساں ہیں - وما یستوی الاحیاء والاموات - زندہ (علماء) اور مُردہ (جہلا) مساوی نہیں ہوتے - ان اللہ یسمع من یشاء وما انت مسمع من فی القبور (فاطر ۲) - بیشک خدا جس کو چاہے - سنا سکتا ہے - اور اے پیغمبرؐ ان مُردوں کو کچھ نہیں سُنا سکتے - جو قبر میں پڑے ہوئے ہیں - وما یستوی البحران ھذا عذب فرات سائغ شرابہ وھذا ملح اجاج - دونو سمندر مساوی نہیں - ایک شیریں - خوش ذائقہ - خوش گوار - حیات بخش و جانفزا - اور دوسرا کھاری اور بکبکا - ناگوار - قابض روح - دونو میں کیا نسبت؟ مگر پیٹ بھرنے کا سامان دونو جگہ ہے - اور دونو سے نرم تازہ شکار مار کر کھاتے ہو - اور زیورات کے لئے سوتی نکالتے ہو - (فاطر ع ۲) - افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون (سورۂ سجدہ ۵) - کیا مومن اور فاسق ایک جیسے ہی ہو سکتے ہیں؟ کبھی نہیں - دونو یکساں نہیں ہو سکتے - لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین درجۃ (نساء ۱۳) - معذورین کے سوا جہاد سے بیٹھ رہنے والے مومنین اور جان و مال سے راہ خدا میں جہاد کرنیوالے

مساوی نہیں ہو سکتے۔ مجاہدین کو قاعدین (جہاد سے ہٹ رہنے والے) سے بدرجہا فضیلت دی ہے۔ لایستوی منکم من انفق قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ (حدید ع ۱)۔ وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں مال خرچ کیا۔ اور قتال کیا۔ اور کافروں کو قتل کیا۔ مساوی نہیں ہیں۔ یہ ان سے بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد کچھ خرچ کیا۔ اور مقاتلہ کیا۔ ہاں نیکی کا اجر دونو کے لئے ہے۔ پھر جنہوں نے کبھی کسی کو قتل ہی نہ کیا ہو۔ وہ قتال العرب کے مساوی کیسے ہونگے؟ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین۔ اس سے بہتر بات کہنے والا کون ہے۔ جو داعی الے اللہ ہو۔ اور اعمال صالحہ بجا لائے۔ اور کہے۔ بیشک میں مسلمین میں سے ہوں۔ ولا یستوی الحسنۃ ولا السیئۃ۔ حالانکہ نیکی اور بدی مساوی نہیں ہوتی۔ پھر نیک اور بد کیونکر مساوی سمجھے جائینگے؟ چہ جائیکہ معصوم مطلق کا مقابلہ غیر معصوم سے کیا جائے؟ وضرب اللہ مثلا رجلین احدھما ابکم لا یقدر علی شیء وھو کل علی مولاہ اینما یوجھہ لا یات بخیر ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل وھو علی صراط مستقیم (نحل ع ۱۰)۔ اللہ تعالےٰ دو شخصوں کی مثل بیان کرتا ہے۔ ایک تو گونگا ہے۔ کچھ بول ہی نہیں سکتا۔ کسی بات پر قادر ہی نہیں۔ اور وہ اپنے مالک اور آقا پر ایک بار گراں ہے۔ جہاں وہ بھیجے۔ تو کوئی کار خیر کر کے نہیں آتا۔ کیا یہ شخص اور وہ بزرگوار مساوی ہو سکتا ہے جو عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے۔ بلکہ مظہر عدل الٰہی ہے۔ اور وہ صراط مستقیم پر ہے؟ علم دیکر بھیجا۔ تو کچھ نہ بنا۔ سورہ برات دے کر بھیجا۔ تو کچھ نہ ہوا۔ ایسے حضرات اس بزرگوار کے مقابل کہاں ہو سکتے ہیں۔ جن کے ہاتھ نے قلعہ کو اٹھا کر پھینک دیا۔

بیدینوں کو قرآن پڑھا کر دم بند از بند کر دیا۔ اور کل فصحا و بلغا کا ناطقہ بند کر دیا۔ لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبتک کثرۃ الخبیث فاتقوا اللہ یا اولی الالباب۔ (مائدہ ۱۳) خبیث اور طیب مساوی نہیں ہوتے۔ اگرچہ خبیثوں کی کثرت تمہیں اچھی معلوم ہو تعجب میں ڈالے۔ لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ اصحاب الجنۃ ھم الفائزون (حشر ۳)۔ اہل دوزخ اور اہل بہشت کبھی مساوی نہیں ہو سکتے۔ اور اہل جنت ہی کامیاب و رستگار ہیں حقیقی اور قطعی طیبین وطاہرین کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ عدل مطلق کے مقابل کون ہو سکتا ہے نور محض کے مواجہ میں ظلمت کہاں ٹھہر سکتی ہے۔ عین اللہ کے مقابلہ میں کون آنکھ ملا سکتا ہے۔ وجہ اللہ کے سامنے کون کھڑا ہو سکتا ہے۔ ید اللہ سے کون ہاتھ ملا سکتا ہے۔ قتال العرب سے کون لڑ سکتا ہے۔ لسان اللہ کے بالمقابل کون زبان کھول سکتا ہے۔ محسنین کے ساتھ مسیئین کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کہاں آب حیات عالم امکان۔ جاں بخش وجاں فزا۔ پر لطف وخوش ذائقہ۔ اور یہاں کہاں آب تلخ و شور کہاں زمین کہاں آسمان۔ ع

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

کہاں مظہر قدرت اور کہاں عاجز محض مطلق سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا۔ ع

"ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"

فاتقوا اللہ یا اولی الالباب۔ وعدۂ الٰہی کبھی بدل نہیں سکتا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے۔ ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین امنوا وعملوا الصالحات سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کیں ہیں اور گناہوں کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دینگے، جو مومنین صالحین ہیں؟ اور ان کا مرنا اور جینا ان کے برابر ہوگا؟ جو ایسا کہتے ہیں۔ وہ بہت برا حکم لگاتے ہیں۔ امن

کان علیٰ بینۃ من ربہ کمن زین لہ سوء عملہ واتبعوا اھواھھم (سورۂ محمد ۲)۔
کیا وہ لوگ جو اپنے ساتھ شہادت خدائی و بینہ الٰہی رکھتے ہیں مثل اس کے سمجھے جائینگے۔
جن کی بد اعمالی ان کے آگے مزین نظر آرہی ہے؟ اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے
ہیں۔ جو دل چاہتا ہے کرتے ہیں۔ اور دین میں اپنی رائے پر چلتے ہیں۔ رائے پر فتوے
دیتے ہیں۔ ہرگز نہیں کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ فطرت اس کے خلاف ہے۔ قانون قدرت اس کے
منافی ہے۔ آل محمدؐ کا غیر آل محمد سے مقابلہ محال ہے۔ علیؑ تو اوّل و اقدم و افضل آل محمدؐ ہیں۔
شرفِ قدم و شرف الوت حاصل ہے۔ ان کے ساتھ غیر کہاں مل سکتے ہیں۔ سـ

آں شاہ بوتراب اسد اللہ بوالحسنؑ — عالی۔ علیؑ۔ ولیؑ خداوند کبریا
آنست مقتدا کہ بہ انعمت منعم است — زانعام او خزانۂ جاں یافتہ عطا
مغضوب ضالین کہ بود دشمنِ علیؑ — کایشان خلاف راہ بدند از رہ جفا
آنہا کہ راستند درین راہ رستگار — بےشک و شبہ شیعۂ شاہ اند در جزا
وز آیت دعائے خلیل خدا بخواں — از لاینال عہد جوابش بکن ادا
بنگر بقل تعالوا ابنائنا بخواں — بنگر کہ کیست انفسنا با نسائنا
پیغمبر است و دختر و داماد و دو پسر — کایشاں بدند بر ہمہ خلق مقتدا
گر انما ولیکم اللہ خواندۂ — فرضست بود ولائے علی والیٔ ولا
پیش کہ بود علم کتاب و شہید کیست — فرق کہ داشت آیۂ تشریعت قل کفا
برخواں خطاب بلغ یا ایہا الرسول — تبلیغ را بہ بیں کہ چہ چیز است در ادا
در حجۃ الوداع چہ گفتش نبی بجمع — من کنت بہ ہر شبر از مولی ولا
پیغمبر آں دعا کہ فرو خواند فہم کن — ناحق ازاں کیست! ولے دیدہ برکشا
خورشید شرع دیں نبی بود بعد ازو — بدر سپہر فضل علیؑ والیٔ ولا
خیر البریہ شیعہ شاہند روز حشر — کایشاں بدند خازن گنجینۂ صفا

([illegible])

ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون۔ کیا عالم و جاہل مساوی ہو سکتے ہیں

دنیا میں کوئی فرد بشر نہیں مل سکتا۔ جو از روئے انصاف یہ کہ سکے۔ کہ اس وقت

سیاست اور علیؑ

علیؑ میں فلاں صفت خلافت محمدیہ کے شایاں نہ تھی۔ یا ان میں فلاں کمی تھی۔ کیا اس وقت علیؑ کے لئے صغرسنی کا عذر کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ علیؑ کی عمر وقت انتقال رسولؐ کم سے کم تینتیس ۳۳ برس کی ہے یا پینتیس ۳۵ کی۔ اور دنیا میں ایسے بادشاہ ہیں۔ جنہوں نے نہایت نوعمری میں بادشاہت کی ہے۔ سولہ برس کی عمر میں تو اکثر تخت نشین ہو گئے ہیں۔ اور ایسی حکومت کی ہے۔ کہ دنیا میں یادگار ہے۔ علیؑ جس نے تیس ۳۰ سال آغوش اسلام و پیغمبرؐ اسلام میں تربیت پائی۔ اس سیاست اسلامی کی قابلیت نہ رکھتے تھے؟ حالانکہ یہ سلسلہ ہی جدا ہے۔ اور خلیفۂ خدا چھٹائی بڑائی نہیں رکھتے۔ نبوت و خلافت چھوٹی بڑی نہیں ہوا کرتی۔ حضرت عیسےؑ پیدا ہوتے ہی اپنے کو نبی اللہ کہتے ہیں۔ اور صاحب کتاب بتلاتے ہیں حضرت یحیےؑ صغرسنی میں پیغمبری پاتے ہیں۔ یہاں چھوٹائی بڑائی کا کیا سوال ہے۔ اللہ کے بڑھائے ہوئے کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔ علیؑ کی سیاست کا ذکر کسی قدر بسط سے انشاء اللہ حصۂ چہارم میں کریں گے۔ یہاں اسی قدر کہتے ہیں۔ کہ اگر علیؑ کو ناکثین و قاسطین و مارقین موقع دیتے۔ تو ان کی سیاست دینی اور ملک شرعی کا لطف دیکھتے۔ اور در اصل اسی وقت دوسروں کے ساتھ مقابلہ کا لطف آتا۔ اب بھی کل مورخین اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ علیؑ کو موقع نہ ملا۔ اور لوگ حب دنیا میں پڑ گئے۔ اور علیؑ دین کے نہایت سخت پابند تھے۔ اس لئے حکومت میں انہیں اچھا حصہ نہ ملا۔

صاحب تمدن اسلامی لکھتے ہیں۔ اور عثمان کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہیں۔ عثمان بھی مثل دیگر خلفاء راشدین ہی کے ہوتے۔ اگر ان میں ضعف اور کمزوری نہ ہوتی۔ اور اپنے قرابتیوں بنی امیہ کی طرف نہ جھک جاتے۔ حتےٰ کہ کل مسلمان ان سے

سخت ناراض ہو گئے۔ خصوصاً اہل مدینہ۔ یہاں تک کہ ان کو قتل کر ڈالا۔ علاوہ ازیں وہ پہلے خلیفہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے لئے مال جمع کیا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ ان کے قتل کے دن ان کے پرائیویٹ خزانچی کے پاس پندرہ ہزار دینار اور دس لاکھ درہم نقد تھے۔ علاوہ ان گھوڑوں۔ اونٹوں وغیرہ کے۔ اور حنین اور وادی القرٰے میں انہوں نے کئی جاگیریں بھی بنالی تھیں۔ جن کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی (اللہ اکبر۔ کیا ٹھکانا ہے!)۔ انہی کے زمانے میں اور صحابہ نے بھی جاگیریں بنائیں محل وقصر بنائے۔ اور خزانے جمع کئے۔ اور تونگری وعیش پرستی کے عادی ہو گئے۔ پس اس حالت کے بعد جب علیؓ خلیفہ ہوئے۔ اور انہوں نے عمرؓ کا زہد وتقوٰے سادگی۔ تنگ عیشی برتی۔ تو لوگوں کو اب یہ بات بڑی گراں گزری۔ اور ان کی طاعت سے ہٹنے لگے۔ اور اس کو معاویہ کے اٹھ کھڑے ہونے نے اور مدد دی۔ اور اس نے لوگوں کو مال ودولت کی طمع دی۔ علیؓ حق پرستی اور عدل وانصاف کے شوق میں اپنے ماتحتوں سے حساب لینے اور باز پرس میں نہایت سخت پابند تھے۔ اور اگر وہ اس زمانے میں خلیفہ ہوتے جس میں عمرؓ ہوئے تھے۔ جبکہ لوگوں میں دینداری باقی تھی۔ اور نبوت کی دہشت قائم اور رعب باقی تھا۔ تو حکومت وسیاست میں ان کا حصہ بھی بہت زیادہ ہوتا۔ اور ان کی تدبیر سیاسی میں کبھی ضعف واقع نہ ہوتا۔ لیکن وہ تو اس وقت والی امور مسلمین ہوئے۔ کہ لوگوں کی نیتیں فاسد ہو چکی تھیں۔ لوگ عیش پرستی میں پڑ گئے تھے۔ حکام مال کی طمع کرنے لگے تھے۔ اور سب سے زیادہ طماع اور سب سے بڑا چالباز وچالاک معاویہ بن سفیان تھا۔ کہ اس نے اپنی چالاکی۔ چالبازی۔ حیلہ سازی اور روپیہ دے کر لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا اور علیؓ حق وعدل کی پابندی میں لوگوں سے اموال مسلمین کا سخت محاسبہ کر کر کے دین اور پرہیزگاری کی محافظت میں اپنے لشکروں۔ جرنیلوں اور گورنروں اپنے سے ضالع کرتے تھے (طماع جرنیل وحکام علیؓ کو چھوڑ کر معاویہ سے جا ملے تھے)۔

مسلمانوں میں مال پرستی کی ابتدا

جب علیؓ کے حکومت بھی تو مسلمانوں میں مال پرستی آ چکی تھی

اگر علیؓ پہلے خلیفہ ہوتے۔ تو سب سے بہتر انتظام کرتے

اور اس طرح سے سارے ہی صحابہ علیؑ سے جدا ہو گئے۔ حتےٰ کہ ابن عباسؓ بھی۔ انتہی۔ (تاریخ التمدن الاسلامی) پس اس سے صاف معلوم ہے۔ کہ علیؑ کی تدابیر سیاسی میں دو باتیں حارج و حائل ہوئیں۔ اوّل لوگوں کی نیتوں کا زمانہ حضرت عثمان میں فاسد ہو جانا عیش و عشرت میں مبتلا ہو جانا۔ حُبِّ دُنیا کا بڑھ جانا۔ جمع مال زیادہ ہو جانا۔ دوم علیؑ کا سخت پابند دین و محافظ عرض مسلمین و اموال مسلمین ہونا ہمیشہ عدل و حق و تقوےٰ و تدین کو مقدم رکھنا۔ اور ان میں ایک تو علیؑ کا بہترین کمال ہے۔ اور خلافت محمدیہ کا اثر ہے۔ اور اس کی خصوصیّت ہے۔ دوسرے سبب میں علیؑ معذور رہیں۔ ایک زمانہ خلافت ایسا گذر چکا جس میں اسلامی سادگی اور زہد و اتقاء رخصت ہو چکے تھے۔ اور لوگ دنیا طلب وعیش پرست و طماع فاسد المنہیات ہو چکے تھے۔ علیؑ سے نہ ہو سکتا تھا۔ کہ اموال مسلمین ان دنیا پرست طماعوں کو دیدیں۔ تاکہ وہ علیؑ کے ساتھ رہیں۔ بلکہ عین خلافت محمدیہ کی شان ہے علیؑ مثل نبی محافظ اسلام امین اموال مسلمین و بیت المال۔ محافظ احکام دین۔ محافظ عرض و ناموس اسلام و مسلمین پیشوائے دین ہیں۔ نہ دنیا پرست بادشاہ جو وہ بھی دوسروں کی طرح چالیں چلتے اور مال و دولت جمع کرتے اور رشوت و طمع دے دے کر لوگوں کو گرد اکٹھا کرتے۔ اگر وہ ایسا کرتے۔ وہ در اصل ہادی دین امام خلق خلیفہ خدا و رسول نہ ہوتے۔ یہ عین وصف علوی ہے۔ عین شان محمدی ہے۔ ع

معشوق من است آنکہ بنزدیک تو زشت است

علیؑ کی یہی بات تو مرغوب ہے۔ اور اسی وجہ سے اہل حق ان کو خلیفہ برحق رسول کہتے ہیں۔ بیشک دیندار و حق پرست کا ایک ہی رستہ ہے۔ صراط الٰہی ایک ہی ہے۔ سبیل الٰہی ایک ہی ہے۔ منہاج نبوت و امامت ایک ہی ہے۔ اور اس لئے علیؑ کیلئے صرف ایک راہ ہے۔ اور وہ حق پرستی اور محافظت دین و اسباب تقوےٰ ہے۔ ص

ہمائے بر سر مرغاں ازاں شرف دارد	کہ استخواں خورد و طائرے نیازارد

بیدین کے شوراشتے ہوتے ہیں ۔ بلکہ ہزار حیلے کر سکتا ہے ۔ اہل حق کا ناحق پرست
سے کیونکر مقابلہ ہوسکتا ہے ۔ ملک شرعی اور ملک طبعی کیونکر موافق و مطابق ہوسکتے
ہیں ۔ اور یہاں سے یہ معلوم ہوگیا ۔ کہ اگر علیؑ نے کوئی ملک فتح نہیں کیا ۔ تو یہ ان کی
خلافت کا نقص نہیں ہے ۔ اوّل اسلام تلوار سے نہیں پھیلایا جاتا ۔ اور کبھی
اسلام میں ملک فتح کرنے کے لئے جہاد نہیں کیا ۔ جہاد دشمن کے دفاع کے لئے
ہوا کرتا ہے ۔ اور رسول اللہؐ کے کل جہاد دفاعی تھے ۔ اور علیؑ کے زمانے میں کسی
باہر کے دشمن نے ملک اسلام پر حملہ نہیں کیا جس کو علیؑ دفاع نہ کر سکے ہوں ۔
اندرونی فساد کے مٹانے میں ہمیشہ کوشاں رہے ۔ دوم رسول اللہؐ نے یہ
فرمایا ہے ۔ کہ میں مکارم اخلاق کی دنیا میں تکمیل کے لئے آیا ہوں ۔ یہ نہیں
فرمایا ۔ کہ میں دنیا کے ملک تہ تیغ کرنے آیا ہوں ۔ اخلاقی و روحانی فتح مادی
فتح سے کہیں بالا ہے ۔ جب روح مفتوح ہوگی ۔ تو جسم آپ ہی مفتوح ہو جائیگا ۔ خلیفہ
رسولؐ کی نسبت بھی ہمیں اوّل یہی دیکھنا ہے ۔ کہ اس نے قلوب پر کہاں تک فتح پائی ۔
اور مکارم اخلاق محمدی کی دنیا میں کہاں تک تکمیل اور اشاعت کی ؟ تو علیؑ اس میں سب سے
افضل و اکمل نکلتے ہیں ۔ سیاست بھی فرائض میں سے ایک فرض ہے ۔ اگر اس کی مہلت اور
اس کا موقع دیا جائے ۔ ورنہ امام و پیغمبر اس میں معذور ہیں ۔ اور منہاج نبوت و امامت
ایک ہے (دیکھو حصہ اوّل و دوم) علیؑ کسی پہلو سے بھی کسی سے کم نہیں نکلتے ۔ سب سے
افضل ہی ٹھیرتے ہیں ۔ بلکہ حقیقت سیاست یہ ہے ۔ کہ صاحب ملک اپنے
ملک کی حفاظت کرے ۔ اور ملک اسلام دین اسلام ہے نہ حکومت زمین ۔ ملک
اسلام کے بچانے میں علیؑ نے ہر قسم کی سعی کی ۔ اور بچایا ۔ اگر صبر و سکوت کی ضرورت
پڑی ۔ اس سے بچایا ۔ اور صبر و تحمل سے کام لیا ۔ فتنہ کو روکا ۔ اور یہی وصف امامت
ہے ۔ یھدون بامرنا لما صبروا ۔ اگر قربانی کی ضرورت ہوئی ۔ اس سے
دریغ نہ کیا ۔ اگر تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے ۔ تو وہ اٹھا لی ۔ اور حق حفاظت اسلام

اسلام تلوار سے نہیں پھیلایا جاتا

علیؑ متمم مکارم اخلاق کی تفسیر ہیں ۔

علیؑ نے ملک اسلام کو بچالیا

ادا کیا۔ اور اصل سیاست دین ہی ہے۔ اگر دین کے ساتھ حکومت ہے۔ تو خیر۔ ورنہ اگر دین ہے اور حکومت چلی بھی جائے۔ تو سیاست کا نقص نہیں۔ تدبیر کا ضعف نہیں۔ تدابیر و سیاسات شاہان شرعی و برگزیدگان خدا سے علیؓ کا مقابلہ کیا جائے۔ تو علیؓ اس میں بہترین سیاست داں ثابت ہوتے ہیں۔ باب اوّل میں سیاست محمدی پر غور کیجئے۔ اور فیصلہ کر لیجئے کہ علیؓ ضرور حقیقی محافظ دین محمدؐی و جانشین محمدؐی اور ہادیٔ دین و پیشوائے امت ہیں۔ وھو المطلوب +

مسئلہ میراث مالی نبیؐ اگرچہ ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ جس پر اصل معیار خلافت موقوف ہو۔ کیونکہ خلافت الٰہیہ ایسی شے نہیں ہے۔ جو کسی خلیفہ خدا کے کل نسبی و

مسئلہ میراث نبیؐ اور علیؓ

سببی رشتہ داروں میں حصہ رسد تقسیم ہو۔ اور چچا۔ تائے۔ سالے۔ سسرے آپس میں بانٹ لیں۔ نہ ہمارے ثبوت خلافت کا کوئی گوشہ ایسا باقی رہ گیا ہے جس کیلئے رسول اللہؐ کی مالی وراثت کا فیصلہ ضروری ہو۔ لیکن یہ مسئلہ بھی محل بحث ہے۔ اور یہاں بعض غلط فہمیاں ایک مقولہ حضرت ابوبکر کی بنا پر پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لئے مختصرًا اس کا عرض کرنا ضروری معلوم ہوا۔ اور اس کے متعلق ہم چند باتیں ہی کہنی چاہتے ہیں :-

اوّل یہ مسلم ہے۔ کہ جس شریعت کے مبلغ رسولؐ ہیں۔ اسی کے متبع رسولؐ ہیں۔ ولکن اللہ جعلناک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا۔ واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔ پیغمبر کے لئے کوئی شریعت جدا نہیں ہوا کرتی۔ پس اگر شریعت محمدؐی میں مسئلہ میراث ہے۔ اور ضرور ہے مسلم ہے۔ کل اہل اسلام کا عمل ہے۔ تو اوّل سب سے پہلے اس میں مبلغ شریعت و صاحب شریعت داخل و شامل ہے۔ جو حکم اس نے اوروں کے لئے باذن اللہ دیا ہے۔ وہ اس کے اپنے لئے ہے۔ بلکہ ان سے اقدم۔ لانھم السابقون والسارعون الی الخیرات۔ سب سے پہلے ہی

ہی عمل کرتے ہیں۔ جب تک کوئی آیت کسی حکم سے مثل نکاح ازواج وغیرہ نبی کو مستثنےٰ قرار نہ دے۔ رسول اللہؐ احکام سوا ریث میں شریک ہیں۔ جو حکم مومنین کیلئے ہے۔ وہی رسول اللہؐ کے لئے ہے۔ اور کوئی آیت قرآن پاک میں ایسی نہیں ہے۔ جو رسول اللہؐ کو حکم آیت میراث سے مستثنےٰ کرتی ہو۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (خدا تمہیں اولاد کے باب میں وصیت کرتا ہے۔ کہ مرد کو عورت کا دوچند ہے)۔ اور حدیث کسی آیت کے حکم کو باطل نہیں کر سکتی۔ اور کوئی روایت خلاف آیت مسموع نہیں ہو سکتی۔ جو حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہو سدہ باطل ہے۔ آیت کے مقابلہ میں آیت صریح پیش ہونی چاہئے۔ جو رسول اللہؐ کو حکم میراث سے مستثنےٰ کر دے۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کوئی آیت ایسی موجود نہیں ہے +

نبیؐ اسی شریعت کے پابند تھے

دوم وراثت کا لفظ یقیناً وراثت مالی ہی پر بولا جاتا ہے۔ اور جب تک کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ نہ ہو معنی مجاز یا استعار مراد نہیں ہو سکتے پس "ورث سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ" میں وراثت سے وراثت نبوت مراد لینا باطل ہے۔ جب تک کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ اوّل مراد وراثت مالی ہی ہوگی پس سارے انبیاءؑ کو وراثت سے حضرت ابوبکر کا مقولہ "نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث" محروم نہیں کر سکتا۔ اور نہ سند ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ مدعا علیہ ہوں۔ اور ان پر فاطمہ طاہرہ زکیہ رضیہ علیہا السلام دعوےٰ کریں +

وراثت مالی

سوم حضرت زکریاؑ کا قصہ اس کے صاف مخالف ہے۔ جبکہ کہا۔ کہ پروردگار میرے استخواں کمزور ہو چکے ہیں۔ اور سر بڑھاپے سے سفید ہو گیا ہے۔ اور میں تیری بارگاہ میں دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا ہوں۔ "وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآئِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا۔ اور میں اپنے پیچھے وارثوں سے ڈرتا ہوں۔ اور میری بیوی بانجھ ہو چکی ہے۔ پس تو اپنی خاص عنایت سے مجھے ولی عطا فرما دے

حضرت زکریاؑ نے وارث کی دعا کی۔

جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے۔ اور اے پروردگار اس کو اپنا پسندیدہ بنا۔ اس آیت میں حضرت زکریا کی دعا وارث کی بابت ہے۔ اور میراث وہ ہے جس کی بابت دوسرے بن جانے والے وارثوں چچا وغیرہ کی اولاد کا خوف ہے۔ پس اگر اس میراث سے مراد جس کے لئے حضرت زکریا وارث کی خواہش کر رہے ہیں۔ اگر میراث علمی و میراث نبوتی ہے۔ تو یہ ایسی چیز نہیں ہے۔ جس میں کسی کا خوف ہو۔ کہ وہ لے اڑیگا۔ اور اس کو برباد کردیگا۔ نبوت کہیں لٹتی نہیں پھرتی۔ نہ وہ چوری ہوتی ہے۔ نہ وہ ضائع ہوا کرتی ہے۔ اور نہ علم برباد ہوتا ہے۔ یہ صفت مال ہی کی ہے۔ پس وراثت حضرت زکریاؑ ضرور وراثت مالی کو شامل ہے۔ اور یہ غلط ہے۔ کہ انبیاء وارث نہیں چھوڑتے۔ اور ان کا ترکہ ان کے وارثوں کی میراث نہیں ہوا کرتا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو خدا حضرت زکریاؑ کو ٹکا سا جواب دے دیتا۔ کہ تمہیں کیا فکر ہے۔ تمہارا ترکہ میراث ورثاء نہیں ہے جس کی تمہیں فکر ہو۔ اور میراث نبوت ہم جس کو چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں۔ اور ایسے وارث علم الٰہی سے زمین کبھی خالی نہیں رہا کرتی۔ پس روایت یا مقولہ "لانرث ولا نورث" باطل محض ہے ؛

انبیاءؑ کا ترکہ

چہارم کبھی کسی تاریخ میں نہیں سنا گیا۔ کہ انبیاء اللہ کا جو کچھ تھوڑا بہت اثاث البیت ہوا کرتا تھا۔ کم سے کم لباس۔ فرش۔ بستر۔ اسلحہ۔ سواری۔ انگشتری۔ عصا تو ضرور ہی ہوتے تھے۔ کوئی ایسا انسان نہ ہوگا۔ جو ان میں سے کچھ بھی نہ چھوڑے۔ یہ صدقہ ہو کر لوگوں میں نہیں فقیروں و مسکینوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ بلکہ تابوت سکینہ اس کے خلاف سند ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر ہے۔ وقال لھم نبیھم ان ایۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک ال موسی وال ھارون تحملہ الملائکۃ ان فی ذالک لایۃ لکم ان کنتم مومنین (بقرہ رکوع ۳۲)۔ حضرت طالوت کے شرعی

بادشاہ ہونے اور منصوص من اللہ ہونے کی ایک آیت اور نشانی یہ ہے۔ کہ ایک تابوت آئیگا۔ جس سے اطمینان و تسلی ہوگی۔ اور اس میں بقیہ ترکہ آل موسےٰؑ وآل ہارونؑ ہے۔ اس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے۔ اور بیشک اس میں بڑی نشانی اس کی حقانیت وصداقت وبرحق ومستحق بادشاہت شرعی ہونے کی ہے۔ اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ اس میں انبیاءؑ کی تصاویر تھیں۔ اور حضرت خمتی مرتبتؐ کی تصویر تھی حضرت نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور اردگرد اصحاب خاص کا مجمع ہے۔ اور ایک نوجوان تلوار لئے پاس کھڑا ہے۔ اور اس کی پیشانی پر لکھا ہے "پیغمبر کا بھائی"۔ اس میں کچھ آسمانی ترنجبین تھی۔ اور بہت سے تبرکات تھے۔ عصائے موسےٰؑ تھا۔ عمامہ ہارون تھا۔ ان کی نعلین تھی۔ یہ وہی صندوق تھا۔ جس میں مادر موسےٰؑ نے ان کو رکھ کر دریا میں ڈال دیا تھا۔ پھر اس میں تبرکات انبیاءؑ رکھے گئے۔ بنی اسرائیل اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ کل اسلحہ انبیاء اسی میں تھا۔ اور اب بھی محفوظ ہے۔ اور مہدی علیہ السلام کے زمانے میں نکلیگا +

غرض اس سے معلوم ہے۔ کہ یہ اشیاء تو ضروری انبیاء کے پاس ہوتی تھیں یہ متبرک اشیاء سمجھی جاتی تھیں۔ اور جس کے پاس یہ چیزیں اور ترکہ انبیاء ہو۔ وہی اس عہدہ۔ حکومت وبادشاہت۔ ہدایت خلق وسیاست کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ انبیاء واوصیاء میں یکے بعد دیگرے یہ منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ یہ ایک آیت اور نشانی تھی۔ ایک معجزہ تھا۔ اور جو شخص شرعی حاکم ہو۔ ضرور ہے۔ کہ وہ کوئی آیت الٰہی رکھتا ہو۔ کوئی نشان اس کا اس کے پاس ہو۔ اور یہ معلوم ہے۔ کہ امت محمدی اور اصحاب رسول اللہ میں صاحب آیات ومعجزات علیؑ ہی ہیں +

خبر یہ ترکہ انبیاء واثاث البیت انبیاء ان کے بعد لٹتا یا فقراء ومساکین میں تقسیم ہوتا نہیں سنا گیا۔ کوئی اس کا ثبوت کسی تاریخ دیانت۔ قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ کہ انبیاء کا وصال ہوتا تھا۔ تو وہ ان کا اثاثہ صدقہ ہو جاتا تھا۔

اور ترکہ کوئی حد خاص معین نہیں ہے۔ کہ کتنی مقدار کیا شے مردہ چھوڑے۔ جو اس کا ترکہ کہلائے۔ ایک غریب فقیہ نے ایک بوریا چھوڑا۔ وہی اس کا ترکہ ہے۔ اور اس کے وارثوں کا مال ہے۔ ایک نے ایک ٹوٹی چارپائی چھوڑی۔ وہی اس کا ترکہ ہے۔ ایک نے اپنا لباس چھوڑا۔ وہ ترکہ ہے۔ ایک اپنا فرش و بستر چھوڑتا ہے۔ وہی ترکہ ہے۔ ایک اپنا گھر یا حجرہ چھوڑتا ہے۔ وہی ترکہ ہے۔ ایک اپنی زرہ یا تلوار۔ یا ڈھال یا نیزہ یا عصا یا عمامہ یا اونٹ یا گھوڑا چھوڑتا ہے۔ وہی ترکہ ہے۔ اور ان چیزوں سے کبھی انبیاء اللہ خالی نہیں ہوئے۔ ہاں خزانے اور سونے چاندی کے ڈھیر نہیں چھوڑتے۔ خزانے ان کے علمی جواہرات ہوتے تھے۔ پس یہ بالکل غلط ہے۔ کہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں۔ اور نہ کسی کو وارث بناتے ہیں +

انبیاء اپنے باپ کے وارث ہوتے ہیں

پنجم کہا یہ گیا ہے۔ کہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ وارث بناتے ہیں یعنی انبیاء اپنے باپ دادا و رشتہ داروں سے ترکہ بھی نہیں پاتے۔ اور ان کا ترکہ بھی کوئی نہیں پاتا سب صدقہ ہوا کرتا ہے۔ تو ضروری ہوا۔ کہ رسول اللہؐ اپنے والد ماجد حضرت عبداللہؓ کا ترکہ و ورثہ نہ پائیں۔ اور وہ صدقہ ہو جائے۔ یا خیر صدقہ نہ ہو۔ ان کو ان کے جدی اڑا لے جائیں۔ کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟ کہ حضرت عبداللہؓ کے انتقال کے وقت ان کا جو کچھ بھی ترکہ تھا۔ وہ رسول اللہ محمد مصطفیٰ ان کے بیٹے اور وارث کو نہ ملا۔ اور لوگ غیرا غیرا نتھو خیرا لے گئے۔ "کاترث" جب ہی تو صادق آئیگا۔ اور اگر اس کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ رسول اللہؐ کے والد کا ترکہ لوگوں نے لوٹ لیا تھا۔ بلکہ رسول اللہؐ اس کے وارث ہوئے جو کچھ ان کے والد کا ترکہ تھا۔ وہ انہیں پہنچا۔ خواہ ایک انگشتری ہی کیوں نہ ہو۔ تو روایت یا مقولہ حضرت ابوبکر بالکل غلط اور باطل۔ اور اس کو حدیث کہنا رسول اللہؐ کو جھوٹا بنانا ہے۔ کہ عبداللہ کے مال کے وارث ہوئے۔ ان کے گھر کے وارث

ہوئے۔ اور کہدیا۔ کہ ہم ورثہ ہی نہیں پاتے۔ ہم وارث ہی نہیں ہوتے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کیسی جرأت ہے۔ کہ ایک ذرہ سی بات کیلئے رسول اللہ کو معاذاللہ جھوٹا بنایا جاتا ہے۔ ارے بھئی معمولی بات ہے حضرت ابوبکر سے غلطی ہوگئی۔ وہ کوئی معصوم تو نہیں تھے۔ غلطی اور خطا سے بالکلیہ پاک ومحفوظ ہونا تو معصوم کی شان ہے۔ ورنہ "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" خطا بھی ہوجاتی ہے۔ بھول چوک بھی ہوجاتی ہے۔ رسول اللہ کو خواہ مخواہ جھوٹا کیوں بنایا جاتا ہے۔ رسول اللہ خدانخواستہ ایسی پوچ بات کیوں کہتے۔ ایک موقع تھا ایک بات ہوگئی تھی۔ مجبوراً بیچارے ابوبکر کو ایسا کہنا پڑا۔ اگر یہ نہ کہتے۔ تو کیا کہتے؟

رسول اللہ کا ترکہ

ششم مسلم ہے۔ کہ رسول اللہ مال ودولت چھوڑکر نہیں مرے۔ نہ بیضا چھوڑا نہ صفرا۔ نہ درہموں کا ڈھیر نہ دیناروں کا۔ لیکن اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ کہ آپ کے پاس دلدل تھا۔ مرتجز گھوڑی تھی عضبا اونٹنی تھی۔ زرہ وذالفضول تھی۔ عمامہ سحاب تھا۔ خود تھا علم تھا عصا تھا۔ انگشتریاں تھیں۔ مہر تھی۔ لباس تھا۔ بستر تھا۔ حجرہ تھا۔ حجرے کو چھوڑکر جو مقبرہ رسول بنا۔ باقی کل اشیاء متروکہ رسول اللہ کہاں گئیں؟ کس کے پاس آئیں؟ کیسے آئیں؟ کیا آئیں؟ اور پھران کا کیا حشر ہوا؟ یہ مسلمانوں نے لوٹیں۔ اور انہیں ایسا موقع ملا۔ کہ رسول اللہ کے انتقال کے بعد ان اشیاء کو لوٹ لے گئے (افسوس موقع ہی نہ ملا۔ ورنہ مرتے ہی خانہ رسول اللہ ضرور لوٹا جاتا)۔ یا اس صدقہ کو خلیفہ صاحب نے فقراء ومساکین مدینہ میں تقسیم کیا؟ یا یہ اشیاء فروخت ہوکر ان کی قیمت بیت المال میں داخل کی گئی؟ یا آپ کی اونٹنی عضباء آپ کا استر۔ دُلدُل۔ آپ کی گھوڑی ذوالجناح (مرتجز) خلیفہ صاحب کے ہاتھ لگیں؟ ان پر وہ دعوے کرسکے؟ یا لے سکے؟ ان کو مانگ سکے؟ ترکہ رسول یہی تھا۔ نہ باغ فدک۔ وہ ہبہ تھا۔ فاطمہ کا حق تھا۔

نہ ترکہ۔ اور بالفرض وہ ترکہ تھا۔ تو کیا حدیث نحن معاشر الانبیاء صرف فدک ہی کے لئے بنی تھی۔ باقی متروکات نبوی کے لئے نہ بنی تھی؟ حالانکہ وہ اشیاء متروکات انبیاء میں شامل ہیں۔ اور وہ وصی کی علامت ونشانی ہیں۔ یہ کل کی کل حیات نبوی ہی میں شدت مرض الموت کے وقت حضرت کے چچا عباس ان کے فرزند اور رشتہ داروں کے سامنے حقیقی وارث علیؑ کے سپرد کی گئیں۔ علیؑ کے پاس رہیں۔ یہ ترکہ محمدی علیؑ کو پہنچا۔ (تواریخ ملاحظہ ہوں) بلکہ یہ ایک نہایت وسیع مضمون ہے۔ تبرکات نبوی ہمیشہ آل رسولؐ میں مثل تابوت سکینہ اوصیاء نبی کو پہنچتے رہے ہیں۔ یہ کل تبرکات ومخصوصات نبوی روزِ عاشورا میدان کربلا میں موجود تھیں۔ اور حسینؑ مظلوم لوگوں کو دکھا رہے تھے۔ کہ دیکھو یہ عمامہ نبوی میرے سر پر ہے۔ یہ زرہ محمدیؐ ہے۔ یہ ذوالفقار ہے۔ یہ حمزہ کی ڈھال ہے۔ یہ جعفرؑ کا علم ہے۔ یہ رسول اللہؐ کی اونٹنی ہے جس پر میں سوار ہوں۔ میں ہی اس وقت روئے زمین پر ان کا فرزند ہوں۔ اور میں ان کا وارث بقیہ آل عباؑ ہوں۔ یہی سامان حسینیؑ تھا۔ جو روز کربلا لوٹا گیا۔ اور جو روز سقیفہ نہ لٹ سکا تھا۔ یہی وہ سامان تھا۔ جو سامان لوٹ میں دمشق گیا۔ جو قید سے چھوٹنے کے وقت امام زین العابدینؑ وارث حسینؑ شہید نے یزید سے طلب کیا۔ اور یزید نے کہا۔ کہ اس میں کیا ہے۔ جو تم کچھ کہو۔ ہم دیتے ہیں۔ فرمایا۔ نہیں ہمیں تو وہی ہماری لوٹ دیدے۔ اس میں دادی فاطمہؑ کا چرخا بھی ہے۔ ان کا گلوبند بھی ہے۔ ان کی بوسیدہ ردا بھی ہے۔ تبرکات نبوی ہیں۔ وہ دیا گیا۔ اور امام رخصت ہوئے اور لوٹا ہوا قافلہ لے کر باپ کی قبر پر آئے۔ مدت کے بچھڑے ہوئے۔ اسیر وقیدی قبر حسینؑ سے لپٹے۔ اور روئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ایک ادنےٰ کرشمہ خلافت اجماعی کا تھا۔ اور ترکہ محمدیؐ کی لوٹ کا یہ ادنےٰ نمونہ تھا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ⁂

حجرۂ نبی یا ترکۂ رسول اللہ

ہفتم اگر حجرہ نبوی ترکہ رسول اللہؐ ہوکر ورثاء کی میراث نہ تھا۔ تو کیا حق حاصل تھا۔ کہ خانہ رسولؐ میں حضرات شیخین دفن ہوں؟ تمام مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔ کہ غصبی جگہ میں دفن ناجائز ہے۔ رسول اللہؐ کے گھر میں کسی کو بغیر اذن رسولؐ داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ اور خاص اجازت حاصل نہیں۔ صدقہ ہے۔ تو خاص حضرات شیخین کو اس پر قبضہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ وہ حق بیت المال اور تمام مسلمانوں کا مال تھا۔ مناسب تھا۔ کہ حجرۂ رسول اللہؐ کو مع قبر رسولؐ فروخت کرکے بیت المال میں داخل کر دیتے۔ کیونکہ بقول حضرت ابی بکر یہ بھی صدقہ تھا۔ خدا جانے کیوں نہ کیا۔ شاید اس میں کوئی مصلحت ہوگی۔ کہ آئندہ اس سے کام لینا تھا۔ کہ یہاں قبریں بناکر ان مٹی کے ڈھیروں کو خلافت کی دلیل بنایا جائیگا۔ اور حق پر خاک ڈالی جائیگی۔ یا اڑائی جائیگی۔ ورنہ ضرور حجرہ رسول اللہؐ بحثا۔ ماننا پڑیگا کہ ترکہ رسول اللہؐ تھا۔ اور ترکہ میں اُمّ المومنین شریک تھیں۔ وہ بھی وارث تھیں۔ ہر ایک کے ترکہ و ورثہ میں ان کے باپ دفن ہوئے۔ ورنہ حجرہ رسولؐ کا غصب تسلیم کرنا پڑیگا۔ مگر یہاں یہ سوال بھی ہے۔ کہ حضرت عائشہ کا حصہ اس میں قاعدۂ شرعی سے $\frac{1}{72}$ تھا۔ اور اتنا ہی حضرت حفصہ کا۔ اور حجرۂ رسولؐ کے $\frac{1}{72}$ حصہ میں یہ قبریں نہیں آسکتی تھیں۔ اسی واسطے ابن عباس نے کہا ہے۔ لک التسع من الثمن و بالکل تصرفت تجملت تبغلت ولو عشت تفیلت یعنی حصہ تو $\frac{1}{72}$ تھا۔ مگر حجرۂ رسولؐ پر تصرف کر لیا۔ یہ بھی سوال ہے۔ کہ اگر شیخین یا ام المومنین حجرۂ رسول اللہؐ میں کوئی حق تصرف رکھتی تھیں۔ خواہ وہ کسی حیثیت سے کیوں نہ بنایا جائے۔ تو ام المومنین کے نواسے اور پیارے نواسے حسینؑ اس میں کیوں کوئی حق نہ رکھتے تھے۔ ان کے لئے نانا کے مقبرے میں سوا گز زمین بھی میسر نہ تھی۔ کہ جس وقت شہید مسموم کا جنازہ لے کر حسینؑ اس طرف آئے۔ تو دفن کا شبہ کرکے ام المومنین چالیس مروانی سواروں کو لیکر خچر پر سوار ہو کر چڑھ آئیں۔ غضبناک ہوئیں۔ اور باآواز

بلند فرمایا۔ نحوا ابنکم عن داری۔ اپنے بیٹے کو میرے گھر سے الگ لے جاؤ۔ اور حسین ؑ نے فرمایا۔ ہم جانتے ہیں رسول اللہؐ کی ملاقات کو جنازہ لائے ہیں۔ اور اس طرح فتنہ رفع ہوا۔ کیا یہ واقعہ صفحات تاریخ سے محو ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو "عن داری" میں "میرے" کی نسبت کیا بتلاتی ہے؟ حجرۂ رسولؐ بعد رسول اللہؐ صدقہ ہو جانے پر بھی ام المومنین عائشہ کی ملکیت رہا؟ کیوں مسلمانوں نے ام المومنین کو نکال کر یہ صدقہ تقسیم نہ کر دیا۔ اور اگر ام المومنین وارث ہیں۔ تو ام الائمۃ ؑ المعصومینؑ (فاطمۃ الزہراؑ) بدرجہ اولٰی ترکہ رسول اللہؐ کی وارث ہیں۔ اور یہی حق ہے ؛

ہشتم یہ حدیث حضرت ابو عبد اللہ صادق آل محمد علیہ السلام (نہ زین العابدین علیہ السلام۔ ناقل کو یہ نہیں معلوم کہ زین العابدین علیہ السلام ابو عبد اللہ نہیں کہلاتے)۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ کہ علماء وارثان انبیاءؑ ہیں۔ کیونکہ انبیاءؑ درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ لیکن وہ علم چھوڑتے ہیں۔ اور اس کا وارث بناتے ہیں۔ بیشک یہ بالکل درست ہے۔ انبیاء کا خزانہ زر و مال نہیں ہوتا۔ وہ درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ وہ خزائن علمی چھوڑتے ہیں۔ اور یقیناً ان خزائن علمی کے وارث خاص برگزیدہ انتخاص ہوتے ہیں۔ اور سلسلہ وراثت علمیہ انبیاء اللہ ہم مسلسل لگاتار آئے ہیں لیکن اس کے یہ معنی لینے کہ انبیاء درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ اس لئے کچھ بھی نہیں چھوڑتے۔ باطل ہیں۔ کیونکہ مسلم ہے۔ کہ انبیاءؑ نے بہت سی متروکات چھوڑیں۔ اور اس کی تصریح ہم کر چکے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث کے یہ معنی کہ وہ کچھ بھی نہیں چھوڑتے خوش فہم محدث کی حدیث فہمی کا ثبوت ہے۔ نفی خاص و عام کو کبھی مستلزم نہیں ہوا کہ درہم و دینار نہیں چھوڑنے کا مطلب یہ کہاں سے ہوا۔ کہ کچھ بھی نہیں چھوڑتے۔ یہ بالکل غلط معنی ہیں بیشک وہ درہم و دینار کے خزائن نہیں چھوڑتے۔ خزائن علمی چھوڑتے ہیں۔ مگر ضروریات تمدن و اثاث البیت و ضروریات زندگی جو لازمہ حیات دنیا ہیں۔ ان کو قبر

روایت حضرت صادقؑ

ہیں ساتھ نہیں لے جاتے یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔ اور بفرض اگر یہ صحیح ہے۔ کہ وہ قطعاً کچھ بھی سوائے علم کے چھوڑتے ہی نہیں۔ تو حدیث بخاری یا مقولہ حضرت ابی بکر مرویہ بخاری غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ اس کا مفہوم بلکہ منطوق یہ ہے۔ کہ ہم اپنے مال کا کسی کو وارث نہیں بناتے۔ جو کچھ ترکہ چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔ کسی کا ورثہ نہیں ہوتا۔ "ما ترکناہ" ثبوت ترکہ انبیاء کی دلیل ہے۔ نہ نفی کی۔ فلاسفر محدث کا حافظ خدا جانے اس قدر کمزور کیوں ہے۔ یا حافظہ ہی نہیں ہے؟ کیونکہ مشہور ہے "دروغ گورا حافظہ نباشد"۔ ضرور "ما ترکناہ" ثبوت ترکہ ہے۔ ترکہ وہ چھوڑتے ہیں۔ کہ کسی کا مال بقول حضرت ابی بکر نہیں ہوتا۔ پس حدیث حضرت صادق علیہ السلام ہرگز روایت بخاری اور مقولہ حضرت ابی بکر کی مثبت نہیں ہے۔ بلکہ صاف مناقض ہے۔ فلاسفر محدث کو پھر اس میں غور کرنا چاہیئے۔ شاید خلافت ابی بکر کی طرح اس کو بھی فلسفہ سے ثابت کیا جائے۔ کہ انبیاء ترکہ چھوڑتے ہیں (یا انبیاء ترکہ نہیں چھوڑتے ہیں)۔ اور جو ترکہ چھوڑتے ہیں۔ اس کو صدقہ بنا لیا جاتا ہے۔ مگر صدقہ کے آج تک معنی نہیں معلوم کہ وہ کیا ہیں۔ کہ جو انبیاء چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اگر صدقہ کے معنی معروف ہیں۔ جو قرآن میں مذکور ہیں۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین الآیہ۔ صدقات فقراء و مساکین کا مال ہے۔ الخ۔ چاہیئے۔ کہ مال رسول فوراً فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ وہ کونسی آیت یا حدیث ہے۔ جس سے اس مال رسولؐ و ترکہ رسولؐ و صدقہ رسولؐ کے وارث و مالک و متصرف خلفاء بن بیٹھتے ہیں؟ فقیروں کے مال پر بھی تصرف؟ غضب۔ غضب تعجب حیرت! ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

رسولؐ تو مال دنیا سے فقیر ہی تھے ۔ اور "الفقر فخری" ان کا افتخار تھا ۔ اس فقیر کے مال پر بھی طمع ! اس فقیر کے بچوں (حسنؑ و حسینؑ) پر رحم کیا ہوتا "وَمَن لَا یَرحَم لَا یُرحَم" ۔

نہم ۔ اچھا سب کچھ فرض ۔ مگر یہ بھی مسلم ہے ۔ کہ منہاج نبوت و منہاج خلافت و امامت ایک ہی ہے ۔ نہ جدا جدا ۔ اگر جدا جدا ہو ۔ تو امامت و خلافت کو خلافت نبوت کہنا کیا معنی رکھتا ہے ؟ اور اگر ایک ہی ہے ۔ اور ضرور ہے ۔ اور خلافت الٰہیہ خواہ صورت نبوتیہ میں ظاہر ہو یا صورت امامتی میں یکساں ہے ۔ خلافت الٰہیہ میں کبھی فرق نہیں ہو سکتا ۔ اور خلافۃ المسلمین سے بحث ہی نہیں ہے ۔ مسلمان کسی کو اپنا پریسیڈنٹ بنائیں یا ریپریزنٹیٹو ۔ ہم تو خلیفہ خدا اور رسولؐ کی بابت بحث کر رہے ہیں ۔ کیا یہ سنت الانبیاء و منہاج انبیاء و شریعت انبیاء ان سے خلفاء و ائمہ میں کبھی پائی جائیگی یا نہیں ؟ اگر نہیں ۔ تو کیوں ؟ ضرور پائی جانی چاہئے ۔ اور ہمیشہ اوصیاء انبیاء قدم بقدم انبیاء رہے ہیں ۔ پس انبیاء کی طرح ضروری اور لازمی ہے ۔ کہ وہ بھی درہم و دینار نہ چھوڑیں ۔ اور ہمیشہ ایسا رہا ہے ۔ اگر کسی نبی نے درہم و دینار اپنے پیچھے نہیں چھوڑے ۔ تو کسی وصی نبی اور جانشین نبی نے بھی درہم و دینار پیچھے نہیں چھوڑے ۔ اگر موسیٰؑ نے نہیں چھوڑے ۔ تو ہارونؑ و یوشعؑ نے بھی نہیں چھوڑے ۔ پس جو خلیفہ نبی کہلا کر درہم و دینار لاکھوں کی تعداد میں چھوڑ جائے ۔ وہ خلیفہ نبی نہیں ہے ۔ منہاج نبوت پر نہیں ہے ۔ سنت الاولیاء پر نہیں ہے ۔ دیکھو خلفاء برحق اور اوصیاء نبی نے کبھی درہم و دینار نہ چھوڑے ۔ علیؑ سے لے کر تا امام حسن العسکریؑ تاریخ و سیر کو دیکھ جائیے ۔ یہی ثبوت ملیگا ۔ اور اس لئے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ سب ایک ہی منہاج نبوت پر تھے ۔ شریعت و سنت انبیاء پر تھے ۔ اور دوسرے مدعی ان کے خلاف ۔ نیز یہ بھی ضروری ہے ۔ کہ خلفاء رسولؐ و اوصیاء رسولؐ

اگر رسول اللہؐ کا مال صدقہ ہے ۔ تو خلیفۂ رسولؐ کا مال بھی صدقہ ہے

دائمہ امت مثل انبیاء جو کچھ چھوڑ جائیں۔ وہ صدقہ ہو۔ ان کے وارثوں کا مال نہ ہو۔ منہاج نبوت بقول حضرت ابی بکر یہی ہے۔ سنت انبیاء یہی ہے۔ شریعت انبیاء یہی ہے۔ تو کیا ان حضرات نے جو کچھ چھوڑا۔ وہ صدقہ بنایا گیا؟ اگر نہیں۔ تو کیا یہ باوجود ادعائے خلافت نبی۔ منہاج نبی۔ شریعت نبی۔ سنت نبی سے جدا نہ ہوتے؟ اگر روایت صحیح ہے۔ اور مقولہ حضرت ابی بکر درست۔ اور شریعت نبی اور سنت نبی و منہاج نبی یہی ہے۔ اور یہ نبی کے جانشین و قائم مقام و خلیفہ و وصی اور امام خلق ہیں۔ تو ان کا مال کل فقراء و مساکین مسلمین میں بطور صدقات تقسیم ہونا چاہئے۔ یا یہ سب کچھ دختر رسول اللہؐ ہی کے محروم کرنے اور تنگ کرنے اور اذیت دینے کے لئے بنایا گیا ہے؟ غور و فکر اور انصاف سے کام لینا چاہئے۔ عقلمند وہی ہے۔ جو بات سنے اور کان دھرے۔ اور اچھی بات پر عمل کرے۔ خواہ کسی کی ہو۔ اسی کو دیندار و ہدایت یافتہ کہتے ہیں۔ ایک غلطی کے بنانے کے لئے ہزار غلطیاں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میراث نبوی کے مسئلہ میں جو غلطی کی گئی ہے۔ اس کی تلافی قیامت تک ناممکن ہے۔

انبیاءؑ کی روحانی میراث

وہم یہ کہا جاتا ہے۔ کہ انبیاء علم کا ورثہ چھوڑتے ہیں۔ بیشک علم کا ورثہ چھوڑتے ہیں۔ اور مسلم ہے۔ مگر اس کے وارث کون ہوتے ہیں؟ رسول اللہؐ نے علم کا ورثہ چھوڑا۔ کتاب اللہ چھوڑی۔ اس کی وراثت کس کو ملی؟ کیا ذریت انبیاء کے سوا اور کوئی اس کا وارث ہوا؟ والذی اوحینا الیک من الکتاب ھو الحق مصدقا لما بین یدیہ ان اللہ بعبادہ لخبیر بصیر۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا الآیہ۔ بلاشبہ قرآن کے وارث خدا کی طرف سے بندگان مصطفےٰ ہوئے۔ معصومین طیبین و طاہرین ہوئے۔ اور بلاشبہ جو حقیقی وارث علم انبیاء ہے۔ وہی جانشین انبیاء ہے۔ یہ مسلم ہے۔ اور حدیث نقل ہو چکی ہے۔ کتاب سے ثبوت دیا جا چکا ہے۔ خصم مانتا ہے۔ کہ سلیمانؑ داودؑ کے علم کے وارث

ہوئے۔ اور ان کے جانشین بنے۔ پس وارثان علم نبوتی معصومین ع ہی بعد رسول ص اللہ جانشین رسول اللہ ص ہوئے۔ اور اس کا ثبوت کافی سے زیادہ ہم باب دوم میں دے چکے ہیں۔ پس اگر ترکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جو بقول ابوبکر صدقہ ہوتا ہے۔ مگر از روے عمل ثلثہ و قول مقلدین اصحاب اس کا مالک و متصرف خلیفۂ وقت ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں کل ترکات محمدی ص کے حقیقی وارث تو وہ ہوئے۔ جو ان کے برحق جانشین اور ان کے علم کے وارث ہیں۔ اس سے کیا معنی کہ نبی کی حقیقی میراث تو معصومین ع ذریت محمدی ص پائیں۔ اور مال دُنیا کے مالک بن جانے والے شاہان اسلام ہو جائیں۔ ہمیشہ سلسلہ وراثت انبیاء یہی تو ہے۔ کہ وارثان علم ہی جانشین ہوا کرتے ہیں۔ یہاں یہ سنت انبیاءؑ بدعت سے کیوں بدلی؟ باوجود وارثِ علم نبی ص نہ ہونے کے خلیفہ ہونے کے مدعی کیوں ہوئے؟

وتلک عشرۃ کاملہ۔ یہ دس دلیلیں ہیں اس بات پر۔ کہ اس مسئلۂ میراث سے بھی حضرت ابوبکر کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ پھر بھی حقیقت اپنے ہی مقام پر رہتی ہے۔ اور ہر اعتبار سے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم امیرالمومنین۔ یعسوب الدین۔ قائد الغر المحجلین۔ خلیفۂ رب العالمین و خلیفۂ نذیر للعالمین۔ اسد اللہ الغالب۔ الغالب علےٰ کل غالب۔ علی ابن ابی طالب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہی خلیفہ ثابت ہوتے ہیں۔ اور یہ ماہتاب امامت خواہ اس پر کتنی ہی خاک ڈالیں چھپ نہیں سکتا یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ (سورۂ صف۔ رکوع ۱) ع۔

وہ نور کیا بجھے۔ جسے روشن خدا کرے

نور ولی ع و نور نبی ص ایک ہے۔ نہ نور نبی ص قیامت تک بجھے گا۔ اور نہ نور علی ع۔

دونوں ایک ہیں۔ ایک حال میں رہیں گے۔ اور قیامت تک یہ آفتاب و ماہتاب چمکیں گے۔ اور محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے تمسک واجب ہے۔ ۵

مخزنِ علم و فتوت بحرِ جود و کانِ عدل
آنکہ بالائے فلک اورا لوا بائد زدن
حیدرے کوہست دریائے کرم کانِ سخی
نغمہ در وصفِ علیؑ شیرِ خدا بائد زدن
لا فتیٰ اِلّا علیؑ لا سیف اِلّا ذوالفقار
ہر دم از فہم صفات ہل اتیٰ بائد زدن
گر نجاتِ آں جہاں مطلوب داری اے عزیز
دست در دامانِ آلِ مصطفےٰ بائد زدن
از برائے جلوۂ جانِ عزیزِ مرتضےٰؑ
ہر زماں از سوے باطن نالہا بائد زدن
خارجی را اعتبارے نیست اندر قول و فعل
بیخ بد کیشاں چو شاخ ناروا بائد زدن

خاتمہ

بعض نتائج ضروریہ

ضروری نتائج

ہمارے حصص اوّلیہ اور اس کے مقدمہ و ابواب ثلٰثہ کے دیکھنے سے ہر ناظر بصیر اس نتیجہ پر پہنچیگا۔ کہ جس خلافت کا ثبوت اور اس کا تفصیلی ذکر قرآن پاک سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ سوائے معصومینؑ طاہرین ائمۂ اہل بیت نبوت و رسالت اور کسی کا حق نہیں ہے۔ قدرت نے انہی کو اس کے لئے خلق کیا تھا۔ اور خلافت الٰہیہ محمدیہ کی قابلیت و صلاحیت انہی میں رکھی گئی تھی۔ اور یہ ایسی حقیقت نہ تھی۔ کہ جس کو اہل اسلام خصوصًا اصحاب رسول کریمؐ نہ سمجھے ہوں۔ یا یہ آفتاب حقانیت و صداقت در تحتِ جہالت عامہ ہو۔ مگر عام عرب سوائے مخصوصین چونکہ ایک مدت دراز سے علم و دین کے ساتھ مال و دولت و حکومت و سیاست سے بھی محروم تھے۔ اور مسلم ہے۔ کہ ان عدنانی عربوں میں کبھی تمدن نہ آیا تھا حکومت نہ کی تھی۔ اسلام دین کے ساتھ دنیائی دولت بھی ساتھ لایا۔ اور ضرور

اختلاف کی ایک وجہ وجیہ

لانی تھی۔ علم و حکمت و معرفت و عبادت کے ساتھ دولت بھی ملی۔ چند سال میں عرب فتح ہوگیا۔ اور پیغمبر اسلامؐ دینی و دنیوی بادشاہ نظر آئے۔ ایک دم سے یہ انقلاب دیکھ کر بہت سے لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ بعض ظرف اس کے متحمل نہ ہوسکے۔ اور رفتہ رفتہ حب دنیا میں پھنستے گئے۔ جاہِ دنیا

مرغوب ہوئی۔ نبوت کو بادشاہت ہی جیسا سمجھنے لگے۔ اور آخر کار اکثر کو حکومت وسلطنت وریاست کا شوق پیدا ہو گیا۔ شوق تو خیر بُرا نہیں۔ ترقی کا احساس اچھی چیز ہے۔ مگر محل بُرا تھا۔ موقع نامناسب تھا۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ خلافت محمدیہ کو بادشاہت دنیویہ کے اصول پر طے کرنا چاہا۔ اور بالکل ایسا ہی کیا گیا۔ اپنی طمع یا مصلحت دنیوی سے یا بعض بنی ہاشم کے ساتھ حسد نے پہلی سب باتوں کو بھلا دیا۔ حتیٰ کہ انصار بھی دیکھا دیکھی حکومت کے طالب ہو گئے۔ اور وہ بھی "منا امیر ومنکم امیر" پکارنے لگ گئے "منا امیر ومنکم وزیر" کی صدا بلند ہوئی۔ شروع میں فلتہ جو ہونا تھا ہو گیا۔ پھر چونکہ یہ سلسلہ قائم ہو گیا ہمیشہ اس کا فیصلہ سیاسی بلکہ صاف ملک طبعی کے اصول پر کیا گیا۔ جو بتصدیق علامہ ابن خلدون بالکل ملک شرعی، وسیاست دینی کے خلاف ہوتے ہیں۔ ورنہ شرعی سیاست میں اجماع وشورے وغلبہ وتجبر وتشدد کیا معنی رکھتے ہیں؟ یہ واقعات پیش آ گئے۔ ایسا ہو گیا۔ ایسا کیا گیا۔ لاجرم ان کو دلائل بنا یا گیا۔ اور اب تک اس کو نبھایا جا رہا ہے۔ کہے اور کئے کی لاج رکھی جا رہی ہے۔ اور ہم اس پر آئندہ مفصل بحث کریں گے۔ کہ اس بدعنوانی سے خلافت کے فیصلہ نے اور اصول ملک طبعی نے نہ صرف اصول مسلمہ خلافت الٰہیہ کو بدل دیا۔ بلکہ کل اصول اسلام کو منقلب کر دیا۔ اور کسی امر شرعی میں بھی کوئی مسلم ومتفق ومدلل ومبرہن اصل نہ رہی۔ جس نے جو راستہ چاہا۔ اختیار کیا۔ اور کیا جا رہا ہے۔ کوئی حد معین کوئی اصل معین کسی اصل یا فرع دین میں نہیں ہے۔ جتنے مذہب ہیں۔ اتنے ہی اصول ہیں۔ بلکہ جتنے مسلمان ہیں۔ اتنے ہی خیالات ہیں۔ جتنے منہ اُتنی باتیں۔ اور معیار خلافت تو ایسا بگڑا۔ نہ صرف صدر اسلام میں ایک ایک وقت میں کئی کئی خلیفے ہو گزرے۔ اور جس نے

مسلمانوں نے امامت کو محض دنیاوی حکومت خیال کیا

معیار خلافت کی بدعنوانی سے بہت سے خلیفے بیک وقت بن بیٹھے

جتھا بنا لیا۔ اس نے ہی خلافت محمدیہ کا دعوےٰ کر دیا۔ جیساکہ علامۂ سیوطی انقراض ملک بنی عباس کا ذکر کرتے ہوئے شروع مقدمہ ہی میں لکھتے ہیں۔ کہ امر خلافت میں ایسی افراط و تفریط ہوئی۔ کہ ایک وقت اندلس ہی کے اندر چھ شخص مدعی خلافت تھے۔ اور سب اپنے کو خلیفہ کہتے تھے۔ اور سب کے ساتھی تھے۔ جماعت تھی۔ درآنحالیکہ عبیدی مصر میں اور عباسی خلیفہ بغداد میں مدعی تھا۔ اور ان کے علاوہ اطراف و اقطار زمین علویہ وغیرہ مدعی خلافت تھے۔ انتہی۔ بلکہ آج تک ادعاے امارت و خلافت چلا جاتا ہے۔ بلکہ چونکہ خلافت و امامت و نبوت ایک ہی سلسلہ ہے۔ اور جب خلافت و امامت میں کوئی معیار معین نہ رہا۔ جو غالب آگیا۔ وہی خلیفہ بن گیا۔ تو لوگوں کی نظروں میں نبوت بھی گر گئی۔ اور لوگوں میں ادعائے نبوت بھی بہت ہونے لگا۔ اور ہو رہا ہے۔ اور بہت جھوٹے مدعی گذر چکے ہیں۔ اور آئندہ ہونگے۔ نبوت کے بھی مدعی ہیں۔ خلافت کے بھی ہیں۔ امامت کے بھی۔ یہ کیوں ہوا؟ محض اس وجہ سے۔ کہ خلافت محمدی کو کسی اصل معین و مسلم دینی و نص قرآنی و حکم الٰہی پر فیصل نہ کیا گیا۔ جس وقت پر جیسا موقع پیش آگیا۔ اسی کو آگے دھر لیا۔ جیساکہ ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ یہ دلائل نہیں ہیں۔ بلکہ واقعات ہیں۔ جو اسلام میں پیش آئے ہیں۔ اور ان ہی کی نسبت علماء میں بحث ہے۔ کہ آیا معیار قرآنی کے مطابق ہیں یا نہیں۔ اور یہ حدود دینیہ میں آنے بھی ہیں یا نہیں۔ چہ جائیکہ حدود خلافت الٰہیہ میں آئیں۔ اس بدعنوانی کی وجہ سے وہ لوگ بھی مدعی خلافت محمدی بن بیٹھے۔ جو خالص دشمن اسلام اور مخالف نبی تھے۔ اور جنہیں دین کی ذرہ پروا نہ تھی۔ چنانچہ سقیفہ ہی میں بعض انصار نے ابی بکر کے اس فقرے کے جواب میں کہ کہا تم لوگ ہماری حکومت سے

حسب مصلحت اصول خلافت میں تبدیلی

جلتے اور حسد کرتے ہو" کہہ دیا تھا۔ کہ تم سے تو خیر ہمیں حسد نہیں ہے۔ اور نہ ڈرتے ہیں۔ مگر ہمیں خطرہ ہے ان لوگوں کا۔ جو تمہارے بعد تمہاری جگہ آئینگے۔ اور ہم انصار کے بچوں کو ذبح کرینگے۔ اور علماء نے تصدیق کی ہے۔ کہ بیشک ایسا ہی ہوا۔ یہ پیشین گوئی بالکل صحیح نکلی۔ نہیں بلکہ وہ لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے رسول کے بچوں کو بھی بے جرم و خطا ذبح کیا۔ اور پانی تک نہ دیا۔ مدینہ نبوی کو برباد کیا۔ لوٹا۔ اور خانۂ خدا کو جلایا اور ڈھایا۔ اس بدعنوانی سے یہی خطرہ تھا۔ اور وہی ہوا۔ اور اس کا خمیازہ قیامت تک مسلمان اٹھائیں گے۔ اسی کا نتیجہ یہ مذاہب مختلفہ ہیں۔ اور کل حزب بما لدیہم فرحون بنا ہوا ہے۔ گویا کوئی معیار نہ رہا۔ کہ پیشوائے دین کون ہو؟ اور وہ کیسا ہونا چاہیئے؟ فتوے اور حکم کس کا حق ہے؟ معلم قرآن کیسا ہونا چاہیئے؟ جو بنے۔ ان میں کوئی امتیاز عام مسلمانوں سے نہ تھا۔ گویا کہ حمام ہے۔ اور لوگ ننگے نہا رہے ہیں۔ اونار و نماک لنگی لگے غوطہ کھانے اور نہانے"۔ "ایک حمام میں سب ننگے"۔ حتے کہ امامت جیسی اہم شے جو اول ایک برگزیدہ نبی۔ رسول اور خلیل اللہ کو دی گئی تھی۔ ہر کس و ناکس کے ہاتھ آگئی۔ کوئی نحوی مسئلہ یاد کر کے امام بن گیا۔ کوئی صرفی۔ کوئی بہائی۔ اور کوئی فقہی۔ اور اب تو مسجد کے ملا بھی انہی ائمہ کی ذیل میں شمار ہوتے ہیں۔ جن کو خدا فرماتا ہے۔ جعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا و اوحینا الیھم فعل الخیرات الآیہ۔ کہاں فیضان وحی الٰہی۔ کہاں مسجدوں کے ملا۔ جن کی طہارت بھی درست نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے در اصل اہل حق اس مسئلہ میں آج تک بحث کرتے آتے ہیں۔ ورنہ جو ہو چکا وہ ہو چکا۔ نہ آج ملک ہے نہ حکومت و ریاست اول بادشاہت کر گئے۔ تو کیا۔ اور آخر کر گئے۔ تو کیا۔ مقصود اصلی یہ ہے کہ اس بدعنوانی سے دین محمدی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اور صحیفہ اسلامی کا

ایک حمام میں سب ننگے

خلافت کے جھگڑوں نے اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

شیرازہ بکھر گیا اور بکھرتا جاتا ہے۔ اور بظاہر کوئی امید اس کے بندھنے اور درست ہونے کی نظر نہیں آتی۔ اور آج نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ حکومت تو کیا دراصل مسلمانوں کے رہنے کو روئے زمین پر اطمینان کی جگہ اور جائے پناہ بھی نہیں ہے۔ اور مسلمان اپنے اسی اختلاف اور خانگی جھگڑوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہوش میں نہیں آتے۔ بیدار نہیں ہوتے۔ اور نہ ان کے ہوش میں آنے اور بیدار ہونے کی کوئی امید ہے۔ اور نہ ہی اسلام کے سرسبز و شاداب ہونے کی۔ شاید ع

"مردے از غیب برون آید و کارے بکند"

اب اکثر مسلمانوں کی زبان پر یہ مبارک کلمہ آنے لگا ہے۔ کہ آپس میں

آخری بات اور سُنّی شیعوں میں مصالحت

مصالحت کی ضرورت ہے۔ اور ہونی چاہئے۔ مگر ہم نے ابتک کوئی عملی کارروائی اس بارے میں نہیں دیکھی۔ صرف خیالات ہی میں ہے۔ یا کہیں کہیں اخباروں کے کالموں میں۔ یا اگر کہیں عملی صورت ہے بھی۔ تو وہ صرف تجاویز ہیں۔ اور خیر سے بہ مجبوری ہم بھی اس میدان میں کود رہے ہیں۔ مگر تجاویز بھی جو ہم نے دیکھی ہیں۔ وہ بالکل خلاف۔ اور ان کا نتیجہ برعکس دیکھا جا چکا ہے۔ جس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ مصالحت خواہ دل سے خواہاں نہیں ہیں۔ دوسرے تشخیص اور تجویز دو تو غلط اگر نہ ہوں۔ تو تجویز تو ضرور ہی غلط کی جاتی ہے۔ تشخیص میں غلطی دراصل تشخیص مرض کی غلطی نہیں ہے۔ وہ تو پھوٹ ہے۔ اور ظاہر ہے۔ سب کے پاس ہے۔ سب اس کے ذائقہ سے واقف ہیں۔ رات دن امتحان میں ہیں۔ ہاں تشخیص علل میں غلطی ہے۔ اور تجویز میں غلطی واضح۔

سُنّی شیعوں میں مصالحت

اگر حضرات جب مصالحت کی کوئی تجویز پیش کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ سُنی فلاں امر دینی چھوڑ دیں۔ شیعہ فلاں ضروری مذہب کو ترک کر دیں۔ مگر یہ مذہب ایسی شے ہے۔ جو چھوٹنے والی نہیں۔ اور نہ کوئی ضروری دین وضرورت مذہبی چھوٹ سکتی ہے۔ مگر صرف اسی صورت میں کہ دونو یا کم سے کم ایک فرقہ کے کل افراد بالکلیہ ملحد و بے دین ہو جائیں۔ اور دینی احساس ان میں قطعاً باقی نہ رہے۔ اور یا کُل کے کُل ایک ہی مذہب ہو جائیں اور بالفعل یہ دونو محال ہیں۔ کچھ نہ کچھ دیندار تو ضرور ہی باقی رہینگے۔ امت محمدی کے کل افراد بلا استثناے احد کبھی بے دین محض نہیں ہو سکتے۔ غرض مذہب ترک کرا کر مذہبی اتفاق اجتماع نقیضین کی خواہش ہے۔ اور یہ محال ہے۔ مذہبی اختلاف مٹے۔ تو مذہبی اتفاق ہو۔ اور یہ خدا ہی کر سکتا ہے۔ کہ سب کو ایک مذہب کر دے۔ اور وہ جب چاہیگا کر دیگا۔ اس وقت تو سوال دراصل معاشرت اور تمدن میں متحد اور متفق ہونے کا ہے۔ نہ مذہب میں بالکل ایک ہو جانے کا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ ایک دین کے ماننے والے۔ ضروریات معیشت و تمدن وضروریات اجتماعی عمومی قومی میں متفق ہو جائیں۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ یہ سمجھ لیں۔ کہ مذہب اور شے ہے۔ اور معاشرت کا تعلق اور ہے۔ دو غیر مذہب دو جدا جدا دین رکھنے والے بھی امور معاشرتی میں متحد ہو سکتے ہیں اور ہو جاتے ہیں۔ اور مذہب کی پابندی اپنے اپنے مقام پر علیحدہ رکھتے ہیں۔ یہی ہونا چاہئے۔ ہر ایک جب تک اپنے مذہب پر ہے۔ اپنے مذہب کا پابند رہے۔ امور معاشرتی و تمدنی میں متحد ہو جائے اور مل کر کام کریں۔ مذہب سے تعرض نہ کریں "عیسے بدین خود۔ موسے بدین خود" جو جیسا کرے گا۔ ویسا بھرے گا۔ کوئی لیڈر اور کوئی راہ نماؤ

عالم کسی مذہبی امر کو چھیڑ کر اس تحریک اتحاد میں کامیاب نہ ہوگا۔ گو بعض مذہبی احساس نہ رکھنے والے اس کے ہم خیال کیوں نہ ہو جائیں۔ ہاں دو امر غور طلب ہیں۔ ایک تو یہ۔ کہ جس مذہب میں بعض باتیں ایسی جاری ہیں۔ جو در اصل جزو مذہب یا رکن مذہب نہیں ہیں۔ وہ ترک کر دی جا سکتی ہیں۔ بشرطیکہ علماء چاہیں۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ ایک دوسرے کے خلاف محض جھوٹی باتیں کہتے اور افترا کرتے رہتے ہیں۔ اور اس طریقہ سے آپس میں نفاق پھیلاتے ہیں۔ وہ اس حرکت سے (خدا نہیں توفیق دے۔ کہ) باز آجائیں۔ بہت زیادہ فساد ایسے ہی علماء نما ملا پیدا کرتے ہیں۔ جو جہال کو جھوٹی باتوں سے خوش کر کے روپیہ وصول کرتے ہیں۔ اور اپنی روٹیاں اس دینی تجارت سے پیدا کرتے ہیں۔ اور ان کی تعداد بہت کافی ہے۔ اور ان کی اصلاح بغیر اتحاد و اتفاق و مصالحت محال ہے۔ مجمع علیہ و متفق علیہ پر فیصلہ کرانے اور منوا دینے والی طاقت کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اور نہ ماننے کا کوئی علاج کسی ریفارمر نے نہیں بتلایا ہے۔ صرف ایک ہی علاج ہے۔ وہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ خدا کے اختیار میں ہے۔ متفق علیہ و مجمع علیہ پر آج تک جھگڑا ہو رہا ہے۔ اور نہ ماننے والے نہیں مانتے۔ نہ ماننے والے خدا کو نہیں مانتے۔ رسول کو نہیں مانتے۔ کتاب خدا کو نہیں مانتے۔ دین اسلام کو نہیں مانتے۔ تو پھر اہل بیت رسول کو کون مان لے۔ جو فریقین میں متفق و مسلم ہیں۔ اور بلا مبالغہ سیکڑوں حدیثیں ان کی شان میں موجود ہیں۔ محبّت کا دعوے کیا جاتا ہے۔ اور محبّت کا

مصالحت کی دو صورتیں

ملاؤں کی اصلاح بغیر اتفاق محال ہے

نام نہیں پایا جاتا۔ اس کا علاج کون کرے؟ تدبیر یہی ہے۔ جو
ہم نے بیان کی۔ جو فطری ہے۔ عقلی ہے۔ قرآنی ہے۔ اور ایک
بات اور بہت بڑی بات یہ ہے۔ کہ ایک دوسرے کا دل
دُکھانا چھوڑ دیں۔ اپنے مذہب کی پابندی کریں۔ اپنی خوبیاں
بیان کریں۔ اپنوں کے فضائل اگر ہیں۔ دکھلائیں۔ مگر دوسروں
کو نہ چڑائیں۔ مَیں دونوں کو کہ رہا ہوں۔ سُنّیوں کو بھی اور شیعوں
کو بھی۔ ہر ایک اس آیت پر عمل کرے۔ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ
ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ۔ جب تم ہدایت پر ہو۔ تو کوئی گمراہ
ہو کر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لاتقولوا لمن القٰی الیکم
السلام لست مومنًا۔ جو تم سے اسلامی طریق سے ملتا ہے۔
اسلامی سلام کرتا ہے۔ اس سے مت کہو۔ کہ ہیں۔ تو مومن نہیں
ہے۔ جو کچھ ہے۔ ہے۔ تمہیں کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور رہا
امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ سو اس کی یہ شان نہیں
ہے۔ بلکہ ادعوا الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ
الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ دعوت بالحکمت
موعظ حسنہ۔ مجادلہ احسن کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ "تو ایسا ہے۔ اور
تیرا باپ ایسا ہے"۔ بلکہ وہی ہیں۔ جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ کہ اپنی
خوبیاں دکھا کر دوسرے کو جذب کرو۔ نہ دوسرے میں عیب
نکال کر یا فرضی عیب لگا کر۔ اگر کوئی بات عملاً ممکن ہے۔ تو
صرف یہی۔ کہ شیعہ اگر علے الاعلان حضرت علی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام
کو خلیفہ بلافصل کہنا چھوڑ دیں۔ تو ان کی کسی اصل میں فرق نہیں
آتا۔ اور بلافصل کہنے سے کوئی فضیلت نہیں بڑھ جاتی۔ وہ

ایک دوسرے کو چڑانا چھوڑ دیں

شیعہ بلافصل کا لفظ چھوڑ سکتے ہیں

خلیفہ ہیں ہی - بلافصل کیا اور بے فصل کیا - شیعہ ان کے سوا اور کسی غیر کو بافصل مانتے ہیں نہ بے فصل - پھر کیوں خواہ مخواہ چڑاتے ہیں - اور اسی طرح نہ علے الاعلان تبرّے کی ضرورت ہے - اعتقاد میں غیر اللہ - غیر الرسول - غیر الامام الحق سے بیزار رہنا "لا الٰہ الا اللہ" کی تعلیم ہے - ہر ایک مذہب وملت کا جزو ہے - اور ہر ایک مانتا ہے - دوسرے کے سامنے اس کو بُرا کہنا فساد پیدا کرتا ہے - جو محبوب نہیں - اگرچہ مظلوم ظالم کے حق میں سخت کلمہ کہ سکتا ہے - اور یہ فطرت ہے - اور معاف - لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم - مگر فتنہ وفساد سے جہاں تک بھی بچا جائے - نہایت بہتر ہے +

اسی طرح اہل سنّت بھائی شیعوں پر افتراء کرنا اور وہ باتیں کہنا چھوڑ دیں - جو شیعوں میں نہیں ہیں - اور وہ باتیں جن کا کہنا یا کرنا ان کے مذہب کا جزو یا رُکن نہیں ہیں **خصوصاً** اہل سنت شیعوں کو عزاداری کے باب میں نہ چھیڑیں - جو وہ اپنے مذہب کی رو سے کرتے ہیں - کرنے دیں - اگر کوئی بات سمجھانی ہو - تو اپنے احباب کو تنہائی میں بدلائل سمجھا دیں - ورنہ کسی کو خدا نے داروغہ بنا کر نہیں بھیجا ہے - نہ کوئی خدائی فوجدار ہے - نہ لوگوں پر مسلط کیا گیا ہے - کہ ان کو اپنی مرضی کے خلاف کچھ نہ کرنے دے - بلکہ بہتر اور انسب ہے - کہ وہ یہ خیال کریں - کہ حکومت و ریاست کی بحث تو رہی الگ - مگر حسنینؑ فرزند رسولؐ جگر گوشہ بتولؑ ضرور ہیں - اور رسولؐ کے ساتھ ان کی اُلفت ومحبّت ومودّت - اور

محبت کے معنی میں یہ بات ضرور داخل بلکہ اصل ہے۔ کہ محبوب کی خوشی میں خوش ہوں۔ اور ان کے رنج سے رنجیدہ۔ اس کے سوا محبت کے کچھ معنی ہی نہیں ہیں۔ اطاعت بھی اسی میں داخل ہے۔ کیوں کہ محبوب اطاعت سے خوش ہوتا ہے۔ اور محب اس کی خوشی میں خوش ہوتا ہے۔ اور اس کی بات مانتا ہے۔ اس کا کہا کرتا ہے پس مسلمان بھی رسول صلعم کی خوشی میں خوش ہوں۔ اور اس کے رنج میں رنجیدہ۔ اسکی خوشی کے دنوں میں خوشی کریں۔ اور اس کے غم کے دنوں میں غم۔ پس اگر وہ یہ سمجھتے ہیں۔ اور ان کا مذہب یہی تعلیم دیتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم قتل حسینؑ سے بہت خوش ہوئے تھے۔ اور عید منائی تھی غسل کیا تھا۔ لباس نو بدلا تھا۔ خوشبو لگائی تھی۔ تو بیشک "لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" تم ضرور رسول اللہ کی پیروی کرو۔ لیکن جو لوگ ایسا خیال نہیں کرتے۔ اور وہ جانتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم قتل حسینؑ کی خبر سُن کر بیسیوں مرتبہ روئے۔ اور دوسروں کو رُلایا۔ اور شب قتل و روز قتل بال پریشان و گرد آلود۔ گریاں و محزون دیکھے گئے۔ ام المومنین ام سلمہ رضی نے دیکھا۔ ابن عباس نے اور بہت سے اہل دل اور اہل کشف نے دیکھا ہے۔ سیکڑوں روایتیں اس باب میں ہیں۔ تو رسول اللہ کی پیروی ہر مسلمان کو کرنی چاہیئے۔ اگر نہیں کرتے۔ تو دوسرے پیروی کرنے والوں سے تعرض نہ کریں۔ اگر وہ غم کرتے ہیں۔ کرنے دیں۔ ناچ رنگ تو نہیں کرتے۔ محفل شراب تو گرم نہیں کرتے۔ وہ غم کرتے ہیں کرنے دیجئے۔ وہ روتے ہیں رونے دیجئے۔ کسی کا کیا بگاڑتے ہیں۔ ان کو صدمہ ہے۔ روتے ہیں۔ انہیں غم ہے۔ محزون ہوتے ہیں۔ اور جس کا کوئی محبوب مرتا ہے۔ جدا ہوتا ہے مصیبت میں پڑتا ہے۔ وہ روتا ہے غم کرتا ہے۔ گو وہ محبوب بعد ھا بہشت ہی میں جائے۔ آج تک بھی مسلمان باوجودیکہ جانتے ہیں۔ کہ رسولؐ مالک بہشت

محبت بی بی سنی کی مشن میں رخنہ نہ ڈالیں

ہیں۔ مگر ان کے یوم وصال و انتقال پُر ملال کے دن غم ہی کرتے ہیں۔ اور حالات سُن کر رونے بھی ہیں۔ کوئی بھی یوم وصال محمدی رقص و سرود نہیں کراتا نہ اس کو یوم العید بناتا ہے۔ یہ فطرت ہے۔ کیسے بدل سکتی ہے۔

رونے کا ضبط صاحب ماتم سے ہوئیگا!
جس کا کوئی مریگا۔ وہ کیونکر نہ روئیگا؟

یہ بھی ہے۔ کہ وہ اسی ذریعہ سے رو کر رقت قلب پیدا کر لیتے ہیں۔ جو بہترین صفت ہے۔ اور فلیضحکو قلیلاً و لیبکو کثیراً پر عمل کر لیتے ہیں۔ دوسرے کیوں مانع ہوتے ہیں +

رسول اللہؐ کے ساتھ اس غم حسینؑ میں شریک ہوں۔ اگر تعزیہ بُرا جانتے ہیں۔ نہ بنائیں۔ بغیر اس کے غم منائیں۔ اگر سینہ زنی بُری جانتے ہیں۔ نہ کریں۔ اپنے گھر میں بیٹھ کر ذکر حسینؑ کریں۔ اگر رونا آتا ہے روئیں۔ ورنہ نہ روئیں۔ ذکر حسینؑ میں بعض لوگ جھوٹی روائتیں بیان کرتے ہیں۔ وہ ایسا نہ کریں۔ اپنی مجلس حسینؑ میں صیح واقعات بیان کریں۔ اخلاق حسینؑ کا ذکر کریں۔ اور اس سے فیض اُٹھائیں۔ یہ نو نہ کریں کہ "واعظ پر ذکر حسینؑ حرام ہے"؛ دنیا میں لاکھوں کا ذکر ہوتا ہے۔ جا بجا عرس ہوتے ہیں۔ بزرگوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ فرزند رسولؐ کا ذکر مسلمان ذاکر پر کیوں حرام ہوگیا؟ اچھا بالفرض یہ بھی صیح کچھ نہ کریں۔ مگر ایسا کرنیوالوں کو کیوں ستاتے ہیں؟ اگر واقعی تمہارے مذہبی اصول مسلمہ ان باتوں میں سے کسی کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ نہ کریں۔ لیکن جو کرتے ہیں۔ ان پر جبر کرنیکا حق کونسی آیت یا حدیث یا دلیل عقلی دیتی ہے؟

بس فقط یہی صورت مصالحت و اتحاد و اتفاق کی ہے۔ کہ جہاں شیعہ دل دکھانا اور کسی کے منہ پر بُرا کہنا چھوڑ دیں۔ اور سُنی بھائی ان حسینیوں کے اس مشن میں رخنہ اندازی نہ کریں۔ اور عملاً ان باتوں میں حصہ لیں۔ نہ صرف خیالوں

ہیں۔ اس تدبیر سے بہت تنافر رفع ہو جائیگا۔ اور بہت سے نزاعات دفع ہو جائینگے۔ ورنہ حسینی مشن میں رخنہ ڈال کر قطعاً ناممکن ہے۔ کہ شیعوں کو متفق کیا جا سکے۔ اس سے شیعہ کسی طرح ہٹ نہیں سکتے۔ اور اس میں ہر جبر و تشدد کے سہنے کو بھی ہر وقت تیار ہیں۔ شیعہ ضرور مٹ گئے ہیں۔ مگر مٹے حسینی نام پر ہی ہیں۔ یہ ان سے نہ چھوٹیگا۔ خواہ ان کی جان جائے یا مال۔ یہ اب بھی اسی طرح بھوکے پیاسے مرنے کو تیار ہونگے۔ مگر نام حسینؑ نہ چھوڑینگے۔ اسی پر مرینگے۔ خدا کرے وہ دن۔ وہ دن جلد آئے۔ کہ مسلمان اپنے مستقبل کو اچھا بنانے کے لئے بیدار ہوں۔ اور دور اندیشی و مصلحت بینی سے کام لیں۔ آمین۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین وسلام علی المرسلین والشہداء والعبد یقین وحسن اولئک رفیقا *

الحسین ہماست

اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء

امامیہ کتب خانہ کی مفید اور قابل دید کتب

الحمیرا ‌ام المومنین جناب عائشہ رسول خدا کی دیگر ازواج میں سے ایک بی بی ہیں۔ آپ کا ایک لقب حمیرا بھی ہے۔ اسلامی سلسلہ روات میں آپ کی شخصیت ایک امتیازی پہلو لئے ہوئے ہے۔ آپ ہی رسول اللہ کی وہ بی بی ہیں جن کی شوخی مزاج کی خاطر حضرات اہلسنت نے خانہ رسول کو نگار خانہ لعبت چین بنا دیا۔ ان گڑیوں کی توصیف میں مصنف "عائشہ صدیقہ" اس قدر رطب اللسان ہے کہ ان کو صحابیہ کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ نہیں نہیں حضرات اہلسنت نے ان کی شان بڑھانے کیلئے پیغمبر اسلام پر حبشیوں کا ناچ دکھانے کا الزام لگایا۔ یہی ایک راویہ ہیں جو رسول خدا کے معراج جسمانی کی تردید فرماتی ہیں۔ یہی وہ زوجہ رسول ہیں جن کو خدا کی مقدس کتاب نے آیہ مجیدہ فقد صغت قلوبکما میں مخاطب فرمایا ہے۔ یہی وہ دلیر عورت ہیں جو ازواج رسول میں سے خلاف حکم قرآن وقرن في بيوتكن معرکہ جدال اور میدان کارزار میں گامزن ہوئی ہیں۔ یہی وہ زوجہ رسول ہیں جن پر رسول خدا کی پیشگوئی کے مطابق حوّاب کے کتے بھونکے ہیں۔ آپ کی شخصیت ہر لحاظ سے متقاضی تھی کہ اس کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی جائے۔ چنانچہ مولانا سید اختر حسین صاحب نے محنت شاقہ گوارا فرما کر ان کے حالات کو بہم پہنچایا ہے اور ایک کتاب کی صورت میں منتظم فرمایا ہے۔ ویسے تو آپ کی سیرت پر اہلسنت نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں مگر ان میں تصویر کا صرف ایک ہی پہلو دکھایا ہے۔ لہٰذا مصنف کتاب ہذا نے اس کتاب میں تصویر کا دوسرا پہلو دکھانے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ تصویر کے دونوں رُخ دیکھنے کے بعد اہل نظر خود منصفانہ رائے قائم کر سکیں گے۔ ناظرین کی تسہیل تحقیق منصف نے جابجا اپنے اقوال کی تائید میں حوالہ جات کتب لکھ دیئے ہیں۔ کتاب قابل دید ہے۔ اور پبلک کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی قیمت بھی نہایت کم رکھی گئی ہے .... قیمت فی جلد

ابطال الاستدلال لاہل الزیغ والضلال

یہ بے بدل کتاب زبدۃ العارفین رئیس القلم جناب مولانا حکیم امیر الدین صاحب کی تازہ ترین تالیفات میں سے ہے۔ اس کتاب کی تالیف سے مصنف نے نفی الحقیقت مذہب اور ملت پر بڑا بھاری احسان فرمایا ہے۔ اس میں ان تمام اعتراضات وشبہات کا جو مخالفین ومعاندین اہلسنت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ... مجالس ومناظرہ میں ...

تھے اور اپنے خیال باطل وزعم فاسد میں فضائل ومناقب وخلافت بلافصل وافضیلت اصحاب ثلاثہ کے لئے کتب شیعہ سے غلط استدلال کرکے اپنی غلط بیانی غلط معانی وخیانت سے سیاق وسباق عبارت کو چھوڑ کر اصلی مطلب ومفہوم سے منہ موڑ کر نقل روایات میں فریب ومغالطہ دیکر جہال اور عوام الناس کو خوش کرتے تھے۔ جناب مولانا صاحب موصوف نے اس رسالہ میں ان سب کا ابطال نہایت ہی وضاحت اور متانت سے کیا ہے اور حقیقت وصداقت کو اظہر من الشمس کر دکھایا ہے اور کتب نہج البلاغت کافی وغیرہ سے حضرات اصحاب ثلثہ کی اصلی پوزیشن صاف ثابت کی ہے کہ مذہب شیعہ میں ان حضرات کی کیا حیثیت ہے۔ آئیندہ کوئی مخالف کتب شیعہ سے فضائل ومناقب اصحاب ثلثہ وغیرہ پیش نہ کرسکیگا مولوی صاحب نے جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کی حقوق طلبی اور ان کے محبت کاملہ واحتجاج و استحقاق خلافت ودعاوی خلافت بلافصل وبطلان افضیلت وخلافت شیخین کو حوالہ جات کتب شیعہ سے ایسا تحریر فرمایا ہے کہ آئیندہ کسی مخالف کو جرأت نہ رہے۔ الغرض جناب مولانا صاحب نے مناظرہ کے فن کی ایک بڑی کمی کو پورا کردیا ہے اور تمام روایات کو ایک جگہ مکمل جمع کردیا ہے کہ سنی مناظرین کو زبان تک ہلانے کی جرأت باقی نہ رہے گی۔ اس سے پیشتر جناب مولانا صاحب کی پرزور قلم سے کتاب فلک النجاۃ فی الامامت والصلوٰۃ نہایت آب وتاب سے چھپکر مقبول خاص وعام ہو چکی ہے۔ غرضیکہ مؤلف ممدوح نے اس میں ایک اصولی بحث قائم کرکے ہمیشہ کے لئے مناظرہ شیعہ وسُنی کو بند کر دیا ہے۔ یہ رسالہ آسان اور عام فہم ہے۔ ہر ایک مومن کے پاس اس حربہ کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت باوجود ان خوبیوں کے صرف ....

لمعۃ الضیا فی العمدۃ من اخبار الرضاؑ

راضی برضا سچ ہے کہ خاصان خدا ہیں۔
تسلیم ورضا معنے تسلیم رضا ہیں۔

امامیہ سلسلہ کے آٹھویں امام ابن امام ابن امام الراضی بالقدر والقضاء الرضا المرتضیٰ المجتبیٰ کی مکمل سوانح عمری بزبان اردو جس کو مولوی سید مظہر حسن صاحب نے تصنیف فرماکر اسلام اور اسلامیوں پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ چونکہ حضرت رضاؑ کا زمانہ عباسیونکا عہد شباب تھا اس لئے اس بے بہا کتاب سے عام مسلمانوں کو دینی ودنیاوی دوحالتوں کے تقابل کا نظارہ گھر بیٹھے میسر آجائیگا۔ دیکھنے والے فاضل مصنف کی محنت کے قائل ہی نہ ہونگے بلکہ اس بے نظیر کتاب سے مصائب میں گر گر کر نکل جانے اور جان ومال کے دشمنوں میں رہ کر پایہ بلند پر قائم رہنے کا سبق حاصل کرینگے۔ کاغذ اور خط عمدہ چھپائی دیدہ زیب قیمت عہ

ملنے کا پتہ:- مینیجر امامیہ کتب خانہ لاہور (ریلوے روڈ)

...نظریہ از تصنیفات جناب مولوی سید محمد ہارون صاحب جسمیں مولٰنا موصوف نے چھ زبردست سوالوں کے جوابات مثل (۱) ابوطالب کا ایمان (۲) خلیفہ ثالث کے لقب ذوالنورین ... کیفیت وغیرہ وغیرہ حضرات اہلسنت کی معتبر کتب سے بڑی محنت اور توضیح کے ساتھ دیئے ہیں قیمت تین آنے

اعجاز جعفری حضرت امام جعفر صادقؑ کے معجزات نظم میں درج ہوئے ہیں لطف یہ کہ پہلے معجزہ کو صرف ایک شعر میں اور دوسرے کو دو شعر میں علیٰ ہذا اسی ترتیب سے قیمت ۳/

النار الحمیم لہاتک قرآن العظیم (اردو) میں تقریباً وہ تمام اعتراضات جو حضرات اہلسنت کی طرف سے دربارہ کمی بیشی قرآن امامیہ پر ہوا کرتے ہیں عقلی و نقلی دلائل سے محققانہ طور پر رد کئے گئے ہیں نیز اہلسنت کے جامع قرآن کا قرآن سے سلوک اور انہی کی کتب سے ثبوت۔ قیمت صرف ۲/

...ور ایمان۔ وہ مشہور کتاب ہے جسمیں دو طالب علمونکا مناظرہ ہے منجملہ ان کے ایک کا نام علی رضا اور دوسرے کا نام محی الدین ہے اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم کہ تصانیف میں سے یہی کتاب بارہا چھپ کر مومنین سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے لیکن اب کی دفعہ مضامین و دلائل کی زیادتی سے اسکی شان دوبالا ہوگئی ہے۔ قیمت ۸/ عہ/

ازالہ اشتباہ عام فہم غلطی کو دور کرنیکے واسطے جو شیعوں کی نسبت کہی جاتی ہے کہ وہ اصحاب رسولؐ کو سب کرتے ہیں اسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ فرقہ شیعہ میں سب کرنا جائز نہیں۔ قیمت ۲/

کتاب اعجاز المسیح پر ریویو اس پر فتنہ زمانے میں جبکہ ہر طرف سے مدعیان نبوت برساتی کیڑوں کی طرح نکلے آتے ہیں پنجاب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی مسیحیت کا دعوی کرکے ایک کتاب لکھی جسکی عبارت کو وہ معجزہ سمجھتے ہیں ایک شیعہ ممتاز الافاضل نے اس کتاب پر ریویو لکھ کر بتا دیا تھا کہ جسکو صرف نحو کے قاعدے معلوم نہ ہوں وہ نبی کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اسکی کتاب معجزہ کیونکر بن سکتی ہے۔ قیمت ۲/

عقل و تہذیب اہلحدیث اس رسالہ میں فرقہ اہلحدیث کے اصول و فروع دین ایسے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں کہ آجتک بہت کم لوگونکی نظریں ان تحقیقات پر پڑی ہونگی جسمیں بخاری مسلم۔ ابن تیمیہ و ابن القیم ... قلت عقل سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے اس رسالہ کی ضرورت نہ صرف فرقہ اہلحدیث کو ہے بلکہ فرقہ احناف کو فائدہ پہونچے گا اور شیعوں کیلئے تو ایک ایسا قلعہ ہے کہ صرف اسی کو بمقابلہ اہلحدیث پیش کرنا کافی ہوگا ۱۲/

سرمہ خاموشی میر سجاد حسین صاحب کی وہ مشہور عجیب و غریب حقیقت سے لبریز کتاب جو ہر شیعہ کے قابل دید ہے ۔۔ ۱۰/

ملنے کا پتہ منیجر امامیہ کتب خانہ لاہور (ریلوے روڈ)

شیعان حیدر کرار کیلئے چند تازہ طبع قابلقدر کتابیں

پیغام توحید } مصنفہ مولوی محمد سبطین صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لدھیانہ

دور حاضرہ میں جہاں فلسفہ مادیات وسیاسیات نے روحانی دنیا کو مفلوج بنا رکھا ہو وہ عہد عتیق کے فلسفہ الہیات کیطرف نوع انسانی کو بلالحاظ اختلاف مذاہب دعوت دینا کوئی آسان کام نہیں تاہم فاضل مصنف نے اس عدیم النظیر تصنیف میں عقلی و نقلی دلائل اور براہین قاطعہ سے توحید باریتعالیٰ کے نہایت اہم مسئلہ کو ثابت فرما کر روحانی دنیا میں ایک مہتم بالشان کام کیا ہے یہ مختصر مگر جامع کتاب اپنے صوری اور معنوی محاسن کے لحاظ سے ایک نادر ترین علمی تحفہ ہے اور بلاشبہ اس سے ہر فرقہ اور ہر گروہ و طبقہ کے اصحاب ذوق مستفیض ہو سکتے ہیں قیمت صرف دس آنہ ۱۰

نماز امامیہ باترجمہ معہ اصول دین وغیرہ } اسمیں تمام واجب نمازوں کے مفصل احکام صاف اور سادہ اردو زبان میں درج ہیں اس ایڈیشن میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ خطبات جمعہ وعیدین معہ ترجمہ تجہیز تکفین موتے و تلقین میت باترجمہ وغیرہ ضروری مسائل نہایت شرح و بسط کیساتھ لکھے گئے لکھائی چھپائی اعلیٰ کاغذ سفید حجم ۱۰۰ صفحہ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت ... ۵

مناجات } از تصنیف مولوی سید زین العابدین صاحب مرحوم بخاری کی مقبول مناجات جس کا ہر شیعہ کے پاس ہونا ضروری ہے قیمت صرف دو آنہ ... ۲

زاد العقبیٰ اردو ترجمہ مودۃ القربیٰ } حضرت سید علی ہمدانی جو محققین علماء متبحر اہلسنت کے علاوہ صوفیائے کرام میں قطب الاقطاب کا درجہ رکھنے والے بزرگ ہیں اور جنکی بیسیوں تصانیف اور... میں سے زیادہ مشہور کتاب مودۃ القربیٰ آسمان شہرت کی آفتاب ثانی جا چکی ہے۔ چونکہ یہ کتاب عربی ہونیکی وجہ سے اردو دنیا کے شائقینوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی تھی۔ لہذا زاد العقبیٰ اسکا اردو ترجمہ معہ اصل عبارت مودۃ القربیٰ کے بار دوم مولف ممدوح کی سوانحعمری پر کافی روشنی ڈالکر ہمارے اہتمام سے اشاعت پاکر اہل مودت آل رسالت کے دلوں کا سرور اور آنکھوں کا نور ہو رہا ہے۔ تقطیع ۲۰×۲۶ کاغذ اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت صرف ... ۱۲

ارسال الیدین } یعنی نماز میں ہاتھ کھولنے اور باندھنے کا مکمل اور نہایت مدلل فیصلہ۔ بار دوم اعلیٰ کاغذ اور لکھائی چھپائی پر طبع ہوا ہے قیمت آٹھ آنہ ۸

ملنے کا پتہ } منیجر امامیہ کتب خانہ لاہور (ریلوے روڈ)

نوٹ:- صفحات (۹-۴۸) (۷۵-۹۴) (۱۴۱-۲۱۶) (۲۸۹-۳۰۰) ستارہ ہند پریس لاہور میں طبع ہوئے

۲۶ / اپریل سنہ ۷۶ء کو کتاب دیکھی

[illegible]

[illegible]

S. Nasrul Hasan